عام فہم تعلیمات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا
ایک سدا بہار مبارک سلسلہ

درسِ حدیث

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

اللہ تعالیٰ اس شخص کو تروتازہ رکھے جس نے میری بات سنی اور اسکو یاد کیا اور اسکو محفوظ رکھا اور پھر دوسروں کو پہنچا دیا۔ (ترمذی)
نیز فرمایا سب سے افضل صدقہ یہ ہے کہ مسلمان علم دین کی بات سیکھے پھر اپنے مسلمان بھائی کو سکھا دے۔ (ابن ماجہ)

زیرِ نگرانی
فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی عبدالستار صاحب رحمہ اللہ
رئیس دارالافتاء جامعہ خیر المدارس ملتان

اِدارۂ تالیفاتِ اشرفیہ
چوک فوارہ ملتان پاکستان
(061-4540513-4519240

سلسلہ درس حدیث -10

عام فہم تعلیمات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا
ایک سدا بہار مبارک سلسلہ

درسِ حدیث

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

اللہ تعالیٰ اس شخص کو تروتازہ رکھے جس نے میری بات سنی اور اسکو یاد کیا اور اسکو محفوظ رکھا اور پھر دوسروں کو پہنچادیا۔ (ترمذی)
نیز فرمایا سب سے افضل صدقہ یہ ہے کہ مسلمان علم دین کی بات سیکھے پھر اپنے مسلمان بھائی کو سکھا دے۔ (ابن ماجہ)

تقریظ

فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی عبدالستار صاحب رحمہ اللہ

از افادات

اُستاد المحدثین حضرت مولانا ادریس میرٹھی صاحب رحمہ اللہ

اِدارۂ تالیفاتِ اشرفیہ
چوک فوارہ ملتان پاکستان
(061-4540513-4519240

درسِ حدیث

تاریخ اشاعت............... شعبان المعظم ۱۴۲۹ھ
ناشر.......................ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان
طباعت.....................سلامت اقبال پریس ملتان

انتباہ

قارئین سے گذارش

ادارہ کی حتی الامکان کوشش ہوتی ہے کہ پروف ریڈنگ معیاری ہو۔ الحمدللہ اس کام کیلئے ادارہ میں علماء کی ایک جماعت موجود رہتی ہے۔ پھر بھی کوئی غلطی نظر آئے تو برائے مہربانی مطلع فرما کر ممنون فرمائیں تاکہ آئندہ اشاعت میں درست ہو سکے۔ جزاکم اللہ

ملنے کے پتے

ادارہ تالیفات اشرفیہ...چوک فوارہ...ملتان — مکتبہ رشیدیہ......راجہ بازار......راولپنڈی
ادارہ اسلامیات......انارکلی......لاہور — یونیورسٹی بک ایجنسی......خیبر بازار......پشاور
مکتبہ سید احمد شہید......اردو بازار......لاہور — ادارۃ الانور......نیو ٹاؤن......کراچی نمبر 5
مکتبہ رحمانیہ......اردو بازار......لاہور — مکتبہ المنظور الاسلامیہ...جامعہ حسینیہ...علی پور

ISLAMIC EDUCATIONAL TRUST U.K — 119-121- HALLIWELL ROAD
(ISLAMIC BOOKS CENTERE — BOLTON BL1 3NE. (U.K.)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عرض ناشر

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ادارہ کی جدید مرتبہ ''درس حدیث'' کی سابقہ نو جلدیں ماشاء اللہ کافی مقبول ہوئیں۔

درس حدیث کا یہ مبارک سلسلہ فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی عبدالستار صاحب رحمہ اللہ کی زیر نگرانی شروع ہوا' یقیناً یہ بھی حضرت کیلئے دیگر حسنات جاریہ میں سے ایک ہے اس لئے اس جلد پر بھی مقدمہ حضرت ہی کا لکھا ہوا دیا جا رہا ہے۔

عرصہ دراز سے مزید جلدوں کا انتظار تھا۔ اللہ پاک ہمارے اکابر رحمہم اللہ کو اجر عظیم سے نوازیں جو بے حد محنتوں سے ہمارے لئے دین اور اس کے مآخذ کو سہل الوصول فرما گئے۔ اور دین کے ہر شعبہ سے متعلق معلومات فضائل واحکام کا عظیم ذخیرہ جو اپنی عربی زبان کی وجہ سے حلقہ خواص تک محدود تھا۔ ان حضرات اکابر نے دیگر خدمات جلیلہ کے ساتھ ساتھ یہ عظیم خدمت بھی سرانجام دی کہ ان دینی علوم کو اردو کے لباس سے آراستہ کر کے عوام الناس کی ایک بڑی ضرورت کو پورا فرما گئے۔

اللہ تعالیٰ ان کی قبور کو ٹھنڈا اور جنت کو ان کا ٹھکانہ بنائیں آمین

الحمدللہ شروع سے ادارہ کی کوشش رہی ہے کہ اپنے اکابر کی مستند و بے غبار تعلیمات کو مزید مزین وسہل کر کے پیش کیا جائے۔

اس جلد کے سلسلہ میں بھی اللہ تعالیٰ کا فضل شامل حال رہا اور علماء کرام کی مشاورت سے سابقہ جلدوں کی طرح اسے بھی سبق وار درس کی شکل میں مرتب کیا گیا ہے۔

بلاشبہ گھروں' مساجد' اسکولوں ومکاتب میں ان سبق وار احادیث کو سننے سنانے کی پابندی کی جائے تو مختصر وقت میں دین کی اہم باتیں سیکھی جا سکتی ہیں۔ اس مبارک سلسلہ احادیث کی یہ جلد حضرت مولانا ادریس میرٹھی رحمہ اللہ کی تالیف ''شرح ریاض الصالحین'' سے انتخاب کی گئی ہے۔ وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب

نوٹ: دعائیہ کلمات ''مناجات مقبول'' (جو قرآن وحدیث کی دعاؤں کا مستند ذخیرہ ہے) سے لئے گئے ہیں۔

اللہ پاک ہم سب کو دین کی صحیح فہم نصیب فرمائیں اور اپنے فضل سے خدمت دین الی یوم الدین لیتے رہیں۔

والسلام محمد اسحٰق عفی عنہ شعبان المعظم ۱۴۲۹ھ بمطابق اگست 2008ء

تقریظ

فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی عبدالستار صاحب رحمہ اللہ

رئیس دارالافتاء جامعہ خیر المدارس ملتان ونگران اعلیٰ مجلس تحقیقات اسلامیہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کے پیش نظر اللہ پاک نے قرآن مجید کی حفاظت جس طرح اپنے ذمہ لی ہے اسی طرح الفاظ قرآن کی تشریح جو ذخیرہ آحادیث کی شکل میں موجود ہے اسکی حفاظت وصیانت بھی اللہ پاک نے اس امت کے ذریعے فرمائی۔ یہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے کہ حفاظت حدیث کے سلسلہ میں اس امت کے محدثین حضرات نے عجیب کمالات دکھائے۔ اسماء الرجال کے علم ہی کو دیکھ لیجئے اس علم سے سابقہ امتیں محروم رہیں لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک تعلیمات چونکہ تا قیامت محفوظ اور قابل عمل تھیں اس لئے ان فرامین کی حفاظت کیلئے محدثین نے اسماء الرجال اور اس کے علاوہ دوسرے علوم متعارف کرائے جنہوں نے احادیث مبارکہ کے گرد ایک قوی حصار کا کام کیا تاکہ کوئی دین دشمن حسب منشاء ان احادیث میں کوئی تغیر وتصرف نہ کر سکے۔

عصر حاضر میں مسلمانوں کی مغلوبیت میں جہاں دیگر عوامل کارفرما ہیں ان سب میں بنیادی چیز یہی ہے کہ ہم اپنی بنیاد یعنی اسلامی تعلیمات سے منہ موڑے ہوئے ہیں۔ اور اس بات کے جاننے کے باوجود کہ ہماری دینی ودنیاوی فلاح وترقی اسلامی تہذیب' اسلامی تعلیمات اور انہی اقدار میں ہے جن پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو چلایا اور تاریخ گواہ ہے کہ جب تک مسلمان ان اسلامی تعلیمات پر مضبوطی سے عمل پیرا رہے اللہ پاک نے انہیں اخروی نجات کے علاوہ دنیا میں بھی شان وشوکت' غلبہ ونصرت سے نوازا اور پوری دنیا کے غیر مسلم ان کے خادم اور زیردست کی حیثیت سے رہے۔

آج ہم سب مسلمان یہ چاہتے ہیں کہ دنیا میں مسلمان غالب ہوں لیکن اس کے لئے جو بنیادی چیز ہے یعنی تعلیمات نبوت کی روشنی میں زندگی کے سفر کو طے کرنا۔ اسکی طرف ہماری توجہ کم ہوتی ہے اس لئے ضرورت ہے کہ معاشرہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک تعلیمات کو عام کیا جائے اور جس طرح تلاوت قرآن کو اپنے معمول میں شامل کیا جاتا ہے اسی طرح ہمارے بعض اکابر کے معمول میں تلاوت حدیث بھی شامل تھی۔

''ادارہ تالیفات اشرفیہ'' اس لحاظ سے بڑی مبارک کا مستحق ہے کہ عوام کو اس بنیادی ضرورت کو عام فہم انداز میں درس حدیث کی شکل میں پیش کرنے کا سہرا اُسی کے سر ہے۔ اس سے قبل ''درس قرآن'' بھی عوام الناس میں بے حد مقبول ہو چکا ہے۔

دل سے دُعا ہے کہ فرامین نبوی کا یہ سدا بہار گلدستہ عنداللہ مقبول ہو اور ہم سب تعلیمات نبوی کی روشنی میں اپنا قبلہ درست کر کے دنیا و آخرت کی سعادتوں سے اپنے دامن بھر لیں۔

فقط: عبدالستار عفی عنہ　　رجب المرجب ۱۴۲۵ھ

فہرست عنوانات

☆.....☆.....☆.....☆

سب سے زیادہ شریف کون ہوتا ہے

عن ابی هريرة رضی الله عنه قال: قيل: يا رسول الله من اكرم الناس؟ قال: اتقاهم. فقالوا: ليس عن هذا نسألک، قال: فيوسف نبی الله بن نبی الله بن نبی الله بن خليل الله، قالوا: ليس عن هذا نسألک قال: فعن معادن العرب تسألونی؟ خيارهم فی الجاهلية خيارهم فی الاسلام اذا فقهوا، (متفق علیہ)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: (ایک مرتبہ) فخر کائنات نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا: یارسول اللہ! لوگوں میں سب سے زیادہ شریف کون ہوتا ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا "جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہو" تو صحابہؓ نے عرض کیا ہم آپ سے یہ تو دریافت نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ شریف کون ہے؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا تو (نسب کے اعتبار سے تو) سب سے زیادہ شریف سیدنا یوسف علیہ السلام ہیں جو خود بھی نبی ہیں اور اللہ تعالیٰ کے نبی یعقوب علیہ السلام کے بیٹے بھی ہیں جو خود بھی نبی ہیں اور اللہ تعالیٰ کے خلیل سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے بھی ہیں (یعنی یوسف علیہ السلام خود بھی نبی ہیں ان کے باپ بھی نبی ہیں دادا بھی نبی ہیں اور پردادا نہ صرف نبی ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے خلیل بھی ہیں تو یوسف علیہ السلام سے بڑھ کر شریف النسب اور کون ہوسکتا ہے) صحابہؓ نے عرض کیا: ہم یہ بھی آپ سے دریافت نہیں کرتے (تو یہ انبیاء کرام علیہم السلام ہیں ان کا تو کہنا ہی کیا ہم تو عام انسانوں کے متعلق دریافت کرتے ہیں) تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تو تم عرب کی کانوں (قبیلوں) کے متعلق دریافت کرتے ہو؟ تو یاد رکھو! جو لوگ عہد جاہلیت میں (اسلام سے پہلے زمانہ میں) اچھے اور بہتر تھے وہ اسلام میں (داخل ہونے کے بعد) بھی اچھے اور بہتر ہیں بشرطیکہ وہ دین کی سمجھ (یعنی شرعی احکام و تعلیمات میں بصیرت) حاصل کرلیں۔

تشریح: اسلام میں شرافت کا معیار پرہیزگاری ہے

اس حدیث پاک میں تقویٰ پرہیزگاری کے معنی میں استعمال ہوا ہے اس حدیث کا تقویٰ کے باب سے تعلق بظاہر صرف پہلے جواب کے اعتبار سے ہے یعنی شرف اور کرم کا مدار تو صرف پرہیزگاری پر ہے جو جتنا زیادہ پرہیزگار ہوگا اتنا ہی زیادہ شریف ہوگا اور آپ کا یہ جواب قرآن کریم کی آیت کریمہ ذیل سے ماخوذ ہے۔

اے لوگو (انسانو) ہم نے تم کو ایک مرد (آدم) اور ایک عورت (حوا) سے پیدا کیا ہے اور تم کو کنبوں اور قبیلوں میں (صرف) اس لئے تقسیم کردیا ہے کہ تم ایک دوسرے کو (قرابت کے اعتبار سے) پہچانو (اور رشتہ داری کے حق ادا کرو) بیشک تم میں سب سے زیادہ شریف آدمی اللہ کے نزدیک وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ پرہیزگار ہے۔

یعنی کرم اور شرف کا تعلق قبیلوں اور خاندانوں یعنی سلسلہ نسب سے مطلق نہیں ہے کرم اور شرف کا مدار تو صرف اعتقادات حقہ، اعمال و اخلاق اور فضائل و کمالات پر ہے۔ جس قدر کوئی شخص اعتقادات حقہ، اعمال صالحہ اور اخلاق فاضلہ کا زیادہ مالک ہوگا اسی قدر وہ زیادہ شریف اور کریم (لائق احترام) ہوگا۔

اسلام میں نسبی شرافت

لیکن صحابہ کرامؓ نے دوسری مرتبہ سوال کر کے اپنے مدعا "نسبی شرافت" کی طرف اشارہ کیا تو اس کے جواب میں بھی ہادی عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا یوسف علیہ السلام اور ان کے آباؤ اجداد کا جو سب کے سب انبیاء کرام علیہم السلام ہیں ذکر فرما کر پھر اسی کی طرف اشارہ فرمایا کہ انسان کی نسبی شرافت اسی وقت قابل ذکر اور لائق فخر ہے جبکہ وہ روحانی کمالات وفضائل اور مکارم اخلاق کے ساتھ بھی آراستہ ہو اور ظاہر ہے کہ نبوت اور وہ بھی مسلسل چار پشتوں میں اس سے بڑھ کر دینی، روحانی اور اخلاقی کمال وشرف اور کیا ہو سکتا ہے گویا آپ نے دوسرے پیرایہ میں پہلے جواب کو ہی دہرایا۔

صحابہ کا مدعا پھر بھی پورا نہ ہوا وہ عام دنیوی، نسبی اور خاندانی شرافت کے متعلق دریافت کرنا چاہتے تھے تو تیسری مرتبہ آپ نے ان کے مدعا **فعن معادن العرب تسئلونی** کی تعیین فرما کر جو جواب دیا اس میں بھی اس امر کی تصریح فرمائی کہ اسلام اور اس کی اعتقادی، عمل اور اخلاقی تعلیمات کی واقفیت اور بصیرت سے کوری اور معرا نسبی اور خاندانی شرافت اسلام میں کوئی چیز نہیں وہ تو صرف تعلقات قرابت کے معلوم کرنے کا ایک ذریعہ ہے۔

شرف اور کرم دین ودنیا دونوں میں انہی لوگوں کا قابل ذکر اور لائق قدر ہے جو خاندانی شرافت کے ساتھ ساتھ اسلام اور اس کی تعلیمات نیز اخلاق فاضلہ کی واقفیت وبصیرت کے بھی علماً وعملاً مالک ہوں۔

خالص خاندانی شرافت تو انسان کو شیطان بنا دیتی ہے

ورنہ تو نری خاندانی شرافت تو صرف رعونت وتکبر اور نخوت وغرور ہی پیدا کرتی ہے اور بڑھتے بڑھتے شیطان کی طرح مردود وملعون بنا دیتی ہے شیطان نے بھی مادی شرافت اور برتری کو ہی اپنی برتری اور آدم کی کمتری کی دلیل قرار دیا تھا وہ کہتا ہے

میں آدم سے بہتر وبرتر ہوں اس لئے کہ تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا ہے اور آدم کو پانی ملی سیاہ مٹی (گارے کیچڑ) سے پیدا کیا ہے۔

اور اسی بنیاد پر اس نے خود اپنے خالق کے حکم آدم کو سجدہ کرنے کے حکم کو بھی ٹھکرا دیا تھا کہ یہ حکم میری شان کے خلاف ہے میں اسے نہیں مان سکتا چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں **ابی واستکبر** اس نے (آدم کو سجدہ کرنے سے) صاف انکار کر دیا اور اس کو اپنی شان کے خلاف قرار دیا اس سے معلوم ہوا کہ تنہا نسبی اور خاندانی شرافت نہ صرف یہ کہ کوئی قابل فخر چیز نہیں بلکہ انتہا درجہ خطرناک اور تباہ کن چیز ہے۔

خاندانی شرافت کس صورت میں اللہ تعالیٰ کا انعام ہے

ہاں اگر نسبی شرافت اسلام کی تعلیمات اور **تفقہ فی الدین**، دین کی فہم اور بصیرت سے بھی آراستہ ہو اور پرہیز گاری کی زینت سے مزین ہو تو یقیناً خاندانی شرافت اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا انعام اور دوررس احسان ہے۔

اس انعام کا شکریہ کیا ہے؟

اور اس انعام واحسان کا شکریہ ادا کرنا انسان کا فرض ہے اور وہ یہ ہے کہ خالق کائنات اللہ تعالیٰ کی تمام مخلوق کو خواہ وہ شریف المنسب ہوں یا غیر شریف المنسب یکساں انسان، اور آدم وحوا کی اولاد ہونے کے اعتبار سے اپنا بھائی اور برابر سمجھے اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے نزدیک جو لائق عزت واحترام ہوں یعنی مسلمان اور پرہیز گار ہوں ان کی دل سے عزت واحترام کرے اگرچہ وہ خاندانی اعتبار سے کتنے ہی کمتر کیوں نہ ہوں اور جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک مردود وملعون (کافر) فاسق وفاجر، بدکار ہوں ان سے بیزاری کا اظہار کرے اگرچہ وہ کتنے ہی عالی نسب اور شریف خاندان کیوں نہ ہوں۔

کوری نسبی شرافت کس کا ورثہ ہے

حاصل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تینوں جوابوں کا یہی ہے کہ اسلام اور دینی بصیرت یعنی پرہیز گاری جس کی تفصیل آپ پڑھ چکے ہیں سے محروم نسبی اور خاندانی شرافت تو فرعون، نمرود اور ابو جہل وابولہب بلکہ شیطان کا ورثہ ہے۔ جن کا ٹھکانہ جہنم ہے۔

دنیا والوں کے نزدیک شرافت کا معیار

اہل دنیا بھی انسان کے شخصی کردار اور اخلاق ہی کو معیار شرف واحترام سمجھتے ہیں اور شریفوں کی بدکردار وبداطوار اولاد کو حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں اور ان کے اپنے باپ دادا پر فخر کرنے اور ان کی بدولت اپنی عزت کرانے کے جذبہ کو باپ دادا کی ہڈیوں کی تجارت سے تعبیر کرتے ہیں۔

بزرگوں کی بدکردار اولاد کی کون لوگ عزت کرتے ہیں

وہ لوگ درحقیقت بزدل یا خودغرض خوشامدی اور لالچی ہوتے ہیں جو محض اپنی اغراض کے لئے بزرگوں کی بدکردار اور بداطوار اولاد کو جانتے بوجھتے سروں پر اٹھائے پھرتے ہیں یا فاسق وفاجر اور بدکردار وبداطوار افسروں یا حکمرانوں یا مالداروں کی تعریفوں میں زمین آسمان کے قلابے ملاتے رہتے ہیں نمائشی عزت واحترام میں سرتسلیم خم کیۓ رہتے ہیں محض اپنی ناجائز اغراض کے لئے یہ انسانیت کی موت ہے۔

بدکردار لوگوں کی تعریف اور عزت

یاد رکھیۓ! رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم متنبہ فرماتے ہیں۔

جب بدکار وبدکردار شخص کی تعریف کی جاتی ہے تو پروردگار عالم حد درجہ غضب ناک ہو جاتے ہیں اور عرش عظیم بھی ان کے غضب سے لرز اٹھتا ہے۔

خاندانی شرافت کی حقیقت اسلام کی نظر میں

نیز ھادی دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔

بیشک اللہ تعالیٰ نے تمہارے اندر سے (ایمان واسلام کی بدولت) جاہلیت (اسلام سے پہلے زمانہ) کی نخوت ورعونت اور باپ دادا پر فخر کرنے (کی جاہلانہ عادت) کو دور کردیا ہے اب تو آدمی یا پرہیز گار مومن ہوتا ہے یا بدکار مردود ہوتا ہے سب لوگ آدم کی اولاد ہیں اور آدم (کا خمیر) مٹی سے بنا ہے۔ یعنی اپنی اصل ونسل کے اعتبار سے تو آدم کی اولاد کو کسی فخر وشرف کی گنجائش ہو ہی نہیں سکتی اس لئے کہ (سب کی اصل ونسل ایک ہے ہاں دینداری اور پرہیز گاری بیشک انسان کو لائق عزت واحترام بنا سکتی ہے۔

خاندانی شرافت پر اس طویل تبصرہ کی وجہ

دینداری اور پرہیز گاری سے محروم خاندانی شرافت اور اس پر فخر اور بدکار وبدچلن لوگوں کی عزت واحترام اور مدح سرائی کی وبا اس زمانہ میں بہت زیادہ پھیلی ہوئی ہے اس لئے ہم نے ذرا تفصیل سے اس پر روشنی ڈالنے کی کوشش کی ہے، ہم قارئین سے معذرت خواہ ہیں۔

دُعا کیجیۓ

اے ہمارے پروردگار! آپ ہم کو دنیا میں بہتری عنایت کیجیۓ اور آخرت میں بھی بہتری دیجیۓ اور ہم کو عذاب دوزخ سے بچائیے۔

اے ہمارے پروردگار! ہم پر استقلال (غیب سے) نازل فرمائیے اور ہمارے قدم جمائے رکھیۓ اور ہم کو اس کافر قوم پر غالب کیجیۓ۔

اے ہمارے رب! ہم پر دارو گیر نہ فرمائیے اگر ہم بھول جائیں یا چوک جائیں۔

اے ہمارے رب! اور ہم پر کوئی سخت حکم نہ بھیجیۓ جیسے ہم سے پہلے لوگوں پر آپ نے بھیجے تھے۔

پرہیزگاری کے لئے سب سے بڑا خطرہ

عن ابی سعید الخدری رضی الله عنه، عن النبی صلی الله علیه وسلم قال: ان الدنیا حلوة خضرة، وان الله مستخلفکم فیها، فینظر کیف تعملون، فاتقوا الدنیا واتقوا النساء، فان اول فتنة بنی اسرائیل کانت فی النساء (مسلم)

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے آگاہ فرمایا کہ: بیشک دنیا (کی نعمتیں) بے حد شیریں دلکش اور نظر فریب ہیں اور یقیناً اللہ تعالیٰ (اپنے وعدہ کے بموجب اسلامی فتوحات کے بعد) ان پر تمہیں قابض (ومتصرف) فرمائیں گے (اور دنیا بھر کے سامان عیش وتعیش کا تمہیں مالک بنادیں گے) پھر دیکھیں گے تم کیا کرتے ہو؟ پس تم ان دنیا کی نعمتوں (میں مستغرق ہونے اور کھو جانے) سے بچنا اور دور رہنا اور (خاص طور پر) عورتوں (کی محبت میں اندھے بننے) سے تو بہت ہی ڈرتے اور بچتے رہنا اس لئے کہ (حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم) بنی اسرائیل کی پہلی آزمائش عورتوں ہی (کے بارے) میں ہوئی تھی (اور وہ عورتوں کی محبت میں ہی اندھے ہوکر تمام گمراہیوں اور حرام کاریوں میں مبتلا اور تباہ ہوئے تھے)

تشریح: عورت کی اندھی محبت پرہیزگاری کی دشمن

اس دنیا اور اس کی تقویٰ شکن نفسانی خواہشات اور دنیاوی نعمتوں کی تفصیل آپ تقویٰ کے بیان میں آیت کریمہ زین للناس حب الشهوات من النسآ الآیه کے تحت پڑھ چکے ہیں اور اس اندھی محبت کا حال بھی پڑھ چکے ہیں جو پرہیزگاری اور خدا پرستی کی سب سے بڑی دشمن ہے اور جو انسان کو دنیا اور آخرت دونوں میں ہلاک کرڈالتی ہے۔ بہتر ہے کہ آپ اس بیان کو پھر پڑھ لیں دیکھئے ان نفسانی خواہشات اور انسان کو اندھا بنادینے والی نعمتوں میں سرفہرست اول نمبر پر عورتوں کی محبت ہے اسی لئے تقویٰ سے متعلق اس حدیث پاک میں بھی نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو نفسانی خواہشات اور دنیا کی تمام نعمتوں سے پرہیز کرنے کے ساتھ ساتھ خاص طور پر عورتوں کی محبت سے بچنے اور دور رہنے کی ہدایت فرمائی اور بنی اسرائیل کی تباہی کی مثال یاد دلا کر عورتوں کے فتنہ سے ڈرتے اور بچتے رہنے کی تاکید فرمائی ہے اسکی وجہ یہ ہے کہ نفس کی وہ خواہش اور لذت جنسی لذت، جو بڑے سے بڑے عاقبت اندیش اور ہوشمند انسان کو بھی بالکل اندھا بنادیتی ہے وہ مردوں کو عورتوں سے اور عورتوں کو مردوں سے ہی حاصل ہوتی ہے پھر اسی لذت کی تکمیل کے لئے شراب بھی پی جاتی ہے سور کا گوشت بھی کھایا جاتا ہے اور گانے بجانے برہنہ رقص وسرور اور عریانی وفحاشی کی محفلوں کلبوں سے اس آگ کو اور بھڑکایا جاتا ہے اور اس شیطانی خواہش اور لذت کا بھوت سروں پر سوار ہوکر تکمیل عیش اور مزید ہوس رانی کی غرض سے حرام وحلال کی تمیز کئے بغیر اندھا دھند مال ودولت جمع کرنے پر مجبور کرتا ہے اور انسان مال ودولت کی حرص وہوس میں گرفتار ہوکر سخت سے سخت جرم چوری، رہزنی جعلسازی وغیرہ کے ارتکاب تک کا عادی بن جاتا ہے خیانت، بددیانتی اور دھوکہ دہی تو معمولی بات ہے اس لحاظ سے یہ نفسانی خواہش ولذت اور مردوں کے لئے عورتوں کی اور عورتوں کے لئے مردوں کی یہ

اندھی محبت تمام بدکاریوں حرام کاریوں اور جرموں کے ارتکاب کی جڑ ہے اور پرہیز گاری یعنی اعلیٰ کردار بلند اخلاق اور پاکیزہ فطری اقدار کی سب سے بڑی دشمن ہے اس حیوانی خواہش ولذت اور اس کے نتیجہ میں عورت کی محبت کا سب سے زیادہ برا اور خطرناک نتیجہ باہمی رقابت رشک وحسد اور بغض وکینہ ہے جس کے نتیجہ میں قتل اور خون ریزی کے واقعات آئے دن ہم اخبارات میں پڑھتے رہتے ہیں ناوے فیصد قتل کے واقعات کی تہہ میں عورت کا فتنہ کارفرما ہوتا ہے۔

عورت کا فتنہ صرف شخصی زندگی کو ہی تباہ نہیں کرتا

یہ عورت کا فتنہ صرف ایک انسان ہی کی شخصی تباہی کا سبب نہیں بنتا بلکہ بڑھتے بڑھتے ملکوں قوموں اور حکومتوں کی تباہی کا سبب بنتا ہے تاریخ کے صدہا واقعات اس کے شاہد ہیں اس لئے یہ ایک ناقابل انکار وتردید حقیقت ہے کہ سب سے بڑا فتنہ عورت کی اندھی محبت ہے اور اس کا توڑ کہئے یا اس ''زہر'' کو اتارنے والا ''تریاق'' صرف اسلامی تقویٰ اور پرہیز گاری ہے۔

پرہیز گاری کا دوسرا دشمن

اس کے بعد دوسرے نمبر پر پرہیز گاری کا دشمن ''حب مال'' کا فتنہ ہے یعنی بے حساب مال ودولت کے انبار جمع کرنے کی حرص وہوس اسی لئے رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو اس خطرناک فتنے سے بھی آگاہ اور خبردار فرمایا ہے ارشاد ہے:

ہر (نبی کی) امت کی ایک آزمائش کی چیز ہوئی ہے اور میری امت کی آزمائش کی چیز مال ہے۔

تقویٰ کی تشریح کے ذیل میں بیان شدہ مذکورہ سابق آیت کریمہ زین للناس حب الشھوات الآیہ میں اس مال کو والقناطیر المقنطرۃ من الذھب والفضۃ سونے چاندی کے تہ بتہ لگائے ہوئے انبار سے تعبیر فرمایا ہے دنیا کے تجربات وواقعات شاہد ہیں کہ ہوس مال وزر تقویٰ اور پرہیز گاری تو رہی ایک طرف یہ اندھی محبت اور ہوس تو کوئی بھی ایسا برے سے برا حرام کال اور حرام مال حاصل کرنے کا ذریعہ نہیں جس کو اختیار کرنے پر انسان کو مجبور نہ کرتی ہو اور اس کے نتیجہ میں دنیا اور آخرت دونوں میں ذلیل وخوار اور رسوا اور روسیاہ نہ کر دیتی ہو قرآن کریم میں اس زراندوزی پر بڑی شدید وعید آئی ہے جس کو سن کر بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی مذکورہ ذیل حدیث میں اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر اس تباہ کن خطرہ سے خبردار کیا ہے ارشاد ہے:

پس خدا کی قسم فقر وافلاس کا مجھے تمہارے متعلق کوئی اندیشہ نہیں (تم اس سے تباہ نہ ہو گے) لیکن میں تو تمہارے بارے میں صرف اس سے ڈرتا ہوں کہ دنیا (کی مال ودولت) کے دروازے تم پر کھول دیئے جائیں جیسے پہلی قوموں پر کھول دیئے گئے تھے پھر تم ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر اسکی حرص وہوس میں ایسے ہی گرفتار ہو جاؤ جیسے وہ گرفتار ہو چکے ہیں اور پھر وہ دنیا تم کو اسی طرح ہلاک کر ڈالے جیسے ان کو ہلاک کر چکی ہے۔

اس حرص وہوس مال وزر کے سم قاتل مہلک زہر کا تریاق بھی یہی تقویٰ اور پرہیز گاری ہے۔ یاد رکھئے! شریعت کی تعلیمات کے مطابق حلال اور جائز آمدنی کے ذرائع سے مال ودولت حاصل کرنا اور پھر خدا اور رسول کے بتلائے ہوئے مصارف میں اس کو خرچ کرتے رہنا وہ ''نسخہ شفاء ربانی'' ہے کہ اس کو استعمال کرتے رہنے اور پرہیز گاری کے اصول کی پیروی کرتے رہنے کی صورت میں حب مال اور ہوس زراندوزی کا مرض پاس بھی نہیں پھٹک سکتا۔

پرہیزگاری کا تیسرا دشمن

پرہیزگاری کا تیسرا دشمن نفس انسانی کی تیسری بھوک جوع الارض یعنی زمین جائیداد کی ہوس ہے عورت اور دولت کے بعد تیسرا فتنہ جاگیرداری اور ملک گیری کا فتنہ ہے اس مرض میں مبتلا اور اس فتنہ میں گرفتار انسان سب سے زیادہ ظلم وجور کا، خصوصاً غریبوں، کمزوروں، یتیموں، بچوں اور عورتوں پر مرتکب ہوتا ہے اور آخر میں بڑا ہی بے رحم اور سنگدل کہئے قصائی بن جاتا ہے قرآن کریم میں ایسے ظالموں کے لئے بڑی شدید وعیدیں آئی ہیں شہوات نفسانی کے اصول پر مشتمل آیت کریمہ میں حب جائیداد و جاگیرداری کو والانعام والحرث اور مویشیوں اور زمین کی پیداوار کی محبت سے تعبیر کیا ہے۔

غرض اس میں تو کوئی شک وشبہ کی گنجائش ہے ہی نہیں کہ جنسی لذت، مال وزر اور زمین و جائیداد کی ہوس، جس کا کام دنیا ہے تمام تر بدکاریوں کا سرچشمہ ہے اسی سے بچنے اور دور سے دور تر رہنے کی ہدایت حضرت ابوسعید خدریؓ کی روایت میں کی گئی ہے اسی کا نام تقویٰ ہے۔

آزمائش اور اس میں پورا اترنے کی تدبیر

ان دنیا کی نعمتوں میں آزمائش کا پہلو یہ ہے کہ انسان ان کے بغیر بھی زندگی نہیں بسر کر سکتا اور ان کا میسر آنا بھی خطرہ کی گھنٹی ہے یعنی تباہی کے خطرہ سے خالی نہیں اس آزمائش میں پورا اترنے کا راز جیسا کہ حدیث پاک یعنی لآاخشی علیکم الفقر میں اشارہ فرمایا ہے، یہ ہے کہ مال و دولت اور سامان رفاہیت کی فراوانی کے مقابلہ میں انسان فقر وافلاس بقدر ضرورت روزی کو ترجیح دے اور خوش آمدید کہئے صبر وقناعت اور تقویٰ کا دامن مضبوطی سے تھامے رہے اور اگر بغیر کسی خاص جدوجہد اور تلاش وسرگردانی کے، دولت ورفاہیت خوشحالی خود بخود میسر آئے تو اس کو اللہ تعالیٰ کا خاص انعام واحسان سمجھے نہ کہ اپنی کارگزاری کا نتیجہ اور اللہ تعالیٰ کا شکر اور حق نعمت قولاً وعملاً ادا کرتا رہے مگر دل کو اس کی محبت سے پاک رکھے اور حرص وہوس کو اپنے پاس تک نہ پھٹکنے دے اسی کا نام پرہیزگاری اور تقویٰ ہے۔

موجودہ زندگی میں ان ہدایات پر عمل کرنے کا فائدہ

رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ان مشفقانہ ہدایات پر عمل کر کے اور پرہیزگاری کو اختیار کر کے ہم آج کی زندگی میں بھی بے شمار خطرات اور ہلاکتوں سے بچ سکتے ہیں حق سبحانہ وتعالیٰ اپنے فضل وکرم سے ہم سب کو ان پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں آمین۔

دُعا کیجئے

اے ہمارے رب! اور ہم پر کوئی ایسا بار (دنیا یا آخرت کا) نہ ڈالئے جس کی ہم کو سہار نہ ہو اور درگزر کیجئے ہم سے اور بخش دیجئے ہم کو۔ اور رحمت کیجئے ہم پر آپ ہمارے کارساز ہیں (اور کارساز طرفدار ہوتا ہے) سو آپ ہم کو کافر لوگوں پر غالب کیجئے۔

اے ہمارے پروردگار! ہمارے دلوں کو کج نہ کیجئے بعد اس کے کہ آپ ہم کو ہدایت کر چکے ہیں اور ہم کو اپنے پاس سے رحمت (خاصہ) عطا فرمائیے بلاشبہ آپ بڑے عطا فرمانے والے ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے کیا دعا مانگنی چاہئے

عن ابن مسعود رضی الله عنه ان النبی صلی الله علیه وسلم کان یقول: اللهم انی اسئالک الهدی والتقی واعفاف والغنی (مسلم)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم (عموماً دعا میں) فرمایا کرتے تھے اے اللہ میں تجھ سے ہدایت کا سوال کرتا ہوں اور پرہیز گاری کا پارسائی کا اور غنا (مخلوق سے بے نیازی) کا (تو یہ چاروں نعمتیں مجھے عطا فرما دے)

چار نعمتیں اور ان کی تشریح

اس حدیث پاک میں نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے چار عظیم نعمتوں کی خود بھی اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی ہے اور امت کو بھی ان کی دعا مانگنے کی تعلیم دی ہے وہ عظیم نعمتیں یہ ہیں۔

(۱) **ھدی:** ہدایتِ الٰہیہ جس کی دعا ہر مسلمان ہر نماز کی ہر رکعت میں مانگتا ہے **اھدنا الصراط المستقیم** (اے اللہ) تو ہم کو سیدھے راستہ پر چلا قرآن کریم میں انبیاء علیہم السلام کے پیغمبرانہ طریق کار کو بھی ہدیٰ سے تعبیر فرمایا ہے اور خاتم انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اس کی پیروی کرنے کا حکم دیا ہے: ارشاد ہے۔

فبهدهم اقتده. (اے نبی تم ان نبیوں کے طریق کار کی پیروی کیا کرو اس لئے کہ یہ ہی ہدایت الٰہی درحقیقت "ہدایت" ہے ارشاد ہے **قل ان الهدیٰ هدی الله** (اے نبی تم کہہ دو: بے شک ہدایت تو اللہ تعالیٰ کی ہدایت ہی ہے اور اس کے ماسویٰ سب گمراہی و کجراہی ہے) نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کو بھی ازراہ شفقت اسی "ہدایت" کی دعا مانگنے کی تعلیم دیتے ہیں۔

(۲) **التقی:** تقویٰ اور پرہیز گاری جس کی تفصیل آپ پڑھ چکے ہیں تمام محرمات حرام چیزوں اور کاموں اور کبیرہ گناہوں سے بچنا جس کا پہلا مرحلہ ہے۔

(۳) **العفاف:** پارسائی یعنی تمام ممنوع اور برے اعمال واخلاق سے بچنا خصوصاً کسی سے سوال کرنے اور کسی کے سامنے ہاتھ پھیلانے کی ذلت اٹھانے سے بچنا چنانچہ قرآن کریم میں اسی عفاف سے مشتق اور ماخوذ لفظ تعفف' احتیاج کے باوجود کسی سے سوال نہ کرنے کے معنی میں ایسے پارسا حاجت مندوں کی تعریف کے طور پر استعمال ہوا ہے ارشاد ہے:

یحسبهم الجاهل اغنیآء من التعفف: ناواقف آدمی ان حاجت مندوں کو سوال سے بچنے کی وجہ سے غنی (مالدار) سمجھتا ہے (حالانکہ وہ شدید حاجت مند ہوتے ہیں اس لئے کہ انہوں نے دنیا کا تمام کاروبار چھوڑ کر خود کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں وقف کیا ہوا ہے یہ پارسا حاجت مند اصحاب صفہ رضی اللہ عنہم تھے۔

بہرحال گو جان بچانے کے لئے سوال کرنا جائز ہے تاہم احادیث میں بڑی کثرت اور شدت کے ساتھ سوال کرنے کی ممانعت آئی ہے یہی پرہیز گاری کا تقاضہ ہے۔

۴۔ **الغنی:** مخلوق سے بے نیازی یعنی اللہ تعالیٰ کے فضل سے بقدر کفاف' ضروریات پورا کرنے کے بقدر' روزی میسر آنے کی صورت میں اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی بھی ہستی کے سامنے اظہار حاجت نہ کرنا اور جو اللہ تعالیٰ نے دیا ہے اسی پر قناعت اختیار کرنا حدیث نمبر (۲) کے ذیل میں اس صبر وقناعت کی اہمیت اور

فوائد کا جال پوری تفصیل کے ساتھ آپ پڑھ چکے ہیں اسی لئے حدیث شریف میں آیا ہے خیر الغنی غنی النفس بہترین دولت مند دل کا غنی ہوتا ہے اور اسی لئے مسنون دعاؤں میں آیا ہے اللھم اجعل غنای فی صدری: اے اللہ تو مجھے دل کا غنی بنا دے اسی طرح مسنون دعا ہے آپ بھی روزانہ یہ دعا مانگا کیجئے۔

اللھم اغننی بفضلک عمن سواک: اے اللہ تو مجھے اپنے فضل وانعام سے اپنے ماسواسب سے غنی (بے نیاز) بنا دے یعنی دل کو اپنے ماسواسب کے تصور سے پاک کر دے یہی پرہیز گاری کا اعلیٰ مرتبہ ہے۔ تقویٰ کے علاوہ باقی تین خصلتیں بھی پرہیز گاری ہی کے لوازمات میں سے ہیں جیسا کہ آپ تفصیل سے پڑھ چکے ہیں ان چاروں نعمتوں اور خصلتوں کا مالک انسان درحقیقت اولیاء اللہ کے مقدس زمرہ میں شامل ہوتا ہے اور دنیا اور آخرت دونوں میں سرخرو اور لائق عزت واحترام ہوتا ہے آپ بھی کوشش کر کے دیکھ لیجئے اللہ پاک آپ کی مدد فرمائیں گے۔

اللہ تعالیٰ کے خوف اور خشیۃ کا تقاضا

حضرت عدی بن حاتم طائی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں: میں نے خاتم انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ فرمارہے تھے جس شخص نے کسی کارخیر کے نہ کرنے کی قسم کھالی ہو اور وہ محسوس کرے کہ اللہ کے ڈر اور خوف کا یہ تقاضا نہیں ہے کہ میں یہ کام نہ کروں (بلکہ مجھے یہ کام کرنا چاہئے) تو اسے (قسم توڑ دینی چاہئے اور اس کا کفارہ ادا کر دینا چاہئے اور) اس کارخیر پر عمل کرنا چاہئے (جو اللہ کے خوف اور خشیہ کا تقاضا ہو)

مثلاً کسی لیچڑ سائل سے تنگ آ کر کسی نے قسم کھالی کہ میں آج سے کسی ایسے سائل کو ایک پیسہ نہ دوں گا" حالانکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وفی اموالھم حق للسآئل والمحروم: ان (اہل ایمان) کے مال میں ہر سوال کرنے والے اور نہ کرنے والے کا حق ہے نیز ارشاد ہے واما السآئل فلا تنھر: باقی سوال کرنے والے کو تو ہرگز نہ جھڑکو اس لئے اس قسم کو فوراً توڑ دینا اور کفارہ ادا کر دینا چاہئے اور ہر سائل کو جو بھی میسر ہو ضرور دینا چاہئے ورنہ نرمی سے اپنی مجبوری اس پر ظاہر کر دینی چاہئے پھر بھی نہ مانے یہ سخت وست کہے تو خاموشی کے ساتھ گذر جانا چاہئے اور اس کی بدتمیزوں سے درگزر کرنا چاہئے یہی خوف وخشیت الٰہی کا تقاضہ ہے اور اس قسم کو توڑ دینا ہی تقویٰ اور پرہیز گاری کا مقتضی ہے یہ صورت ایسے ہی کارخیر کے ترک کرنے میں پائی جاسکتی ہے جو مباح ہو یعنی اس کا کرنا اور نہ کرنا دونوں جائز ہوں مگر کرنا نہ کرنے سے بہتر ہو اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس حدیث پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں آمین۔

دُعا کیجئے

اے ہمارے پروردگار! ہم ایمان لے آئے سو آپ ہمارے گناہوں کو معاف کر دیجئے اور ہم کو عذاب دوزخ سے بچا لیجئے۔

اے ہمارے پروردگار! آپ نے (یہ سارا کارخانہ قدرت کو) لایعنی پیدا نہیں کیا۔ ہم آپ کو منزہ سمجھتے ہیں سو ہم کو عذاب دوخ سے بچا لیجئے۔

اے ہمارے پروردگار! بے شبہ آپ جس کو دوزخ میں داخل کریں اس کو واقعی رسوا ہی کر دیا اور ایسے بے انصافوں کا کوئی بھی ساتھ دینے والا نہیں۔

اللہ تعالیٰ سے ہر وقت ڈرتے رہنے کا عملی ثبوت اور اس کا ثمرہ

عن ابی امامة صدی بن عجلان الباهلي رضی الله عنه قال: سمعت رسول الله صلی الله عليه وسلم يخطب فی حجة الوداع فقال: واتقوا الله، وصلوا خمسكم، وصوموا شهركم وادوا زكاة اموالكم، واطيعوا امرائكم، تدخلوا جنة ربكم (ترمذی)

ترجمہ: حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں: میں نے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو حجۃ الوداع کے موقع پر خطبہ دیتے ہوئے سنا آپ فرما رہے تھے (اے مسلمانو) اللہ سے ڈرو پانچوں وقت کی نمازیں (با جماعت) پڑھو مال کی زکوٰۃ ادا کرو اپنے امیروں (حکمرانوں) کی اطاعت کرو اور اپنے رب کی جنت میں داخل ہو جاؤ۔

تشریح: اللہ تعالیٰ کا ڈر اور خوف ہی نہ صرف عبادت بلکہ تمام احکام شرعیہ پر عمل کرنے کا حقیقی اور اصلی محرک ہوتا ہے نیز یہ خوف خدا نہ صرف شخصی اور انفرادی زندگی بلکہ قومی اور اجتماعی زندگی کو بھی تباہی سے بچانے کا واحد ذریعہ ہے جیسا کہ اس حدیث پاک میں سرور کائنات نبی امن وسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے تقریباً ایک لاکھ چوبیس ہزار مسلمانوں کے محیر العقول' حیرت انگیز' مجمع میں اپنے آخری اور وداعی خطبہ میں اعلان فرمایا اس لئے قوم کے دلوں میں خوف خدا اور ان کے کردار میں تقویٰ اور پرہیز گاری حکومتوں اور ملکوں کے لئے بھی بہت بڑی رحمت ہے۔

حکمرانوں کی مخالفت کس وقت جائز بلکہ فرض ہو جاتی ہے

باقی حکمرانوں کی اطاعت اسی وقت تک واجب ہے جب تک کہ وہ خدا کی نافرمانی اور شریعت کی خلاف ورزی پر مجبور نہ کریں اس لئے کہ رہبر عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا اعلان **لاطاعة لمخلوق فی معصية الخالق**: خالق کی نافرمانی میں کسی بھی مخلوق کی اطاعت نہیں کی جا سکتی مسلمانوں کا فرض ہے کہ حکمران کتنا ہی ظلم وستم کیوں نہ کریں خدا کی نافرمانی ہرگز نہ کریں اللہ تعالیٰ ہمیں ایسے حکمرانوں سے بچائیں اور اپنی پناہ میں رکھیں آمین بحق رحمۃ للعالمین

یقین کی تعریف

یقین اس محکم اور پختہ علم کا نام ہے جس کے خلاف ذرا برابر شک وشبہ اور تردد وتذبذب نہ ہو بلکہ ذہن اس کے خلاف کے تصور سے بھی خالی ہو یعنی اس علم کے خلاف بات خیال میں بھی نہ آئے۔

یقین کے تین مرتبے

اس پختہ اور محکم علم کے تین مرتبے ہیں (۱) یہ کہ وہ علم اتنا پختہ اور قوی ہو کہ اگر چہ کبھی اس کا مشاہدہ یا تجربہ نہ بھی ہوا ہو تب بھی وہ مشاہدہ یا تجربہ کے درجے کو پہنچا ہوا ہو یعنی مشاہدہ اور تجربہ کے بعد علم میں کوئی اضافہ نہ ہو بلکہ صرف اطمینان اور انشراح حاصل ہو جائے کہ جس کا ہمیں یقین تھا اس کو دیکھ بھی لیا' تجربہ بھی ہو گیا۔

مثالیں:۔ مثلاً ہر مسلمان کو اس امر کا قطعی یقین ہے کہ مکہ مکرمہ عرب کا ایک شہر ہے جہاں خانہ کعبہ واقع ہے جس کی طرف منہ کر کے تمام دنیا کے مسلمان پانچوں وقت نماز پڑھتے ہیں اگر چہ اس شہر اور خانہ کعبہ کو کبھی نہ دیکھا ہو یا سنکھیا ایک مہلک زہر

ہے اگر چہ کبھی اس کا تجربہ نہ ہوا ہو نہ ہی اس کی صورت دیکھی ہو۔

یقین کا پہلا مرتبہ علم الیقین

یہ یقینی علم کا پہلا مرتبہ ہے ایسے پختہ اور پکے علم کو شریعت کی اصطلاح میں علم الیقین کہتے ہیں۔

یقین کا دوسرا مرتبہ عین الیقین

اور جب اس علم کا مشاہدہ یا تجربہ ہو جائے یعنی جو سنا اور جانا تھا وہ آنکھوں سے بھی دیکھ لیا جائے اور تجربہ بھی ہو جائے تو اس علم کو مشاہدہ یا تجربہ کے بعد شریعت کی اصطلاح میں عین الیقین کہتے ہیں۔

یقین کا تیسرا مرتبہ حق الیقین

اور اس علم الیقین اور اس کے مشاہدہ یا تجربہ کے جمع اور متفق و منطبق ہو جانے کے بعد اس علم کا نام شریعت کی اصطلاح میں حق الیقین ہے اس لئے کہ تنہا علم الیقین میں اس بات کا امکان ہے کہ قطعی اور یقینی علم ہونے کے باوجود واقعہ اس کے خلاف ہو جیسا کہ جہل مرکب، کسی واقعی جاہل کو اپنے عالم ہونے کا پکا یقین ہونا کی صورت میں ہوتا ہے اسی طرح تنہا مشاہدہ یا تجربہ پر جو علم مبنی ہو اس میں بھی حواس، بینائی وغیرہ یا تجربہ کی غلطی کا امکان ہوتا ہے لیکن جب علم یقینی مشاہدہ یا تجربہ کے ساتھ جمع اور متفق و متحد ہو جائے یعنی جب مشاہدہ یا تجربہ سے یہ بات ثابت ہو جائے کہ علم الیقین واقعہ کے مطابق ہے اور علم یقینی سے یہ بات ثابت ہو جائے کہ مشاہدہ یا تجربہ میں کوئی غلطی نہیں ہے تو اس کے بعد نہ علم کے خلاف واقع ہونے کا امکان رہتا ہے نہ مشاہدہ یا تجربہ کی غلطی کا امکان رہتا ہے اور حق متعین اور قطعی و یقینی ہو جاتا ہے اور وہ علم، حق الیقین ایسا یقین جو واقعہ کے مطابق و موافق ہو کا مرتبہ حاصل کر لیتا ہے۔

یقین کے تینوں مرتبوں کا ثبوت قرآن عظیم سے

اس لحاظ سے یقین کے تین مرتبے ہوئے (۱) علم الیقین (۲) عین الیقین (۳) حق الیقین' آیت کریمہ ذیل میں دو مرتبوں کا صراحتاً ذکر فرمایا ہے اور تیسرے کا اشارتاً مگر نفی کی صورت میں ذکر فرمایا ہے اس لئے کہ مخاطب منکرین عذاب جہنم یعنی کفار و مشرکین ہیں یا فساق و فجار ارشاد ہے۔

ہرگز نہیں' اگر تم کو (جہنم کا) یقینی علم ہوتا تو تم جہنم کو ضرور دیکھ لیتے پھر تم (قیامت کے دن تو جب وہ سامنے آئے گی) اس کو یقین کی آنکھ سے دیکھ ہی لوگے۔

پھر تم سے (اللہ کی) نعمتوں کے بارے میں ضرور سوال کیا جائے گا (اور کفران نعمت کی سزا میں ضرور جہنم کی آگ میں جلو گے عذاب جہنم کا حق الیقین اس وقت تمہیں ہوگا)

یعنی اگر تم کو جہنم کا یقینی علم ہوتا تو تم اس کو ہر وقت اپنی آنکھوں کے سامنے محسوس کرتے اور ڈرتے اور کوئی ایسا کام ہرگز نہ کرتے جو جہنم میں لے جانے والا ہو اس لئے کہ جب جان بوجھ کر کوئی بھی انسان دنیا کی آگ میں نہیں گرتا تو جہنم تو پھر جہنم ہے اس کی طرف تو کوئی آنکھوں دیکھتے رخ کرنے کی بھی جرات نہیں کر سکتا بہر حال یہ تو دنیا ہے جہاں تو جہنم آنکھوں سے نظر نہیں آ سکتی مگر مرنے کے بعد قیامت کے دن تو یقیناً جہنم کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لو گے اور تمہیں جہنم کا علم عین الیقین' عینی مشاہدہ' کے درجہ میں ہو ہی جائے گا اور پھر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے حساب و کتاب کے بعد کفران نعمت (ناشکری) کی سزا میں جب جہنم میں اوندھے منہ ڈالے جاؤ گے اور جلنے لگو گے تو اس وقت اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ بتلایا تھا اس کا حق الیقین ہو جائے گا۔

بغیر حساب و کتاب کے جنت میں جانے والے مومن

عن ابن عباس رضی الله عنهما قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: عرضت علی الامم، فرایت النبی ومعه الرهیط، والنبی ومعه الرجل والرجلان، والنبی ولیس معه احد اذ رفع لی سواد عظیم فظننت انهم امتی، فقیل لی: هذا موسی وقومه ولکن انظر الی الافق، (ریاض الصالحین)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ: شافع محشر، رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا (ایک خاص موقعہ پر) تمام امتیں اور ان کے نبی (بطور کشف) میرے سامنے لائے گئے تو میں نے دیکھا کسی نبی کے ساتھ (اس کی امت کے نجات یافتہ) پانچ سات آدمیوں کا گروہ ہے اور کسی نبی کے ساتھ ایک دو آدمی ہی ہیں اور کسی نبی کے ساتھ ایک امتی بھی نہیں ہے (اسی اثناء میں) اچانک ایک بڑا انبوہ کثیر میرے سامنے آیا تو (اللہ تعالیٰ کے وعدہ کے بموجب) میں نے خیال کیا کہ یہی میری امت ہے تو مجھے بتلایا گیا یہ موسیٰ (علیہ السلام اور ان کی امت ہے لیکن تم ذرا افق (آسمان کے کنارے) کی طرف نظر اٹھا کر دیکھو تو میں نے دیکھا کہ افق کے ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک پھیلا ہوا ایک بڑا بھاری انبوہ کثیر (میرے سامنے) ہے پھر مجھ سے کہا گیا کہ دوسرے افق کی جانب دیکھو تو (ادھر بھی ایک فوج در فوج) بڑا بھاری انبوہ کثیر (میرے سامنے) ہے تب بتلایا گیا یہ ہے تمہاری امت اور ان کے ساتھ (ان کے علاوہ یا انہی میں کے) ستر ہزار ایسے مسلمان ہونگے جو بغیر مواخذہ وعذاب اور بغیر حساب و کتاب کے جنت میں جائیں گے اس (بشارت کے دینے) کے بعد سراپا رحمت نبی امی صلی اللہ علیہ وسلم اٹھے اور نبوت کدہ (مکان) میں تشریف لے گئے تو حاضرین نے ان ستر ہزار مومنین کے بارے میں طرح طرح کی قیاس آرائیاں شروع کر دیں کسی نے کہا: غالباً یہ وہ لوگ ہونگے جو (سفر و حضر ہر حالت میں) نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی (کیمیا اثر) صحبت میں رہے ہیں کسی نے کہا: یہ وہ (نئی نسل کے) لوگ ہونگے جو اسلام (کے آغوش، مسلمان ماں باپ کی گود) اور مسلمان گھرانے) میں پیدا ہوئے اور انہوں نے (دنیا میں آنکھ کھولنے کے وقت سے مرتے دم تک) اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو بھی (عبادت میں) شریک نہیں کیا۔ اسی طرح ہر شخص نے اپنی رائے اور قیاس کے گھوڑے دوڑانے شروع کر دیئے (غرض لوگوں میں اچھا خاصہ ہنگامہ برپا ہو گیا) تو اس ہنگامہ کی آواز سن کر) رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے اور فرمایا یہ کیسا ہنگامہ تم لوگوں نے برپا کر رکھا ہے تو لوگوں نے بتلایا (کہ یہ ان ستر ہزار بے حساب و کتاب جنت میں جانے والوں کے متعلق بحث ہو رہی ہے کہ یہ خوش نصیب کون ہونگے) تو مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے بتلایا یہ وہ (پکے اور سچے) ایماندار ہونگے جو نہ جھاڑ پھونک کا کام کریں گے اور نہ خود اپنے لئے کسی سے جھاڑ پھونک کرائیں گے نہ ہی وہ (کسی چیز سے) بدشگونی لیں گے اور (ہر دکھ بیماری یا مصیبت و آفت میں) صرف اپنے پروردگار پر توکل کرتے اور بھروسہ رکھتے ہونگے۔

سچے جذبہ کا کرشمہ: تو (یہ سن کر) عکاشہ نامی ایک صحابی فوراً کھڑے ہوئے اور (نہایت خلوص کے ساتھ) عرض کیا:

یا رسول اللہ! آپ اللہ تعالیٰ سے (میرے لئے) دعا فرمایئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے ان (متوکلین کاملین) میں شامل فرما دیں (یعنی توکل کے اس معیار پر ساری زندگی قائم رہنے کی توفیق عطا فرما دیں) تو نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے (عکاشہ

کے اس ساختہ جذبہ کو دیکھ کر دعا فرما دی اور) خوشخبری دی: تم ان (متوکلین کاملین) میں شامل ہو۔
ریس کا نتیجہ: تو (عکاشہ کی دیکھا دیکھی) ایک اور شخص کھڑا ہوا اور عرض کیا میرے لئے بھی (یہی) دعا فرما دیجئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے بھی ان میں شامل کر دے تو آپ نے فرمایا: عکاشہ تم سے بڑھ گیا (تم تو خالی اس کی ریس کر رہے ہو ایسے لوگوں کے لئے دعا نہیں کی جاتی)

تشریح: خاتم الانبیاء والرسل صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کی کثرت ذیل کی حدیث میں بیان فرمائی ہے: حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ ایک دن ہم تقریباً چالیس نفر ایک سرخ چرمی خیمے کے اندر نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں بیٹھے ہوئے تھے تو آپ نے کھڑے ہو کر خیمہ کی دیوار سے کمر لگا کر خطبہ دیا۔ آگاہ ہو جاؤ (اور یاد رکھو) جنت میں صرف (سچا اور پکا) مسلمان ہی جائے گا (اور خدا کو گواہ بنانے کی غرض سے فرمایا) اے اللہ! گواہ رہو (کہ میں نے تیرا پیغام پہنچا دیا ہے) پھر فرمایا: کیا تم چاہتے ہو کہ اہل جنت میں تمہاری تعداد ایک چوتھائی ہو؟ ہم نے عرض کیا (سبحان اللہ) جی ہاں (ہم ضرور چاہتے ہیں) پھر آپ نے فرمایا: کیا تم چاہتے ہو کہ (جنت میں) ایک تہائی ہو؟ ہم نے عرض کیا اللہ اکبر جی ہاں (ہم ضرور چاہتے ہیں) یا رسول اللہ! تو اس پر آپ نے فرمایا مجھے تو (اللہ تعالیٰ سے) امید ہے کہ اہل جنت میں آدھے تم ہو گئے (اور آدھے دوسرے انبیا کی امتوں کے ایماندار)

اس حدیث پاک سے واضح ہو گیا کہ جنت میں خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے سچے مسلمانوں کی تعداد نصف اہل جنت ہو گی۔

اس کثرت تعداد کی وجوہ واسباب

جنتیوں میں امت محمدیہ علی صاحبہا الف الف صلوٰۃ وتحیۃ کے اسباب ووجوہ حسب ذیل بے مثال خصوصیات ہیں

(۱) خاتم انبیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے تمام انبیا ومرسلین صرف اپنی اپنی قوموں یا کسی مخصوص قوم کی رشد وہدایت کے لئے بھیجے گئے ہیں وہی ان کے اتباع وپیروی کے مامور ومکلّف ہوئے ہیں اس لئے ان کی (رسالت اور دعوت تبلیغ وارشاد کا دائرہ انہی چھوٹی بڑی قوموں تک محدود رہا ہے تمام روئے زمین پر بسنے والی اقوام عالم نہ ان کی مخاطب ہوئی ہیں نہ ان پر ایمان لانے کی مکلّف' اس کے برعکس خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم روئے زمین پر بسنے والی اقوام عالم کے لئے رسول بنا کر بھیجے گئے ہیں اور دنیا کی تمام سیاہ فام اور زرد فام قومیں آپ پر ایمان لانے اور آپ کا اتباع کرنے کی مامور ومکلّف ہوئی ہیں اللہ تعالیٰ کا اعلان ہے۔

وما ارسلناک الا کافة للناس (السباء ۳)

اور (اے نبی) ہم نے تم کو تمام کے تمام لوگوں (انسانوں) کے لئے ہی (نبی بنا کر) بھیجا ہے۔

خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تشریح فرما دی:

بعثت الی الاسود والاحمر.

میں تمام سیاہ فام اور سفید فام (قوموں) کی طرف بھیجا گیا ہوں۔

اس لئے آپ کی رسالت اور دعوت تبلیغ واشاعت کا دائرہ تمام روئے زمین کو محیط ہے ایسی صورت میں آپ کی امت کے جنت میں جانے والوں کی تعداد کا دوسرے تمام انبیاء کے امتیوں سے نہ صرف زیادہ بلکہ بہت زیادہ ہونا لازمی امر ہے۔

(۲) خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے ہر نبی مرسل کی بعثت ورسالت وقتی اور ہنگامی ہوئی ہے یعنی دوسرے صاحب کتاب

نبی مرسل کے مبعوث ہونے کے بعد دو چار یا پانچ سات صدیوں میں اس کی رسالت وشریعت کا دور بہرحال ختم ہو گیا ہے اس کے برعکس نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت رہتی دنیا تک یعنی قیامت تک کی تمام آنے والی انسانی نسلوں کے لئے ہے اور تمام کی تمام آنے والی اولاد آدم آپ پر ایمان لانے کی مامور ومکلف ہیں نہ خاتم انبیا کے بعد کوئی اور نبی آئے گا اور نہ قرآن کے بعد کوئی اور آسمانی کتاب نازل ہوگی نہ شریعت محمدیہ کے بعد کوئی اور شریعت آئے گی لہٰذا آپ کی امت کے تحت آپ کی بعثت کے وقت سے لے کر قیامت تک کی تمام ذریت آدم اور پوری نسل انسانی داخل ہے اس لئے آپ کی امت کے اہل کو ایمان کی تعداد کا تمام امتوں کے اہل ایمان کی تعداد کا نصف ہونا بالکل قرین قیاس ہے۔

(۳) سنت اللہ یہ ہی ہے کہ نبی کے مرسل من اللہ فرستادہ خداوندی ہونے کے ثبوت اور تصدیق کے طور پر اللہ تعالیٰ نے تمام انبیا علیہم السلام کو مختلف قسم کے انسانی قدرت واختیار سے باہر مادی خدائی تصرفات' معجزات عطا فرمائے ہیں قرآن عظیم مین ان معجزات کی تفصیل مذکور ہے مگر ان تمام انبیا کرام کے یہ معجزات بھی ان کی نبوت ورسالت کی طرح وقتی اور ہنگامی ہوئے ہیں یعنی ان کی زندگی تک ہی ان کی قوم اور امت نے ان معجزات کا مشاہدہ کیا ہے اور جن کی قسمت میں ہوا ہے ان پر ایمان لائے ہیں انکی وفات کے ساتھ ہی ساتھ ان کے معجزات بھی وفات پا گئے ہیں اس کے برعکس خاتم النبین صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ معنوی اور زندہ معجزہ ہے اور وہ معجزہ ہے الحی الذی لا یموت کا سدا زندہ رہنے والا کلام قرآن عزیز جیسے نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت ہے کہ آپ کے دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد بھی برقرار اور محفوظ ہے نوع انسان اس پر ایمان لانے کی ایسے ہی مامور ومکلف ہے جیسے آپ کے دنیا میں تشریف فرما ہونے کے وقت تھی ایسے ہی آپ کے معجزہ قرآن پر ایمان لانا اور اس کا اتباع کرنا نوع انسانی پر فرض ہے بالکل ایسے ہی جیسے آپ کی حیات میں فرض تھا جیسے اس معجزہ کے مشاہدہ سے یعنی کلام اللہ کی آیات سن کر نوع انسانی کی سعید روحیں آپ کی حیات میں اس پر اور آپ کی نبوت ورسالت پر ایمان لائی تھیں اور اسلام میں داخل ہوئی تھیں بالکل اسی طرح آپ کی وفات کے بعد سے آج چودہ سو برس تک ہر زمانہ ہر ملک اور ہر زمین کے چپہ چپہ پر اس کلام الٰہی کی آیات سن کر اس کے کلام الٰہی ہونے پر اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے رسول اللہ ہونے پر نوع انسانی کے خوش قسمت افراد ایمان لاتے اور اسلام کے شرف سے مشرف ہوتے رہے ہیں اور یقیناً قیامت تک یہ سلسلہ جاری رہے گا اس لئے کہ اس قرآن کا اسلام کا شریعت محمدیہ کا اور امت محمدیہ کا محافظ وہ حی لایموت مالک الملک اللہ تعالیٰ ہے جس کے لئے کبھی فنا نہیں اس عالم الغیب والشہادت اللہ تعالیٰ کی حکمت ومصلحت جب متقاضی ہوگی اس وقت وہ روئے زمین سے قرآن آپ کے معجزہ کو بھی اٹھالے گا اسلام کو بھی اور اہل ایمان کو بھی اٹھالے گا اور روئے زمین پر کوئی اللہ اللہ کہنے والا نہ رہے گا گویا اس عالم فانی کی روح نکل جائے گی اور دنیا فنا ہو جائے گی یعنی قیامت آجائے گی غرض خاتم النبین صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ایک زندہ معجزہ ہے قیامت تک نسل انسانی اس پر ایمان لاتی رہے گی اسی لئے جنت میں آپ کی امت کے مومنین کی تعداد نصف اہل جنت یعنی تقریباً ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء جیسا کہ مشہور ہے پر ایمان لانے والوں کے برابر ہوگی۔

دُعا کیجئے: اے ہمارے پروردگار! ہم نے ایک پکارنے والے کو سنا کہ وہ ایمان لانے کے واسطے اعلان کر رہے ہیں کہ تم اپنے پروردگار پر ایمان لاؤ سو ہم ایمان لے آئے۔

مومن کا جینا اور مرنا سب اللہ کے لئے ہے

عن ابن عباس رضی الله عنهما ایضا ان رسول الله صلی الله علیه وسلم کان یقول: اللهم لک اسلمت وبک آمنت، وعلیک توکلت، والیک انبت، وبک خاصمت. اللهم اعوذ بعزتک، لا اله الا انت ان تضلنی، انت الحی الذی لا تموت، والجن والانس یموتون. (متفق علیہ)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا مانگا کرتے تھے: اے میرے اللہ! میں تیرا ہی فرمانبردار ہوں اور تیرے اوپر ہی ایمان لایا ہوں اور تیرے ہی اوپر میں نے بھروسہ کیا ہے اور تیری ہی طرف میں نے (ہر معاملہ میں) رجوع کیا ہے اور تیرے ہی سہارے میں نے (منکرین حق سے) مقابلہ کیا ہے۔ اے اللہ! میں تیری زبردست طاقت وقوت کی پناہ لیتا ہوں۔ اور تیرے سوا کوئی معبود ہے بھی تو نہیں اس سے کہ تو مجھے سیدھے راستہ سے بھٹکائے۔ اے اللہ! تو وہ (ہمیشہ ہمیشہ) زندہ رہنے والا (اور زندگی دینے والا) ہے جس کے لئے موت (فنا) ہے ہی نہیں اور تیرے سوا (تمام مخلوق) جن وانس ضرور مریں گے۔

دعائیں اور اعتقاد کی پختگی

تشریح: ظاہر ہے کہ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس دعا کے مانگنے کا اور صحابہ کا اس کو روایت کرنیکا اور محدثین کا ان مسنون دعاؤں کو محفوظ کرنے کا واحد مقصد امت کو ان دعاؤں کے مانگنے کی تعلیم دینا ہے اسلئے آپ بھی یہ مسنون دعا ضرور مانگا کیجئے۔

یاد رکھئے! اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت کے نصیب ہونے کا سبب تو یہ دعائیں ہیں ہی اسی کے ساتھ ساتھ اعتقاد کی پختگی اور ایمان کی تازگی اور زیادتی میں ان دعاؤں کو بڑا دخل ہے اس لئے کہ انسان اور کسی وقت اپنے رب کی طرف چاہے اتنا دل وجان سے متوجہ نہ بھی ہوتا ہو مگر دعا مانگنے کے وقت تو یقیناً اس طرح متوجہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ماسوا تمام خیالات سے اس کا دل ودماغ بالکل خالی اور ارحم الراحمین کی طرف ہمہ تن متوجہ ہو جاتا ہے اسی لئے سرتاپا شفقت ورافت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: الدعآء مخ العبادة. دعا عبادت کا مغز ہے اور ایک حدیث میں آیا ہے: الدعآء مخ العبادة. دعا (مانگنا) ہی عبادت (کرنا) ہے یعنی عبادت کی روح ہی دعا ہے بلکہ عبادت ہے ہی دعا سبحان اللہ۔

اسی لئے ارحم الراحمین قرآن عظیم میں اپنے بندوں کو دعا مانگنے کا حکم بھی دیتے ہیں اور از راہ فضل وانعام قبول کرنے کا وعدہ بھی فرماتے ہیں اور دعاؤں سے گریز کرنے والوں کو تنبیہ کے لئے شدید ترین وعید سزا سے بھی خبردار فرماتے ہیں ارشاد ہے۔

اور تمہارے رب نے فرمایا ہے تم مجھ سے دعا مانگو میں تمہاری دعا قبول کروں گا۔ بیشک جو لوگ میرے عبادت (دعا مانگنے) کو اپنی شان کے خلاف سمجھتے ہیں وہ ذلیل وخوار جہنم میں ضرور داخل ہوں گے۔

اطلاع: ہر وقت اور ہر حالت کی مسنون دعاؤں نیز آداب دعا کیلئے اردو ترجمہ حصن حصین مطبوعہ تاج کمپنی پڑھیئے اور حسب حال دعائیں یاد کیجئے۔ وفقکم اللہ۔ خدا تمہیں توفیق دے۔

آڑے وقتوں میں انبیاء علیہم السلام کا شعار

عن ابن عباس رضی الله عنهما ایضا قال: حسبنا الله ونعم الوکیل، قالها ابراهیم علیه السلام حین القی فی النار، وقالها محمد صلی الله علیه وسلم حین قالوا: ان الناس قد جمعوا لکم فاخشوهم فزادهم ایمانا وقالوا: حسبنا الله ونعم الوکیل (بخاری)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ: حسبنا اللہ ونعم الوکیل ہمارے لئے تو اللہ بہت کافی ہے اور وہ تو بہت ہی اچھا کارساز ہے۔ یہ کلمہ صبر وتوکل سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اس وقت کہا تھا جب ان کو آتش نمرود میں ڈالا گیا تھا اور اسی کی برکت اور اثر سے آتش نمرود گلزار ابراہیم بنی تھی) اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کلمۂ عزیمت وتوکل اس وقت کہا تھا جب (قریش کے جھوٹا پروپیگنڈہ کرنے والے) لوگوں نے کہا: ان الناس قدجمعوا لکم فاخشوھم بیشک (قریش اور ان کے حمایتی) لوگوں نے تمہارے (مقابلہ اور سرکوبی کے) لئے (بڑی تیاریاں کر رکھی ہیں اور) فوجیں جمع کی ہیں پس تم ان سے ڈرو (اور لڑنے کے لئے مت جاؤ) فزادھم ایمانا وقالوا تو اس (جھوٹے پروپیگنڈے) نے ان (غازیان اسلام) کے ایمان کو اور بھی زیادہ کر دیا اور انہوں نے کہہ دیا۔ حسبنا اللہ ونعم الوکیل: ہمیں تو اللہ ہی بہت کافی ہے اور وہ بڑا اچھا کارساز ہے۔

واقعہ: جنگ احد سے بری طرح پسپا ہونے کے بعد مشرکین مکہ 'قریش' کے سردار اور سپہ سالار ابوسفیان نے اپنی شرم مٹانے کے لئے اگلے سال بدر کے مقام پر لڑائی کا اعلان کر کے احد کے میدان سے فرار کی راہ اختیار کی اور سب کے سب مکہ واپس چلے گئے مگر پورا سال گزر جانے اور لڑائی کی تیاریاں کر لینے کے باوجود قریش کی ہمت نہ ہوئی کہ مسلمان سرفروشوں سے اعلان جنگ کے مطابق بدر میں آ کر لڑیں ادھر غازیان اسلام کے قائد اعظم سردار دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم اور غازیان اسلام کے مدینہ سے بدر کی جانب روانہ ہونے اور پہنچنے کی خبریں گرم تھیں تو ابوسفیان نے وعدہ خلافی کی رسوائی اور جنگ سے گریز کی سیاہ روئی کو مٹانے کی غرض سے یہ سازش کی کہ بڑی بھاری رقم دے کر کچھ کرایہ کے جھوٹا پروپیگنڈہ کرنے والے لوگ جن میں سے ایک کا نام نعیم بن مسعود اشجعی تھا تیار کئے کہ وہ فوراً مدینہ پہنچ کر زور وشور سے یہ پروپیگنڈہ کریں۔ ان الناس قدجمعوا لکم فاخشوھم تاکہ مسلمان ڈر کر حسب وعدہ بدر نہ پہنچیں اس جنگ کا ارادہ ترک کر دیں اور وعدہ خلافی اور جنگ سے گریز کا الزام قریش کے بجائے مسلمان مجاہدوں کے سر پڑے قریش کی جان بچ جائے مگر کارساز مطلق اللہ تعالیٰ پر توکل اور بھروسہ کرنے کی برکت سے اس جھوٹے پروپیگنڈہ نے الٹا اثر کیا اور اللہ تعالیٰ کی کارسازی پر ایمان میں اور زیادہ اضافہ کر دیا چنانچہ مسلمان غازیوں نے صاف کہہ دیا حسبنا اللہ ونعم الوکیل اور پوری تیاری کے ساتھ بدر پہنچ گئے قریش میں نہ آنے کی ہمت تھی نہ آئے اور اس جھوٹا پروپیگنڈہ کرانے کی بنا پر سارے عرب میں اور بھی زیادہ رسوا ہوئے مسلمان غازیوں کو اس توکل کے نتیجہ میں کیا ملا؟ قرآن کی زبان سے سنئے ارشاد ہے۔

فانقلبوا بنعمة من الله وفضل لم يمسسهم سوء واتبعوا رضوان الله والله ذو فضل عظيم:

پس وہ (غازیان اسلام بدر سے) واپس آئے اللہ کی نعمت (فتح وظفر) اور فضل (مال ومنال) کے ساتھ کچھ بھی تو گزندان کو نہ پہنچا اور اللہ کی رضا کی پیروی بھی کر لی اور اللہ تو بڑے ہی فضل وانعام والا ہے۔

یہ ہیں یقین کامل کے ساتھ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنے کے ثمرات اور برکات۔

کار برآری اور حاجت روائی کا پیغمبرانہ وظیفہ

انبیاء کرام اور خاتم النبیین علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام سے لے کر صحابہ، تابعین اور اولیاء امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام تک ہر ایک بزرگ نے ہر آڑے وقت اور صبر آزما مشکل ودشواری میں جس وظیفہ کا تجربہ کیا اور کامیاب پایا اور اس کی تصدیق کی وہ وظیفہ حسبنا الله ونعم الوكيل: ہے قرآن عظیم نے بھی اس کی تائید فرمائی ہے آپ بھی اس وظیفہ کو یاد کر لیجئے انسان کے کام کب اٹکے نہیں رہتے؟ اس لئے معمولاً ہر نماز کے بعد پورے یقین کے ساتھ سو مرتبہ یہ وظیفہ پڑھا کیجئے اور کسی خاص مشکل اور دشواری کے وقت تو ہر وقت ورد زبان رکھے اور اگر اتنا نہ ہو سکے۔ تو صبح شام ایک ایک تسبیح تو ضرور ہی پڑھا کیجئے۔

مترجم کے شیخ اور ان کا معمول

ہمیں خوب اچھی طرح یاد ہے بلکہ یہی سب سے زیادہ یاد ہے کہ ہمارے شیخ امام العصر حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیری نور اللہ مرقدہ بیٹھتے اٹھتے عموماً دل کی گہرائیوں سے حسبنا الله ذرا آواز سے فرمایا کرتے تھے ہم نے اس کو ذرا کھینچ کر لکھا ہے اس لئے کہ حضرت استاد رحمۃ اللہ اسی طرح ذرا کھینچ کر زبان مبارک سے ادا فرماتے تھے اللهم اغفرله وارحمه اللہ پاک ہم سب کو اپنے بزرگوں کے طریق پر عمل کی توفیق عطا فرمائے آمین بحرمت رحمۃ للعالمین۔

دُعا کیجئے

اے ہمارے پروردگار! پھر ہمارے گناہوں کو بھی معاف فرما دیجئے اور ہماری بدیوں کو بھی ہم سے زائل کر دیجئے۔ اور ہم کو نیک لوگوں کیساتھ موت دیجئے۔

اے ہمارے پروردگار! ہم کو وہ چیز بھی دیجئے جس کا ہم سے اپنے پیغمبروں کی معرفت آپ نے وعدہ فرمایا ہے اور ہم کو قیامت کے روز رسوا نہ کیجئے۔ یقیناً آپ وعدہ خلافی نہیں کرتے۔

اے ہمارے رب! ہم نے اپنا بڑا نقصان کیا اور اگر آپ ہماری مغفرت نہ کریں گے تو واقعی ہمارا بڑا نقصان ہو جائے گا۔

اے ہمارے رب! ہمارے اوپر صبر کا فیضان فرما اور ہماری جان حالت اسلام پر نکالئے۔ آپ ہی تو ہمارے خبر گیراں میں ہم پر مغفرت اور رحمت فرمائیے اور آپ سب معافی دینے والوں سے زیادہ بہتر ہیں۔ اے ہمارے پروردگار ہم کو ان ظالموں کا تختہ مشق نہ بنا اور ہم کو اپنی رحمت کا صدقہ ان کافروں سے نجات دے۔

اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنے والوں کے دل

عن ابی هريرة رضی الله عنه عن النبی صلی الله عليه وسلم قال: يدخل الجنة اقوام افئدتهم مثل افئدة الطير (مسلم)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: مخبر صادق رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے (بشارت دی اور) فرمایا جنت میں کچھ ایسے گروہ بھی داخل ہونگے جن کے دل (اللہ تعالیٰ پر کامل بھروسہ رکھنے کی وجہ) پرندوں کے دلوں کی مانند (فکر دنیا سے آزاد اور ہلکے پھلکے) ہوں گے۔ بعض علماء محققین نے فرمایا ہے کہ یہ متوکلین کاملین کے گروہ ہوں گے اور بعض علماء کی رائے یہ ہے کہ یہ وہ رقیق القلب لوگ ہیں جن کے دل (عجز و نیاز اور اور خوف وخشیت الٰہی کے غلبہ کی وجہ سے) نرم اور لطیف ہوتے ہیں۔

تشریح! کمال توکل کا عظیم فائدہ

آپ توکل کے دوسرے اور اعلیٰ مرتبہ کی تشریح کے ذیل میں پڑھ چکے ہیں کہ توکل کے اعلیٰ مدارج پر پہنچنے کے بعد متوکلین کاملین کی نظروں میں ظاہری اسباب' انسانی تدابیر اور جدوجہد کی حقیقت پرکاہ' تنکے کی برابر بھی باقی نہیں رہتی وہ دنیاوی فکروں' پریشانیوں اور لاحاصل تگ ودو سے بالکل آزاد اور فارغ البال ہوتے ہیں ان کے قلوب قادر مطلق پروردگار کی کاربرآری اور کارسازی پر کامل یقین وایمان رکھنے کی وجہ سے سخت سے سخت حالات اور بڑے سے بڑے خطرات سے دوچار ہونے کے وقت بھی' بالکل مطمئن رہتے ہیں کلمہ توکل حسبنا الله ونعم الوكيل ان کی زبانوں پر جاری ہوتا ہے اور نور یقین وایمان کی روشنی سے ان کے دل منورہ اور طمانیت الٰہی سے مطمئن رہتے ہیں۔ اور انتہائی حاضر حواسی اور ہوشمندی کے ساتھ وہ اللہ تعالیٰ کے احکام اور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت وسیرت کی روشنی میں جو کچھ کرنا چاہئے وہ کرتے ہیں یہ جانتے ہوئے کہ ہوگا وہی جو خدا کو منظور ہے ہم تو صرف اپنا فرض ادا کرتے ہیں اس کے برعکس جو لوگ اس توکل کی نعمت اور خدا کی کارسازی پر کامل یقین وایمان کی دولت سے محروم ہوتے ہیں وہ مذکورہ بالا حالات وخطرات کے وقت مضرت یا مصیبت سے دوچار ہونے سے پہلے ہی خوف ودہشت فکر و پریشانی میں اس بری طرح گرفتار ہوجاتے ہیں کہ عقل وخرد بلکہ ہوش وحواس تک کھو بیٹھتے ہیں اور گھبراہٹ کے مارے انکا برا حال ہو جاتا ہے ذہنی آسودگی اور فکری یکسوئی اور قلبی سکون واطمینان سے قطعاً محروم ہوجاتے ہیں حالانکہ ہوتا وہی ہے جو خدا کو منظور اور مقدر ہوتا ہے۔

متوکلین کے دلوں کا پرندوں کے دلوں کے مانند ہونے کا مطلب

حاصل یہ ہے کہ دنیوی زندگی میں بھی توکل کامل کا عظیم ترین فائدہ دنیوی خصوصاً معاشی امور ومشکلات میں ذہنی آسودگی فکری یکسوئی اور قلبی اطمینان وسکون ہے جو بجائے خود بہت بڑی نعمت ہے یہی مطلب ہے کہ ان متوکلین کے دلوں کا پرندوں کے دلوں کی مانند ہونے کا جیسا کہ آپ توکل کامل کی تشریح وتفصیل کے ذیل میں پڑھ چکے ہیں۔

نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے توکل علی اللہ کا ایک واقعہ

عن جابر رضی الله عنه انه غزا مع النبی صلی الله علیه وسلم قبل نجد، فلما قفل رسول الله صلی الله علیه وسلم قفل معهم، فأدر کتهم القائلة فی واد کثیر العضاه، فنزل رسول الله صلی الله علیه وسلم وتفرق الناس یستظلون بالشجر (ریاض الصالحین)

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: (۱) وہ (ایک مرتبہ) نجد کی جانب ایک لڑائی میں رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب تھے چنانچہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس جنگ سے واپس تشریف لا رہے تھے تو جابرؓ بھی آپ کے ہمراہ تھے (اثناء راہ میں اتفاقاً) ایک ایسی وادی میں قیلولہ، دوپہر کے آرام کا وقت آ گیا جس میں بکثرت خاردار کیکر کے درخت تھے تو سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم وہیں اتر پڑے اور لوگ (آرام کرنے کے لئے) ادھر ادھر سایہ دار درختوں کے نیچے منتشر ہو گئے (اور آرام کرنے لگے) رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم بھی ایک کیکر کے (سایہ دار) درخت کے نیچے اترے اور اپنی تلوار اسی درخت کی ایک ٹہنی پر لٹکا دی (اور آرام فرمانے لگے دوپہر کا وقت تھا) ہم سب کی ابھی آنکھ لگی ہی تھی کہ اتنے میں آپ نے ہمیں آواز دے کر بلانا شروع کر دیا (ہم گھبرا کر دوڑے تو دیکھتے کیا ہیں کہ) ایک بدو (عرب دیہاتی) آپ کے پاس (کھڑا) ہے ہمیں دیکھ کر آپ نے ارشاد فرمایا اس شخص نے (بے خبری میں درخت سے) میری تلوار اتار کر میرے اوپر سونت لی تھی اور میں سو رہا تھا اچانک میری آنکھ کھل گئی تو (دیکھتا کیا ہوں کہ برہنہ تلوار اس کے ہاتھ میں ہے اور کہہ رہا ہے: اب تجھے میرے ہاتھ سے کون بچائے گا؟ میں نے کہا: اللہ تعالیٰ تین مرتبہ اس نے یہی سوال کیا اور میں نے یہی جواب دیا (اس کے بعد) آپ نے اس کو (اس جرم کی) کوئی سزا نہیں دی اور اٹھ کر بیٹھ گئے۔

تشریح: ہم (ایک مرتبہ) جنگ ذات الرقاع میں رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ (سفر کر رہے) تھے اثناء راہ میں (دوپہر کو آرام کرنے کے وقت ہمارا معمول یہ تھا کہ) جب کوئی سایہ دار درخت آتا تو ہم اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے چھوڑ دیتے چنانچہ (ایک دن) اسی طرح ایک سایہ دار درخت کے نیچے آپ آرام فرما رہے تھے (شکست خوردہ) مشرکین میں کا ایک شخص (جو شروع سے گھات میں لگا ہوا تھا بے خبری میں) آ پہنچا آپ کی تلوار درخت پر لٹکی ہوئی تھی اس نے فوراً تلوار (درخت سے اتار کر) سونت لی اور (سر مبارک پر کھڑے ہو کر) کہا تم مجھ سے نہیں ڈرتے؟ آپ نے (نہایت اطمینان واعتماد کے ساتھ) فرمایا نہیں تو اس نے کہا اب تمہیں میرے ہاتھ سے کون بچائے گا؟ آپ نے (بڑے یقین واعتماد کے ساتھ) فرمایا: اللہ۔

تشریح: اس حدیث پاک میں محبوب رب العالمین نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان یقین وتوکل علی اللہ امت کے لئے ایمان افروز اور سبق آموز ہے شدید ترین جان کے خطرہ کے باوجود کہ ظاہری حالات کے اعتبار سے برہنہ تلوار ہاتھ میں لئے خون کا پیاسا دشمن سر پر کھڑا ہے اور چشم زدن میں سر تن سے جدا ہونا بظاہر یقینی ہے مگر آپ ہیں کہ ذرہ برابر خوف وہراس اور

گھبراہٹ آپ کے پاس تک نہیں پھٹکتی اور نہایت اطمینان وسکون اور دل جمعی کے ساتھ اٹھ کر بیٹھ جاتے ہیں اور اس کے سوالوں کا پورے یقین واعتماد کے ساتھ جواب دیتے ہیں اسی یقین وتوکل علی اللہ کے رعب اور صبر واستقلال کی ہیبت اور ایمان باللہ کے سکون واطمینان کی طاقت سے مرعوب ہو کر وہ خون کا پیاسا دشمن خائف ہو کر لرزہ براندام ہو جاتا ہے کپکپانے لگتا ہے اور تلوار اس کے ہاتھ سے گر پڑتی ہے اور آپ نہایت اطمینان سے اپنی تلوار اٹھا لیتے ہیں اور اپنے فرض منصبی کے تحت اس اقدام قتل کے جرم کی سزا دینے کی بجائے اس کو اللہ تعالیٰ اور اسکی قدرت سے آگاہ اور متوجہ کرنے کی غرض سے سوال فرماتے ہیں **من یمنعک منی**۔ اب تجھے میرے ہاتھ سے کون بچائے گا مگر اس کا زنگ کفر وشرک اتنا سخت تھا کہ اللہ تعالیٰ کہنے اور خدا کی پناہ لینے کے بجائے آپ کی عالم نواز رحمت وشفقت کی پناہ لیتا ہیں اور کہتا ہے کہ کن خیر آخذ آپ ہی بہترین تلوار اٹھانے والے بن جائیں آپ نے اپنی پیغمبرانہ بصیرت سے محسوس فرمالیا کہ اگرچہ یہ ابھی اسلام قبول کرنے کے لئے آمادہ نہیں ہے مگر مزید شفقت ورحمت اور عفو ودرگذر کا برتاؤ کرنے سے نہ صرف یہ بلکہ اس کا پورا قبیلہ مسلمان ہو جائے گا اس لئے اس کے جنگ میں ناطرندار رہنے کے بعد پر ہی اس کی جان بخشی فرمادیتے ہیں تا کہ اپنے قبیلے میں جا کر رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی بے مثل شفقت ورحمت اور بینظیر عفوودرگذر سے سب کو آگاہ کرے اور پورا قبیلہ آپ کا گرویدہ ہو کر مسلمان ہو جائے چنانچہ ایسا ہی ہوتا ہے۔

رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے یقین وتوکل علی اللہ کے رعب اور ہیبت سے دشمنوں کے مرعوب ہونے کا صرف یہی ایک واقعہ نہیں ہے بلکہ یہ رعب ایک مستقل طاقت وقوت تھی جو اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دشمنوں سے مقابلہ کرنے کے لئے عطا فرمائی تھی چنانچہ ارشاد ہے۔

سنلقی فی قلوب الذین کفروا الرعب (آل عمران:ع۱۶)

(تم اطمینان رکھو) ہم یقیناً ان کافروں کے دلوں میں (تمہارا) رعب ڈال دیں گے

چنانچہ خاتم انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں نصرت بالرعب' رعب اور ہیبت کے ذریعہ میری مدد کی گئی ہے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوات کی تاریخ شاہد ہے کہ بارہا آپ کا رعب ہی دشمنوں کی پسپائی اور آپ کی کامیابی اور فتح وظفر کا سبب بنا ہے۔

بہرصورت مذکورہ بالا واقعہ میں سرخیل متوکلین' توکل کرنے والوں کے سردار' نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کا صبر وتحمل علی اللہ پر مبنی تھا جو آپ آیات قرآن عظیم کے تحت پڑھ چکے ہیں اسی صبر وتوکل علی اللہ کے آپ مامور تھے۔

امت کی بدنصیبی

امت محمدیہ اپنے سرتاپا شفقت ورحمت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس یقین وتوکل اور طرز عمل سے اگر سبق نہ حاصل کرے تو اس کی بڑی زبردست بدنصیبی اور محرومی ہے **اعاذنا اللہ منہ** اللہ ہمیں اس سے بچائے۔

دعا کیجئے: اے خالق آسمانوں کے اور زمین کے! آپ میرے کارساز ہیں دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی مجھ کو پوری فرمانبرداراں کی حالت میں دنیا سے اٹھا لیجئے اور مجھ کو خالص نیک بندوں میں شامل کر لیجئے۔

اے میرے رب! مجھ کو بھی نماز کا (خاص) اہتمام رکھنے والا رکھئے اور میری اولاد میں بھی بعضوں کو

توکل کے ثمرات

عن عمر رضی اللہ عنہ قال: سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول: لو انکم تتوکلون علی اللہ حق توکلہ لرزقکم کما یرزق الطیر، تغدو خماصا وتروح بطانا (ترمذی)

ترجمہ: حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: ہادیٔ برحق نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر تم اللہ تعالیٰ پر ایسا توکل کرو جیسا اس کا حق ہے تو وہ تم کو اس طرح (بغیر کسی فکر و سرگردانی کے) روزی دے جیسے وہ پرندوں کو روزی دیتا ہے کہ وہ صبح سویرے بھوکے (جنگلوں میں) جاتے ہیں شام کو شکم سیر پیٹ بھرے واپس آتے ہیں۔

تشریح: اس حدیث پاک میں رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کو بتلانا چاہتا ہیں کہ تمہاری تمام تر معاشی سرگردانی اور دنیاوی فکر و پریشانی جس میں تم شب و روز سرگرداں رہتے ہو اور مارے مارے پھرتے ہو نہ دن کو چین نصیب ہے نہ رات کو آرام، نو بنو فکروں اور تازہ بتازہ پریشانیوں نے خواب وخور تم پر حرام کر رکھا ہے اس کا واحد سبب صرف اللہ تعالیٰ پر کامل توکل اور پورا بھروسہ نہ ہونا ہے یا اس میں کمی اور کوتاہی ہے اور اگر تم اللہ اور اس کی رزق رسانی، حاجت روائی اور کارسازی پر بغیر ذرہ برابر تذبذب وتردد اور بدون کسی شک و شبہ کے کامل یقین و ایمان اور بھروسہ رکھو تو تم کو ان تمام لایعنی دنیاوی فکروں اور بے حاصل معاشی سرگردانیوں سے کلی طور پر نجات حاصل ہو جائے اور تم پورے اطمینان و دلجمعی اور ذہنی آسودگی و یکسوئی کے ساتھ خدا اور اس کے رسول کے احکامات کے تحت دین اور دنیا کے تمام فرائض بخوبی انجام دینے کی سعادت حاصل کر سکو تم ذرا دیکھو اور غور کرو! پرندے کس بے فکری، دل جمعی اور آسودگی و یکسوئی کے ساتھ رات بھر اپنے گھونسلوں میں بسیرا کرتے ہیں اور پھر صبح ہوتے ہی کس اطمینان کے ساتھ رزاق مطلق کی رزق رسانی پر بھروسہ کر کے جنگل میں چلے جاتے ہیں اور دن بھر دانہ چنتے اور چگتے رہتے ہیں اور شام کو شکم سیر ہو کر اپنے گھونسلوں میں واپس آ جاتے ہیں وہ کل کی فکر اور ان ہوئی بات کی پریشانی و سرگردانی سے بالکل آزاد اور بے فکر رہتے ہیں مشیت خداوندی سے جو مصیبت یا آفت سامنے آتی ہے اس سے بچنے کے لئے جو وسائل پروردگار نے ان کو دیئے ہیں ان سے کام لیتے ہیں قسمت میں بچنا ہوتا ہے تو بچ جاتے ہیں ورنہ شکار ہو جاتے ہیں بہرصورت اس قبل از مرگ واویلا سے اور ہائے کل کیا ہوگا اور کہاں سے آئے گا کی فکر و پریشانی سے وہ بالکل آزاد فارغ البال اور مطمئن رہتے ہیں اسکے برعکس توکل علی اللہ کی نعمت و دولت سے محروم انسان کو شب و روز کی زندگی میں چین و آرام، سکون و اطمینان اور بے فکری و آسودگی تو کیا نصیب ہوتی اس کو تو اللہ تعالیٰ کی عبادت اور فرض نماز تک یکسوئی اور دل جمعی کے ساتھ پڑھنی نصیب نہیں ہوتی کسی فارسی کو شاعر نے اسی لاحاصل معاشی پریشانی اور پراگندہ خیالی کا نقشہ ذیل کے شعر میں خوب کھینچا ہے وہ کہتا ہے کہ شب چوعقد نماز بربندم، چہ خورد بامداد فرزندم

یہ تمام تر مصیبت اور تباہی صرف اللہ تعالیٰ کی لامحدود وقدرت پر اور اس کی روزی رسانی حاجت روائی اور کاربرآری پر کامل یقین و ایمان اور اعتماد و توکل نہ ہونے کا نتیجہ ہے کاش

امت اپنے پیارے اور مہربان نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایات وتعلیمات پر صدق دل سے پورے طور پر عمل کر کے ان لایعنی دینوی فکروں معاشی پریشانیوں اور سرگردانیوں سے جن کی وجہ سے دین کے ساتھ دنیا بھی برباد ہو رہی ہے نجات حاصل کرے اور اطمینان وسکون، دلجمعی وفارغ البالی کے ساتھ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکامات پر عمل کر کے دین اور دنیا دونوں کی فلاح اور کامرانی سے سرفراز ہو۔

تنبیہ: آپ پوری وضاحت اور تفصیل کے ساتھ توکل کے بیان میں پڑھ چکے ہیں کہ اس حدیث کا مطلب ظاہری اسباب ووسائل تلاش وجستجو اور تدبیر وجدوجہد کو ترک کر دینا ہرگز نہیں ہے آخر پرندے بھی تو صبح ہوتے ہی گھونسلوں سے نکل کر روزی کی تلاش میں جنگل جاتے ہیں دانہ دنکا بھی چنتے اور چگتے ہیں اور اپنا پیٹ بھرتے ہیں اگر وہ دن نکلنے کے بعد بھی گھونسلوں میں ہی پڑے رہیں اور پر تک نہ ہلائیں تو یقیناً بھوکے مر جائیں اسی طرح حلال روزی کی تلاش وجستجو اور اس کے لئے جدوجہد اور تدابیر ووسائل کو اختیار کرنا ہر انسان خصوصاً مسلمان کا تو فرض بلکہ بہت بڑی عبادت ہے اس لئے کہ ہادیٔ برحق نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

کل لحم نبت من الحرام فالنار اولی به

جو گوشت حرام (غذا) سے اگے (پیدا ہو) وہ جہنم ہی کے لائق ہے۔

اس لئے توکل علی اللہ کے معنی ظاہری اسباب وتدابیر کو ترک کر دینا ہرگز نہیں ہیں جیسا کہ آپ تفصیل سے پڑھ چکے ہیں۔

دُعا کیجئے

اے ہمارے رب! اور میری (یہ) دعا قبول کیجئے۔

اے ہمارے رب! میری مغفرت کر دیجئے اور میرے ماں باپ کی بھی اور کل مؤمنین کی بھی حساب قائم ہونے کے دن۔

اے میرے پروردگار! ان دونوں (والدین) پر رحمت فرمائیے جیسا انہوں نے مجھ کو بچپن میں پرورش کیا ہے۔

اے رب! مجھ کو خوبی کے ساتھ پہنچائیو اور مجھ کو خوبی کے ساتھ لے جائیو اور مجھ کو اپنے پاس سے ایسا غلبہ دیجیو جس کے ساتھ نصرت ہو۔

اے ہمارے پروردگار! ہم کو اپنے پاس سے رحمت کا سامان عطا فرمائیے اور ہمارے لئے (اس) کام میں درستی کا سامان مہیا کر دیجئے۔

اے میرے رب! میرا حوصلہ فراخ کر دیجئے اور میرا (یہ) کام (تبلیغ کا) آسان فرما دیجئے۔ اور میری زبان سے بستگی (لکنت کی) ہٹا دیجئے تا کہ لوگ میری بات سمجھ سکیں۔

اے میرے رب! میرا علم بڑھا دے۔ مجھ کو یہ تکلیف پہنچ رہی ہے اور آپ سب مہربانوں سے زیادہ مہربان ہیں۔

اے میرے رب! مجھ کو لاوارث مت رکھیو۔ (یعنی مجھ کو فرزند دیجئے کہ میرا وارث ہو) اور سب وارثوں سے بہتر آپ ہی ہیں۔

اے میرے رب! مجھ کو (زمین پر) برکت کا اتارنا اتاریو اور آپ سب اتارنے والوں سے اچھے ہیں۔

توکل کی دعا

عن ابی عمارۃ البراء بن عازب رضی اللہ عنہما قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: یا فلان اذا اویت الی فراشک فقل: اللھم اسلمت نفسی الیک ووجھت وجھی الیک: وفوضت امری الیک، والجات ظھری الیک، رغبۃ ورھبۃ الیک لا ملجا ولا منجی منک الا الیک آمنت بکتابک الذی انزلت ونبیک الذی ارسلت (متفق علیہ)

ترجمہ: حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: (ایک دن) نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے (مجھے خطاب کرکے) فرمایا اے عازب کے بیٹے براء جب تم اپنے بستر پر لیٹا کرو تو یہ دعا پڑھا کرو! اے اللہ! میں نے اپنے آپ کو تیرے سپرد کر دیا اور اپنا چہرہ (رخ) تیری طرف موڑ دیا اور اپنا ہر کام (اور ہر معاملہ) تیرے حوالے کر دیا اور اپنی کمر کا سہارا (پشت پناہ) تجھ کو بنا لیا تیری رحمت کی رغبت اور تیری ناراضگی کے خوف کی وجہ سے (اس لئے کہ) تیرے قہر وغضب سے نجات اور پناہ کی جگہ تیرے رحم وکرم کے سوا اور کہیں نہیں جو کتاب (قرآن) تو نے اتاری ہے اس پر میں ایمان لا چکا ہوں اور جو نبی (محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام) تو نے بھیجا ہے اس پر بھی ایمان لا چکا ہوں (اس لئے تیری رحمت کا مستحق ہوں) (اس کے بعد) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے (اس دعا کو پڑھ کر سونے کا فائدہ بیان) فرمایا: اگر تم (اس دعا کو پڑھنے کے بعد) اسی رات میں مر گئے تو فطرت سلیمہ یعنی دین الٰہی پر مرو گے اور اگر صبح (زندہ سلامت) اٹھے تو خیر وخوبی کے ساتھ اٹھو گے۔ صحیحین (بخاری اور مسلم) ہی کی دوسری روایت کے الفاظ یہ ہیں براء بن عازب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے (خطاب کرکے) فرمایا (اے براء بن عازب) جب تم اپنے بستر پر (لیٹنے کے ارادہ سے) آؤ تو (پہلے) نماز کی طرح پورا وضو کرو پھر دائیں پہلو پر لیٹو اور یہ دعا پڑھو (اس کے بعد مذکورہ بالا دعا تعلیم فرمائی) اور ارشاد فرمایا: یہ تمہاری زبان سے نکلنے والے آخری کلمات ہونے چاہئیں (یعنی اس دعا کے بعد اور کوئی بات مت کرو اور سو جاؤ)

تشریح: اس حدیث شریف میں نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو دعا کے پیرایہ میں توکل علی اللہ کے آخری اور اعلی وارفع مرتبہ تفویض وتسلیم کی تعلیم دی ہے تفصیل اس کی یہ ہے کہ جیسا کہ آپ پڑھ چکے ہیں توکل علی اللہ کا ایک مرتبہ تو یہ ہے کہ بندہ اپنے خالق ومالک کے حکم کی بنا پر دینی اور دنیوی تمام کاموں اور معاملات میں ظاہری اسباب ووسائل اور تدابیر کو اختیار تو کرے مگر اس یقین وایمان کے ساتھ کہ ان پر نتائج اور اثرات مرتب ہونا یا نہ ہونا صرف اور محض اللہ تعالیٰ کی مشیت پر موقوف ہے حقیقی کارساز وہی ہے دوسرا مرتبہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی کارسازی، حاجت روائی پر یقین وایمان اس قدر قوی پختہ اور غالب ہو کہ بندہ کی نظر میں ظاہری اسباب وتدابیر کی کوئی اہمیت ووقعت اور دل میں کوئی قدر وقیمت باقی نہ رہے اور اسباب ووسائل سے قطع نظر کلی طور پر اللہ تعالیٰ کی کارسازی اور حاجت روائی پر عین الیقین مشاہدہ کے درجہ میں یقین کامل نصیب ہو جائے اور اسباب تدبیر وجدوجہد، کاربرآری کی تاثیر سے بالکل خالی اور عاری محسوس ہونے لگیں تیسرا اور آخری مرتبہ یہ ہے کہ بندہ نہ صرف اپنے تمام

دینی اور دنیوی کاموں اور معاملات کو بلکہ خود اپنے کو بھی اپنے پیدا کرنے اور پرورش کرنے والے مالک کے سپرد کر دے اور کلی طور پر خود کو اور اپنی تمام ظاہری اور باطنی قوتوں کو اعضاء و جوارح کو اپنے پروردگار کے احکام کا فرمانبردار اور مطیع و منقاد بنا دے اور اس کے ہر قول و فعل، نقل و حرکت اور قصد و ارادہ کا واحد مقصد اللہ تعالیٰ کے احکام کی بجا آوری ہو اور بس وہ کوئی کام اپنے لئے نہ کرے بلکہ جو کچھ کرے اللہ تعالیٰ کے لئے کرے، کھائے پیئے تو اللہ تعالیٰ کے لئے سوئے اور آرام کرے تو اللہ تعالیٰ کے لئے، بیوی بچوں کے حقوق ادا کرے تو اللہ تعالیٰ کے لئے دوستوں اور قرابتداروں کی امداد و اعانت کرے تو اللہ تعالیٰ کے لئے، اور دشمنوں کافروں اور مشرکوں سے جنگ کرے تو اللہ تعالیٰ کے لئے، توکل کے اس مرتبہ پر پہنچنے کے بعد بندہ کی اپنی منفعت و مضرت کامیابی و ناکامی کا سوال ہی ختم ہو جاتا ہے صرف اللہ تعالیٰ کی کارسازی و کارفرمائی باقی رہ جاتی ہے توکل علی اللہ کے اس مرتبہ کا نام تفویض و تسلیم ہے عارفین اس تفویض و تسلیم کے مرتبہ کے بعد بھی توکل کا ایک مرتبہ بتلاتے ہیں اور وہ یہ کہ بندہ اپنی تمام خواہشات و مرضیات سے بھی دستبردار ہو جائے اس کی خواہش ہو بہو وہی ہو جو اس کے رب کا منشا ہو اس کی مرضی بعینہ وہی ہو جو اس کے مولیٰ کی مرضی ہو اور راضی برضاء مولیٰ رہ کر زندگی بسر کرے ارباب باطن اس مرتبہ کو مقام رضاء سے تعبیر کرتے ہیں علماء ظاہر اس مرتبہ کو تفویض و تسلیم کے مرتبہ کے تحت ہی داخل کرتے ہیں۔

توکل کے اس مرتبہ کا ثبوت قرآن و حدیث سے

توکل کے ان تمام مراتب و مدارج کے بیان سے متعلق قرآن عظیم کی آیات اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث بکثرت موجود ہیں، ہم یہاں تفویض و تسلیم کے بیان سے متعلق اس حدیث پاک کی تشریح سے پہلے قرآن کریم کی صرف دو آیتیں قارئین کے سامنے پیش کرنا مناسب سمجھتے ہیں سورۃ المؤمن میں اللہ تعالیٰ رجل من ال فرعون کی زبان سے ارشاد فرماتے ہیں

اور میں تو اپنا معاملہ اللہ کے سپرد کرتا ہوں (اس لئے کہ) بیشک اللہ اپنے بندوں کو خوب اچھی طرح دیکھتا ہے۔

سورۃ النساء میں اپنے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے فرماتے ہیں ذرا زور کلام ملاحظہ فرمائیے ارشاد ہے۔

پس یونہی نہیں قسم ہے تیرے رب کی وہ مومن (ہرگز) نہ ہوں گے یہاں تک کہ وہ اپنے تمام باہمی معاملات میں تجھ کو حکم (نہ) مان لیں اور پھر وہ اپنے دلوں میں تیرے کئے ہوئے فیصلہ سے (کسی قسم کی) تنگی (ناگواری) بھی محسوس نہ کریں اور (دل و جان سے اپنے معاملات کو) کلی طور پر سپرد کر دیں۔

حدیث اور اس میں مذکور دعا کی تشریح اور دعا کا پیرایہ اختیار کرنے کی وجہ

اس سے قبل آپ اہم ترین دینی مقاصد اور مہمات امور کو دعا کے پیرایہ میں بیان کرنے اور تعلیم دینے کا فائدہ پڑھ چکے ہیں کہ دعا مانگنے کے وقت اللہ تعالیٰ عم نوالہ کی طرف بندوں کی توجہ اور عبدیت عاجزی و انکساری کا اظہار اور اس کے جلال و جمال کا استحضار شعور و احساس سب سے زیادہ ہوتا ہے اور بندہ کے اس عاجزی و انکساری کے اظہار میں اور ہمہ تن اپنے رب کی طرف توجہ کے اندر ایسی زبردست مقناطیسی کشش رکھی ہوئی ہے کہ وہ فوراً رب العالمین کے گوناگوں رحم و کرم اور بے پایاں فضل و انعام کو بندہ کی جانب اس طرح کھینچ لیتی ہے جیسے مقناطیس لوہے کو کھینچ لیتا ہے اس لئے بندہ اس حالت میں جو بھی بڑی سے بڑی چیز مانگتا ہے وہ ارحم الراحمین رب العالمین اسے دے دیتا ہے درحقیقت مالک الملک رب العالمین کے دینے میں تو کمی یا کوتاہی کا امکان ہی نہیں، کمی اور کوتاہی جو بھی ہوتی ہے بندہ کے مانگنے میں ہوتی ہے۔

سیرت طیبہ سے توکل کا دوسرا واقعہ

عن ابی بکرن الصدیق رضی الله عنه عبدالله بن عثمان بن عامربن عمر بن کعب بن سعد بن تیم بن مرة بن لؤی بن غالب القریشی التیمی رضی الله عنهم. وهو وابوه وامه صحابة، رضی الله عنهم (ریاض الصالحین)

ترجمہ: حضرت ابوبکرصدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرماتے ہیں (قریش اور مشرکین مکہ کی سازش قتل کو ناکام بنانے کی غرض سے اللہ تعالیٰ کے حکم کے تحت محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنے وطن عزیز مکہ مکرمہ سے ہجرت کرنے کے موقع پر غار ثور کے اندر روپوش ہونے کے زمانہ میں ایک دن) مجھے (غار کے اوپر سے کھوج لگانے والے) مشرکین کے پاؤں نظر آئے اور ہم اسی غار کے اندر چھپے ہوئے تھے اور عین ہمارے سروں پر وہ کھڑے تھے تو میں نے (گھبرا کر) نبی رحمت، حبیب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا۔ یارسول اللہ! (خدانہ کرے) ان میں سے کسی نے بھی اپنے قدموں کی طرف ذرا جھک کر دیکھا تو ہم انہیں صاف نظر آ جائیں گے (اور پھران کے چنگل سے بچنا ناممکن ہے) تو مجسمہ یقین وایمان، پیکر صبر وتوکل، حبیب رب العالمین، صلی اللہ علیہ وسلم نے (انتہائی سکون واطمینان کے ساتھ) فرمایا: اے ابوبکر! ان دو مظلوم بندوں کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے جن کا تیسرا (محافظ ونگہبان) اللہ تعالیٰ ہے (کیا وہ انہیں خون کے پیاسے ظالم دشمنوں کے ہاتھوں تباہ ہونے دے گا)

متعلقہ واقعہ کا بیان اور حدیث کی تشریح

سرور کائنات حبیب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی مکہ مکرمہ سے ہجرت کا واقعہ آپ کی سیرت مقدسہ کا انسانی تصور اور وہم وگمان سے بالاتر گوناں گوں قدرت الہیہ کے کرشموں پر مشتمل ایک عجیب واقعہ ہے پورا کا پورا واقعہ یوں تو بے شمار عجیب وغریب تصرفات الہیہ پر مشتمل تاریخ انسانی کا بے مثل واقعہ بلکہ آپ کا عظیم معجزہ ہے جس کی ایمان افروز تفصیلات سیرت کی کتابوں میں پڑھ کر مومن مسلمان کو اپنا ایمان باللہ تازہ کرتے رہنا چاہئے مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے یگانہ رفیق ہجرت یار غار صدیق اکبرؓ نے مذکورہ بالا حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کمال توکل علی اللہ اور یقین وایمان باللہ سے امت کو متعارف کرانے کے لئے اس واقعہ کا صرف وہ حصہ جو انتہائی خطرناک حالت سے دوچار ہونے اور خطرہ میں گھر جانے کے وقت جبکہ امت کے اللہ تعالیٰ کی کارسازی پر سب سے بڑے توکل اور بھروسہ کرنے والے صدیق اکبر بھی گھبرا جاتے ہیں۔ آپ کے انسانی تصور سے بالاتر اللہ تعالیٰ شانہ کی کارسازی پر مکمل اعتماد اور بھروسہ کا مظہر ہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ بھی اپنے محبوب کے اس اعتماد سے خوش ہو کر قرآن عظیم میں بعینہٖ آپ کے ایمان افروز جواب کو نقل فرماتے ہیں ارشاد ہے۔

(اے مسلمانو) اگر (بالفرض) تم اس (ہمارے پیارے نبی) کی مدد نہ بھی کرو تو کیا بگڑتا ہے اس لئے بیشک اسکی مدد تو اللہ تعالیٰ نے ایسے (آڑے) وقت کی ہے جبکہ کفار نے اس کو اپنے وطن عزیز مکہ سے نکلنے پر مجبور کر دیا تھا (اس حالت میں کہ وہ (ہمارا پیارا نبی صرف دو میں کا دوسرا تھا (یعنی صرف دو نفر تھے)

جبکہ وہ اپنے (گھبرائے ہوئے) رفیق سفر سے (اس کی تسلی اور اطمینان کیلئے کہہ رہا تھا تم غم نہ کرو بیشک اللہ ہمارے ساتھ ہے تو اللہ نے (اس کے اس اعتماد وتوکل سے خوش ہو کر اپنا (خاص عطیہ) سکون (واطمینان) اس پر اتار دیا اور ایسی (فرشتوں کی) فوجوں سے اس کی تائید (وتقویت) فرمائی جو تم (انسانوں) کو نظر بھی نہیں آتیں اور کافروں کی بات بھی نیچی کر دی اور اللہ کی بات ہی اونچی رہتی ہے اور اللہ تو بڑا زبردست (اور) حکمت والا ہے۔

اس واقعہ ہجرت کا مختصر سا بیان

حضرت العلامہ شبیر احمد عثمانی قدس سرہ کے تحریر کردہ فوائد قرآن عظیم میں سے مذکورہ بالا آیت کریمہ سے متعلق فائدہ اس موقع پر نقل کر دینا مناسب سمجھتے ہیں سورۃ براۃ رکوع (۶) کی مذکورہ بالا آیت کریمہ کے تحت لکھتے ہیں مشرکین کا آخری مشورہ یہ قرار پایا تھا کہ ہر قبیلہ کا ایک ایک نوجوان منتخب ہو اور وہ سب مل کر بیک وقت آپ پر ضرب لگائیں (وار کریں) تا کہ ''خون بہا'' دینا پڑے تو سب قبیلوں پر تقسیم ہو جائے اور بنی ہاشم کی یہ ہمت نہ ہو کہ وہ (آپ کے قصاص کیلئے) سارے عرب (قبائل) سے لڑائی مول لیں جس شب میں اس ناپاک کارروائی (سازش) کو عملی جامہ پہنانے کی تجویز تھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بستر پر حضرت علیؓ کو لٹایا تا کہ وہ لوگوں کی امانتیں احتیاط سے آپ کے (تشریف لے) جانے کے بعد ان کے مالکوں کے حوالے کر دیں اور حضرت علیؓ کی تسلی فرمائی کہ تمہارا بال (تک) بیکا نہ ہوگا (تم مطمئن رہو) پھر خود بنفس نفیس ظالموں کے ہجوم میں سے (جنہوں نے مکان کا مکمل محاصرہ کیا ہوا تھا) شاہت الوجوہ یہ چہرے مسخ ہوں اندھے ہوں۔ فرماتے ہوئے اوران کی آنکھوں میں خاک جھونکتے ہوئے (سب کے سامنے سے) صاف (محاصرہ سے باہر) نکل آئے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو (جو پہلے سے تیار بیٹھے تھے) ساتھ لیا اور مکہ سے چند میل ہٹ کر غار ثور میں قیام فرمایا یہ غار پہاڑ کی بلندی پر ایک بھاری مجوف (اندر سے خالی) چٹان ہے جس میں داخل ہونے کا صرف ایک راستہ تھا وہ بھی ایسا تنگ کہ انسان کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر اس میں گھس نہیں سکتا صرف لیٹ کر داخل ہونا ممکن تھا (چنانچہ) اول حضرت ابوبکر نے اندر جا کر اسے صاف کیا سب سوراخ کپڑے سے بند کئے کہ کوئی زہریلا کیڑا مکوڑا اگزند نہ پہنچا سکے ایک سوراخ باقی (رہ گیا) تھا (سو) اس میں (بیٹھنے کے بعد) اپنا پاؤں اڑا دیا سب انتظام کر کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اندر تشریف لانے کو کہا آپ اندر آ کر) صدیق اکبرؓ کے زانو پر سر مبارک رکھ کر استراحت فرما رہے تھے کہ سانپ نے ابوبکر صدیقؓ کا پاؤں (جو اس کے سوراخ میں اڑا ہوا تھا) ڈس لیا مگر ابوبکر صدیقؓ (اس کے باوجود) پاؤں کو مطلق حرکت نہ دیتے تھے (اور سانپ کاٹے جا رہا تھا) کہ مبادا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے استراحت میں خلل پڑے جب آپ کی آنکھ کھلی اور سانپ کے ڈسنے کا قصہ معلوم ہوا تو آپ نے لعاب مبارک صدیق اکبرؓ کے پاؤں کو لگا دیا جس سے فوراً (زہر اتر گیا اور) شفا ہوگئی ادھر کفار ''قائف'' یعنی نشان قدم سے کھوج لگانے والے کو ہمراہ لے کر جو نشان ہائے قدم کی شناخت میں ماہر تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاش میں نکلے اس نے عین غار ثور تک نشان قدم کی شناخت کی مگر خدا کی قدرت کہ (اتنی دیر میں) غار کے دروازے (منہ) پر ایک مکڑی نے جالا تن لیا اور ایک جنگلی کبوتر نے وہاں انڈے دے دیئے یہ دیکھ کر سب نے قائف کو جھٹلایا اور کہنے لگے کہ یہ مکڑی کا جالا تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت سے بھی پہلے کا معلوم ہوتا ہے اگر اندر کوئی داخل ہوتا تو یہ جالا اور انڈے کیسے صحیح سالم رہ سکتے تھے (اس وقت) ابوبکر صدیقؓ کو اندر

سے کفار کے پاؤں نظر آ رہے تھے انہیں فکر تھی کہ کہیں جان سے زیادہ محبوب نبی صلی اللہ علیہ وسلم جس کے لئے وہ سب کچھ فدا کر چکے ہیں دشمنوں کی نظر نہ پڑ جائیں گھبرا کر کہنے لگے کہ یا رسول اللہ! اگر ان لوگوں نے ذرا جھک کر اپنے قدموں کی طرف نظر ڈالی تو ہم کو دیکھ پائیں گے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابوبکر! ان دو شخصوں کے متعلق تیرا کیا خیال ہے جن کا تیسرا اللہ تعالیٰ ہے یعنی جب اللہ تعالیٰ (ہمارا نگہبان) ہمارے ساتھ ہے تو پھر کس کا ڈر ہے (مطلق غم نہ کرو) اس وقت حق تعالیٰ نے ایک خاص قسم کی کیفیت سکون واطمینان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک پر اور آپ کی (رفاقت) کی برکت سے ابوبکر صدیقؓ کے قلب پر نازل فرمائی (اور وہ بھی مطمئن ہو گئے) اور فرشتوں کی فوج سے (آپ کی) حفاظت وتائید کی یہ اسی تائید غیبی کا کرشمہ تھا کہ مکڑی کا جالا جسے (قرآن عظیم) نے اوھن البیوت۔ سب سے زیادہ کمزور گھر بتلایا ہے بڑے بڑے مضبوط ومستحکم قلعوں سے بڑھ کر ذریعہ تحفظ بن گیا اس طرح خدا نے کفار کی بات نیچی کر دی اور ان کی تدبیریں خاک میں ملا دیں۔

صورت حال کے اس نہایت مختصر بیان سے بھی آپ اندازہ اور یقین کر سکتے ہیں کہ خطرہ انتہائی شدید تھا ظاہری اسباب کے اعتبار سے آپ کی گرفتاری اور قتل یقینی تھا قائف نے دشمنوں کو عین آپ کے سر پر لے جا کر کھڑا کر دیا تھا تلاش کرنے والوں کا غار میں جھک کر دیکھنا یقینی تھا اور آپ اس وقت نہتے اور بالکل خالی ہاتھ تھے دفاع اور مزاحمت بالکل نہیں کر سکتے تھے بڑے سے بڑے زور آور، قوی دل اور نڈر انسان کے بھی ایسے وقت میں اوسان خطا ہو جانے یقینی ہیں مگر آپ ہیں کہ سکون واطمینان کے ایک پہاڑ کی طرح قطعی مطمئن اور بالکل بے پرواہ محض اللہ تعالیٰ کے بھروسہ پر بیٹھے ہیں خوف وہراس یا گھبراہٹ کا نام تک نہیں بلکہ اپنے رفیق سفر کو بھی پورے طور پر مطمئن فرما دیتے ہیں یہ سکون واطمینان اور اعتماد بھروسہ صرف اللہ تعالیٰ کے وعدے پر: **واللہ یعصمک من الناس** اور اللہ تم کو لوگوں سے بچائے گا غیر متزلزل یقین وایمان کا نتیجہ تھا آپ کو آفتاب نصف النہار کی طرح اللہ تعالیٰ کی حفاظت نگہبانی اور کارسازی پر یقین تھا اسی لئے ناموافق ظاہری اسباب پر مبنی ہلاکت کے یقینی خطرہ میں گھرا ہونے کے باوجود آپ بالکل مطمئن اور بے فکر تھے یہ ہے اللہ تعالیٰ کی لامحدود قدرت پر یقین وایمان اور اس کی "کارسازی" پر بھروسہ اور توکل جس کی مثال نہیں مل سکتی۔

سبحان اللہ وصلی اللہ علی نبیہ وحبیبہ وسلم

دُعا کیجیے

اے میرے رب! میں آپ کی پناہ مانگتا ہوں شیطانوں کے وسوسوں سے اور

اے میرے رب! میں آپ کی پناہ مانگتا ہوں اس سے کہ شیطان میرے پاس بھی آئیں۔

اے میرے رب! (میری خطائیں) معاف کر اور رحم کر اور تو سب رحم کرنے والوں سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہے۔

اے ہمارے پروردگار! ہم سے جہنم کے عذاب کو دور رکھئے کیونکہ اس کا عذاب پوری تباہی ہے۔

اے ہمارے پروردگار! ہم کو ہماری بیبیوں اور ہماری اولاد کی طرف سے آنکھوں کی ٹھنڈک (یعنی راحت) عطا فرما اور ہم کو متقیوں کا افسر بنا دے۔

توکل علی اللہ کے حصول کی دعائیں

عن ام المومنين ام سلمة، واسمها هند بنت ابى امية حذيفة المخزومية، رضى الله عنها، ان النبى صلى الله عليه وسلم كان اذا خرج من بيته قال بسم الله توكلت على الله اللهم انى اعوذبك ان اضل او اضل او ازل او ازل او اظلم او اظلم او اجهل او يجهل على.

ترجمہ: ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ: نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم جب نبوۃ کدہ گھر سے باہر تشریف لے جاتے تو یہ دعا پڑھا کرتے۔

بسم الله توكلت على الله اللهم انى اعوذبك ان اضل او اضل او ازل او ازل او اظلم او اظلم او اجهل او يجهل على.

اللہ کے (مبارک) نام کے ساتھ (میں گھر سے باہر قدم رکھتا ہوں) میں نے (کارسازی حقیقی) اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کیا ہے اے اللہ میں تیری پناہ لیتا ہوں اس سے کہ میں خود گمراہ ہوں یا مجھے گمراہ کیا جائے یا میں خود کوئی لغزش کروں یا مجھ سے لغزش کرائی جائے یا میں خود ظلم کروں یا مجھ پر ظلم کیا جائے یا میں خود (کسی کے ساتھ) جہالت (اور بدتمیزی) کروں یا میرے ساتھ جہالت (اور بدتمیزی) کی جائے۔ یہ حدیث "صحیح" ہے (اگرچہ بخاری و مسلم میں نہیں آئی ہے) امام ابوداؤد اور امام ترمذی وغیرہ محدثین نے اس کو (اپنی اپنی کتابوں میں) ذکر کیا ہے یہ مذکورہ بالا الفاظ ابوداؤد کی روایت کے ہیں۔

تشریح: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس شخص نے بھی گھر سے نکلتے وقت یہ پڑھ لیا:

بسم الله توكلت على الله ولا حول ولا قوة الا بالله

اللہ کے (مقدس) نام کے ساتھ (گھر سے باہر نکلتا ہوں) میں نے (کارساز مطلق) اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کر لیا، اور نہ (کسی بھی کام کی) قدرت (میسر آسکتی) ہے نہ قوت مگر اللہ کی مدد) سے۔ تو (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) اس سے کہہ دیا جاتا ہے تجھے ہدایت دے دی گئی اور کفایت (وکفالت) کر دی گئی اور تجھے (ہر شر سے) بچا دیا گیا اور شیطان اس سے دور ہو جاتا ہے (اور اس کا پیچھا چھوڑ دیتا ہے)

اس حدیث کو بھی امام ابوداؤدؒ ترمذی امام نسائیؒ وغیرہ محدثین نے (اپنی اپنی کتابوں میں) روایت کیا ہے کہ امام ترمذی نے کہا ہے کہ یہ حدیث حسن ہے امام ابوداؤدؒ نے (اپنی کتاب میں اس حدیث کے الفاظ میں) یہ اضافہ کیا ہے تو (اس دعا مانگ لینے کے بعد) ایک شیطان دوسرے شیطان سے کہتا ہے تو کیا بگاڑ سکتا ہے اس شخص کا جس کو (منجانب اللہ خیر کی) ہدایت کر دی گئی اور کفایت کر دی گئی اور (ہر شر سے) بچا دیا گیا۔

تشریح! ان ہر دو دعاؤں کی اہمیت

یہ تو ظاہر ہی ہے کہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد ان

ہر دو دعاؤں کی تعلیم سے دراصل نعمت توکل کی اہمیت سے آگاہ کرنا اور اللہ تعالیٰ سے خاص طور پر اس کے طلب کرنے کی ہدایت فرمانا ہے اس لئے آپ بڑی تفصیل اور وضاحت کے ساتھ گذشتہ صفحات میں پڑھ چکے ہیں کہ تمام دینی اور دنیوی امور و معاملات میں جن کا انسان مکلّف ہے کامیابی یا ناکامی کا براہ راست تعلق اللہ تعالیٰ کی مشیت سے ہے دنیاوی اسباب و وسائل اور انسانی تدبیروں اور کوششیں تو محض ''واسطہ'' ہیں جن کو بندہ محض حکم خداوندی کو بجالانے کے لئے اختیار کرتا ہے اس لئے ایک مسلمان کے لئے کلی طور پر یہ اللہ تعالیٰ کی کارسازی پر بھروسہ کرنے کے سوا چارہ نہیں یہی ایمان باللہ اور ایمان بالقدر' تقدیر پر ایمان کا تقاضہ ہے لہٰذا ہر کام کرنے اور ہر معاملہ کو انجام دینے کے وقت اللہ تعالیٰ پر نہ صرف مکمل طور پر بھروسہ کرنا بلکہ دعا کی صورت میں اس کا اظہار و اعتراف کرنا بھی ہر مسلمان کا فرض ہے اسی لئے ہر کام کرنے کا ارادہ یا وعدہ کرنے کے وقت انشاء اللہ کلمہ توکل و تفویض کہنے کا حکم قرآن کریم میں نہ صرف امت کو بلکہ حبیب رب العالمین کو خطاب کر کے دیا گیا ہے جیسا کہ آپ پڑھ چکے ہیں اور یہ بھی آپ پوری وضاحت کے ساتھ پڑھ چکے ہیں کہ اس مصروف زندگی میں ہر کام کے وقت توکل علی اللہ کا تصور ذہن میں اور اس کا اظہار زبان سے عموماً دشوار اور مشکل ہے اس لئے جیسے نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث نمبر (۷) میں دن بھر کے تمام کاموں سے فارغ ہو کر سونے کے ارادہ سے بستر پر لیٹنے کے وقت توکل اور تفویض و تسلیم کے مضامین پر مشتمل دعا کی تعلیم دی ہے اسی طرح حدیث نمبر (۹) اور (۱۰) میں گھر سے نکلنے اور عملی زندگی شروع کرنے کے وقت یہ دعا توکل پڑھنے کی تعلیم دی ہے اس لئے کہ وہ بیشتر اہم دینی اور دنیوی امور جن میں انسان دنیوی اسباب و وسائل اور انسانی تدابیر سے کام لیتا ہے گھر سے باہر ہی انجام دیتا ہے۔ خود اپنی روزانہ کی زندگی کا جائزہ لے کر دیکھ لیجئے۔ اور کچھ بعید نہیں کہ اس حدیث میں گھر سے نکلنے کے بعد سے مراد ہی سو کر اٹھنے کے بعد ہو چنانچہ امام محمد بن محمد جزری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک کتاب حصن حصین میں ان دونوں دعاؤں کو فجر کی نماز کیلئے گھر سے نکلنے کے وقت کی دعاؤں کے ذیل میں درج کیا ہے۔

چونکہ یہ وقت گھر سے نکل کر زندگی کے کاروبار شروع کرنے کا وقت ہے اس لئے ان دونوں دعاؤں کو بسم اللہ سے شروع کیا ہے اس لئے مشہور و معروف حدیث تسمیہ بسم اللہ کی حدیث میں آیا ہے۔

کل امر ذی بال لم یبدء باسم الله فهو ابتر

جو بھی اہم کام اللہ تعالیٰ کے نام سے نہ شروع کیا جائے وہ برکت سے محروم رہتا ہے۔

اور اسی لئے حدیث نمبر (۱۰) میں **کلمة تفویض** و تسلیم یعنی **لا حول ولا قوۃ الا باللہ** کا بھی اضافہ فرمایا ہے۔

باقی حدیث نمبر (۹) کی دعا میں سرتا پا رافت و شفقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے چار ہلاکت خیز چیزوں سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرنے کا بھی ذکر فرمایا ہے (۱) گمراہی (۲) لغزش (۳) ظلم (۴) جہالت یعنی بدتمیزی کا برتاؤ اس لئے کہ عموماً انسان کو اپنی تدبیروں اور کوششوں میں ناکامی کا منہ انہی چیزوں کی وجہ سے دیکھنا پڑتا ہے پھر ان چاروں مضرت رساں برائیوں کا محرک کبھی خود انسان کا نفس امارہ یعنی مکار نفس ہوتا ہے اور کبھی شیطان یا شیطان فطرت شریر انسان اس لئے ان میں سے ہر ایک برائی کے واقع ہونے کی دو دو صورتیں ہیں مثلاً انسان یا از خود گمراہ ہو یا دوسرے اسے گمراہ کریں علی ہذا القیاس اس لئے معجز بیان نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر ایک کی دونوں صورتوں کا ذکر فرما کر ان سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرنے کی ہدایت فرمائی ہے سبحان اللہ کس قدر مہربان ہیں ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

دوسروں کے لئے باعث برکت متوکلین

وعن انس رضی الله عنه قال: کان اخوان علی عهد النبی صلی الله علیه وسلم وکان احدهما یاتی النبی صلی الله علیه وسلم والاخر یحترف، فشکا المحترف اخاه للنبی صلی الله علیه وسلم فقال: ولعلک ترزق به (ترمذی)

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں دو (حقیقی) بھائی تھے ان میں سے ایک تو (روزانہ) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں (تعلیم دین کیلئے) حاضر ہوا کرتا تھا اور دوسرا دن بھر روزی کماتا (اور گھر کا خرچ چلاتا تھا) تو ایک دن اس کمانے والے نے رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے بھائی کی شکایت کی (کہ یہ نکھٹو مفت کی روٹیاں کھاتا ہے ایک پیسہ نہیں کماتا گھر کا سارا بوجھ میرے اوپر ڈال رکھا ہے) تو آپ نے ارشاد فرمایا: (ارے بیوقوف تجھے کیا خبر) کہیں اسی کی برکت سے تجھے روزی نہ ملتی ہو۔

تشریح: اس کسب معاش میں مصروف رہنے والے شخص نے ناواقفیت اور نادانی کی بنا پر اپنے بھائی کے متعلق یہ سمجھ رکھا تھا کہ یہ میرا بھائی دراصل نکھٹو اور کام چور ہے محنت مزدوری سے بچنے کی غرض سے آپ کے پاس آ بیٹھتا ہے اسی لئے آپ سے شکایت کی تو ہادی امت نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی بدگمانی کو دور فرمایا اور اسی کے ذیل میں اس کو اور اس کے واسطے سے تمام امت کو دو نہایت اہم باتوں پر متنبہ فرمایا ایک یہ کہ یہ تیرا بھائی اور اسی قسم کے دین کی خدمت کے لئے اپنی زندگی کو وقف کرنے والے لوگ نکمے اور کام چور نہیں ہیں بلکہ یہ تو اتنا بڑا کام انجام دے رہے ہیں کہ اگر تم سب کے سب اس کام کو چھوڑ دو اور کمائی کے پیچھے لگ جاؤ تو سب گنہگار ہو اور قیامت کے دن پکڑے جاؤ اور وہ کام ہے اول خود علم دین حاصل کرنا اور اس کے بعد خدا کے دین کو اس کی تمام مخلوق تک پہنچانا سکھانا اور اس کی نشر واشاعت کرنا چنانچہ آیت کریمہ ذیل کے تحت علم دین حاصل کرنا اور پھر اسکی تبلیغ کرنا مسلمانوں پر فرض کفایہ ہے ارشاد ہے:

فلولا نفر من کل فرقة منهم طآئفة لیتفقهوا فی الدین ولینذروا قومهم اذا رجعوآ الیهم لعلهم یحذرون:

اور کیوں نہ نکلا (علم دین حاصل کرنے کیلئے) مسلمانوں کے ہر فرقہ میں سے ان میں کا ایک گروہ تاکہ وہ دین کا علم حاصل کرتا اور واپس آ کر ان کو (خدا کے دین سے) خبردار کرتا تاکہ وہ سب کے سب (خدا کی نافرمانیوں سے) بچتے اور پرہیز کرتے۔

یعنی ہر ملک ہر بستی ہر قوم، ہر قبیلہ اور ہر گھرانے کے لوگوں کا فرض ہے کہ وہ حسب ضرورت اپنے میں سے ایک یا چند آدمیوں کو علم دین حاصل کرنے اور اس کی تبلیغ واشاعت کے لئے وقف کردیں اور ان کے اخراجات کی خود کفالت کر کے انہیں فکر معاش سے آزاد کردیں تاکہ وہ یکسوئی اور فارغ البالی کے ساتھ اپنا تمام وقت اور قوت کار اول خود علم دین حاصل کرنے میں صرف کریں اور پھر خود عالم دین بن کر اپنے ملک کو بستی کو قوم کو قبیلہ کو اور عام مسلمانوں کو دین سے آگاہ کرنے اور سکھانے میں ہمہ تن اور ہمہ وقت مصروف رہیں اور اگر مسلمانوں نے اس دین سیکھنے سکھانے کے سلسلہ کو دنیا کمانے کی حرص میں پڑ کر بالکل چھوڑ دیا اور سب کے سب دنیا کے دھندوں میں لگ

گئے تو دین ان میں سے اٹھ جائے گا اور سب کے سب بے دین اور قہر خداوندی میں گرفتار ہو کر دنیا میں بھی گونا گوں مصیبتوں اور تباہیوں سے دوچار ہوں گے اور آخرت میں تو جہنم ان کا ٹھکانہ ہے ہی ایسی صورت میں یہ تیرا بھائی اور اس قسم کے تمام لوگ نکھٹو ' ناکارہ اور کام چور نہیں ہیں بلکہ تم سب کی طرف سے ایک دینی فرض ادا کر رہے ہیں ان کی معاشی کفالت تم سب پر فرض ہے۔

دوسری بات یہ کہ ہر انسان کو جو رازق مطلق روزی دیتا ہے وہ صرف اسی کی ضروریات پوری کرنے کے لئے نہیں دیتا بلکہ ان تمام خدا کے بندوں کی ضروریات پوری کرنے کے لئے بھی دیتا ہے جو یا روزی کمانے سے عاجز ولاچار ہیں یا انہوں نے اپنے آپ کو خدا کے حکم کے تحت اللہ تعالیٰ کے دین کی حفاظت کے لئے وقف کیا ہوا ہے اور ہمہ وقت ہمہ تن اسی میں لگے ہوئے ہیں خواہ توپ وتفنگ کے ذریعہ کافروں' مشرکوں اور خدا ناشناس دشمن دین و ایمان قوموں سے جنگ کرنے میں مصروف ہوں جن کو غازی کے لفظ سے تعبیر کیا جاتا ہے یا زبان وقلم کے ذریعہ سے ملحدوں' زندیقوں اور نام نہاد منافق مسلمانوں کے دین اسلام اور اسکی تعلیمات پر حملوں اعتراضات' شکوک وشبہات کا جواب دینے اور دین اور اس کے احکام وتعلیمات کی حقانیت ثابت کرنے میں ہمہ وقت اور ہمہ تن مصروف ہوں اور دنیا کے گوشہ گوشہ میں خاتم انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم:

فلیبلغ الشاھد الغائب

ہر موجود شخص کو چاہئے کہ وہ غیر موجود کو (دین) پہنچائے۔ کے تحت دین کی تبلیغ میں ہمہ تن منہمک ہوں۔

یہ دین کی حفاظت کے لئے اپنی زندگی کو وقف کر دینے والوں کا گروہ' خواہ مجاہدین ہوں خواہ علماء دین و مبلغین ہوں جو اپنی معاش اور ضروریات زندگی کے بارے میں صرف رزاق حقیقی اللہ تعالیٰ کی روزی رسانی اور حاجت روائی پر اعتماد کرتا ہے درحقیقت ان متوکلین علی اللہ کا گروہ ہے جن کی برکت سے ان کی معاشی کفالت کرنے والوں کو فراخ روزی ملتی ہے خصوصاً ایسے حالات میں کہ عالم اسباب میں ان کی معاشی کفالت کا کوئی یقینی اور قابل اعتماد وسیلہ نہ ہو جیسا کہ عہد نبوت میں اصحاب صفہ دین اور علم دین کے لئے زندگی وقف کر دینے والے صحابہ کا گروہ تھا اور اس شکایت کرنے والے کا بھائی اسی گروہ میں شامل یعنی نبوی مدرسہ کا ایک طالب علم تھا ایسی صورت میں ہر دو وجوہ کی بنا پر اس کی معاشی کفالت اس شکایت کرنے والے بھائی پر فرض اور لازم تھی لیکن نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے انداز بیان نہایت نرم اور ناصحانہ اختیار کیا اور فرمایا **لعلک ترزق به**۔ شاید اسی کی وجہ سے تجھے روزی ملتی ہو تا کہ اس جفاکش محنتی روزی کمانے والے کی دل شکنی نہ ہو ورنہ تو دوسری احادیث میں آپ نے صاف اور صریح لفظوں میں فرمایا ہے۔ **ترزقون بضعفآء کم**۔ تم کو رزق دیا جاتا ہے تم میں کے کمزور لوگوں کسب معاش سے مجبور و معذور لوگوں' کی وجہ سے اسی لحاظ سے یہ حدیث توکل کے ذیل میں آتی ہے۔

دُعا کیجئے

اے میرے رب! مجھ کو اس پر مداومت دیجئے کہ میں آپ کی نعمتوں کا شکر کیا کروں جو آپ نے مجھ کو اور میرے ماں باپ کو عطا فرمائی ہیں۔ اور (اس پر بھی مداومت دیجئے کہ) میں نیک کام کروں جس سے آپ خوش ہوں اور مجھ کو اپنی رحمت (خاصہ) سے اپنے (اعلیٰ درجہ کے) نیک بندوں میں داخل رکھئے۔

اسلام کیا ہے؟

وعن ابی عمرو، وقیل: ابی عمرة سفیان بن عبدالله رضی الله عنه قال: قلت: یارسول الله قل لی فی الاسلام قولا لا اسأل عنه احداً غیرک. قال: وقل: آمنت بالله: ثم استقم (مسلم)

ترجمہ: حضرت ابوعمرہ سفیان بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں: (ایک دن) میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ آپ مجھے اسلام کے متعلق ایسی (تسلی بخش) بات بتلا دیجئے کہ پھر مجھے کسی سے اسلام کے متعلق سوال نہ کرنا پڑے'' نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم (دل سے) آمنت باللہ کہہ لو اور پھر پختگی کے ساتھ (زندگی بھر) اس پر قائم رہو (بس یہی اسلام ہے)

تشریح: آمنت باللہ دراصل ایک معاہدہ ہے اس امر کا کہ میں نے اللہ تعالیٰ کی ہر بات کو اور اس کے ہر حکم کو مان لیا اور اس پر عمل کرنا اپنے ذمہ لے لیا اس لئے آمنت باللہ' میں اللہ پر ایمان لے آیا کے معنی یہ ہوئے کہ میں اللہ تعالیٰ کے دین اسلام پر یعنی اسلامی عقائد پر' عبادات پر' اور احکام پر ایمان لے آیا دل وجان سے ان کو برحق مان لیا اور ان پر عمل کرنے کا ذمہ دار بن گیا لہٰذا آمنت باللہ کہنے کے بعد جو شخص اسلام کے کسی بھی عقیدہ کو یا کسی بھی عبادت کو یا کسی بھی حکم کو نہ مانے اور اس کا سرے سے انکار کر دے یا اس کے کوئی ایسے معنی اور مراد بتلائے جو نہ اللہ تعالیٰ نے بتلائے نہ رسول نے' نہ ہی اس چودہ صدیوں کے عرصہ میں کسی صحابی نے امام نے مجتہد نے یا کسی بھی مسلم و مستند عالم نے بیان کئے تو اس نے خود اپنی زبان سے اپنے قول آمنت باللہ کی تردید و تکذیب کر دی معاہدہ کو توڑ دیا اور اسلام سے خارج اور کافر و مرتد ہو گیا اس لئے کہ اسلام نام ہے مجموعہ عقائد و عبادات و احکام کا ان تینوں میں سے کسی ایک کا بھی انکار یعنی کسی بھی عقیدہ کا انکار کسی بھی عبادت کا انکار' یا کسی بھی حکم کا انکار' اسلام کا انکار ہے چنانچہ یہودیوں نے اللہ تعالیٰ کے ایک حکم یعنی لڑائی میں اپنے حلیفوں کے ساتھ مل کر اپنے ہی ہم مذہب یہودیوں کو قتل کرنے کا خلاف کیا تھا تو اس پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

تو کیا تم (آسمانی) کتاب (تورات) کا ایک حکم مانتے ہو ایک کو نہیں مانتے؟ تو تم میں سے جو کوئی ایسا کرتا ہے اس کی سزا تو دنیا کی زندگی میں رسوائی ہے اور قیامت کے دن سخت ترین عذاب میں ڈالے جائیں گے۔

یہ بالکل ایسا ہی ہے جیسے کسی شخص کا کسی حکومت کو تسلیم کرنا ایک معاہدہ ہوتا ہے اس امر کا کہ میں نے اس حکومت کے تمام قوانین و احکام کو مان لیا اور ان پر عمل کرنے کا ذمہ دار بن گیا اور اس کے بعد اگر وہ حکومت کے کسی ایک قانون کو بھی نہ مانے خواہ وہ فوجداری کا قانون ہو یا دیوانی کا تو وہ اس حکومت کا باغی ہے اسی لئے اللہ تعالیٰ اہل ایمان کو خطاب کر کے فرماتے ہیں۔

یایھا الذین امنوا ادخلوا فی السلم کآفة ولا تتبعوا خطوات الشیطان انه لکم عدو مبین

اے ایمان والو تم پورے اسلام میں داخل ہو جاؤ اور شیطان کے نقش قدم پر مت چلو (کہ کوئی بات تو مانو اور کوئی نہ

مانو) بیشک وہ شیطان تمہارا کھلا ہوا دشمن ہے۔

لہٰذا جو شخص خاتم النبیین کو آخری نبی نہ مانے یا اس میں کوئی تاویل کرے اور آپ کے بعد کسی بھی شخص کو کسی بھی طرح کا نبی مانے یا قرآن عظیم کو اللہ تعالیٰ کا کلام نہ مانے بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حالت جذب واستغراق یعنی توسیع ذات میں کہا ہوا کلام کہے یا نماز کو عبادت نہ مانے اور کہے یہ تو اس زمانے کے فوجی تنظیم (ڈسپلن) سے ناواقف مسلمانوں کو فوجی تربیت دینے کی ایک مشق (پریڈ) تھی ہمارے زمانہ میں فوجی تعلیم وتربیت کی باضابطہ درس گاہیں کھل گئی ہیں اب نماز کی کوئی ضرورت باقی نہیں رہی یا زکوٰۃ کو مالی عبادت ماننے کے بجائے اسلامی حکومت کا ٹیکس قرار دے اور کہے کہ جس شخص نے سرکاری ٹیکس دے دیا اس کی زکوٰۃ ادا ہوگئی اسی طرح حج کو عبادت نہ مانے بلکہ اس زمانے کے مسلمانوں کی ایک سیاسی کانفرنس بتلائے جو آپ نے مکہ میں بلائی تھی کاروباری سود کو تجارتی منافع کہہ کر حلال اور جائز بتلائے باہمی رضامندی کے ساتھ زنا کو جائز قرار دے شراب اتنی جس سے نشہ نہ ہو یا بیر وغیرہ شرابوں کو حلال کہے غرض اسی طرح تمام شرعی احکام کا یہ کہہ کر انکار کر دے کہ یہ احکام اب سے چودہ سو برس پہلے عرب معاشرہ کے تقاضا کے مطابق دیئے گئے تھے اب نہ وہ زمانہ ہے نہ وہ معاشرہ اب ان کے بجائے قانون ساز اسمبلیوں کے بنائے ہوئے قوانین اور برسر اقتدار حکومت کے احکام کی پابندی فرض ہے یہ اور اسی قسم کے نام نہاد مسلمان اپنی زبان سے خود اپنے ایمان واسلام سے خارج ہونے پر مہر تصدیق ثبت کر رہے ہیں یہ لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے دین پر ایمان لانے کے بجائے اسلام اور مسلمانوں کے کھلے ہوئے دشمن یہودی اور نصرانی مستشرقین اور ان کی تحقیقات پر ایمان لائے ہیں انہی شیاطین کے نقش قدم پر چل رہے ہیں ان کو اسلام سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔

اس زمانہ میں چونکہ ملحدوں اور بیدینوں کا ایک مخصوص فرقہ اپنے مخصوص مشن کے تحت اسلام کے نام پر اسلام کے عقائد عبادات اور احکام کی بیخ کنی پر تلا ہوا ہے اور "ماڈرن اسلام" تیار کرنے کے درپے ہے اس لئے آمنت باللہ کی تشریح میں ہم نے مذکورہ بالا تفصیلات کا بیان کرنا ضروری سمجھا تاکہ کتاب کے قارئین ان دشمنان اسلام یہودیوں اور نصرانیوں کے مہروں کی شاطرانہ چالوں میں نہ آئیں اور اپنے دین وایمان کو محفوظ رکھیں اللہ تعالیٰ ہم سب کو آمنت باللہ پر استقامت کی توفیق عطا فرمائیں آمین بحرمتہ سید المرسلین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم۔

ایک اہم نکتہ آمنت باللہ اور ربنا اللہ کا باہمی ربط

امنت باللہ کی تفصیل

اسی امنت باللہ کی تفصیل نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے ذیل کی حدیث میں فرمائی ہے۔

رضیت باللہ رباً وبالاسلام دیناً وبمحمد صلی اللہ علیہ وسلم رسولاً ونبیاً

میں نے اللہ کو رب مان لیا اور اسلام کو اپنا دین اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا پیغمبر اور نبی (مان لیا)

یہ تفصیل ہمارے اس بیان کی تائید کرتی ہے جو ہم نے آمنت باللہ کے معنی کے ذیل میں ذکر کیا ہے۔

امنت باللہ کی مسلمانوں میں اہمیت

آمنت باللہ کی مسلمانوں کے نزدیک اہمیت کا اندازہ اس سے کیجئے کہ اسلامی مکتبوں میں اسکولوں میں نہیں کہ ان کے سربراہوں کا مقصد تو مسلمان بچہ کے کانوں کو ان چیزوں سے

نا آشنا رکھنا ہی ہے ہر مسلمان بچے کو اسلام کے پانچ کلموں کے ساتھ ایمان مجمل کے عنوان سے یاد کرایا جاتا ہے۔

امنت باللہ کماھو باسمآء ہ وصفاتہ وقبلت جمیع احکامہ

میں اللہ پر جیسا وہ ہے اپنے ناموں اور صفتوں کے ساتھ ایمان لے آیا اور اس کے تمام احکام قبول کر لئے

اور ایمان مفصل کے عنوان سے یاد کرایا جاتا ہے:

امنت باللہ وملائکتہ وکتبہ ورسلہ والیوم الاخر والقدر خیرہ وشرہ من اللہ تعالیٰ والبعث بعدالموت.

میں ایمان لے آیا اللہ پر اس کے فرشتوں پر اس کی کتابوں پر اس کے پیغمبروں پر اور قیامت کے دن پر اور تقدیر پر جو اچھی ہو یا بری اللہ کی جانب سے ہے اور مرنے کے بعد زندہ اٹھنے پر۔

اسی کا نتیجہ ہے کہ ان مکتبوں میں پڑے ہوئے بچوں کے دل پر یہ امور جو اسلامی معتقدات کا نچوڑ ہیں پتھر کی لکیر کی طرح نقش ہو جاتے ہیں اور ساری عمر نہیں مٹتے۔

دُعا کیجئے

اے اللہ! میں آپ سے اس گناہ کی معافی چاہتا ہوں جس سے میں نے توبہ کی ہو اور پھر لوٹ کر اس کو کر لیا ہو۔ اور میں آپ سے اس عہد کی معافی چاہتا ہوں جو میں نے اپنی جانب سے دیا ہو اور پھر اس کو پورا نہ کیا ہو۔ اور میں آپ سے معافی چاہتا ہوں ان نعمتوں کے بارہ میں جن سے میں نے قوت حاصل کر کے اسے آپ کی نافرمانی میں لگایا اور میں معافی چاہتا ہوں اس نیکی کے بارہ میں کہ میں نے اس کو خالصتاً آپ کیلئے کرنا چاہا پھر اس میں ان چیزوں کی آمیزش کر لی جو صرف آپ کے لئے نہ تھیں۔ یا اللہ آپ مجھے رسوانہ کیجئے بے شک آپ مجھے خوب جانتے ہیں اور مجھے عذاب نہ دیجئے بے شک آپ مجھ پر ہر طرح قدرت رکھتے ہیں۔

اے اللہ! ساتوں آسمانوں، عرش عظیم کے مالک۔

اے اللہ! آپ میرے لئے ہر مہم میں کافی ہو جائیے جس طرح آپ چاہیں اور جس جگہ سے آپ چاہیں کافی ہیں مجھے اللہ میرے دین کے لئے کافی ہے مجھے اللہ میری دنیا کے لئے کافی ہے مجھے اللہ میری فکروں کے لئے کافی ہے مجھے اللہ اس شخص کے مقابلہ کے لئے جو مجھ پر زیادتی کرے کافی ہے مجھے اللہ اس شخص کے لئے جو مجھ سے حسد کرتا ہو کافی ہے مجھے اللہ اس شخص کے لئے جو مجھے بُرائی کے ساتھ دھوکہ دیتا ہے کافی ہے مجھے اللہ موت کے وقت کافی ہے مجھے اللہ سوال قبر کے وقت۔ میزان (حشر) کے پاس کافی ہے۔ صراط (محشر) کے پاس مجھے اللہ کافی ہے۔ وہ اللہ کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ میں نے اسی پر بھروسہ کیا ہے اور وہی عرش عظیم کا مالک ہے۔

اے اللہ! میں آپ سے شکر گزاروں جیسا اجر، مقربین کی سی مہمانداری، انبیاء علیہم السلام کی رفاقت، صدیقوں جیسا اعتقاد، اہل تقویٰ کی سی خاکساری، اہل یقین کا سا خشوع مانگتا ہوں یہاں تک کہ آپ مجھے اسی حال میں اٹھالیں اے سب رحم کرنے والوں سے بڑھ کر رحیم۔

اعتدال اور استقامت کا حکم

وعن ابی هريرة رضی الله عنه: قال: قال رسول الله صلی الله عليه وسلم: قاربوا وسددوا، واعلموا انه لن ينجو احد منكم بعمله، قالوا: ولا انت يارسول الله؟ قال: ولا انا الا ان يتغمدنی الله برحمة منه وفضل (مسلم)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم (دینی اور دنیوی) تمام کاموں میں درمیانی راہ اعتدال کو اختیار کرو اور (ساری عمر اس پر) سختی کے ساتھ قائم رہو اور یاد رکھو تم میں سے کوئی شخص بھی (محض) اپنے عمل کی وجہ سے ہرگز نجات نہیں پائے گا صحابہؓ نے عرض کیا اور نہ آپ یارسول اللہ آپ نے فرمایا: اور نہ میں بجز اس کے کہ اللہ تعالیٰ مجھے اپنی رحمت (کی پناہ میں) اور فضل (وانعام کے دامن) میں چھپالے۔

تشریح: اس حدیث کے پہلے حصہ میں نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے دینی اور دنیوی امور میں کامیابی وکامرانی کے دو عظیم اصولوں کو بیان فرمایا ہے ایک اعتدال دوسرے استقامت ان دونوں اصولوں کی سیر حاصل تشریح آپ پڑھ چکے ہیں جس شخص کو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے ان دونوں اصولوں پر قائم رہنے کی توفیق عطا فرمادیں یقیناً وہ قرآن اور حدیث کی تصریحات کے مطابق دنیا میں بھی سرخروئی کی زندگی بسر کرے گا اور آخرت میں تو جنت اور نعیم جنت کا اس کے لئے وعدہ ہے ہی چونکہ مکار نفس ہر وقت اس کو دینی فوز وفلاح سے محروم کرنے کی گھات میں لگا رہتا ہے اس لئے اس اعلیٰ درجہ کی دینداری اور خدا پرستی کو بھی وہ اپنے ہتھکنڈوں سے انسان کی ہلاکت کا ذریعہ بنا دیتا ہے۔ ان ہتھکنڈوں میں سے ایک ہتھکنڈہ ہے عجب نفس جس کو اردو محاورہ میں خود پرستی کہتے ہیں اور اس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ جب کسی خدا کے بندے کو اس کی رحمت سے اعتدال اور استقامت کی توفیق نصیب ہو جاتی ہے تو وہ نفس کے بہکائے میں آ کر خود کو بہت بڑا خدا پرست اور مقرب بارگاہ الٰہی سمجھنے لگتا ہے رفتہ رفتہ یہ عجب نفس تکبر کی صورت اختیار کر لیتا ہے اور دوسرے مسلمانوں کو اپنے سے کمتر اور حقیر سمجھنے لگتا ہے اور پھر پورا شیطان بن جاتا ہے اور بقول شیخ سعدیؒ تکبر عزازیل راخوار کرد۔ بزندان لعنت گرفتار کرد۔ تکبر ہی نے شیطان کو ذلیل وخوار کیا لعنت اور پھٹکار کے زندان میں گرفتار کر دیا ہمیشہ ہمیشہ کے لئے مردود وملعون بن جاتا ہے۔

سرتاپا شفقت نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم انسانی فطرت کے خصوصاً اپنی امت کے سب سے بڑے نبض شناس ہیں اس لئے آپ نے اعتدال اور استقامت کی تعلیم دینے کے فوراً بعد اس گمراہی کے خطرہ کا سد باب فرما دیا کہ دیکھنا کہیں اپنے اس حسن عمل پر گھمنڈ مت کر بیٹھنا نجات ان اعمال سے نہیں ملے گی نجات کا مدار تو صرف اللہ تعالیٰ کے سایۂ رحمت میں پناہ ملنے پر ہے اور اسکا پتہ قیامت کے دن ہی چلے گا کہ اس کی رحمت کی پناہ ملی یا نہیں ملی؟ اس لئے نیکوکاری کے کتنے ہی اعلیٰ درجہ پر کیوں نہ پہنچ جاؤ کبھی اپنے اعمال صالحہ پر بھروسہ مت کرنا بلکہ خدا سے ڈرتے اور گڑگڑا کر رحمت ومغفرت کی دعائیں اس سے مانگتے رہنا پھر از راہ شفقت ورحمت صحابہؓ کے سوال کے جواب میں اپنی ذات معصوم عن الخطا قصداً خطا سے محفوظ ذات، کو بھی

رحمت وفضل خداوندی کے محتاج لوگوں کے زمرہ میں شامل فرما دیا یہی راز ہے اس کا کہ حبیب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے اس اعلان کے باوجود کہ اللہ نے تمہارے اگلے پچھلے سب گناہ معاف فرما دیئے دن میں کم از کم سو مرتبہ یعنی بکثرت توبہ واستغفار کرتے تھے جس کی تفصیل آپ توبہ واستغفار کے باب میں پڑھ چکے ہیں۔

ہمیں یقین ہے کہ اس بیان کو پڑھ کر حدیث شریف کے دونوں حصوں میں ربط وتعلق بخوبی واضح ہو گیا ہوگا انشاء اللہ العزیز۔

مختصر یہ ہے کہ عبادات وطاعات وغیرہ اعمال صالحہ اختیار کرنے اور گناہوں معصیتوں وغیرہ سے بچنے کی خواہش طلب اور جذبہ بھی اللہ تعالیٰ کی مشیت ورحمت پر موقوف ہے ان پر عمل کی توفیق بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت پر موقوف ہے اور ان کو قبول فرمانا بھی اسی ارحم الراحمین کی رحمت پر موقوف ہے لہٰذا عذاب جہنم سے نجات پانا بھی اسی رحمٰن ورحیم کی رحمت وشفقت اور فضل وانعام پر موقوف ہے ابتداء میں بھی رحمت درمیان میں بھی رحمت اور آخر میں بھی رحمت غرض بندے کی دنیا اور آخرت کی پوری زندگی میں رحمٰن ورحیم پروردگار کی رحمت ہی رحمت اور فضل ہی فضل کارفرما ہے۔ یہی مطلب ہے آیت کریمہ نمبر (۴) کے روح پرور، انسانیت نواز فقرہ کا:

ہم ہی تمہارے ولی ہیں دنیا کی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی۔

بندے کے اعمال صالحہ اور توبہ واستغفار تو محض ارحم الراحمین کی رحمت کا ایک وسیلہ بلکہ بہانہ ہیں فارسی شاعر نے خوب کہا ہے:

رحمت حق بہانی جوید...... رحمت حق بہانہ، می جوید

خدا کی رحمت قیمت (عوض) کا مطالبہ نہیں کرتی خدا کی رحمت تو بہانہ ڈھونڈتی ہے۔

بندوں کی حوصلہ افزائی بلکہ عزت افزائی کے لئے قرآن عظیم میں جنت اور نعیم جنت کو "جزاء اعمال" سے تعبیر فرما دیا ہے۔

دُعا کیجئے

اے اللہ! میں آپ سے بہ واسطہ اس انعام کے جو پہلے مجھ پر رہا ہے اور بہ واسطہ اس اچھے امتحان کے جو آپ نے لیا ہے اور بہ واسطہ اس فضل کے جو آپ نے مجھ پر کیا ہے درخواست کرتا ہوں کہ آپ مجھے اپنے احسان فضل ورحمت سے جنت میں داخل فرما دیجئے۔

اے اللہ! میں آپ سے ایمان دائم ہدایت محکم علم نافع کا سوال کرتا ہوں

اے اللہ! کسی بدکار کا مجھ پر احسان نہ ہونے دیجئے کہ مجھے دنیا وآخرت میں اس کا معاوضہ ادا کرنا پڑے۔

اے اللہ! میرے گناہ بخش دیجئے میرے اخلاق وسیع اور میری آمدنی حلال کر دیجئے اور آپ نے مجھے جو کچھ دے رکھا ہے اس پر مجھے قناعت دے دیجئے اور جو چیز آپ نے مجھ سے ہٹالی ہو اس کی طرف میری طلب ہی کو نہ لے جائیے۔

نیک کاموں میں عجلت

عن ابی هریرة رضی الله عنه ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال: بادروا بالاعمال فتنا کقلع اللیل المظلم یصبح الرجل مؤمنا ویمسی مؤمنا ویصبح کافراً، یبیع دینه بعرض من الدنیا. (مسلم)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا نیک کام کرنے میں عجلت کیا کرو (آج کل پر مت رکھا کرو) اس لئے کہ عنقریب اندھیری رات کے ٹکڑوں (حصوں) کی طرح (ایسے) فتنے رونما ہوں گے کہ آدمی صبح کو مومن ہوگا اور شام کو کافر ہو جائے گا اور شام کو مومن ہوگا صبح (ہوتے ہوتے) کافر ہو جائے گا اپنے دین کو متاع دنیا کے بدلے بیچ ڈالے گا۔

تشریح: حدیث کا مطلب یہ ہے کہ ان تاریک فتنوں کے زمانے میں ایمان وکفر حق وباطل اور حلال وحرام میں اتنا شدید اشتباہ والتباس ہو جائے گا کہ دونوں میں فرق کرنا اور کفر سے باطل سے اور حرام سے بچنا بے حد دشوار ہو جائے گا چنانچہ ایک مسلمان مومن دنیاوی معاملات اور کاروبار کو ایمان واسلام کے مطابق اور برحق وحلال سمجھ کر کرے گا حالانکہ وہ سراسر حرام باطل اور اسلام کے منافی ہوگا اور نفس کے دھوکے اور فریب میں آ کر اسلام سے ہاتھ دھو بیٹھے گا اور کافر ہو جائے گا اس لئے کہ حرام کو حلال جاننا اور باطل کو حق سمجھ لینا یقیناً کفر ہے اسی طرح مال یا جاہ ومنصب کی خاطر یا کسی اور منفعت کی طمع میں شعوری یا غیر شعوری طور پر گرفتار ہو کر اس کو حق سمجھ کر اختیار کر لے گا اور کسی بھی باطل عقیدہ کو حق سمجھ لینا کفر ہے اور اسلام سے خارج ہونے کا موجب ہے اور ظاہر ہے کہ حالت کفر میں کیا ہوا کوئی بھی اچھے سے اچھا عمل اللہ کے ہاں قبول نہیں ہو سکتا اور آخرت میں کام نہیں آ سکتا اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

(اے نبی) تم کہہ دو! آؤ تمہیں اعمال کے لحاظ سے سب سے زیادہ خسارہ میں رہنے والوں سے آگاہ کریں یہ وہ لوگ ہیں جن کی دنیا کی زندگی میں کی ہوئی تمام تر کوششیں (اور اعمال) رائیگاں اور بیکار گئیں اور وہ یہی سمجھتے رہے کہ ہم اچھے کام کر رہے ہیں۔

لہٰذا نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم متنبہ فرماتے ہیں کہ ایسا وقت اور ایسا پرفتن زمانہ آنے سے پہلے جس قدر بھی اعمال صالحہ اور کارہائے خیر کر سکتے ہو کر لو ٹال مٹول اور تاخیر ہرگز مت کرو۔

اس پرفتن زمانہ میں کفر سے بچنے کی تدبیر

اس پرفتن زمانے میں اس غیر شعوری یا شعوری کفر سے بچنے کی صورت صرف یہ ہے کہ اول تو انتہائی کوشش کرے کہ ایسے مشتبہ امور ومعاملات اور دنیوی کاروبار سے حتی الامکان بچے اور دور رہے اسی طرح کسی بھی دنیوی منفعت یا مالی وجاہی فائدہ کے عوض مجمع علیہ عقائد حقہ سے کسی بھی قیمت پر دستبردار نہ ہو بلکہ دینی عقائد کی حفاظت میں بڑے سے بڑا دنیاوی نقصان اٹھانے کے لئے بخندہ پیشانی تیار اور آمادہ رہے اور ہر دنیاوی منفعت حاصل کرنے سے پہلے اچھی طرح غور وفکر کر لے کہ یہ منفعت مجھے میرے دین کے بدلے میں تو حاصل نہیں ہو رہی؟ اسی طرح اگر پاک وصاف اور حلال روزی خواہ کتنی ہی قلیل

کیوں نہ ہو میسر آ سکتی ہے تو اسی پر اکتفا کرے اور جیسے تیسے اس چند روزہ زندگی کو گزار دینے پر قناعت کرے اور اگر اضطرار کی حالت پیش آ جائے اور فاقہ کشی کی نوبت پہنچ جائے تو اکل میتہ (مردار جانور کھانے) کے درجہ میں اس کو حرام جانتے ہوئے پیٹ کی آگ بجھائے اور زندہ رہنے کے بقدر اس روزی پر اکتفا کرے اور اللہ تعالیٰ سے برابر توبہ واستغفار کرتا رہے اور حلال روزی عطا کرنے کی دعائیں مانگتا رہے اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے اس پر حلال روزی کے راستے ضرور کھول دیں گے۔

اور جو شخص اللہ تعالیٰ (کی نافرمانی سے) ڈرے گا اللہ تعالیٰ اس کے لئے ضرور کوئی راستہ نکال دیں گے اور ایسی جگہ سے اس کو روزی دیں گے جہاں سے ملنے کا وہم وگمان بھی نہ ہوگا۔

بہرحال ایک مومن مسلمان کو دین پر دنیا کو ترجیح اور فوقیت ہرگز نہ دینی چاہئے کہ یہ تو کفار کا شیوہ ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

بلکہ تم تو دنیا کو (آخرت پر) ترجیح دیتے ہو حالانکہ آخرت (کی زندگی دنیا کی زندگی سے) بہت بہتر اور پائیدار ہے۔

اسی بنا پر نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو حسب ذیل دعا مانگنے کی ہدایت فرمائی ہے۔

اے اللہ! تو ہمارے دین کو ہمارے لئے مصیبت نہ بنائیو اور دنیا کو ہمارا سب سے بڑا فکر اور غم نہ بنائیو اور نہ منتہائے علم (مقصد علم) بنائیو۔

نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے تو مذکورہ ذیل حدیث میں ان مشتبہ امور سے بھی بچنے اور دور رہنے کی ہدایت فرمائی ہے جو نہ قطعی طور پر حرام ہوں اور نہ قطعی طور پر حلال، حدیث میں آتا ہے۔

نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں۔

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے سنا ہے آپ فرما رہے تھے حلال بھی بالکل ظاہر ہے اور حرام بھی بالکل ظاہر ہے ان دونوں (حلال وحرام) کے درمیان کچھ مشتبہ امور بھی ہیں جن کو بیشتر لوگ نہیں جانتے (کہ وہ حرام ہیں یا حلال) پس جو شخص ان مشتبہ امور سے بچا (اور دور رہا) اس نے تو اپنے دین اور آبرو کو محفوظ کر لیا (نہ خدا کی ناراضگی کا اندیشہ رہا اور نہ لوگوں میں بدنام ہوا) اور جو ان مشتبہ امور میں پڑ گیا اس کی مثال اس چرواہے کی سی ہے جو محفوظ وممنوع چراگاہ کے آس پاس اپنے مویشی چراتا ہے کہ وہ کبھی نہ کبھی ممنوع چراگاہ میں ضرور جا گھسے گا۔ یاد رکھو ہر بادشاہ کی ایک محفوظ (سرکاری) چراگاہ ہوتی ہے اچھی طرح سن لو اللہ تعالیٰ کی محفوظ چراگاہ (روئے زمین پر) وہ امور ہیں جن کو اس نے حرام کیا ہے (جو کوئی بھی ان میں سے کسی بھی حرام کام کا ارتکاب کرے گا ضرور سزا کا مستحق ہوگا) اور مشتبہ امور کا ارتکاب کرنے والا کسی نہ کسی دن حرام کام کر بیٹھے گا (رواہ البخاری جلد نمبر ۱ صفحہ ۱۳)

چہ جائیکہ قطعی طور پر حرام امور کہ ان کا ارتکاب تو اللہ تعالیٰ کی کھلی نافرمانی بلکہ بغاوت ہے۔

اعاذنا اللہ تعالیٰ (خدا تعالیٰ ہمیں بچائے آمین)

دُعا کیجئے

اے اللہ! میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ دوزخ سے میری جان بخشی فرما دیجئے

اے اللہ! موت کی بے ہوشیوں اور سختیوں پر میری مدد فرمائیے۔

مستحقین کو مال فی الفور پہنچانے کی تاکید

عن ابی سروعة. بکسر السین المهملة وفتحها. عقبة بن الحارث رضی الله عنه قال: صلیت وراء النبی صلی الله علیه وسلم بالمدینة العصر، فسلم ثم قام مسرعا فتخطی رقاب الناس الی بعض حجر نسائه، ففزع الناس من سرعته، فخرج علیهم، فرای انهم قد عجبوا من سرعته، قال: ذکرت شیئا تبر عندنا، فکرهت ان یجسنی، فأمرت بقسمته (بخاری)

ترجمہ: حضرت ابو سروعہ عقبہ بن الحارث رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے مدینہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے عصر کی نماز پڑھی تو آپ سلام پھیرنے کے بعد (خلاف معمول فوراً) کھڑے ہوئے اور لوگوں کی گردنیں پھلانگتے ہوئے بڑی تیزی سے ازواج مطہرات میں سے کسی ایک کے حجرے کی طرف تشریف لے گئے تو جب (زنان خانہ سے) باہر (صحابہؓ کے پاس) تشریف لائے تو آپ نے دیکھا کہ لوگ آپ کی اس عجلت پر تعجب کر رہے ہیں تو آپ نے فرمایا: کچھ سونے کے ٹکڑے مجھے (گھر میں رکھے ہوئے اچانک) یاد آ گئے تو مجھے ان کی (اپنے گھر میں) موجودگی اچھی نہیں معلوم ہوئی اس لئے میں (فوراً گھر گیا اور) اس کو (حاجتمندوں میں) تقسیم کردینے کے لئے کہہ دیا یہ بخاری کی روایت کے الفاظ ہیں ایک اور روایت میں ہے کہ میں گھر میں صدقہ کے کچھ سونے کے ٹکڑے چھوڑ آیا تھا تو رات بھر ان کو اپنے گھر میں رکھنا مجھے برا معلوم ہوا اور میں نے یاد آتے ہی فوراً (گھر جا کر) ان کو (مستحقین میں) تقسیم کردینے کا حکم دے دیا۔ بخاری شریف تبر سونے یا چاندی کے (بغیر سکہ لگے) ٹکڑوں کو کہتے ہیں۔

تشریح: اس حدیث میں نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو عملی طور پر جس کار خیر کا ارادہ کیا ہو اس کو بلا تاخیر اور بلا تردد جلد از جلد کر لینے کی تعلیم وترغیب فرمائی ہے۔

انسانی زندگی کے واقعات وتجربات شاہد ہیں کہ انسان بسا اوقات آج کل اور ٹال مٹول کی بنا پر بعض کارہائے خیر سے محروم رہ جاتا ہے جو اگر سازگار حالات میں جبکہ اس نے ارادہ کیا تھا بلا تاخیر انجام دے لیتا تو ہو جاتے اور دنیا وآخرت دونوں میں کام آتے لیکن بلا وجہ تاخیر کی بنا پر نہیں کرتا اور پھر ساری عمر اپنی اس کوتاہ کاری پر کف افسوس ملتا رہتا ہے کہ کاش جب میں نے ارادہ کیا تھا اسی وقت یہ کام کر لیتا اور ٹال مٹول نہ کرتا تو آج کام آتا اسکی وجہ یہ ہے کہ انسانی زندگی میں سازگار حالات ہمیشہ برقرار نہیں رہتے جو شخص بھی اپنی زندگی کے نشیب وفراز پر غور کرے گا اسے ضرور اسے کارہائے خیر یاد آئیں گے جن کو بروقت نہ انجام دینے پر افسوس اور محرومی کا احساس ہوگا۔

ظاہر ہے کہ حدیث ترجمۃ الباب (عنوان باب) کے دوسرے جزو سے متعلق ہے۔

دُعا کیجئے

اے اللہ! مجھے بخش دیجئے مجھ پر رحم فرمائیے اور مجھے اعلیٰ رفیقوں کے ساتھ جاملائیے۔

حصول جنت کا شوق

عن جابر رضی الله عنه قال: قال: رجل للنبی صلی الله علیه وسلم یوم احد: ارایت ان قتلت فاین أنا؟ قال: فی الجنة فالقی تمرات کن فی یده ثم قاتل حتي قتل. متفق علیه

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: ایک آدمی نے جنگ ''احد'' کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ اگر میں قتل کر دیا گیا تو میں کہاں ہوں گا؟ آپ نے جواب دیا جنت میں' تو یہ سنتے ہی اس کے ہاتھ میں جو کھجوریں تھیں وہ اسی وقت زمین پر ڈال دیں اور پھر جنگ کے میدان میں کود پڑا یہاں تک کہ لڑتے لڑتے مارا گیا اور شہید ہو گیا (اور سیدھا جنت میں پہنچ گیا)

تشریح! ان صحابی رضی اللہ عنہ کی شہادت کا یہ سبق آموز واقعہ حیات بعد الموت اور آخرت پر ایمان کامل اور یقین محکم کا نتیجہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے فی الجنة کا جواب سن کر شوق شہادت میں سرشار صحابی نے اتنی تاخیر بھی گوارہ نہ کی کہ ہاتھ میں لی ہوئی کھجوریں ہی کھا لیتے اور پیٹ کی آگ بجھا لیتے بلکہ اس زندگی اور اس کے تقاضوں سے بے نیاز و بالاتر ہو کر ہاتھ کے ہاتھ جنت میں پہنچ گئے۔

ایک ایسے ہی کفار و مشرکین کے ہاتھوں شہید ہونے والے جانباز و سرفروش بندہ کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

بلاشبہ میں تمہارے رب پر ایمان لے آیا کان کھول کر سن لو (تو فوراً کافروں نے اس کو رب جلیل پر ایمان لانے کے جرم میں قتل کر دیا) تو رب جلیل کی جانب سے (اسی وقت اس سے کہہ دیا گیا جاؤ جنت میں داخل ہو جاؤ (اس پر اس سرفروش غازی) نے کہا کاش کہ میری قوم کو علم ہو جاتا کہ میرے رب نے میری (عمر بھر کی) خطاؤں کو معاف کر دیا اور مجھے اپنے مقرب و معزز بندوں (شہداء) میں شامل کر لیا۔

حدیث کا حاصل یہی ہے کہ کسی بھی کار خیر میں تردد و تذبذب اور تاخیر نہ کرنی چاہئے بلکہ جب موقع ہاتھ آئے فوراً کے فوراً اس کام کو انجام دے لینا چاہئے خواہ وہ جان دینا اور شہادت کا جام پینا ہو اور خواہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں مال خرچ کرنا ہو۔

مگر یہ وہی شخص کر سکتا ہے جس کو آخرت پر یقین کامل ہو اور اس کی فکر میں بے چین ہو۔

ہماری حالت

افسوس کا مقام تو یہ ہے کہ ہم تو سرے سے اس فکر آخرت سے ہی محروم ہیں آخرت کے لئے کچھ کرنا تو بڑی بات ہے ہم تو اسی ہیچ و پوچ دنیا اور فانی زندگی اور اس کے لوازمات مہیا کرنے میں اس طرح سرگرداں ہیں کہ اور کسی بات کا ہوش ہی نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے کتنے واضح الفاظ میں متنبہ کیا ہے۔

بل تؤثرون الحیوة الدنیا (سورۃ اعلیٰ: ۱۶)

بلکہ تم تو دنیا کی زندگی کو ہی ترجیح دیتے ہو۔

مگر وائے محرومی کہ ہم شب و روز قرآن کریم میں اس قسم کی آیات تلاوت کرتے اور پڑھتے ہیں مگر ہم دیوانگان دنیا پر مطلق اثر نہیں ہوتا حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اس دیوانگی کے انجام سے بھی آگاہ فرما دیا ہے۔

آفات سے پہلے صدقہ کرنا اصل صدقہ ہے

عن ابی هريرة رضی الله عنه قال: جاء رجل الی النبی صلی الله علیه وسلم فقال: یا رسول الله ای الصدقة اعظم اجرا؟ قال: وان تصدق وانت صحیح شحیح نخشی الفقر، وتامل الغنی، ولا تمهل حتی اذا بلغت الحلقوم. قلت: لفلان کذا ولفلان کذا. وقد کان لفلان، (متفق علیہ)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: ایک دن ایک آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور دریافت کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کس صدقہ کا اجر سب سے بڑا ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا: وہ صدقہ جو تم اس حالت میں کرو کہ تم تندرست بھی ہو (جس کی بنا پر زندہ رہنے کی بجا طور پر امید رکھتے ہو پس انداز کرنے کی غرض سے پیسہ) خرچ کرنے میں بخیل بھی ہو تنگدستی سے ڈرتے بھی ہو مالدار بننے کی امید بھی رکھتے ہو (اور ان سب باتوں کے باوجود اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے صدقہ کرو) نہ کہ وہ صدقہ جس کو تم ٹالتے رہو ٹالتے رہو یہاں تک کہ جب دم نکلنے لگے تو کہو کہ فلاں کو اتنا دے دو) فلاں کو اتنا حالانکہ اب تو (وہ مال آپ سے آپ فلاں اور فلاں کا ہو گیا (دم نکلتے ہی وہ مال خود بخود اوروں کا ہو جائے گا)

تشریح: ایک تندرست اور اچھی صحت والا شخص زندہ رہنے اور عمر طبعی کو پہنچنے کی بجا طور پر امید کرتا ہے اور زندگی بسر کرنے کے لئے مال کی ضرورت ظاہر ہے اور ناگہانی مصائب کے وقت فقر و فاقہ سے بچنے کے لئے کچھ مال پس انداز کرنا بھی ضروری ہے جس کے لئے کفایت شعاری اور جز رسی لازمی ہے اور خوشحال زندگی بسر کرنے کے لئے جائز طریقہ پر دولت مند بننے کی کوشش کرنا بھی کچھ بری بات نہیں ہے یہ سب انسان کے فطری تقاضے ہیں لہٰذا ان حالات میں صدقہ خیرات کرنا بڑی جو ان ہمتی کا کام ہے اور نفس انسانی پر انتہائی شاق ہے اسی لئے اس کا ثواب بھی بہت بڑا ہے برعکس اس کے ایک بیمار اور زندگی سے مایوس انسان یا اتنا مالدار جس کو تنگدستی کا اندیشہ نہ ہو کہ ان دونوں شخصوں کا صدقہ خیرات کرنا کوئی خاص کارنامہ نہیں ہے نہ ہی ان کے نفس پر شاق ہوتا ہے چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے۔

اشق الاعمال اکثرها ثوابا

جو اعمال انسان پر جتنے زیادہ شاق ہوتے ہیں ان کا ثواب بھی اتنا ہی زیادہ ہوتا ہے۔ مگر اس صدقہ وخیرات کی جرأت ان فطری موانعات کے باوجود وہی شخص کرتا ہے جسے آخرت کی فکر اور خدا کا خوف ہو اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

باقی جو شخص اپنے رب کے سامنے پیش ہونے سے ڈرا اور نفس کو خواہشات سے باز رکھا تو اس کا (ابدی) ٹھکانا جنت ہی ہے۔

موجودہ زمانہ میں ہماری حالت

مگر ہماری حالت تو اس فتنہ پرور زمانہ میں اتنی ناگفتہ بہ ہے کہ حلال وحرام اور جائز و ناجائز کا فرق کئے بغیر نفسانی خواہشات یا کہئے نفس پروری میں اس قدر منہمک اور سرگرداں ہیں کہ خدا کے سامنے پیش ہونے کا خوف تو کیا خیال بھی نہیں آتا کہ ہم اس نفس امارہ کو اس کی ناجائز خواہشات سے باز رکھ کر آخرت کے لئے کوئی کام کریں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار کا حق

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جنگ احد کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک تلوار دست مبارک میں لی اور فرمایا اس تلوار کو کون لیتا ہے تو سب نے ہاتھ پھیلا دیئے اور ہر شخص نے کہا میں یا رسول اللہ آپ نے فرمایا: تو جو اس تلوار کو لے گا اس کو اس کا حق بھی ادا کرنا ہوگا تو سب پیچھے ہٹ گئے (اور پھیلے ہوئے ہاتھ سکڑ گئے) تو ابودجانہ رضی اللہ عنہ) (آگے بڑھے اور) انہوں) نے عرض کیا میں اس تلوار کو لیتا ہوں اور اس کے حق ادا کرنے کا ذمہ بھی لیتا ہوں چنانچہ ابودجانہ نے وہ تلوار لے لی اور خوب مشرکین کی کھوپڑیاں اس سے پھاڑیں اور گردنیں کاٹیں۔

تشریح: یہ بات نہیں کہ دوسرے ہاتھ پھیلانے والے صحابہ رضی اللہ عنہم کو مشرکین سے جنگ کرنے اور جام شہادت پینے کی خواہش نہ تھی یا ان میں سرفروشی کا جذبہ نہ تھا بلکہ وہ مناسب وقت اور موقعہ کے منتظر تھے بلا تاخیر جانبازی و سرفروشی کے لئے تیار نہ تھے اس کے برعکس ابودجانہؓ کا جذبہ سرفروشی و جانبازی اور شہادت کی تڑپ کسی بھی تاخیر کی متحمل نہ تھی انہوں نے اس موقع کو غنیمت سمجھا اور پورے عزم کے ساتھ فوراً ہی تیار ہو گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عہد کر کے تلوار لے لی اور اس کا حق ادا کر دیا سبحان اللہ!

کسی بھی کار خیر کے انجام دینے کا جو موقع بھی میسر آ جائے اسے غنیمت سمجھنا چاہئے اور بلا تردد تاخیر اس سے فائدہ اٹھانا چاہئے کیا خبر ہے پھر موقع ہاتھ آئے یا نہ آئے۔

دُعا کیجئے

اے اللہ! میں ان تمام چیزوں سے جو آپ نے پیدا کی ہیں آپ کی پناہ چاہتا ہوں اور میرے لئے اپنے ہاں دخل پیدا فرما دیجئے اور میرے لئے اپنے ہاں تقرب وحسن مراجعت پیدا فرما دیجئے اور مجھے ان لوگوں میں سے کر دیجئے جو آپ کے سامنے کھڑے ہونے اور آپ کی وعید سے ڈرتے ہیں اور آپ کے دیدار کی تمنا رکھتے ہیں اور مجھے ان لوگوں میں سے فرما دیجئے جو آپ کی طرف خاص توجہ کیساتھ رجوع کرتے ہیں۔ اور میں آپ سے عمل مقبول، علم نافع، سعی مشکور اور کامیاب تجارت کا سوال کرتا ہوں۔

بد سے بدتر زمانے آتے رہیں گے

عن الزبير بن عدى قال: أتينا انس بن مالك رضى الله عنه فشكونا اليه ما نلقى من الحجاج فقال: اصبروا فانه لا يأتى زمان الا والذى بعده شر منه حتى تلقوا ربكم سمعته من نبيكم صلى الله عليه وسلم (بخاری)

ترجمہ: زبیر بن عدی بیان کرتے ہیں کہ: (ایک مرتبہ) ہم حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ہم نے (اثناء گفتگو میں) حجاج بن یوسف (میر امت) کے ان مظالم کی شکایت کی جو ہم (مسلمانوں) پر شب وروز توڑے جارہے تھے تو انہوں نے فرمایا (بھائی) صبر کرو صبر اس لئے کہ جو زمانہ بھی آتا ہے اس کے بعد کا زمانہ اس سے بھی زیادہ برا (اور بدتر) ہوتا ہے (اسی طرح بد سے بدتر زمانے آتے رہیں گے) یہاں تک کہ تم اپنے رب سے جاملو گے (یہ میں اپنی طرف سے نہیں کہتا) تمہارے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے میں نے اسی طرح سنا ہے۔

تشریح: یاد رکھئے! خیر القرون کا سا خیر وصلاح اور امن وامان کا زمانہ تو اب آنے سے رہا وہ تو نبوت کے انوار وبرکات تھے جو آفتاب رسالت کے غروب ہونے کے بعد اسی طرح کچھ عرصہ قائم رہے جیسے سورج غروب ہونے کے بعد کچھ دیر تک اس کی روشنی شفق کی صورت میں باقی رہتی ہے اس کے بعد تو بس اندھیرا ہی اندھیرا رہ جاتا ہے اور دنیا تاریک سے تاریک تر ہوتی جاتی ہے روشنی کی توقع حماقت ہے اسی طرح امت عہد رسالت سے جس قدر دور ہوتی جاتی ہے اسی قدر شر وفساد کی تاریکیوں میں ڈوبتی جاتی ہے اس میر امت حجاج بن یوسف کے نامبارک عہد میں اگرچہ مسلمانوں کے جان ومال پر ظلم وجور کے پہاڑ ڈھائے جارہے تھے بے گناہوں کے معصوم خون کی ندیاں ہر طرف بہہ رہی تھیں مگر دین وایمان کا سرمایہ قطعاً محفوظ رہا اس کے بعد آنے والے زمانوں میں دین وایمان پر بھی ڈاکے ڈالے گئے چنانچہ تاریخ اسلام شاہد ہے کہ عہد رسالت سے جس قدر مسلمان دور ہوتے چلے گئے دین وایمان میں اضمحلال آتا چلا گیا۔ نت نئے فرقے پیدا ہوتے اور پھولتے پھلتے رہے اور اسلامی عقائد میں ملحدوں اور بے دینوں کی رخنہ اندازیاں برابر بڑھتی چلی گئیں اور مذہب کی گرفت ڈھیل ہوتی چلی گئی اسی لئے نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو آگاہ کر دیا تھا۔

بہترین عہد میرا (یعنی صحابہ کا) عہد ہے پھر ان لوگوں کا عہد بہتر ہے جو ان (صحابہ) کے قریب ہیں (کبار تابعین) پھر ان لوگوں کا عہد جو ان (کبار تابعین) سے قریب ہیں (تبع تابعین)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کے فرمانے کا مطلب یہ ہے کہ اب تو زاد آخرت جو کچھ جمع کرنا ہے یعنی کارہائے خیر جو بھی کرنے ہیں اسی ظلم وجور اور فتنہ وفساد کے ہنگاموں میں کرنے پڑیں گے زندگی کی رفتار ایک لحہ کے توقف کے بغیر منزل فنا کی طرف بڑھ رہی ہے اور موت کا وقت قریب سے قریب تر ہوتا جا رہا ہے ایسی صورت میں اگر تم خیر وصلاح کا زمانہ آنے کے انتظار میں بیٹھے رہے تو یہ چند روزہ زندگی ختم ہو جائے گی اور تمہیں زاد آخرت یعنی اعمال صالحہ سے تہی دامن سفر آخرت

کرنا پڑے گا اور رب العلمین کے سامنے جب کہ لتسئلن یومئذ عن النعیم (پ ۳۰ سورۃ التکاثر' آیت ۸) اس دن ضرور سوال کیا جائے گا تم سے نعمتوں کے بارے میں' کے تحت سوال ہوگا کہ اتنی طویل زندگی کی نعمت اور کارہائے خیر انجام دینے کی صلاحیت وقدرت ہم نے عطا کی تھی بتلاؤ تم نے اس کو کہاں صرف کیا اور ہمارے سامنے پیش کرنے کے لئے کیا لائے ہو؟ تو تمہارے پاس کوئی جواب نہ ہوگا اور جنت النعیم سے محرومی اور جحیم (جہنم) کے سوا اور کوئی ٹھکانہ نہ ہوگا۔

لہٰذا خیر وصلاح کے زمانے اور امن وامان کے وقت کا انتظار کئے بغیر بلا توقف اور بلا تذبذب وتردد جو بھی نیک کام کر سکتے ہو کرتے رہو یاد رکھو تمہاری زندگی کا ایک ایک دن بیش بہا سرمایہ ہے اسے سازگار حالات کے انتظار میں ہرگز ضائع نہ کرو دراصل یہ تمہارے سب سے بڑے دشمن مکار نفس کا ایک حربہ ہے جو تمہیں زاد آخرت سے محروم رکھنے کی غرض سے تمہارے خلاف استعمال کرتا ہے تمہارا فرض ہے کہ تم اس دشمن اور اس کے حربوں کو پہچانو اور اس کو ناکام اور اس کے حربوں کو ناکارہ بنا دو۔

حاصل حدیث یہ ہے کہ خیر وصلاح اور امن وامان کے زمانے کا انتظار شیطانی فریب ہے اس دھوکہ میں ہرگز نہ آؤ اور جو بھی کارہائے خیر کر سکتے ہو بلا توقف وتردد کر لو یاد رکھو۔ گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں۔

قرب قیامت کی علامات

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سات چیزوں کے پیش آنے سے پہلے جو بھی کارہائے خیر کر سکتے ہو کر لو آخر تم کس چیز کا انتظار کرتے ہو کیا اس تنگدستی (اور فقر وفاقہ) کا جو سب کچھ بھلا دیتی ہے یا اس دولت مندی کا؟ جو (دولت کے نشہ میں مست اور) سرکش بنا دیتی ہے یا اس بیماری کا' جو ہوش وحواس بھی تباہ کر دیتی ہے یا اس عقل وخرد کو خراب کر دینے والے) بڑھاپے کا؟ جس میں اچھی بری بات کی خبر ہی نہیں رہتی یا دنیا سے رخصت کر دینے والی موت کا؟ یا خروج دجال کا کہ وہ (آنکھوں سے) پوشیدہ ایک ایسا شر ہے جس کا انتظار کیا جا رہا ہے (کہ اب آیا اور جب آیا) یا قیامت کا انتظار کر رہے ہو حالانکہ قیامت تو سب سے بڑی مصیبت اور سب سے زیادہ تلخ حقیقت ہے (جس کی ہوش ربا تفصیل قرآن کریم میں شرح وبسط کے ساتھ بیان کی گئی ہے)

یہ ظاہر ہے کہ آخرت کی فکر اور اس کے لئے کارہائے خیر انجام دینے کی ضرورت کا احساس اور وقت ان ساتوں چیزوں کے پیش آ جانے کے بعد نہیں رہ سکتا اور ان کا پیش آنا یقینی ہے جلد ہو یا دیر سے موت اور قیامت کے بعد تو عمل کا وقت ہی نہیں رہتا دجال کا فتنہ جس کا کھٹکا ہر وقت لگا رہتا ہے انسان کی عملی قوت کو مفلوج کر دینے میں قیامت سے کچھ کم نہیں ہے باقی چار چیزوں ۱۔ فقر ۲۔ غنا ۳۔ مرض ۴۔ عقل وخرد کو مفلوج کر دینے والا بڑھاپا۔ کے متعلق انسانی زندگی کے تجربات وواقعات شاہد ہیں کہ ان حالات میں بھی انسان کو ہوش باقی نہیں رہتا اور نہ ہی آخرت کے لئے کچھ کیا جا سکتا ہے اور یہ چاروں حالات بھی ایسے ہیں کہ انسان کسی وقت بھی ان کے پیش آ جانے کی طرف سے مطمئن نہیں ہو سکتا ہر وقت ان کے پیش آنے کا کھٹکا لگا رہتا ہے لہٰذا اس سے پہلے کہ اس قسم کے حالات پیش آئیں انسان کو آخرت کے لئے جو کچھ کرنا ہے بلا تاخیر کر لینا چاہئے اور اس وقت اور فرصت کو غنیمت سمجھنا چاہئے یہی حدیث شریف کا منشا ہے اور یہی ترجمۃ الباب (عنوان باب) ہے۔

اللہ اور رسول کی زبان سے محبت کی تصدیق

عن ابی هريرة رضی الله عنه ان رسول الله صلی الله عليه وسلم قال: بادروا بالاعمال سبعا، هل تنتظرون الا فقرا منسيا، او غنی مطغيا، اور مرصا مفسدا، او هرما مفيدا اور موتا مجهزا او ادجال فشر غائب ينتظر، او الساعة فالساعة ادهی وأمرا (ترمذی)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ بھی مروی ہے کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ خیبر کے موقع پر (ایک دن) فرمایا: (آج) میں یہ جھنڈا اس شخص کو دوں گا جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتا ہے اور اسی کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ فتح عطا فرمائے گا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے (عمر میں) کبھی (لشکر کی) امارت (وقیادت) کی خواہش نہیں کی سوائے اس دن کے چنانچہ میں آگے بڑھا (اور سامنے آیا) اس امید پر کہ مجھے اس امارت کے لئے بلایا جائے گا مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علی ابن ابی طالب کو بلایا اور وہ جھنڈا ان کو دیا اور فرمایا جاؤ اور پیچھے مڑ کر مت دیکھنا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ تمہیں فتح عطا فرمائیں چنانچہ حضرت علیؓ (آپ کے دست مبارک سے جھنڈا لے کر) تھوڑی دور چلے پھر ٹھہر گئے مگر پیچھے مڑ کر نہیں دیکھا اور بلند آواز سے پکارا یا رسول اللہ! میں ان لوگوں سے کس بات پر جنگ کروں؟ آپ نے فرمایا: اس وقت تک لڑتے رہو جب تک کہ وہ اس بات کی شہادت نہ دیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور محمد اللہ کے رسول ہیں جب وہ ایسا کرلیں گے (یعنی یہ شہادت دے دیں گے) تو (وہ مسلمان ہو جائیں گے اور) ان کی جانیں اور مال تمہاری دستبرد سے محفوظ ہو جائے گا سوائے اسلام کے حق کے (یعنی اگر وہ کوئی ایسا جرم کریں گے جس کی سزا اسلام میں قتل ہو تو دوسرے مسلمانوں کی طرح وہ بھی قتل کئے جائیں گے) باقی ان (کے دلوں) کا حساب اللہ کے سپرد ہے (کہ وہ دل سے مسلمان ہوئے یا نہیں؟ اس کو خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا لہٰذا اس کا حساب بھی وہی لے گا)

تشریح: اس حدیث میں حضرت عمرؓ کا اقدام ترجمۃ الباب (عنوان باب) کے تحت آتا ہے کہ نہ صرف فتح خیبر کا کارنامہ بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی محبت کی شہادت کا حصول ایک ایسا کار خیر ہے کہ اس کو انجام دینے کے لئے بغیر کسی جھجک اور تاخیر کے ان کا آگے بڑھنا اعمال صالحہ کی طرف مبادرت (عجلت) اور سبقت کی اہم ترین مثال ہے ساتھ ہی حب جاہ ومنصب کی غلط فہمی کی تردید بھی فرمادی کہ اس دن کے علاوہ میں نے ساری عمر کبھی امارت جیش کی خواہش نہیں کی۔

بہرحال حضرت عمرؓ نے اپنے مخلصانہ جذبے کے اظہار میں مطلق کوتاہی نہیں کی یہ دوسری بات ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منشائے خداوندی کے تحت حضرت علیؓ کو فتح خیبر کی سعادت حاصل کرنے کا موقع دیا اور انہوں نے کماحقہ شجاعت و سرفروشی کا مظاہرہ کیا (تفصیل کے لئے کتب مغازی میں فتح خیبر کے حالات ملاحظہ کیجئے)

اولیاء سے عداوت رکھنے والوں کیلئے اعلان جنگ

عن ابی هریرة رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ان الله تعالیٰ قال: من عادی لی ولیا فقد اذنته بالحرب وما تقرب الی عبدی بشیء احب الی مما افترضت علیه: وما یزال عبدی یتقرب الی بالنوافل حتی احبه (بخاری)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے جس کسی نے میرے کسی ولی سے دشمنی کی تو (سمجھ لو) بلاشبہ میں نے اس سے جنگ کا اعلان کر دیا اور جو عبادتیں میں نے اپنے بندے پر فرض کی ہیں ان سے زیادہ مجھے کوئی چیز پسند نہیں کہ جس سے میرا بندہ میرا قرب حاصل کرے اور میرا بندہ نفلوں کے ذریعہ مجھ سے قریب تر ہوتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں تو میں اس کا کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ (کسی چیز کو) پکڑتا ہے اور اس کا پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے اور بخدا اگر وہ مجھ سے کچھ بھی مانگتا ہے تو میں اس کو ضرور دیتا ہوں اور اگر وہ (کسی چیز سے) میری پناہ مانگتا ہے تو میں اس کو ضرور پناہ دیتا ہوں۔

تشریح: اس حدیث قدسی کے تین جزو ہیں۔

۱۔ پہلے جزو میں اللہ تعالیٰ نے اولیاء اللہ کے مرتبہ اور مقام کا اظہار فرمایا ہے کہ اللہ کے کسی بھی ولی سے عداوت رکھنا اور دشمنی کرنا اللہ تعالیٰ سے جنگ کرنے کے مترادف ہے اس لئے کہ ان اولیاء کرام کو اللہ تعالیٰ کی معیت خاصہ حاصل ہوتی ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

بلاشبہ اللہ تعالیٰ یقیناً ان لوگوں کے ساتھ ہوتا ہے جو متقی ہیں اور وہ لوگ جو "احسان" کے رتبے والے ہوتے ہیں۔

تقویٰ کی تفصیل آپ اسی کتاب کے مستقل "باب تقویٰ" میں پڑھ چکے ہیں اور احسان کی تفصیل آپ حدیث جبرئیل علیہ السلام میں پڑھ چکے ہیں دوبارہ پڑھ لیجئے تاکہ اس اعلان جنگ کی اہمیت واضح ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ ان اولیاء کی تعیین بھی فرماتے ہیں ارشاد ہے۔

اللہ کے ولی صرف پرہیزگار لوگ ہوتے ہیں۔

لہٰذا آج کل کے نام نہاد ولی جو ورع و تقویٰ کے مفہوم سے بھی آشنا نہیں ہوتے اس حدیث کا مصداق ہرگز نہیں ہیں۔

اس حدیث قدسی میں اولیا اللہ سے عداوت رکھنے والوں اور دشمنی کرنے والوں سے اللہ پاک کا یہ اعلان جنگ ایسا ہی ہے جیسے قرآن کریم میں سودی لین دین ترک نہ کرنے والوں سے اعلان جنگ کیا گیا ہے ارشاد ہے۔

اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور (جو سود تمہارا باقی ہے اسے چھوڑ دو اگر تم (فی الواقع) مومن ہو اور اگر تم نے اس پر عمل نہ کیا تو اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کے لئے تیار ہو جاؤ۔

اس کے معنی یہ ہوئے کہ اولیاء اللہ سے عداوت رکھنے والے اور دشمنی کرنے والے اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایسے ہی کشتنی اور گردن زدنی ہیں جیسے ممانعت کے باوجود سودی کاروبار ترک نہ کرنے والے۔

۲۔ حدیث کے دوسرے جزو میں اللہ تعالیٰ نے ان محبوب

ترین عبادات کی نشاندہی فرمائی ہے جن کے ذریعے بندہ اللہ تعالیٰ سے قریب ہوسکتا ہے اور ولایت کے مرتبہ پر پہنچ سکتا ہے اور وہ تمام فرض عبادتیں اور احکام شرعیہ ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر فرض کئے ہیں خواہ وہ حقوق اللہ ہوں خواہ حقوق العباد' ظاہر ہے کہ کسی بھی فرض عبادات یا حکم شرعی کو ترک کرنا شدید ترین معصیت اور گناہ کبیرہ ہے جس کا ارتکاب کرنے والا فاسق وفاجر اور عذاب جہنم کا مستحق ہے تو بھلا ایسے شخص کو اللہ کے قرب سے کیا واسطہ یہی امتثال مامورات اور اجتناب منہیات (جن چیزوں کا حکم دیا گیا ہے ان پر عمل کرنا اور جن چیزوں سے منع کیا گیا ہے ان سے دور رہنا) تقویٰ کا ابتدائی درجہ اور مرتبہ ولایت کی طرف پہلا قدم ہے۔

۳۔حدیث کے تیسرے جزو میں اللہ تعالیٰ نے قرب الٰہی کے مراتب ومدارج اور آخری مرتبہ مقام رضا وتسلیم کی نشاندہی فرمائی ہے جس پر پہنچ کر بندہ محبوب الٰہی اور مستجاب الدعوات بن جاتا ہے اور اس ارتقاء وترقی کے ذریعہ سے بھی آگاہ فرمایا ہے۔کہ وہ ذریعہ کثرت نوافل ہے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی باب کی بارھویں حدیث میں اپنے قول **فاعنی علی نفسک بکثرۃ السجود** سے اس کی تصریح فرمائی ہے لیکن جس طرح نوافل (نفل نمازوں) کی کثرت اس ازدیاد قرب الٰہی کا ذریعہ ہے اسی پر قیاس کر کے تمام نفل عبادتیں نفلی روزے' نفلی صدقات وانفاقات نفلی حج وعمرہ وغیرہ بھی ازدیاد قرب کا ذریعہ قرار دی جاسکتی ہیں اسی طرح تمام مستحبات ومندوبات بھی اسی ذیل میں آتے ہیں جیسا کہ ان فضائل سے متعلق احادیث سے ظاہر ہوتا ہے جو حدیثوں میں آتے ہیں تاہم اس میں شک نہیں کہ فوقیت اور ترجیح کثرت نوافل (نفل نمازوں کی کثرت) کو حاصل ہے۔

گویا فرض عبادتیں ادا کرنا تو بندہ کا فرض ہے ہی ان کے ترک پر تو مجرم' گناہگار' سزا کا مستحق ہوگا لیکن خدا تعالیٰ سے رابطہ قائم کرنے کی رغبت' طلب اور خواہش نفل عبادات بکثرت ادا کرنے سے ثابت ہوتی ہے اور ظاہر ہے کہ طلب کے بغیر تو کچھ ملتا ہی نہیں چہ جائیکہ غنی مطلق پروردگار کا قرب' فرض عبادات اور نوافل کا یہ فرق پیش نظر رکھنا ہر مسلمان کا فرض ہے۔

تنبیہ: حدیث قدسی کے اس جزو میں مقام محبوبیت پر پہنچنے کے بعد بندہ جس رضا وتسلیم کے مرتبہ پر پہنچتا ہے اس کو اللہ تعالیٰ نے ایسے الفاظ سے تعبیر فرمایا ہے جن کے ظاہری معنی سے ایک ملحد وزندیق' خدائے قدوس کی شان تقدیس سے ناآشنا مسلمانوں کو گمراہ کرنے کے لئے یہ دریدہ دہنی کرسکتا ہے کہ اس کے معنی تو یہ ہوئے کہ خدا العیاذ باللہ بندہ کے اندر حلول کر جاتا ہے اور خدا اور بندے میں کوئی مغایرت باقی نہیں رہتی اسی طرح ایک منکر صفات الٰہیہ معتزلی (عقلیت پرست) یہ کہہ سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تو اعضاء وجوارح اور جسم وجسمانیات سے پاک ومنزہ ہیں ان کے کان' آنکھ' ہاتھ پاؤں نہیں پھر اس حدیث میں کیسے کہہ دیا گیا کہ میں اس کا کان' آنکھ' ہاتھ پاؤں بن جاتا ہوں لہٰذا یہ حدیث غلط اور گھڑی ہوئی ہے۔

درحقیقت یہ حدیث ''متشابہات'' میں سے ہے اور اس بندے کی آنکھ' کان اور ہاتھ پاؤں بن جانے کے معنی یہ ہیں کہ وہ بندہ رضاء وتسلیم کے اس مقام پر پہنچ جاتا ہے جہاں وہ اپنی آنکھوں سے صرف ان چیزوں کو دیکھتا ہے جن کو دیکھنا اللہ تعالیٰ کے منشاء اور رضا کے مطابق ہوتا ہے کانوں سے انہی آوازوں کو سنتا ہے جن کو سننا اللہ تعالیٰ پسند فرماتے ہیں۔انہی چیزوں کو ہاتھ سے پکڑتا

یا چھوتا ہے جن کو پکڑنا چھونا اللہ پاک پسند فرماتے ہیں قدم اسی طرف اٹھاتا اور چلتا ہے جس طرف قدم اٹھانا یا چلنا اللہ تعالیٰ پسند فرماتے ہیں بالفاظ دیگر وہ اپنی مرضی، اپنے ارادہ واختیار سے کلی طور پر دست بردار ہو جاتا ہے اس کی مرضی وہی ہو جاتی ہے جو اللہ تعالیٰ کی مرضی ہوتی ہے اس کی خواہش وہی ہو جاتی ہے جو اللہ تعالیٰ کا منشاء ہوتا ہے اسکا قصد وارادہ وہی ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ کا ارادہ ہوتا ہے۔ گویا وہ اپنی ہستی کو فنا کر کے فنا فی اللہ کے مرتبہ پر پہنچ کر بقاباللہ کا مقام حاصل کر لیتا ہے اسی لئے محب کے درجہ سے ترقی کر کے محبوبیت کے مقام پر پہنچ جاتا ہے جیسا کہ حدیث کے الفاظ فاذا احببتہ سے صراحتاً معلوم ہوتا ہے اس لحاظ سے یہ تمام تفصیل کہ میں اس کا کان، آنکھ ہاتھ، پاؤں بن جاتا ہوں اسی مقام محبوبیت کا بیان ہے جس کا حاصل صرف یہ ہے کہ بندہ اپنی ہستی کو فنا کر کے وہی کرتا، کہتا سنتا اور دیکھتا ہے جو اللہ تعالیٰ چاہتا ہے اب وہ خود اپنی ذات سے باقی ہے نہ اس کی کوئی خواہش باقی ہے نہ اس کا کوئی منشاء اور ارادہ ہے وہ تو سب کچھ اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کی راہ میں قربان کر چکا اب تو اللہ ہی اللہ ہے اسی مقام کو مقام رضا وتسلیم یا مقام فنافی اللہ وبقاباللہ سے تعبیر کیا جاتا ہے اور بغیر مجاہدہ کے یہ مرتبہ حاصل نہیں ہو سکتا۔

دُعا کیجئے

اے اللہ! میں آپ کی پناہ میں آتا ہوں اس سے کہ میں آپ کے ساتھ کچھ بھی شریک کروں، درآنحالیکہ اسے جانتا ہوں اور آپ سے اس (شرک) کی معافی چاہتا ہوں جسے میں نہ جانتا ہوں اور میں آپ کی پناہ میں آتا ہوں اس سے کہ مجھے کوئی رشتہ دار بددعا دے جس کی میں نے حق تلفی کی ہو۔

اے اللہ! میں آپ کی پناہ میں آتا ہوں اس حیوان کے شر سے جو پیٹ کے بل چلتا ہے اور اس حیوان کے شر سے جو دو پیروں پر چلتا ہے اور اس حیوان کے شر سے جو چار پیروں پر چلتا ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے محبوب بندے کے پاس دوڑ دوڑ کر آتے ہیں

عن انس رضی اللہ عنه عن النبی صلی اللہ علیه وسلم فیما یرویه عن ربه عزوجل قال: اذا تقرب العبد الی شبراً تقربت الیه ذراعا، واذا تقرب الی ذراعا تقربت منه باعا (بخاری)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے پروردگار عز وجل کا قول نقل کرتے ہیں کہ بزرگ و برتر پروردگار نے ارشاد فرمایا ہے جب بندہ مجھ سے ایک بالشت قریب ہوتا ہے تو میں ایک ہاتھ اس سے قریب ہو جاتا ہوں اور جب وہ (خراماں خراماں) چلتا ہوا آتا ہے تو میں لپکتا ہوا اس کے پاس آتا ہوں۔

تشریح: یہ حدیث قدسی بھی پہلی حدیث کی طرح متشابہات میں سے ہے اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ بندہ کی اللہ سے قریب ہونے اور اس کے پاس آنے کی رفتار کی بہ نسبت یگانہ و بے ہمتا پاک پروردگار کی بندے سے قریب تر ہونے اور اس کے پاس آنے کی رفتار دگنی ہے اس لئے کہ بندہ کو اللہ تعالیٰ سے قریب آنے کے لئے اپنے نفس کو مارنا اور فنا کی منزل سے گزرنا لابدی اور ضروری ہے جو بڑی ہی کٹھن منزل ہے اسی لئے حدیث شریف میں نفس کو مارنے کی جدوجہد کو جہاد اکبر سے تعبیر کیا ہے اور نفس کو انسان کا سب سے بڑا دشمن قرار دیا ہے جیسا کہ آپ پڑھ چکے ہیں۔

حق جل وعلیٰ خود اپنے تقدس اور جسم و جسمانیات اور امارات حدوث وفنا سے منزہ ہونے کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں۔

اس جیسی کوئی بھی چیز نہیں ہے اور وہی

یعنی اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور تمام سننے اور دیکھنے والے ایک طرف کانوں اور آنکھوں یعنی قوت سمع و بصر کے محتاج ہیں اور دوسری طرف خود اللہ تعالیٰ کے محتاج ہیں اگر اسکی مشیت نہ ہو تو قوت سمع و بصر کے باوجود انسان نہ کچھ سن سکتے ہیں نہ دیکھ سکتے ہیں اس کے برعکس اللہ تعالیٰ بذات خود سنتے اور دیکھتے ہیں نہ کسی قوت کے محتاج ہیں نہ کسی عضو کے اسی لئے ان کی صفت سمع و بصر ازلی وابدی ہے یہی حال ان کی تمام تر صفات کمال کا ہے اسی لئے ان جیسا اور کوئی نہیں ہے وہ اپنی ذات کی طرح صفات میں بھی وحدہ لاشریک لہ ہیں۔

تو (حقیقی معنی میں) سننے اور دیکھنے والا ہے۔

اسی لئے اللہ تعالیٰ کا اپنے اس قرب کے طلب گار بندے کے پاس اس کی طلب کی بہ نسبت دوگنی رفتار سے آنے اور قریب تر ہونے کا مطلب اس بندہ کو اپنا محبوب و مطلوب بنا لینا ہے جیسا کہ پہلی حدیث کے الفاظ **فاذا انا احببته** اس حقیقت کو ظاہر کر رہے ہیں ورنہ تو اللہ تعالیٰ اپنے علم اور قدرت کے اعتبار سے تو اپنے تمام ہی بندوں کے ساتھ ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اللہ تو تمہارے ساتھ ہوتا ہے جہاں بھی تم ہو۔ الغرض اس حدیث کا حاصل اور اللہ تعالیٰ کی رفتار طلب کو بندہ کی بہ نسبت دوگنا ظاہر کرنے کا مقصد یہ ہے کہ قرب خداوندی کا طلب گار بندہ اللہ تعالیٰ کی رفعت وعظمت اور کبریائی کے سامنے اپنی پستی، عاجزی اور کمتری کو دیکھ کر کہیں ہمت نہ ہار بیٹھے اور طلب سے دستبردار نہ ہو جائے سبحان اللہ کیا ذرہ نوازی اور حوصلہ افزائی ہے قربان جایئے ایسے پروردگار کے۔

مجاہدہ سے حدیث کا تعلق ظاہر ہے۔

دو بیش قیمت نعمتیں

عن ابن عباس رضی الله عنهما قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم نعمتان مغبون فیهما کثیر من الناس: الصحة و الفراغ (بخاری)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا دو نعمتیں ہیں جن کے بارے میں بیشتر لوگ خسارہ میں ہیں ایک تندرستی دوسرے فارغ البالی

تشریح: حدیث سابق سے معلوم ہو چکا کہ اللہ تعالیٰ سے قرب حاصل کرنے اور مقام رضا و محبوبیت تک پہنچنے کا واحد ذریعہ نفل عبادات خصوصاً نفل نمازوں میں انتہائی یکسوئی اور خلوص کے ساتھ مشغول ہونا ہے اور اس کے لئے اول صحت و تندرستی درکار ہے اور اس کے بعد فارغ البالی و بے فکری، ظاہر ہے کہ ایک مریض اور کسی جسمانی تکلیف میں مبتلا انسان کے لئے تو فرض عبادتیں ادا کرنا ہی دوبھر ہوتا ہے چہ جائیکہ نفل عبادتیں خصوصاً نفل نمازیں اور وہ بھی اس طرح دل لگا کر پڑھنا کہ ماسوی اللہ سے دل بالکل خالی اور ہمہ تن اللہ تعالیٰ کی طرف اس طرح متوجہ ہو کہ گویا وہ اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ سے مناجات (سرگوشی) کر رہا ہے جیسا کہ آپ حدیث جبرئیل علیہ السلام میں احسان کے بیان میں پڑھ چکے ہیں۔

حدیث جبرئیل کے الفاظ یہ ہیں **ما الاحسان قال ان تعبدالله کانک تراه و ان لم تکن تراه فانه یراک** (رواہ مسلم)

اس لئے انسان کی روح اور جسم کا تعلق چولی دامن کا ساتھ ہے ایک دوسرے سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے اس لئے ممکن نہیں کہ ایک بیمار آدمی کو نماز میں وہ یکسوئی اور توجہ الی اللہ میسر آ جائے۔ جو ایک تندرست آدمی کو میسر آ سکتی ہے اسی طرح فارغ البالی یعنی تمام خارجی پریشانیوں اور پریشان کن حالات و معاملات سے امن و تحفظ جس شخص کو حاصل ہو وہ جس قدر یکسوئی اور اطمینان کے ساتھ نماز پڑھ سکتا ہے ایک متفکر اور الجھنوں میں گرفتار پریشان حال شخص ہرگز ہمہ تن متوجہ ہو کر یکسوئی کے ساتھ نماز نہیں پڑھ سکتا خاص طور پر معاشی پریشانیاں اور کاروباری الجھنیں یا لوگوں سے دوستی و دشمنی وغیرہ سے متعلق افکار اور پریشانیاں کہ یہ تو انسان کو نرم و گداز بستر پر بھی چین سے سونے نہیں دیتیں ساری ساری رات کروٹیں بدلتے گذر جاتی ہے اور نیند نہیں آتی چہ جائیکہ نماز پڑھنا اور وہ بھی دلجمعی اور یکسوئی کے ساتھ اس لئے بڑا ہی بدنصیب اور محروم القسمت ہے وہ شخص جو ان دونوں نعمتوں کے میسر ہوتے اپنے محبوب و مطلوب پروردگار کا قرب حاصل کرنے اور اسکا محبوب بننے سے محروم رہے اس سے بڑھ کر بھی کوئی خسارہ اور محرومی ہو سکتی ہے نہ صرف یہ بلکہ یہ اعلیٰ درجہ کی ناسپاسی و ناشکری بھی ہے اس لئے اللہ تعالیٰ کی عطا کی ہوئی نعمت سے زیادہ فائدہ اٹھانا ہی اس کا شکریہ ادا کرنا ہے چنانچہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حکم ہے:

باقی اپنی رب کی عطا کی ہوئی نعمت کا اظہار کیا کرو اس لئے اندیشہ ہے...... کہ اس ناسپاسی کی پاداش میں کہیں ان نعمتوں سے بھی محروم نہ کر دیا جائے ورنہ کم از کم قیامت کے دن ان نعمتوں پر باز پرس تو ضرور ہوگی ارشاد ہے:

قیامت کے دن نعمتوں سے متعلق تم سے باز پرس ضرور ہوگی۔

اسی حقیقت کی طرف نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو اس مختصر سے مگر انتہائی بلیغ اور جامع ومانع حدیث میں توجہ دلائی ہے تاکہ جن لوگوں کو یہ دونوں نعمتیں میسر ہیں وہ ایک لحہ بھی ضائع کئے بغیر اس سعادت اور خوش بختی یعنی محبوب رب العالمین اور مستجاب الدعوات بننے کا شرف حاصل کرنے میں کوتاہی نہ کریں اور کثرت سے نوافل پڑھیں ورنہ اس سے بڑھ کر کوئی خسارہ نہ ہوگا۔

اور ظاہر ہے کہ یہ دونوں نعمتیں بھی دنیا کی تمام نعمتوں کی طرح ناپائیدار اور فنا پذیر ہیں بلکہ شب وروز کے مشاہدات وتجربات شاہد ہیں کہ خاص طور پر یہ دونوں نعمتیں بے حد سریع الزوال ہیں آن کے آن میں انسان صحت اور فارغ البالی سے محروم ہو جاتا ہے اس لئے اس سے قبل کہ یہ دونوں نعمتیں ضائع ہوں ایک لحہ کی تاخیر کئے بغیر ان سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھا لینا چاہئے ورنہ پھر کف افسوس ملنے کے سوا کچھ حاصل نہ ہوگا۔

ہماری حالت

اس پر آشوب زمانہ میں ہماری حالت تو اس قدر دگرگوں اور ناگفتہ بہ ہے کہ ہم ان دونوں نعمتوں تندرستی اور فارغ البالی سے قرب ورضاء الٰہی حاصل کرنے کے بجائے شب وروز دنیا کی بے حقیقت جائز وناجائز اغراض وخواہشات پوری کرنے اور زیادہ سے زیادہ مال وجاہ حاصل کرنے میں بلکہ علانیہ نافرمانیوں اور گناہوں کا ارتکاب کرنے میں صرف کر رہے ہیں ہم نہ صرف یہ کہ ان نعمتوں سے جو فائدے اٹھانے چاہئے تھے وہ نہیں اٹھا رہے بلکہ ان سے ناروا فائدے اٹھا رہے ہیں اور **صرف الشيء في غير محله** (چیز کو بے محل استعمال) کر کے ظلم کے مرتکب ہو رہے ہیں اسی لئے مسنون دعاؤں میں ایک استغفار کے ذیل میں آیا ہے۔

اور میں تجھ سے مغفرت چاہتا ہوں ان نعمتوں (کے استعمال) پر جن سے میں نے تیری نافرمانی کرنے پر قوت حاصل کی۔ اس لئے ہمیں تو اس بدترین ناسپاسی پر زیادہ سے زیادہ توبہ واستغفار کرنا چاہئے اس لئے کہ کفران نعمت اور ناشکری وناسپاسی کی اللہ تعالیٰ بہت سخت سزا دیتے ہیں ارشاد ہے۔

اور بخدا اگر تم نے ناشکری کی تو میرا عذاب بہت سخت ہے۔

اور جن لوگوں کو یہ دونوں نعمتیں تندرستی وفارغ البالی حاصل ہیں انہیں بلا تاخیر نفل عبادات خصوصاً نفل نمازوں میں مصروف ہو کر قرب ورضاء الٰہی حاصل کرنا چاہئے کہ یہی ان نعمتوں کے شکر یہ ادا کرنے کا طریقہ ہے اور اس عظیم خسران سے بچنا چاہئے **والله يهدى الى الحق** حدیث کا تعلق مجاہدہ کے باب سے ظاہر ہے۔

دُعا کیجئے

اے اللہ! میں آپ کی پناہ میں آتا ہوں ایسی عورت سے جو مجھے بڑھاپے سے پہلے بوڑھا کر دے اور میں آپ کی پناہ میں آتا ہوں ایسی اولاد سے جو مجھ پر وبال ہو اور میں آپ کی پناہ میں آتا ہوں ایسے مال سے جو میرے حق میں عذاب ہو۔

نماز تہجد مغفرت کا ذریعہ

عن عائشة رضي الله عنها، ان النبي صلى الله عليه وسلم كان يقوم من الليل حتى تتفطر قدماه، فقلت له: لم تصنع هذا يا رسول الله، وقد غفر الله لک ما تقدم من ذنبک وما تأخر؟ قال: أفلا احب ان اكون عبداً شكورا؟ (متفق علیہ)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام (ابتداء میں) شب کو اتنا طویل قیام فرماتے (اور نماز میں کھڑے کھڑے قرآن پڑھتے رہتے) کہ آپ کے قدم مبارک پر ورم آ جاتا یہاں تک کہ پھٹنے لگتے تو (ایک دن) میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! آپ ایسا کیوں کرتے ہیں دراں حالیکہ تحقیق اللہ تعالیٰ نے آپ کے اگلے پچھلے تمام گناہ بخش دیئے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا کہ تو کیا میں اللہ تعالیٰ کا شکر گزار بندہ بننا پسند نہ کروں؟ (اور اس کے انعام واحسان کا شکریہ نہ ادا کروں) یہ صحیح بخاری (کی حدیث حضرت عائشہؓ) کے الفاظ ہیں مغیرہ بن شعبہ کی روایت بھی بخاری ومسلم میں اسی کے مانند آئی ہے۔

تشریح: یہ اس زمانہ کا واقعہ ہے جبکہ سورۃ مزمل کا صرف پہلا رکوع نازل ہوا تھا اور اس میں اللہ تعالیٰ نے (نماز میں) طویل قیام اور ترتیل کے ساتھ قرآن پڑھنے کا حکم دیا تھا چنانچہ ارشاد ہے:

اے کملی والے! یہ کچھ حصہ یعنی (تہائی حصہ) نماز عشاء کے لئے ہے۔ تقریباً ایک سال تک آپ نے (اور آپ کے ساتھ صحابہ نے بھی) اس حکم کے تحت تمام شب تہجد کی نماز اور اس میں قرآن پڑھنے میں گزار دی یہاں تک کہ آپ کے مبارک قدموں پر ورم آ گیا اور پھٹنے لگے تو قیام لیل کی اس طویل اور پر مشقت ریاضت اور مجاہدہ کے بعد دوسرا رکوع نازل ہوا۔

حصہ کے علاوہ پوری رات (نماز میں) کھڑے رہا کرو آدھی رات یا آدھی رات سے کچھ کم (ایک تہائی) یا کچھ زیادہ (دو تہائی) اور آہستہ آہستہ قرآن پڑھا کرو۔

ایک سال کے بعد از راہ شفقت وترحم اس میں تخفیف کر دی گئی ارشاد ہے۔

تحقیق تمہارا پروردگار جانتا ہے کہ تم دو تہائی رات کے قریب یا آدھی رات یا ایک تہائی رات (نماز میں) کھڑے قرآن پڑھتے رہتے ہو اور تمہارے ساتھیوں کا ایک گروہ بھی (تمہاری پیروی کرتا ہے) اور اللہ ہی رات دن کے اندازے مقرر کرتا ہے (کبھی رات چھوٹی دن بڑا اور کبھی رات بڑی دن چھوٹا ہوتا رہتا ہے) اس نے جان لیا (یعنی ظاہر کر دیا) کہ تم اس کا احاطہ ہرگز نہیں کر سکتے (یعنی تہجد کے وقت کا صحیح اندازہ نہیں کر سکتے) اس لئے اس نے تمہاری حالت پر توجہ فرمائی (اور تمہاری مجبوری اور کمزوری پر ترس کھایا) بس اب جتنا تم سے ہو سکے قرآن پڑھ لیا کرو (تمام رات مشقت نہ اٹھایا کرو)

چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ایک طویل حدیث میں سعد بن ہشام کے سوال کے جواب میں فرماتی ہیں۔

الست تقراء یایها المزمل

کیا تم (قرآن میں) سورۃ مزمل نہیں پڑھتے؟ میں نے عرض کیا۔

کیوں نہیں (ضرور پڑھتا ہوں) کہنے لگیں اللہ تعالیٰ نے اس سورۃ کے اول حصہ میں قیام لیل کو فرض قرار دیا ہے چنانچہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام اور صحابہ رضی اللہ عنہم نے ایک سال تک اس حکم کے تحت (تمام رات قیام لیل جاری رکھا) اور اللہ تعالیٰ نے اس سورۃ کے آخری حصہ کو بارہ مہینے آسمان (بیت المعمور) میں روکے رکھا تا این کہ اس سورۃ کے آخر میں (اس پوری رات کے قیام میں) اللہ تعالیٰ نے تخفیف نازل فرمائی۔

الغرض ایک سال تک اس طویل ریاضت اور کٹھن مجاہدہ کے بعد اللہ تعالیٰ نے کچھ تخفیف فرما دی لیکن آخر عمر تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کے پچھلے تہائی حصہ یعنی چھٹے حصہ میں برابر قیام فرماتے اور نماز تہجد پڑھتے رہے ہیں محققین کے نزدیک یہ تخفیف شدہ قیام لیل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر خصوصی طور پر فرض تھا جیسا کہ ارشاد ہے۔

اور شب کے ایک حصہ میں تم تہجد (کی نماز) میں قرآن پڑھا کرو یہ تمہارے لئے (پنجگانہ نمازوں پر) زائد ہے توقع ہے کہ تمہارا پروردگار تم کو مقام محمود (مقام شفاعت عظمیٰ) عطا فرمائے گا۔

باقی امت کے لئے مستحب بلکہ سنت موکدہ ہے۔

باوجودیکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے تمام کردہ وناکردہ گناہوں اور خطاؤں کی مغفرت کا اعلان فرما دیا تھا ارشاد ہے:

بلاشبہ ہم نے تم کو فتح مبین عطا فرمائی ہے تا کہ اللہ تمہاری کردہ خطاؤں اور ناکردہ خطاؤں کو بھی معاف فرما دے (اور تمام گناہوں اور خطاؤں سے بری اور پاک ہونے کا اعلان کر دیا ہے)

پھر بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آخر عمر تک اس قیام لیل کی مشقت برداشت کرنے پر از راہ محبت وشفقت آپ سے یہ سوال کیا اس لئے کہ ان کے خیال میں اللہ تعالیٰ کے اس سورۃ مزمل کے ختم پر واستغفروا اللہ ان اللہ غفور رحیم فرمانے سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اس قیام لیل کا مقصد اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی مغفرت طلب کرنا ہے تو آپ کے تو تمام کردہ وناکردہ گناہوں کی مغفرت کا اللہ تعالیٰ اعلان فرما چکے اب آپ کو اس قدر مشقت اٹھانے کی کیا ضرورت ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اس خیال کی اصلاح فرماتے ہیں کہ اے عائشہؓ اس قیام لیل کا مقصد جس طرح طلب مغفرت ہے اسی طرح شکر نعمت بھی اس کا مقصد ہے اور اللہ تعالیٰ نے مجھ پر اتنا عظیم احسان فرمایا ہے کہ میرے تمام کردہ وناکردہ گناہوں کی معافی کا دنیا میں ہی اعلان فرما دیا اس عظیم انعام واحسان کا شکر یہ اسی طرح ادا ہو سکتا ہے کہ میں اس کے بعد بھی اعتراف نعمت اور اظہار منت کے طور پر مرتے دم تک اس قیام لیل اور شب بیداری کے مجاہدہ پر قائم ہوں۔

یہی انعام عظیم' تمام کردہ وناکردہ خطاؤں کی مغفرت کا اعلان' رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ طغریٰ امتیاز ہے جس کی بنا پر محشر کے دن جبکہ اللہ تعالیٰ کا قہر وغضب اپنی مخلوق پر اس درجہ پر پہنچا ہوگا کہ نہ اس طرح کبھی پہلے غضبناک ہوئے اور نہ آئندہ کبھی اس طرح غضب ناک ہونگے اور تمام انبیاء کرام آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک اس ہولناک دن میں اس شفاعت عظمیٰ یعنی تمام مخلوق کی شفاعت کے لئے خود کو لست ھنا کم (میں اس کا اہل نہیں ہوں) کہہ کر اور اپنی اپنی خطاؤں کو یاد کر کے نفسی نفسی (مجھے تو اپنی پڑی ہے اپنی میں تمہاری سفارش کس منہ سے کروں) کہیں گے اور ہر نبی اپنے بعد کے نبی کے پاس بھیج دے گا تا آنکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجیں گے اور

کہیں گے محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس جاؤ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی تمام کردہ وناکردہ خطاؤں کی معافی کا اعلان فرما کر ہر طرح مطمئن کر دیا ہے وہی شفاعت کبریٰ کے اہل ہیں چنانچہ رحمت للعالمین تمام جہانوں کے لئے رحمت' نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام عرش عظیم کے سامنے سربسجود ہوکر شفاعت کی اجازت طلب کریں گے اور اللہ تعالیٰ فرمائیں گے۔

ارفع رأسک سل تعطه اشفع تشفع

سجدہ سے سر اٹھاؤ مانگو (جو مانگو گے) دیا جائے گا سفارش کرو تمہاری سفارش قبول کی جائے گی۔

اس اجازت کے بعد ہی آپ تمام امتوں کے لئے شفاعت (سفارش) فرمائیں گے یہی مقام وہ مقام محمود ہے جس کے عطا فرمانے کی بشارت بھی اللہ تعالیٰ نے اسی قیام لیل کے حکم پر ساتھ ساتھ دی ہے ارشاد ہے۔

ومن الیل فتهجدبه نافلة لک عسی ان یبعثک ربک مقاماً محموداً

(سورۃ بنی اسرائیل: ع۹ آیت ۷۹)

اور یہی وہ مقام محمود ہے جس کی بنا پر خاتم الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم نے اعتراف نعمت اور اظہار منت کے طور پر فرمایا ہے۔

اناسیدولدادم ولافخربیدی لواء الحمدو لافخرادم فمن بعده تحت لواءی ولافخر'

میں تمام اولاد آدم کا سردار ہوں فخر کے طور پر نہیں کہتا میرے ہاتھ میں حمد الٰہی کا جھنڈا ہوگا فخر کے طور پر نہیں کہتا' آدم اور ان کے بعد کے تمام انبیاء میرے جھنڈے کے نیچے ہوں گے فخر کے طور پر نہیں کہتا۔

اس تمام تفصیل کے بعد اندازہ کیجئے کہ یہ تمام عمر شب بیداری کی ریاضت اور استغفار پر مداومت آپ کے لئے کن عظیم رفعتوں پر پہنچنے کا باعث نبی ہے فداہ ابی وامی صلی اللہ علیہ وسلم

تنبیہ: یہاں یہ شبہ ہوتا ہے کہ جب تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اہل سنت والجماعت کے عقیدہ کے مطابق معصوم اور گناہوں سے پاک ومحفوظ ہیں خصوصا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہ آپ کا دامن تو برائے نام گناہوں سے بھی پاک ہے پھر اللہ تعالیٰ کس طرح ارشاد فرماتے ہیں۔

لیغفرلک الله ماتقدم من ذنبک وماتاخر (الفتح آیت ۲)

تاکہ تمہارے کردہ وناکردہ (سب) گناہ معاف کردے۔

اس شبہ کا جواب ہم باب توبہ واستغفار کے ذیل میں حدیث نمبر ایک کے تحت دے چکے ہیں اس کو ضرور دوبارہ پڑھ لیجئے۔

دُعا کیجئے

اے اللہ! میں آپ کی پناہ میں آتا ہوں اعتقاد کے بعد حق بات میں شک لانے سے اور میں شیطان مردود سے آپ کی پناہ میں آتا ہوں۔ اور میں روز جزا کی سختی سے آپ کی پناہ میں آتا ہوں۔

رمضان کے آخری دنوں میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے معمولات

عن عائشة رضى الله عنها انها قال: وكان رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا دخل العشر احيا الليل، وأيقظ اهله، وجد وشد الممئزر: الازار، وهو كناية عن اعتزال النساء، وقيل: المراد تشميره للعبادة. يقال: شددت لهذا الامر مئزرى، اى: تشمرت، وتفرغت له.

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہتی ہیں۔ جب (رمضان المبارک کا) آخری عشرہ آتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی (تمام) رات بیدار (اور نماز یا تلاوت قرآن اور اس کے علاوہ ذکر واذکار میں مشغول) رہتے اور اپنے گھر والوں کو بھی بیدار فرماتے اور (عبادت میں) انتہائی محنت ومشقت برداشت کرتے اور تہبند کس لیتے۔ تہبند کس لینے سے مراد ازواج مطہرات سے علیحدگی اختیار کرنا ہے (یعنی اس عشرہ میں ازواج مطہرات میں سے کسی کے پاس بھی نہ جاتے) اور بعض علماء نے کہا کہ تہبند کس لینے سے مراد عبادت کے لئے کمر کس لینا ہے چنانچہ محاورہ میں کہا جاتا ہے میں نے فلاں کام کے لئے کمر کس لی ہے اور خود کو فارغ کر لیا ہے (یہی دوسرے معنی زیادہ صحیح معلوم ہوتے ہیں کیونکہ آپ اس آخری عشرہ میں اعتکاف میں ہوتے تھے اس لئے ازواج مطہرات کے پاس جانے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کیونکہ زمانہ اعتکاف میں بیوی کے پاس جانا بنص قرآن ممنوع ہے۔

تشریح: ہر مسلمان کا عقیدہ ہے کہ ماہ رمضان المبارک سال کے بارہ مہینوں میں سب سے زیادہ خیر وبرکت کا مہینہ ہے اس مہینے کے دن تمام سال کے دنوں سے افضل اور راتیں تمام سال کی راتوں سے افضل ہیں اس لئے کہ اسی ماہ مبارک کی راتوں میں سے ایک رات لیلۃ القدر ہے جو قرآن کریم کی تصریح کے مطابق ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔

اسی لئے اس ماہ مبارک میں رضاء خداوندی حاصل کرنے کی غرض سے خیر البریۃ افضل الخلائق رحمۃ للعلمین صلی اللہ علیہ وسلم مجاہدہ اور عبادت الٰہی میں محنت ومشقت اٹھانے کے لئے خود بھی کمر کس لیا کرتے اور اہل خانہ کو بھی شب بیداری کی تلقین فرماتے ہیں جس کا اجمالی تذکرہ اس حدیث میں کیا گیا ہے اور رمضان المبارک کے شب وروز میں عبادات کی تفصیل کہ دن میں آداب صوم کی پوری پابندی کے ساتھ روزے رکھتے رات میں قیام لیل فرماتے آخر عشرہ میں اعتکاف مسنون کر کے تبتل تمام مخلوق بلکہ ماسوائے اللہ سے قطع تعلق اختیار فرماتے جس کی تفصیلات احادیث میں بھی مذکور ہیں اور آیات کی تشریح میں بھی آپ پڑھ چکے ہیں جن کا حاصل یہ ہے کہ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم اس ماہ مبارک کا ایک لمحہ بھی ضائع نہ ہونے دیتے۔

نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس اسوۂ حسنہ کی پیروی ہر عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مدعی کا فرض ہے یہی محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ثبوت ہوسکتا ہے ورنہ صرف زبانی دعوی اور خاص خاص اوقات وحالات میں بلند آواز سے درود وسلام پڑھنا اور میلاد کی محفلیں سجانا تو فریب نفس کے سوا کچھ نہیں۔

مجاہدہ اور ریاضت کا بہترین وقت رمضان المبارک کے روز وشب ہیں ایک لمحہ بھی اس زریں فرصت اور بابرکت مہینہ کا ضائع

نہ کرنا چاہئے بلکہ ہر مسلمان کو چاہئے کہ اس انمول فرصت کو کہ ماہ رمضان المبارک اس کو میسر آ گیا اللہ تعالیٰ کا ایک عظیم انعام واحسان سمجھ کر اس کا شکریہ اس طرح ادا کرے کہ بغیر کسی بھی قسم کی کوتاہی کے خود کو ہر چیز سے فارغ کر کے شب وروز عبادت میں مصروف رہے واللہ الموفق (اللہ ہی توفیق دینے والا ہے)

بہرحال اس حدیث اور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ سے ثابت ہوتا ہے کہ سال کے مبارک ترین ایام ولیالی میں قرب خداوندی حاصل کرنے کے لئے معمول سے زیادہ جدوجہد کرنا اور مشقت اٹھانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے اور ایسے ایام ولیالی کا منتظر رہنا اور نزول رحمت خداوندی کے اوقات اور فرصتوں سے پورا پورا فائدہ اٹھانا اس امت کا خصوصی شعار ہے۔

اسی شعار کو اختیار کر کے وہ دنیا کی دوسری قوموں اور ملتوں کے لئے لائق اقتداء نمونہ بن سکتی ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

تاکہ تم لوگوں کے لئے (حق پرستی کے) گواہ بنو اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے اوپر (اقتداء سنت رسول کے) گواہ ہوں۔

کاش رحمۃ للعالمین کی امت خصوصاً اس زمانہ خدا فراموشی وخود فراموشی میں اپنے محبوب نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس سنت پر عمل کر کے اپنے رب کی محبوب امت بن جائے جیسا کہ خود رب العالمین اس امت کو خطاب فرماتے ہیں۔

تم بہترین امت ہو تم کو لوگوں (کی رہنمائی) کے لئے پیدا کیا گیا ہے تم (از روئے شرع) بھلی بات (لوگوں کو) بتلاتے ہو اور (شرعاً) بری بات سے منع کرتے ہو اور اللہ پر (کما حقہ) ایمان لاتے ہو۔ اللہ الموفق (اللہ ہی توفیق دینے والا ہے)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: کیا یہ لوگ کبھی یہ نہیں سوچتے کہ ان کو ایک عظیم دن (قیامت کے دن) کے لئے ضرور ضرور دوبارہ زندہ کیا جائے گا جس دن تمام مخلوق رب العالمین کے سامنے پیش ہوگی۔

لیکن وائے برما و برحال ما (افسوس ہم پر اور ہمارے حال پر)

بہرحال نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کا حاصل بھی یہی ہے کہ کارہائے خیر کے انجام دینے میں مطلق تاخیر اور ٹال مٹول نہ کرنی چاہئے جو بھی بن پڑے حالات کی پرواہ کئے بغیر آخرت کے لئے کچھ نہ کچھ ضرور کرتے رہنا چاہئے اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو اس کی توفیق عطا فرمائیں۔

دُعا کیجئے

اے اللہ! میں موت ناگہانی، سانپ کے کاٹنے سے، درندے سے، ڈوبنے سے جل جانے سے اور اس سے کہ میں کسی چیز پر گر پڑوں اور لشکر کے بھاگنے کے وقت مارے جانے سے آپ کی پناہ میں آتا ہوں۔

طاقتور مومن کمزور مومن سے بہتر ہے

عن ابی هريرة رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: المؤمن القوی خير واحب الى الله من المؤمن الضعيف وفی كل خير. احرص على ما ينفعک، واستعن بالله ولا تعجز. وان اصابک شیء فلا تقل: لو انی فعلت كان كذا و كذا، ولكن قل: قدر الله، وما شاء فعل، فان لو تفتح عمل الشيطان. (مسلم)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے طاقتور مومن بہتر ہے اور اللہ تعالیٰ کو زیادہ محبوب ہے کمزور مومن سے اور خیر وخوبی تو سب ہی میں ہے جو امور تمہارے لئے مفید اور کارآمد ہیں ان (پرعمل کرنے) کی حرص (اور کوشش) کیا کرو اور اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کیا کرو ناکارہ نہ بنو (جو کچھ بن پڑے کرتے رہو) اور اگر کوئی مصیبت پیش آجائے تو یوں مت کہو ''اگر میں (فلاں تدبیر) کرتا تو ایسا ایسا ہوتا'' بلکہ یوں کہا کرو یہ تقدیر خداوندی ہے (اسے کون بدل سکتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے جو چاہا کیا'' اس لئے کہ (اگر) کا لفظ شیطان کی کارگزاری کا راستہ کھولتا ہے۔ مسلم نے روایت کیا۔

تشریح: اس ارشاد نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دو جزو ہیں اول جزو میں بندہ مومن کو جو بھی وہ حسب طاقت وقدرت عبادت وطاعت الٰہی رضاء خداوندی حاصل کرنے کے لئے کر سکتا ہے اس میں بلا تاخیر وتردد مصروف اور سرگرم عمل رہنے کی ترغیب ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

اور اسی (نیکوکاری) میں (ایک دوسرے سے) آگے نکلنے کی کوشش کرنے والوں کو کوشش کرنی چاہئے

اور اسی بنا پر طاقتور مومن کو کمزور مومن سے بہتر اور محبوب تر فرمایا ہے کہ وہ زیادہ سے زیادہ مشقت برداشت کرکے عبادت وطاعت خداوندی میں ہمہ تن مصروف رہ کر اس مقام محبوبیت پر پہنچتا ہے۔ جس پر کمزور اپنی کمزوری کی وجہ سے نہیں پہنچ پاتا لیکن بہرحال ایمان اور عمل صالح کی دولت اس کے پاس بھی ہے اس کے ذریعے جنت یعنی مقام رضاء الٰہی میں وہ بھی پہنچ ہی جائے گا گو مومن قوی کا درجہ نہ پاسکے رحمت خداوندی سے مایوس کسی کو بھی نہ ہونا چاہئے۔ سبحان اللہ ارشاد ہے۔

میری رحمت تو ہر چیز (اور ہر شخص) کے لئے عام ہے۔

اسی لئے آخرت میں کام آنے والے اعمال پر عمل پیرا ہونے کی حرص اور رغبت وشوق ہر مومن میں ہونا چاہئے اور عمل کے لئے اللہ تعالیٰ سے ہی مدد طلب کرتے رہنا چاہئے کہ ہم کو ہر رکعت میں اللہ تعالیٰ سے ہی مدد طلب کرنے کی تعلیم دی گئی ہے ارشاد ہے۔

تیری ہی ہم عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے ہم مدد چاہتے ہیں۔

ولعبدی ماسئل ...... اور میرے بندے کے لئے ہے جو اس نے مانگا۔

دوسرے جزو میں رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کو شیطان کو خفیہ دراندازی سے جس کا بے خبری میں اور غیر شعوری

طور پر ایک مردمومن بھی شکار ہو جاتا ہے خبردار کرتے ہیں کہ اگر تم کسی اچانک مصیبت یا ناگہانی حادثہ کا شکار ہو جاؤ تو یوں ہرگز مت کہا کرو کہ اگر میں ایسا کرتا تو ایسا ہوتا شیطان تمہاری زبان سے یہ کہلوا کر تمہیں غیر شعوری طور پر تقدیر الٰہی کا منکر بنانا چاہتا ہے بلکہ یہ کہا کرو کہ تقدیر خداوندی یوں ہی تھی اس کے خلاف ہو ہی نہیں سکتا تھا یہ محض تمہارا خیال ہے اگر میں ایسا کرتا تو ایسا ہوتا درحقیقت جو مشیت الٰہی تھی وہی ہوا ہے اور یوں ہی ہونا چاہئے تھا جیسا کہ باب مراقبہ کی تیسری حدیث میں جو حضرت علیؓ سے مروی ہے آپ پڑھ چکے ہیں اس حدیث کے بعض طرق کے الفاظ یہ ہیں۔ اور یاد رکھو جو تمہارے ساتھ نہیں ہوا وہ ہو ہی نہیں سکتا تھا اور جو مصیبت تمہارے او پر آئی وہ ٹل ہی نہیں سکتی تھی۔

اسی حدیث کے آخر میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں۔

رفعت الاقلام و جفت ا لصحف

(تقدیر لکھنے والے) قلم اٹھ چکے (لکھ کر فارغ ہو گئے)

اور تقدیر کے نوشتے خشک ہو گئے (اب نہیں مٹ سکتے)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کو بار بار پڑھیئے بڑی ایمان افروز حدیث ہے اور تقدیر الٰہی پر ایمان تازہ کیجئے اس قسم کے شیطانی وسوسوں کی بیخ کنی کے لئے مسنون دعاؤں میں مندرجہ ذیل دعائیں آتی ہیں انہیں پڑھا کیجئے تاکہ شیطانی فریب اور وسوسے آپ کو گمراہ نہ کرسکیں ایک دعا یہ ہے۔

اے اللہ! تو مجھے اپنے فیصلے پر راضی کردے اور جو تو نے میرے لئے مقدر کیا ہے اس میں برکت عطا فرما تا کہ جو (کام) تو نے پیچھے کیا میں اس کو (جلدی) کرنے کی خواہش نہ کروں اور جو تو نے جلدی کر دیا میں اس کی تاخیر کی کوشش نہ کروں۔

اے اللہ! تو اپنے ہر فیصلہ کو میرے لئے بہتر اور خیر کا باعث بنا اور اس کے انجام کو میرے لئے ہدایت و بہتری (کا) سبب بنا دے۔

اے اللہ میں سوال کرتا ہوں تجھ سے تیرے فیصلے کے بعد (اس پر) رضامندی کا اور مرنے کے بعد خوشگوار زندگی کا اور تیرے (بے کیف) چہرے کو دیکھنے کی لذت کا اور تیری ملاقات کے شوق کا جس میں کسی مضرت کی بدحالی اور کسی فتنہ کی گمراہی (کا اندیشہ) نہ ہو۔

تنبیہ: یاد رکھئے ان الفاظ ''اگر میں ایسا کرتا تو ایسا ہوتا'' کے استعمال کرنے کی یہ ممانعت ایسے امور ماضیہ گزرے ہوئے امور کیساتھ مخصوص ہے۔ جن میں عموماً انسان تقدیر کی شکایت کے طور پر اپنی کوتاہی کو نوشتہ تقدیر' تقدیر کا لکھا قرار دے کر خود کو کوتاہی کے الزام سے بری کرنا چاہتا ہے یا کسی دوسرے پر کوتاہی کا الزام رکھنا چاہتا ہے یا غیر ارادی طور پر اس قسم کے الفاظ اس کی زبان سے نکل جاتے ہیں جن سے ایمان بالقدر (تقدیر پر ایمان) کی کمزوری کا پتہ چلتا ہے جیسا کہ باب مراقبہ کی تیسری حدیث میں جو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے حسب ذیل الفاظ سے معلوم ہوتا ہے۔

اور یاد رکھو! کہ اگر پوری امت تم کو نفع پہنچانے پر متفق و متحد ہو جائے تو جو تمہاری تقدیر میں لکھ دیا ہے اس سے زیادہ نفع نہیں پہنچا سکتے اور اگر وہ تم کو نقصان پہنچانے پر متفق ہو جائیں تو جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے لکھ دیا ہے اس سے زیادہ نقصان نہیں پہنچا سکتے۔

ورنہ تو امور مستقبلہ آنے والے امور کے متعلق بطور تنبیہ ان الفاظ کا استعمال خود کوتاہی سے بچنے یا دوسروں کو بچانے کے لئے بالکل درست اور جائز ہے قرآن وحدیث میں بھی اور شب و روز کی گفتگو میں بھی استعمال ہوتا ہے۔

جنت وجہنم کی کیفیات

السابع: عن ابی ہریرة رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: حجبت النار بالشہوات، وحجبت الجنة بالمکارہ (متفق علیہ)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جہنم (ناروا) خواہشات سے چھپادی گئی ہے (یعنی طبعاً مرغوب اور دلکش ودل آویز مگر شرعاً حرام وناجائز چیزوں میں چھپادی گئی ہے) اور جنت ناگوار (مگر شرعاً ضروری اور فرض وواجب عبادات ومامورات) میں چھپادی گئی ہے۔

تشریح: یہ تو بخاری اور مسلم دونوں کی روایت کے الفاظ ہیں اور مسلم کی روایت میں حجبت (چھپادی گئی ہے) کے بجائے حفت (گھیردی گئی ہے) آیا ہے معنی دونوں لفظوں کے ایک ہی ہیں یعنی انسان کے اور جہنم یا جنت کے درمیان (مرغوب امور یا ناگوار امور کی) ایک دیوار حائل ہے پس جب ان میں سے کسی ایک پر عمل کرے گا تو اندر داخل ہوگا (یعنی اگر نفس کی ناجائز خواہشات ومرغوبات پر عمل کرے گا تو جہنم میں جائے گا اور اگر نفس کو ناگوار محسوس ہونے والے اور دشوار امور عبادات واحکام شرعیہ پر عمل کرے گا تو جنت میں جائے گا)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے جب جنت کو پیدا فرمایا تو جبرئیل سے کہا جاؤ ذرا جنت کو دیکھو چنانچہ جبرئیل گئے اور جنت کو اور ان نعمتوں کو دیکھا جو اللہ تعالیٰ نے اہل جنت کے لئے تیار کی ہیں پھر واپس آئے اور عرض کیا اے میرے رب قسم ہے تیرے عزت وعظمت کی جو بھی کوئی اس جنت (اور نعیم جنت) کا حال سنے گا اس میں ضرور داخل ہو کر رہے گا'' پھر اللہ تعالیٰ نے اس جنت کو ناگوار اور دشوار امور (احکام الٰہیہ کی پابندیوں سے) گھیر دیا (یعنی مامورات اور منہیات کے خارزار اس کے چاروں طرف بچھا دیئے) پھر ارشاد فرمایا اے جبرئیل (اب پھر) جاؤ اور جنت کو دیکھو جبرئیل گئے اور دیکھا تو واپس آ کر عرض کیا اے میرے رب قسم ہے تیری عزت وعظمت کی بخدا مجھے تو ڈر ہے کہ اب تو کوئی بھی اس جنت میں داخل نہ ہونے پائے گا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسی طرح جب اللہ تعالیٰ نے جہنم کو پیدا کیا تو جبرئیل سے فرمایا اے جبرئیل جاؤ ذرا جہنم کو بھی جا کر دیکھو تو جبرئیلؑ گئے اور جہنم (اور اس کے ہولناک عذابوں) کو دیکھا تو واپس آ کر عرض کیا اے میرے پروردگار! تیری عزت وعظمت کی قسم جو بھی اس جہنم کا حال سنے گا ہرگز اس میں داخل نہ ہوگا تو اللہ تعالیٰ نے جہنم کو مرغوبات سے گھیر دیا (یعنی ممنوع ومحرم لذائذ اور آسائش وراحت کے دل آویز سبز باغ چاروں طرف لگا دیئے پھر جبرئیلؑ سے فرمایا اے جبرئیل جاؤ ذرا اب جہنم کو دیکھو جبرئیلؑ گئے اور جہنم کو (اور اس کے چاروں طرف مرغوبات ولذائذ کے مقناطیسی کشش رکھنے والے سبز باغوں کو) دیکھا تو واپس آ کر عرض کیا اے میرے پروردگار! تیری عزت وعظمت کی قسم اب تو مجھے ڈر ہے کہ کوئی بھی جہنم میں جائے بغیر نہ رہ سکے گا۔

(ترمذی، ابوداؤد اور نسائی نے اس حدیث کو روایت کیا ہے)

مکروہات

قرآن وحدیث میں نفس کو ناگوار اور دشوار محسوس ہونے والی تمام چیزوں کی متعدد اور مختلف طریقوں سے نشاندہی کی گئی ہے چنانچہ نماز جو پورے دین اسلام کا اساسی ستون ہے نفس پر اس کے شاق اور گران ہونے کا حال اللہ تعالیٰ نے آیت کریمہ ذیل میں ظاہر فرمایا ہے ارشاد ہے۔

اور بلاشبہ نماز پڑھنا (لوگوں پر) انتہائی شاق (اوگراں) ہے بجز (خدا سے) ڈرنے والے لوگوں کے جن کو یقین ہے کہ ہمیں (ایک نہ ایک دن) اپنے رب سے ملنا (اور اس کے سامنے پیش ہونا) ہے اور یہ کہ اسی کے پاس لوٹ کر جانا ہے۔

مکارہ: ایسے ہی نمازی بندوں کو عفو خطایا اور رفع درجات کی خوشخبری مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے ذیل کی حدیث میں دی ہے اور مکارنفس سے متنبہ فرمایا ہے اور مکارہ کی نشاندہی فرمائی ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا (ایک دن) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کیا میں تم کو ایسی چیز نہ بتلاؤں جس سے اللہ تعالیٰ خطاؤں کو مٹاتے اور درجات کو بلند فرماتے ہیں صحابہؓ نے عرض کیا کیوں نہیں (ضرور بتلائیے) آپ نے فرمایا ناگوار اوقات وحالات میں وضو کو پورا کرنا مسجدوں کی طرف زیادہ قدم اٹھانا (دور سے چل کر جانا) ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا پس یہی تمہاری (دین کی) سرحدوں کی نگرانی (اور حفاظت) ہے یہی تمہاری سرحدوں کی نگرانی ہے (کہ مکارنفس تم کو اپنے مکروفریب کے حملوں سے زیادہ سے زیادہ اجر وثواب حاصل کرنے سے محروم نہ کردے۔

اسی طرح موقع بموقعہ قرآن وحدیث میں مختلف عنوانات سے مکروہات سے آگاہ کیا گیا ہے تفصیلات کے لئے قرآن وحدیث کا مطالعہ کیجئے مختصر یہ ہے کہ جو بھی خدا اور رسول کا حکم نفس پر شاق ہو اور اس پر عمل کرنا یا اس کی پابندی کرنا ناگوار ہو وہ سب مکروہات میں شامل ہیں اس خارزار سے گذر کر ہی جنت میں داخل ہونا ممکن ہے۔

مرغوبات نفس

اللہ تعالیٰ بنیادی طور پر شہوات اور مرغوب ولذیذ چیزوں سے آگاہ فرماتے ہیں ارشاد ہے:

آراستہ کردی گئی ہے لوگوں کے لئے پسندیدہ چیزوں کی محبت عورتیں' اولاد' سونے چاندی کے جمع کردہ ذخیرے (اعلیٰ نسل کے) نشان لگے گھوڑے' مویشی' اور کھیتیاں یہ (سب) دنیا کی زندگی کا ساز وسامان ہے (اور دنیا اور اس کا تمام ساز وسامان ہیچ وپوچ اور فانی ہے) اور اللہ کے پاس خوب ترین ٹھکانہ (آخرت) ہے۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے بنیادی طور پر انسان کو مرغوب ومطلوب اور دلکش ودل آویز چیزوں کی جن سے انسان محبت کرتا ہے نشاندہی فرمائی ہے۔

اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے اپنے بعد مردوں کے حق میں عورتوں سے زیادہ ضرر رساں کوئی فتنہ نہیں چھوڑا۔

لیکن درحقیقت یہ تمام چیزیں منعم حقیقی اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمتیں ہیں جن پر قرآن وحدیث میں مختلف عنوانات سے متنبہ کیا گیا ہے مگر انسان کی آزمائش بھی زیادہ تر انہی نعمتوں کے استعمال وانتفاع میں مضمر ہے اگر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بتلائے ہوئے طریقوں پر انسان اس سے نفع

اٹھائے تو یہی چیزیں آخرت کے لئے بہترین کارآمد اور اجروثواب کا ذریعہ بن سکتی ہے لیکن اگر انہی دلکش ودل آویز چیزوں کے سبزہ زار میں نفس کو بے لگام چھوڑ دے احکام الٰہیہ کو پس پشت ڈال کر حلال وحرام جائز وناجائز کا فرق کئے بغیر عیش کوشی ولذت اندوزی میں مستغرق ہو جائے تو یہی چیزیں جہنم کا کندہ بنا ڈالنے کا سبب بن جاتی ہیں اور یہی ہیں وہ شہوات جن کے سبز باغ جہنم کو چاروں طرف سے گھیرے ہوئے ہیں ان لذائذ ومرغوبات کی مقناطیسی کشش سے صرف وہی خداترس انسان بچ سکتے ہیں جن کے دلوں پر خدا کا خوف اور آخرت کے مواخذہ کا ڈر مسلط ہوتا ہے جیسا کہ قرآن کریم کی مذکورہ بالا آیات میں آپ پڑھ چکے ہیں اسی حقیقت کو عارف رومی نے مثنوی میں بڑی تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے مثنوی کا ایک شعر یہ ہے۔

چیست دنیا؟ از خدا غافل بودن
نے قماش ونقرہ وفرزند و زن

ہم اسی پر اکتفا کرتے ہیں اور دوبارہ آپ کو مخبر صادق نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی انتہائی وسیع حقائق پر مشتمل اور جامع حدیث پیش کرتے ہیں۔

اس کو ہمیشہ یاد رکھئے اور حرز جاں بنالیجئے اور زندگی کے ہر قدم پر پیش نظر رکھئے انشاء اللہ العزیز آپ مکار نفس کے حملوں سے محفوظ رہیں گے اور آپ کا نفس نفس مطمئنہ کے مرتبہ پر پہنچ کر رب العالمین کے محبوب ومقرب بندوں میں شامل اور جنت الخلد میں داخل ہوگا۔

دُعا کیجئے

اے میرے پروردگار! (اس وقت) جو (نعمت) بھی آپ مجھ کو بھیج دیں میں اس کا سخت حاجت مند ہوں۔

اے میرے رب! مجھ کو ان مفسد لوگوں پر غالب (اور ان کو عذاب سے ہلاک) کر دے۔

اے ہمارے پروردگار! آپ کی رحمت (عامہ) اور علم ہر چیز کو شامل ہے سو ان لوگوں کو بخش دیجئے جنھوں نے (شرک کفر سے) توبہ کر لی ہے اور آپ کے راستہ پر چلتے ہیں اور ان کو جہنم کے عذاب سے بچالیجئے۔

اے ہمارے پروردگار! اور ان کو ہمیشہ رہنے کی بہشتوں میں جن کا آپ نے ان سے وعدہ کیا ہے داخل کر دیجئے اور ان کے ماں باپ اور بیبیوں اور اولاد میں جو (جنت کے) لائق (یعنی مومن) ہوں ان کو بھی داخل کر دیجئے بلاشک آپ زبردست حکمت والے ہیں۔ اور انہیں خرابیوں سے بچائے اور جس کو تو نے اس دن خرابیوں سے بچالیا اس پر تو نے (بڑا) رحم کیا' اور یہی بڑی کامیابی ہے اور میری اولاد میں بھی میرے لئے صلاحیت پیدا کر دیجئے۔ میں آپ کی جناب میں توبہ کرتا ہوں اور میں فرمانبردار ہوں۔ میں درماندہ ہوں سو آپ (ان سے) انتقام لے لیجئے۔

اے ہمارے پروردگار! ہم کو بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں کو (بھی) جو ہم سے پہلے ایمان لا چکے ہیں اور ہمارے دلوں میں ایمان والوں کی طرف سے کینہ نہ ہونے دیجئے۔ اے ہمارے رب! آپ بڑے شفیق رحیم ہیں۔

اے ہمارے پروردگار! ہم آپ پر توکل کرتے ہیں اور آپ ہی کی طرف رجوع کرتے ہیں اور آپ ہی کی طرف لوٹنا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک نماز کا واقعہ

عن ابی عبداللہ حذیفة بن الیمان، رضی اللہ عنہما، قال: صلیت مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم ذات لیلة، فافتتح البقرة، فقلت یرکع عند المائة، ثم مضی فقلت یصلی بھا فی رکعة، فمضی فقلت یرکع بھا ثم افتتح النساء، فقراھا، ثم الفتتح آل عمران فقرأھا، یقرأ مترسلا (مسلم)

ترجمہ: ابوعبداللہ حذیفہ بن الیمان جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحب سر (راز داں) صحابی کے نام سے مشہور ہیں رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ ایک رات میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ (تہجد کی) نماز پڑھی تو آپ نے (سورۃ فاتحہ کے بعد) سورۃ بقرہ شروع فرمائی تو میں نے (دل میں) کہا آپ سو آیتیں پڑھ کر رکوع کریں گے آپ (سو آیتوں کے بعد بھی) پڑھتے رہے تو میں نے دل میں سوچا آپ (پوری سورۃ بقرہ) ایک رکعت میں پڑھیں گے چنانچہ آپ پڑھتے رہے تو (سورۃ بقرہ ختم ہونے پر) میں نے سوچا (اب) آپ رکوع کریں گے (مگر) پھر آپ نے سورۃ نساء شروع کر دی اور پھر پوری سورۃ پڑھی اور آپ پڑھ بھی رہے تھے ٹھہر ٹھہر کر جب کوئی آیت تسبیح آتی تو آپ سبحان ربی العظیم کہتے اور جب کوئی دعا کی آیت آتی تو آپ وہ دعا مانگتے اور جب کوئی تعوذ کی آیت (پناہ مانگنے کی آیت) آتی تو آپ اعوذ باللہ فرماتے پھر (یہ تین سورتیں پوری پڑھ کر) آپ نے رکوع کیا تو (رکوع میں آپ نے سبحان ربی العظیم کہنا شروع کیا اور پھر (رکوع بھی قیام کے قریب قریب (دراز) تھا پھر (رکوع سے اٹھے اور) سمع اللہ لمن حمدہ ربنا لک الحمد کہنا شروع کیا اور پھر رکوع کے قریب قریب ہی (قومہ میں) طویل قیام فرمایا پھر سجدہ کیا تو (سجدہ میں) سبحان ربی الاعلیٰ کہنا شروع کیا تو آپ کا سجدہ بھی (قومہ میں) آپ کے قیام کے قریب قریب ہی تھا (مسلم نے اس حدیث کو روایت کیا)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نماز میں قیام

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہتے ہیں کہ ایک رات میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ (تہجد کی) نماز پڑھی تو آپ نے اتنا طویل قیام فرمایا کہ میں نے ایک بری بات کرنے کا ارادہ کیا ان سے دریافت کیا گیا آپ نے کیا بری بات کرنے کا ارادہ کیا تھا؟ فرمایا میں نے ارادہ کیا کہ میں بیٹھ جاؤں اور آپ کو کھڑا رہنے دوں (مسلم)

تشریح: یہ دونوں حدیثیں سرور کائنات فخر موجودات سید الانبیا والمرسلین حبیب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم **فداہ ابی وامی** کے انہی طویل وشدید مجاہدات کے دو نمونے ہیں جن کے ذریعہ آپ یتیم آمنہ کے درجہ سے **انا سید ولد ادم ولا فخر بیدی لواء الحمد ولا فخر الحدیث** کے مرتبہ پر پہنچے ہیں۔

یہ دو جلیل القدر صحابی تو اتفاق سے پہنچ گئے اور ان کو آپ کے ساتھ قیام کرنے کا موقعہ مل گیا اور ان کے ذریعہ پوری امت کو آپ کے ان مجاہدات کا علم ہو گیا ورنہ آپ تو عموماً

کا شانہ نبوت میں ہی قیام لیل فرمایا کرتے تھے اور ایسے اوقات میں جبکہ تمام دنیا محو خواب ہوتی حتیٰ کہ ازواج مطہرات بھی خواب شیریں کے مزے لیتی ہوتی تھیں۔ظاہر ہے کہ اس قسم کے طویل وشدید مجاہدات آپ نے اوائل نبوت میں ہی کئے جبکہ رب جلیل نے از راہ شفقت آپ کو حکم دیا ہے۔

اے کملی پوش تمام رات قیام کیا کر بجز تھوڑی سی رات کے آدھی رات یا اس سے کچھ کم یا (آدھی رات) سے زیادہ اور قرآن رک رک (اور سمجھ سمجھ کر) پڑھا کرو۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے ترتیل کی حقیقت بھی واضح ہوگئی ہے کہ ٹھہر ٹھہر کر اور سمجھ سمجھ کر قرآن پڑھیئے اور حسب موقعہ فرمان الٰہی کے تقاضے پورے کیجئے جہاں تسبیح وتحمید کا مقام ہو وہاں تسبیح وتحمید کیجئے جہاں دعا کا مقام ہو وہاں دعا مانگئے اور جہاں تعوذ کا مقام ہو وہاں پناہ مانگیئے اس طرح کہ گویا آپ اللہ تعالیٰ سے کلام فرما رہے ہیں اور ہمہ تن گوش ہو کر سن رہے ہیں اور تعمیل حکم کر رہے ہیں۔

ذرا تصور کیجئے اس طرح ٹھہر ٹھہر کر کلام اللہ کی قرأت میں اور اسی قیام کے مناسب طویل رکوع وسجود میں کس قدر لطف وسرور حاصل ہوتا ہوگا اور اسی کے ساتھ کتنا طویل وقت صرف ہوتا ہوگا اور کتنی شدید مشقت برداشت کرنی پڑتی ہوگی اسی مشقت برداشت کرنے کے نتیجہ میں مبارک قدموں پر ورم آ گیا تھا پھٹنے لگے تھے اسی لئے کہا گیا ہے کہ مشقت برداشت کئے بغیر کچھ نہیں ملتا چنانچہ انہی مجاہدات کے ایک سال تک کرنے پر ساری شدتیں اور تکلیفیں راحت ومسرت اور کیف ونشاط سے بدل گئی تھیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں۔

جعلت قرة عینی فی الصلوٰة میری آنکھ کی ٹھنڈک (اور دل کی راحت) نماز میں رکھ دی گئی ہے۔صوفیاء کرام رحمھم اللہ کے تمام مجاہدات کا ماخذ یہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوۂ حسنہ ہے یہ مجاہدات بھی انہی مکارہ میں داخل ہیں جن کے خارزار سے گزرنے کے بعد جنت الخلد میں داخل ہونا نصیب ہوتا ہے جس کی تفصیل آپ پہلے پڑھ چکے ہیں۔

دُعا کیجئے: اے ہمارے پروردگار! ہم کو کافروں کا تختہ مشق نہ بنا اور اے ہمارے پروردگار! ہمارے گناہ معاف کر دیجئے بیشک آپ زبردست حکمت والے ہیں۔

اے ہمارے رب! ہمارے لئے اس نور کو آخیر تک رکھئے (یعنی وہ گل نہ ہوجائے) اور ہماری مغفرت فرما دیجئے آپ ہر شے پر قادر ہیں۔

اے میرے رب! مجھ کو اور میرے ماں باپ کو اور جو مومن ہونے کی حالت میں میرے گھر میں داخل ہیں ان کو اور تمام مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کو بخش دے اور ان ظالموں کی ہلاکت اور بڑھا دے۔یا اللہ میرے گناہوں کو برف اور اولے کے پانی سے دھو دیجئے اور میرے دل کو گناہوں سے (ایسا) پاک کر دیجئے جیسا کہ سفید کپڑا میل سے پاک کیا جاتا ہے اور مجھ میں اور میرے گناہوں کے درمیان ایسا فاصلہ کر دیجئے جیسا کہ آپ نے مشرق ومغرب میں فاصلہ رکھا ہے۔یا اللہ میرے نفس کو اس کی پرہیزگاری عطا فرمایئے اور اسے پاک کر دیجئے آپ ہی اس کو سب سے بہتر پاک کرنے والے ہیں آپ ہی اس کے مالک وآقا ہیں ہم آپ سے وہ سب بھلائیاں مانگتے ہیں اور جو آپ سے آپ کے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے مانگی ہیں ہم آپ سے مغفرت کے اسباب نجات دینے والے کام ہر گناہ سے بچاؤ ہر نیکی کی لوٹ، جنت میں پہنچنا اور دوزخ سے نجات مانگتے ہیں۔میں آپ سے نفع مند علم کا سوال کرتا ہوں۔اے اللہ آپ میرے نادانستہ اور دانستہ گناہ معاف فرما دیجئے۔اے اللہ میری خطا اور نادانی اور میرے بارہ میں میری زیادتی کو بخش دیجئے اور وہ بھی جو آپ مجھ سے بڑھ کر جانتے ہیں۔

انسان کے اعمال

عن انس رضی الله عنه، عن رسول الله صلی الله علیه وسلم قال: یتبع المیت ثلاثة: اهله وماله وعمله، فیرجع اثنان ویبقی واحد: یرجع اهله وما له، ویبقی عمله (متفق علیہ)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ "آپ نے ارشاد فرمایا: مرنے والے کے ساتھ تین جاتے ہیں ایک اس کے اہل وعیال دوسرے اس کا مال تیسرے اس کے اعمال تو دو تو (دفن کرنے کے بعد) واپس آجاتے ہیں ایک اس کے ساتھ باقی رہتا ہے بیوی بچے اور مال تو واپس آجاتے ہیں اور عمل اس کے ساتھ باقی رہتا ہے۔ بخاری ومسلم نے روایت کیا۔

تشریح: ہر انسان ایک طرف ہوش سنبھالتے ہی خود کو ایسی معاشی ضروریات زندگی کا محتاج محسوس کرتا ہے جن کا حصول مال پر موقوف پاتا ہے اس لئے اپنی تمام تر توانائی کارکردگی کی قوت اور جدوجہد کو مال حاصل کرنے میں صرف کرتا ہے اور کمائے ہوئے مال کے ذریعہ دیگر ضروریات زندگی اپنے لئے اور اپنے اہل وعیال کے لئے مہیا کرنے میں مصروف ہوتا ہے سب سے پہلے ایک رفیق حیات یعنی بیوی کو حاصل کرنے کی جستجو کرتا ہے تو اسے محسوس ہوتا ہے کہ نکاح کرنے سے پہلے بیوی کے رہنے کے لئے گھر اور گھر کا اثاثہ ہونا چاہئے کمائے ہوئے مال کا ایک حصہ اس میں صرف کرتا ہے نکاح میں بھی مہر معجّل ومؤجل وغیرہ کے لئے مال درکار ہوتا ہے ایک حصہ اس میں صرف کرتا ہے نکاح کرنے اور بیوی کو حاصل کرنے کی اصلی اور فطری غرض وغایت اگرچہ جنسی خواہشات کے طوفان میں محسوس نہ ہو بقاء نسل ہے اس کے لئے اولاد کی ضرورت اور طلب رونما ہوتی ہے لہٰذا بیوی سے بچے پیدا ہونے شروع ہو جاتے ہیں اب اپنی ضروریات زندگی' کھانا' کپڑا' مکان کے ساتھ ہی ساتھ بیوی بچوں کی ضروریات زندگی مہیا کرنے کی ذمہ داری بھی قانوناً واخلاقاً وشرعاً غرض ہر حیثیت سے اس پر عائد ہو جاتی ہے اس کے نتیجہ میں مال کی ضرورت زیادہ سے زیادہ تر ہوتی چلی جاتی ہے اور اس کے حاصل کرنے کے لئے کسب معاش کے مختلف اور متنوع ذرائع میں زیادہ سے زیادہ مصروف ہو جاتا ہے نہ دن کی خبر نہ رات کی نہ آرام کی پرواہ ہوتی ہے نہ راحت کی۔

دوسری طرف ہوش سنبھالتے یعنی بالغ ہونے کے بعد خدا اور رسول پر ایمان لانے اور ان کی اطاعت کو تسلیم کر لینے کی بنا پر احکام الٰہیہ کی پابندی اس پر عائد ہو جاتی ہے کہ کیا کرے اور کیا نہ کرے یعنی اوامر ونواہی شرعیہ کی پابندی کا فرض اس پر عائد ہو جاتا ہے۔

یہ ہے انسان کی عملی زندگی کا نہایت مختصر اور سرسری خاکہ اس لحاظ سے اس زندگی میں جو سرمایہ اس نے حاصل کیا وہ تین ہی چیزیں ہیں ایک مال' دوسرے اہل وعیال تیسرے عمل' لیکن انسان فطری محبت اور مال واہل عیال کی مقناطیسی کشش سے مغلوب ہو کر تیسری چیز یعنی عمل اور اس کی ذمہ داری کو بالکل بھول جاتا اور پس پشت ڈال دیتا ہے اور پہلی دو چیزوں کو ہی اپنا سرمایہ اور حاصل

زندگی سمجھ بیٹھتا ہے اور انہی کے لئے ساری عمر سر کھپا تا رہتا ہے اللہ تعالیٰ اس غافل انسان کو متنبہ فرماتے ہیں۔

بے شک ہم نے روئے زمین کی تمام چیزوں کو اس کا سامان آرائش بنایا ہے تا کہ ہم لوگوں کو آزمائیں کہ ان میں سے کون زیادہ اچھے کام کرنے والا ہے۔

تیسری چیز حسن عمل جو اس دنیا کی شریفانہ اور باعزت زندگی بسر کرنے میں بھی بہترین معاون ہے اور مرنے کے بعد آخرت میں تو صرف عمل ہی عمل باقی رہ جائے گا اور وہی کار آمد سرمایہ ثابت ہوگا وہاں نہ اہل وعیال کام آئیں گے اور نہ مال وجائیداد مگر انسان اپنی جہالت وغفلت کی وجہ سے اس دونوں جہاں میں کار آمد سرمایہ کو خاطر میں نہیں لاتا اور مال ودولت اور اہل وعیال کو ہی سب کچھ سمجھتا ہے حالانکہ دونوں اعلیٰ درجہ کے بے وفا ہیں مال کی بیوفائی کے تو صدہا واقعات ومشاہدات انسان شب وروز دیکھتا ہے بسا اوقات بڑے بڑے لکھ پتی اور کروڑ پتی سماوی وارضی آفات کی وجہ سے مفلس وقلاش کوڑی کوڑی کے محتاج بن جاتے ہیں باقی اہل وعیال بھی بوڑھے اور معذور ماں باپ سے بیزار اور ان کے مرنے کی دعائیں مانگنے لگتے ہیں۔

زیر نظر حدیث میں رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کو متنبہ فرماتے ہیں کہ یہ اہل وعیال اور مال ومنال جس کے لئے تم اپنی توانائیوں کو خرچ کر رہے ہو یہ تو مرتے ہی تمہارا ساتھ چھوڑ دیں گے مرنے کے بعد تمہارا ساتھ دینے اور باقی رہنے والا سرمایہ صرف حسن عمل ہے اس لئے زندگی کے ہر مرحلہ میں اسی حسن عمل کا زیادہ سے زیادہ ذخیرہ جمع کرنے کی کوشش کرو اور اپنی تمام تر توانائیوں کو حسن عمل یعنی اللہ تعالیٰ کے احکام کی اطاعت اور اسی کی عبادت میں صرف کرو یہ جدوجہد ہی اصل مجاہدہ ہے اور دشمن نفس کے خلاف اسی محاذ پر تمہیں جہاد کرنا ہے ایسا نہ ہو کہ نفس امارہ کے کہنے میں آکر خدا کے احکام کی نافرمانی اور گناہوں کا ارتکاب کر بیٹھو اور اگر خدانخواستہ بتقاضائے بشریت کوئی معصیت یا گناہ سرزد ہو جائے تو جلد از جلد توبہ واستغفار کے ذریعہ اس کا ازالہ کرو اور اس سے چھٹکارا حاصل کرو یہی اصل مجاہدہ ہے۔

اعمال صالحہ کی یہ رفاقت صرف قبر ہی میں کام نہیں آئے گی بلکہ حشر کے روز پل صراط سے گزرتے وقت جبکہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی زبان پر بھی رب سلم رب سلم ہوگا یہ اعمال خصوصاً تلاوت قرآن کرنے والے کے لئے سورۃ بقرہ اور سورۃ آل عمران وغیرہ قرآن کی سورتیں شفاعت کریں گی اور سروں پر سایہ فگن ہوں گی۔

اس لئے اصلی اور آڑے وقت میں کام کرنے اور ہمیشہ ساتھ رہنے والا سرمایہ عمل صالح ہی ہے اور اسی کے ذخیرہ جمع کرنے کی فکر ہونی چاہئے اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو اس کی توفیق عطا فرمائیں۔

دُعا کیجئے: اے اللہ! جو (گناہ) مجھے مقصود تھا اور جو غیر مقصود تھا (تمام) بخش دیجئے۔ اے اللہ دلوں کو پھیرنے والے ہمارے دل کو اپنی (فرمانبرداری) کی طرف پھیر دیجئے۔ یا اللہ مجھے ہدایت دیجئے اور مجھے (اس ہدایت پر) مضبوط رکھئے۔ یا اللہ! میں آپ سے ہدایت پرہیز گاری، پارسائی اور سیر چشمی کا سوال کرتا ہوں۔ یا اللہ میرا دین درست رکھئے جو میرے حق میں بچاؤ ہے اور میری دنیا بھی درست رکھئے جس میں میری معاش ہے اور میری آخرت درست رکھئے جہاں مجھے لوٹنا ہے اور زندگی کو میرے حق میں ہر بھلائی میں ترقی اور موت کو میرے حق میں ہر برائی سے امن بنا دیجئے۔

جنت اور جہنم دونوں قریب تر ہیں

عن ابن مسعود رضی الله عنه قال: قال النبی صلی الله علیه وسلم: الجنة اقرب الی احدکم من شراک نعله والنار مثل ذلک (بخاری)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جنت تم میں سے ہر شخص سے اس کے چپلوں کے تسموں سے بھی زیادہ قریب ہے (نہایت آسانی سے اس میں داخل ہو سکتے ہو) اور جہنم بھی اسی طرح (تم میں سے ہر شخص کے چپلوں سے بھی زیادہ قریب ہے ذرا سی غفلت سے اس میں جاسکتے ہو) صحیح بخاری

تشریح: نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد گرامی کا مقصد امت کو متنبہ اور خبردار کرنا ہے کہ جنت بھی انسان سے انتہا درجہ قریب ہے آسانی سے اس میں داخل ہو سکتا ہے۔ **اشهدان لا اله الا الله واشهدان محمدارسول الله** صدق دل سے کہا اور جنت کا حقدار ہو گیا اگر کہتے ہی موت آ گئی تب تو سیدھا جنت میں جائے گا حدیث شریف میں آیا ہے **من قال لااله الاالله دخل الجنة** اور اگر کلمہ پڑھنے کے بعد زندہ رہا اور اس کلمہ کے مصداق کے مطابق یعنی دین کے تمام احکام فرائض و مامورات پر عمل کیا اور ممنوعات و منہیات سے اجتناب کیا اور دور رہا اگر بتقاضائے بشریت کوئی گناہ یا نافرمانی سرزد ہو گئی تو فوراً توبہ کر لی تب بھی جنت میں داخل ہونے میں کوئی شک وشبہ نہیں ہاں اگر کوئی گناہ سرزد ہوا کوئی نافرمانی ہوئی اور بغیر توبہ کے موت آ گئی جو ایک سچے مومن سے بے حد مستبعد ہے تب بھی اللہ تعالیٰ کی مشیت کے تحت داخل ہے چاہے معاف فرمائیں چاہے بقدر گناہ سزا دیں یا یوں کہئے کہ گناہ کی آلودگی اور گندگی کو جہنم کی آگ میں جلا کر دور فرما دیں اور پاک وصاف کندن بنا دینے کے بعد جنت میں داخل فرمائیں صدق دل سے کلمہ پڑھنے کے بعد جنت ملے گی ضرور آگے پیچھے، دیر سویر کی دوسری بات ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

تحقیق اللہ تعالیٰ شرک (وکفر) کو تو ہرگز معاف نہیں کریں گے باقی اس کے سوا (گناہ) جس کے چاہے معاف کر دیں (ان کی مشیت پر موقوف ہے)

مادون ذلک (کفر وشرک کے علاوہ) کے تحت بڑے سے بڑا گناہ کبیرہ بھی داخل ہے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں (ایک دن) میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ سفید چادر اوڑھے آرام فرما رہے تھے میں (واپس چلا آیا) پھر (تھوڑی دیر بعد) حاضر ہوا تو آپ بیدار ہو چکے تھے تو آپ نے ارشاد فرمایا جس بندے نے بھی لا الہ الا اللہ (صدق دل سے) کہا پھر اسی پر اس کو موت آ گئی تو ضرور جنت میں داخل ہوگا میں نے عرض کیا اگر چہ اس نے زنا کیا ہو اور اگر چہ اس نے چوری کی ہو (تب بھی جنت میں داخل ہوگا) آپ نے فرمایا (ہاں ہاں) اگر چہ اس نے زنا کیا ہو اگر چہ اس نے چوری کی ہو میں نے پھر عرض کیا اگر چہ اس نے زنا کیا ہو اگر چہ اس نے چوری کی ہو؟ آپ نے فرمایا اگر چہ اس نے زنا کیا ہو اگر چہ اس نے چوری کی ہو میں نے پھر عرض کیا اگر چہ اس نے زنا کیا ہو اگر چہ اس نے چوری کی ہو؟ آپ نے پھر جواب دیا (ہاں ہاں) اگر چہ اس نے زنا کیا ہو، اگر چہ اس

نے چوری کی ہو تین مرتبہ میں نے اسی طرح سوال کیا اور تینوں مرتبہ آپ نے یہی جواب دیا۔ (بخاری شریف)

بخاری شریف ہی کی ایک اور حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ اس وقت سو نہیں رہے تھے بلکہ نزول وحی کے وقت جو ربودگی کی کیفیت ہوا کرتی تھی وہ طاری تھی اور اسی وقت حضرت جبرئیل علیہ السلام امت کے لئے یہ بشارت لے کر آئے تھے اور جیسے ابوذرؓ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے یہ سوال کیا ہے اور آپ نے جواب دیا ہے بالکل اسی طرح آپ نے جبرئیل علیہ السلام سے وان زنی وان سرق بغرض تحقیق یہی سوال کیا تھا اور جبرئیل نے وحی الٰہی کے مطابق: وان زنی وان سرق جواب دیا تھا۔

توبہ کے دروازے کے کھلا ہونے کے اعلان کے بعد ساری زندگی ایک مسلمان بغیر کسی دشواری یا تنگی کے دین اسلام پر پختگی کے ساتھ قائم رہ سکتا ہے۔

سفیان بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ مجھے اسلام کے بارے میں ایسی بات بتلا دیجئے کہ آپ کے بعد مجھے کسی سے اس کے بارے میں دریافت کرنے کی ضرورت نہ رہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا (صدق دل سے) امنت باللہ کہو اور (ساری عمر) اسی پر قائم رہو۔ صحیح مسلم

امنت باللہ صدق دل سے کہنے کے بعد یہ ممکن ہی نہیں کہ کسی مسلمان سے کوئی گناہ یا معصیت سرزد ہو جائے اور وہ اللہ تعالیٰ سے توبہ نہ کرے پھر اسے جنت میں داخل ہونے سے کون روک سکتا ہے اور یہی مطلب ہے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کا۔

بلا شک وشبہ جن لوگوں نے ربنا اللہ (صدق دل سے) کہا اور پھر اسی پر (ساری زندگی) قائم رہے (مرنے کے وقت) ان کے پاس فرشتے آتے ہیں اور کہتے ہیں تم (کسی بات کا) خوف نہ کرو اور نہ غم کرو اور اس جنت کی تمہیں خوشخبری دی جاتی ہے جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا۔

ہمارے زمانے کے غافل اور بے خبر مسلمان اس قسم کی باتوں اور کاموں سے اجتناب کریں اور احتیاط برتیں خصوصاً استہزاء بآیات اللہ اور استہزاء باحادیث الرسولؐ کہ اس قسم کے اقوال وافعال کو ہنسی مذاق کہہ کر نظر انداز نہ کریں خصوصاً نام نہاد تعلیم یافتہ نوجوان طبقہ کو ان کی زبان تو بہت ہی بے لگام ہے انہیں خوب اچھی طرح سمجھ لینا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ استہزاء اور ہنسی مذاق سے بھی ایک مسلمان کافر اور جہنم رسید ہو جاتا ہے۔ العیاذ باللہ (پناہ بخدا)

یاد رکھئے یہ احکام الٰہی قدیم زمانے کے منافقین کے ساتھ مخصوص نہیں ہیں قرآن کریم کوئی داستان پارینہ اور تاریخ اقوام دیرینہ نہیں ہے بلکہ قرآن کریم تو رہتی دنیا تک انسانوں کے لئے کتاب ہدایت اور مشعل نور ہے آج بھی جو شخص ان منافقین جیسے اقوال وافعال کا ارتکاب کرے گا کافر اور جہنم رسید ہو جائے گا۔

اس تمام تر تفصیل کے ساتھ مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم کی اس مختصر سی حدیث کی گہرائیوں اور وسعتوں کو سمجھئے اور سبحان اللہ کہئے۔

جنت اور جہنم دونوں ایک مسلمان سے بے حد قریب ہیں نہایت آسانی سے چاہے جنت میں داخل ہو جائے چاہے جہنم میں گویا جنت یا جہنم کے علاوہ کوئی تیسری جگہ نہیں ہے اب جہاں چاہے اپنا ٹھکانا بنا لے اس کے فعل وعمل پر موقوف ہے اسی کی ترجمانی شاعر مشرق علامہ اقبال نے ذیل کے شعر میں کی ہے۔

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی
یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے

واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب

جنت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت حاصل کرنیکا ذریعہ

عن ابی فراس ربيعة بن كعب الاسلمي خادم رسول الله صلى الله عليه وسلم ومن اهل الصفة رضى الله عنه قال: كنت ابيت مع رسول الله صلى الله عليه وسلم فاتيه بوضوئه، وحاجته فقال: سلني فقلت: اسألك مرافقتك في الجنة فقال: او غير ذلك؟ قلت: هو ذاك قال: فأعني على نفسك بكثرة السجود (مسلم)

ترجمہ: حضرت ابوفراس ربیعہ بن کعب اسلمی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم اور اصحاب صفہ میں سے ہیں رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ میں رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بسر کیا کرتا تھا تو (جب آخر شب میں آپ بیدار ہوتے تو) میں روزانہ وضو کے لئے پانی اور دوسری ضروریات (استنجے کے لئے ڈھیلے وغیرہ) پیش کیا کرتا تھا (ایک دن) آپ نے (میری خدمت سے خوش ہوکر) فرمایا مجھ سے کچھ مانگو! تو میں نے عرض کیا میں تو جنت میں آپ کی رفاقت کی درخواست کرتا ہوں آپ نے فرمایا اس کے علاوہ؟ میں نے عرض کیا "بس یہی" آپ نے ارشاد فرمایا: تو تم اپنے اوپر کثرت سے نفل نمازیں پڑھنے کو لازم کر کے میری مدد کرو (تو میں) جنت میں بھی تم کو اپنے ساتھ رکھ سکوں گا۔

تشریح: جلیل القدر صحابی حضرت ابوفراس اسلمی رضی اللہ عنہ کا یہ جذبہ محبت اور خدمت محبوب کا یہ شوق کہ دونوں جہان کی نعمتوں میں سے کسی بڑی سے بڑی نعمت کے بجائے اپنے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت جنت میں طلب کرنا ایک ایسا بے نظیر اور لاثانی جذبہ محبت ہے کہ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے جانثار صحابہ کے علاوہ اس کی مثال نہیں ملتی ظاہر ہے کہ حاصل کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی خدمت گزاری سے خوش ہو کر فرمایا تھا: اسلمی! مانگ جو مانگتا ہے؟ اس وقت اگر یہ دونوں جہاں، دنیا وآخرت کی بڑی سے بڑی نعمت بھی مانگتے تو یقیناً وہ نعمت اللہ تعالیٰ ان کو دے دیتے مگر انہوں نے جنت میں اپنے محبوب کی رفاقت کی درخواست صرف اس لئے کی کہ دنیا میں تو بہرحال اللہ تعالیٰ کے فضل سے ان کو آپ کی صحبت ورفاقت کی سعادت نصیب ہوگئی تھی مگر اندیشہ تھا کہ کہیں جنت میں آپ کے درجات عالیہ کی رفعت کی بنا پر اس نعمت سے محروم نہ ہوجاؤں اس لئے کہ ان کے نزدیک اس سے بڑھ کر اور کوئی محرومی نہ تھی اس لئے جنت میں آپ کی رفاقت کی درخواست کی تاکہ وہاں بھی آپ کی خدمت ورفاقت کی سعادت اور دیدار محبوب کی نعمت نصیب ہو۔ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے غالباً اس خیال سے کہ ممکن ہے انہوں نے بے سوچے سمجھے کہہ دیا ہو دوبارہ ارشاد فرمایا: **او غیر ذلک؟** اس کے علاوہ اور کچھ نہیں؟ تو انہوں نے عرض کیا: **ہو ذاک** بس میرا مدعا تو یہی ہے۔

اس سوال وجواب سے تحقیق ہوگئی کہ ان کی واحد آرزو اور سب سے بڑی خواہش یہی ہے کیونکہ ان کے نزدیک اس سے بڑھ کر اور کوئی نعمت نہیں کہ محبّ ہمہ وقت محبوب کے ساتھ رہے۔ مگر سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے حق میں اس رفاقت کی دعا کرنے سے پہلے ان کے اندر اس رفاقت کی اہلیت پیدا کرنے کی غرض سے فرمایا: **فاعنی بکثرت السجود:** تو تم میری مدد کرو کثرت سے نفلیں پڑھنے کے ذریعہ۔

یعنی اس رفاقت کی دعا اور اس کی قبولیت کے بارے میں تم میری مدد کرو اور کثرت سے نفلیں پڑھا کرو تاکہ تم محبوب رب

العالمین بن کر جنت میں میری رفاقت کی سعادت حاصل کر سکو کیونکہ جنت میں محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کا رفیق وہی بن سکتا ہے جو خود بھی محبوب رب العالمین ہو اور اسی باب کی حدیث نمبر اول کے ذیل میں آپ پڑھ چکے ہیں کہ محبوب رب العالمین کے مرتبے پر پہنچنے کا واحد ذریعہ کثرت سے نفلیں پڑھنا ہے۔

نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے فعلیک بکثرت السجود. "اپنے اوپر کثرت سے نفلیں پڑھنا لازم کرلو" کے بجائے فاعنی بکثرت السجود۔ "تو تم میری مدد کرو کثرت سے نفلیں پڑھ کر" فرما کر انتہائی شفقت و رأفت کا اظہار فرمایا ہے یعنی میں بھی دل سے چاہتا ہوں اور میری بھی خواہش ہے کہ تم جنت میں میرے رفیق ہو مگر اس کے لئے تمہارا محبوب رب العالمین کے مرتبہ پر پہنچنا ضروری ہے اس لئے تم بکثرت نفلیں پڑھ کر میری مدد کرو اور میری خواہش کو پورا کرو سبحان اللہ۔

چنانچہ جہاں مردوں کو اللہ کے حکم کے مطابق عظیم اور پر مشقت کاموں کے انجام دینے کے بعد جنت ملتی ہے وہاں عورتوں کو اللہ کے حکم کے مطابق چند آسان ترین کاموں کو انجام دینے سے ہی جنت مل جاتی ہے نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے عورت جب پانچ وقت کی نمازیں پڑھ لے ماہ رمضان کے روزے رکھ لے اور اپنی عصمت کی حفاظت کرے اور اپنے شوہر کی اطاعت کرے تو اس کو اختیار ہے کہ جنت کے جس دروازے سے چاہے داخل ہو جائے۔ مشکوۃ ص ۲۸۱

اسی لئے احادیث میں کسی عادۃ محال چیز کی دعا کرنے کی ممانعت آئی ہے مثلاً کوئی بوڑھا سفید ریش دعا کرے اے اللہ تو مجھے جوان اور میرے بال جوانوں جیسے کر دے اگرچہ یہ قدرت خداوندی کے پیش نظر محال نہیں ہے مگر قانون فطرت کے خلاف ہے۔

اسی لئے نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوفراس اسلمی کے درخواست کرنے پر اسی وقت ان کے لئے جنت کی رفاقت کی دعا نہیں فرمائی باوجودیکہ ان کے اس جذبہ کو دیکھ کر آپ بھی چاہتے تھے کہ ان کو یہ سعادت حاصل ہو جائے مگر درخواست کرنے کے وقت وہ اس کے اہل نہیں تھے اس لئے پہلے اس سعادت کو حاصل کرنے کی اہلیت پیدا کرنے کی تدبیر بتلائی اور از راہ شفقت اس مشقت کو اپنی مدد سے تعبیر فرمایا کہ یہ تمہاری ہی خواہش نہیں ہے بلکہ میں بھی چاہتا ہوں کہ تم کو یہ سعادت حاصل ہو جائے اس لئے تم اپنی نہیں میری خواہش کو پورا کرنے کے لئے میری مدد کرو اور یہ مشقت برداشت کرو۔ سبحان اللہ کس قدر آسان ہو گیا ان کے لئے رات دن نفلیں پڑھنا کہ یہ میں اپنے محبوب کی مدد کر رہا ہوں اپنی نہیں قربان جایئے اس رافت و شفقت پر فداہ امی وابی صلی اللہ علیہ وسلم (میرے ماں باپ آپ پر قربان) مجاہدہ کے باب سے اس حدیث کا تعلق ظاہر ہے۔

دُعا کیجئے

یا اللہ مجھے بخش دیجئے اور مجھ پر رحمت کیجئے اور مجھے چین دیجئے اور مجھے رزق دیجئے۔ یا اللہ میں کم ہمتی سے، سستی، بزدلی، انتہائی بڑھاپے، قرضہ، اور گناہ سے اور عذاب دوزخ سے اور دوزخ کے فتنہ سے اور قبر کے فتنہ سے قبر کے عذاب سے مالداری کے برے فتنہ سے محتاجی کے برے فتنہ سے، زندگی اور موت کے فتنہ سے، اور مسیح دجال کے برے فتنہ سے، سخت دلی، غفلت، تنگدستی، ذلت، بیچارگی، کفر و فسق، ضد اضدی (نفسانیت)، (لوگوں کے) سناوے، دکھاوے (ریا و نمائش)، بہرہ پن، گونگے پن، جنون، جذام، بری بیماریوں، قرضہ کے بوجھ سے فکر، غم، لوگوں کے دباؤ، اور اس سے کہ میں ناکارہ عمر تک پہنچوں، دنیا کے فتنہ، غیر نافع علم، بغیر خشوع والے دل، اس نفس سے جو سیر نہ ہو اور اس دعا سے جو مقبول نہ ہو ان سب چیزوں سے میں آپ کی پناہ پکڑتا ہوں

نفل نمازوں سے درجات کی بلندی

عن ابی عبدالله، ویقال: ابو عبدالرحمن، ثوبان مولی رسول الله صلی الله علیه وسلم قال: سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول: علیک بکثرة السجود فانک لن تسجد لله سجدة الا رفعک الله بها درجة وحط عنک بها خطیئة (مسلم)

ترجمہ: حضرت ابوعبداللہ اور بقول بعض ابوعبدالرحمٰن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام ثوبان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے سنا ہے آپ نے فرمایا تم کثرت سے (نفلیں پڑھنے اور) سجدے کرنے کو اپنے اوپر لازم کرلو اس لئے کہ تم جو سجدہ بھی اللہ تعالیٰ کے لئے کرو گے اللہ تعالیٰ ہر سجدے کے بدلے تمہارا ایک درجہ بلند فرمادیں گے اور ایک خطا معاف فرمائیں گے۔ یعنی تم جتنی زیادہ نفلیں پڑھو گے اور ان میں جتنے زیادہ سجدے کرو گے اسی قدر اللہ تعالیٰ تمہارے درجات بلند فرمائیں گے اور اسی قدر تمہاری خطائیں معاف فرمائیں گے۔

تشریح: اس باب کی سابقہ احادیث سے معلوم ہو چکا کہ کثرت سے نفلیں پڑھنا اللہ سے قرب حاصل کرنے اور محبوبیت کے مرتبہ پر پہنچنے کا یقینی ذریعہ ہے اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ان نفلوں میں طول قیام کی نسبت کثرت رکوع وسجود افضل ہے اور رفع درجات اور عفو خطایا کا موجب ہے۔

ظاہر ہے کہ یہ نوافل جن کے بغرض تقرب الی اللہ پڑھنے کی ترغیب فرمائی ہے۔ ان میں نہ وقت کی قید ہے نہ تعداد کی، ان میں کثرت رکوع وسجود ہی افضل ہے۔ چنانچہ صحیح مسلم کی حدیث میں تصریح فرمائی ہے۔

اقرب مایکون العبدمن ربه وهو ساجد

عبدیت کا حقیقی مظاہرہ معبود کے سامنے سربسجود ہو جانے میں ہی مضمر ہے۔

اور وہ قیام لیل جس کا حکم سورۃ مزمل کے اندر ذکر فرمایا ہے اس میں طول قیام اور زیادہ سے زیادہ تلاوت قرآن ہی افضل ہے اسی لئے ایک سال کی اس طویل ریاضت اور مجاہدہ کے بعد اس طویل قیام اور قرأت قرآن میں تخفیف فرمادی گئی جس کی تفصیل آپ اسی باب میں پڑھ چکے ہیں۔

بعض علماء دین کا نوافل میں کثرت سجود کی ترغیب سے مطلقاً کثرت رکوع وسجود کی افضلیت پر استدلال کرنا بے محل ہے۔ واللہ اعلم

بہترین انسان

حضرت ابوصفوان عبداللہ بن بسر اسلمی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا بہترین آدمی وہ ہے جس کی عمر دراز ہو اور اعمال اچھے ہوں۔ (ترمذی نے اس حدیث کو روایت کیا اور کہا یہ حدیث حسن ہے)

حدیث اپنے مفہوم اور مصداق کے اعتبار سے بالکل واضح ہے ظاہر ہے کہ حسن عمل اور نیکوکاری کی توفیق کے ساتھ ساتھ عمر دراز اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے انسان کو اپنی ذات کے لئے بھی وسیع سے وسیع تر جنت بنانے کا موقع میسر آتا ہے اور خدا کی مخلوق کے لئے بھی سایہ رحمت بنتا ہے چنانچہ حدیث میں آتا ہے۔

خیر الناس من ینفع الناس بہترین آدمی وہ ہے جو لوگوں کو نفع پہنچاتا ہے۔

اس نفع رسانی کی مختلف اور متنوع صورتیں ہیں جو تفصیل کے ساتھ احادیث میں مذکور ہیں یہی وہ ہستیاں ہوتی ہیں جن کی وفات پر زمین وآسمان بھی روتے ہیں۔

اس کے برعکس اگر حسن عمل کی توفیق کے ساتھ عمر دراز نصیب نہ ہوئی تو خدا کی مخلوق بھی زیادہ عرصہ تک اس کی نیک ذات سے فائدہ نہ اٹھاسکی خود بھی آخرت کے لئے معتد بہ ذخیرہ مہیا کرنے سے قاصر رہا یہ اور بات ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اس کی نیک نیتی اور حسن عمل کی بنا پر اس کی مکافات فرمادیں۔

اور اگر خدانخواستہ عمر دراز تو ہوئی مگر حسن عمل کی توفیق سے محروم رہا تب تو زمین وآسمان بھی اس کی ایذاء رسانیوں اور مضرت رسانیوں سے تنگ ہوتے ہیں اور اس کی موت کی دعائیں مانگتے ہیں اور خلق خدا بھی اور خود اپنی ذات بھی اپنی بدکاریوں اور بداعمالیوں کی وجہ سے تنگ آجاتی ہے اور زندگی وبال ہوجاتی ہے جتنی عمر دراز ہوتی ہے اسی قدر جہنم کے گوناگوں عذابوں کا ذخیرہ تیار ہوتا رہتا ہے یہی وہ لوگ ہوتے ہیں جن کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

پس ان (کی وفات پر) آسمان اور زمین نہیں روئے اور نہ ان کو مہلت دی گئی۔

سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ انسان عمر دراز کو اللہ تعالیٰ کی ایک عظیم نعمت سمجھے اور اس کو زیادہ سے زیادہ نیکوکاریوں اور عبادات وطاعات میں صرف کردے ایک لمحہ بھی ضائع نہ ہونے دے اسی کا نام مجاہدہ ہے۔

عام طور پر انسان بڑھاپے میں قویٰ اور اعضاء کے طبعی اور فطری انحطاط کی وجہ سے تنگ آکر موت کی دعائیں مانگنے لگتا ہے حالانکہ احادیث میں موت کی دعا مانگنے کی ممانعت آئی ہے بلکہ اس کی بجائے رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مذکورہ ذیل دعا کی تعلیم دی ہے۔

اے اللہ تو مجھے زندہ رکھ جب تک کہ زندگی میرے لئے خیر وبرکت کا باعث ہو اور تو مجھے اٹھالے جبکہ وفات میرے لئے بہتر ہو اور زندگی کو میرے لئے ہر طرح کی خیر وبرکت میں زیادتی کا باعث بنا اور موت کو میرے لئے ہر قسم کے شر سے راحت پانے کا ذریعہ بنا۔

باقی پیرانہ سالی کے ضعف کی مکافات کا وعدہ خود اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

بخدا ہم نے انسان کو بہترین ساخت میں پیدا کیا پھر ہم نے پست درجہ میں لوٹا دیا۔ (بوڑھا اور ناکارہ بنادیا)

بجز ان لوگوں کے جو (جوانی میں برابر نیک کام کرتے رہے) پس ان کیلئے (بڑھاپے میں بھی) اجر وثواب (جاری رہے گا) منقطع نہ ہوگا۔

دُعا کیجئے

اے میرے رب! میری مدد کیجئے اور میری مخالفت میں کسی کی مدد نہ کیجئے مجھے فتح دیجئے اور کسی کو میرے اوپر غالب نہ کیجئے اور میرے حق میں (اچھی) تدبیر کیجئے اور میرے مقابلہ میں کسی کی تدبیر نہ چلائیے۔ مجھے ہدایت فرمائیے اور ہدایت کو میرے آسان کردیجئے۔ جو مجھ پر زیادتی کرے اس کے مقابلہ میں میری مدد کیجئے۔ اے میرے پروردگار! مجھے ایسا بنادیجئے کہ میں آپ کو بہت یاد کیا کروں۔ آپ کا بہت شکر ادا کیا کروں، آپ سے بہت ڈرا کروں آپ کی بہت فرمانبرداری کیا کروں۔ آپ کا بہت مطیع رہوں۔ آپ سے ہی سکون پانے، آپ ہی کی طرف متوجہ ہونے والا، آپ ہی کی طرف رجوع ہونے والا رہوں۔

ایک شہید کی شاندار شہادت

عن انس رضی الله عنه قال: غاب عمی انس بن النضر رضی الله عنه عن قتال بدر فقال: یارسول الله غبت عن اول قتال قاتلت المشرکین لئن الله اشهدنی قتال المشرکین لیرین الله ما اصنع فلما کان یوم احد انکشف المسلمون (متفق علیہ)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میرے چچا نضر بن انس رضی اللہ عنہ جنگ بدر میں شریک نہ ہو سکے تو انہوں نے (ازراہ تاسف) عرض کیا: یارسول اللہ! (مجھے افسوس ہے) آپ نے مشرکین سے جو پہلی جنگ لڑی میں اس میں شریک نہ ہو سکا بخدا (آئندہ) اگر اللہ تعالیٰ نے مشرکین سے جنگ میں شرکت کا مجھے موقعہ دیا تو مجھے یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ ضرور دکھلا دیں گے کہ میں کیا کرتا ہوں تو جب جنگ احد ہوئی (اور خلاف توقع) مسلمانوں کے پاؤں اکھڑ گئے تو نضر بن انس نے کہا اے اللہ جوان مسلمانوں نے کیا (خلاف توقع پسپا ہو گئے) اس کے لئے میں تجھ سے معذرت خواہ ہوں اور جوان مشرکین نے آپ کے چہرہ مبارک کو زخمی کیا اس سے میں بے تعلقی کا اظہار کرتا ہوں پھر (یہ کہہ کر) وہ آگے بڑھے تو سعد بن معاذ ان کے سامنے آ گئے تو انہوں نے کہا: اے سعد بن معاذ رب کعبہ کی قسم یہ ہے جنت' میں تو احد کے آگے جنت کی خوشبوئیں سونگھ رہا ہوں (اس پر) سعد نے عرض کیا: جو نضر بن انس نے کر دکھایا میں تو یارسول اللہ نہیں کر سکا انسؓ کہتے ہیں چنانچہ (جنگ ختم ہونے کے بعد) ہم نے ان کے جسم پر اسی سے کچھ زیادہ تلواروں کے یا نیزوں کے یا تیروں کے زخم پائے اور ہم نے ان کو قتل کیا ہوا پایا (مشرکین نے ان کے ناک کان کاٹ دیئے تھے اور چہرہ مسخ کر دیا تھا اس لئے) سوائے ان کی بہن کے اور کوئی ان کو شناخت بھی نہ کر سکا ان کی بہن نے بھی صرف انگلیوں کے پوروں سے پہچانا تھا حضرت انس رضی اللہ عنہ کا کہنا ہے ہم یقین رکھتے یا گمان کیا کرتے تھے کہ یہ آیت کریمہ ذیل نضر بن انس کے اور انہی جیسے دوسرے غازی مومنین کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

من المؤمنین رجال صدقوا ما عاهدوا الله علیه فمنهم من قضی نحبه ومنهم من ینتظر وما بدلوا تبدیلاً (پارہ ۲۱ سورۃ الاحزاب ع:۳ آیت ۲۳)

ایمان والوں میں (کچھ تو) ایسے لوگ ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ سے جس بات پر عہد کیا تھا (کہ ہم اللہ کی راہ میں جان دے دیں گے) اس کو سچا کر دکھایا پس ان میں سے بعض نے تو اپنی ذمہ داری پوری کر دی (اور اللہ کی راہ میں شہید ہو گئے) اور بعض انتظار میں ہیں (کہ کب موقعہ آئے اور ہم جان دیں) اور ان ایمان والوں نے (اپنے عہد میں) ذرہ برابر تبدیلی نہیں کی حضرت نضر بن انس رضی اللہ عنہ کا یہ جذبہ اور اس پر فوراً عمل سراسر مجاہدہ ہے۔

اللہ کی راہ میں خرچ

حضرت ابو مسعود عقبہ بن عمرو انصاری بدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جس زمانے میں آیت صدقہ نازل ہوئی ہے ہم لوگ عام طور پر بار برداری کی مزدوری کیا کرتے تھے تو (صدقہ کی آیت نازل ہونے کے بعد) ایک آدمی آیا اور اس نے بہت سا مال صدقہ میں دیا تو اس پر منافقوں نے (ازراہ

طنز) کہا ریا کار ہے (دکھلاوے کی خاطر اتنی فیاضی دکھا رہا ہے) دوسرا شخص ایک صاع (جو) لایا تو اس پر (از راہ تمسخر) کہا اللہ تو اس کے صاع سے بے نیاز ہے (اسے اس کی ضرورت نہیں یہ بھی کیوں لایا) اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

الذین یلمزون المطوعین من المؤمنین فی الصدقات والذین لایجدون الا جهدهم فیسخرون منهم سخرالله منهم ولهم عذاب الیم (سورۃ توبہ رکوع۱۶ آیت۷۹)

وہ لوگ جو ایمان والوں میں سے دل کھول کر صدقہ کرنے والوں پر بھی طعن و تشنیع کرتے ہیں اور ان پر بھی جن کو بجز اپنی محنت ومشقت کی مزدوری کے اور کچھ میسر نہیں ٹھٹھہ کرتے ہیں ان پر اللہ تعالیٰ نے ٹھٹھہ کیا ہے اور انہی کے لئے دردناک عذاب ہے۔

تشریح: مذکورہ بالا حدیث مسلمانوں کے اس دور سے متعلق ہے جبکہ انصار عام طور پر انتہائی افلاس اور عسرت کی زندگی بسر کر رہے تھے مگر اس کے باوجود ان کو اپنی آخرت کی فکر تھی صدقہ کی آیت نازل ہوتے ہی ہر شخص حسب مقدور صدقہ پیش کرتا تھا اور یہ طعن و تشنیع کرنے والے اور مذاق اڑانے والے وہی منافقین تھے جن کے حسد و نفاق کا تفصیلی بیان اس سے پہلے اسی باب کی حدیث میں آچکا ہے اللہ تعالیٰ کا دنیا میں ان کو کچھ نہ کہنا اور آخرت میں ان کی منافقانہ حرکات پر دردناک عذاب کی خبر دینا جزاء بالمثل ہے اسی لئے مشاکلت و مشابہت کی بنا پر اللہ تعالیٰ کے معاملہ کو سخریہ سے تعبیر کیا گیا ہے۔

ظاہر ہے کہ اس صدقہ سے زکوٰۃ مراد نہیں ہے اس لئے کہ زکوٰۃ تو ایسے مفلس و نادار لوگوں پر واجب ہی نہیں ہوتی بلکہ اس صدقہ سے نفلی صدقہ مراد ہے جس کی نہ کوئی مقدار مقرر ہے نہ جنس نہ ہی اس میں صاحب نصاب ہونا اور حولان حول (سال گزرنا) شرط ہے۔ بلکہ یہ وہ صدقات ہیں جو اللہ تعالیٰ کے اس تقرب کا وسیلہ بنتے ہیں جس کا حال آپ اسی باب کی حدیثوں میں پڑھ چکے ہیں اور جس کے متعلق نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

اتقوا النار ولو بشق تمرة (جہنم کی) آگ سے بچو اگرچہ کھجور کے ایک ٹکڑے کے ذریعہ سے ہی ہو۔ بہر حال نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم اس حدیث کے ذریعہ امت کو توجہ دلاتے ہیں کہ ہر وہ مسلمان جسے آخرت کی فکر ہو اس کو چاہئے کہ خطاؤں اور گناہوں کی مغفرت اور اللہ تعالیٰ سے قرب حاصل کرنے کی غرض سے دیگر کارہائے خیر کے ساتھ ساتھ کچھ نہ کچھ صدقہ خیرات بھی ضرور کرتا رہے۔

ہمارا حال

لیکن ہم یعنی آج کل کے عام مسلمان تو اس طرح دنیا کی اغراض وخواہشات میں مستغرق اور ڈوبے ہوئے ہیں کہ سر اٹھانے تک کی فرصت نہیں آخرت کی فکر تو کجا کبھی بھول کر بھی خیال تک نہیں آتا "وائے بر ماو بر حال ما" افسوس ہم پر اور ہمارے حال پر" ہمارا حال تو یہ ہے۔

شب چو عقد نماز بربندم چہ خورد بامداد فرزندم

رات کو جب نماز کی نیت باندھ کر (کھڑا ہوتا ہوں) تو (ساری نماز میں یہی سوچتا رہتا ہوں) کہ صبح میرے بچے کیا کھائیں گے؟ (اور کہاں سے آئے گا)

حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر زمانہ میں ایسے خدا پرست لوگوں پر طعن و تشنیع کرنے اور مذاق اڑانے والے منافق دشمنان دین وایمان لوگ ہوئے ہیں اور حدیث شریف اور آیت کریمہ ایسے ہی دشمنان دین وایمان منافقین کی خدا دشمنی سے مسلمانوں کو آگاہ کرنے کے لئے وارد اور نازل ہوئی ہیں اور یہ ایک بڑا مجاہدہ کہ ایسے مار آستین دشمنوں کے طعن و تشنیع اور استہزاء و تمسخر کے ڈنک سہنا اور صراط مستقیم پر قائم رہنا آسان کام نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں سے خطاب

عن سعیدبن عبدالعزیزعن ربیعة بن یزیدعن ابی سعیدالخولانی عن ابی ذرجندب بن جنادة رضی اللہ عنه عن النبی صلی اللہ علیه وسلم فیمایروی عن اللہ تبارک وتعالیٰ انه قال:

ترجمہ : سعید بن عبدالعزیز، ربیعہ بن یزید سے اور ربیعہ ابوسعید خولانی سے اور ابوسعید، ابوذر جند بن جنادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں۔

۱۔اے میرے بندو! میں نے خود اپنے اوپر بھی ظلم کو حرام کیا ہے اور تمہارے درمیان بھی (ایک دوسرے پر ظلم کرنے کو) حرام کیا ہے لہٰذا تم بھی ایک دوسرے پر ظلم مت کرو۔

اے میرے بندو! تم میں سے ہر شخص گم کردہ راہ ہے سوائے اس شخص کے جس کو میں ہدایت دوں لہٰذا تم مجھ سے ہدایت طلب کرو میں تمہیں ضرور ہدایت دوں گا۔

۳۔اے میرے بندو! تم میں سے ہر شخص لباس کا محتاج ہے سوائے اس شخص کے جس کو میں لباس پہناؤں گا پس تم مجھ ہی سے لباس طلب کرو میں تمہیں ضرور لباس پہناؤں گا۔

۴۔اے میرے بندو! تم میں سے ہر شخص بھوکا ہے سوائے اس شخص کے جس کو میں کھانے کو دوں پس تم مجھ ہی سے کھانا طلب کرو میں تمہیں ضرور کھلاؤں گا۔

۵۔اے میرے بندو! تم رات دن خطائیں اور گناہ کرتے رہتے ہو اور میں ہی تمام گناہ معاف کرتا ہوں لہٰذا تم مجھ سے گناہ معاف کراؤ میں تمہارے سب گناہ معاف کروں گا۔

۶۔اے میرے بندو! نہ تم مجھے نقصان پہنچانے کی قدرت رکھتے ہو کہ نقصان پہنچا سکو اور نہ تم مجھے نفع پہنچانے کی قدرت رکھتے ہو کہ نفع پہنچا سکو۔

۷۔اے میرے بندو! اگر تم اگلے پچھلے اور جن وانس (سب کے سب) تم میں کے سب سے زیادہ عبادت گزار اور پرہیز گار آدمی کی طرح پرہیز گار بن جاؤ تو میری خدائی میں اس سے ذرہ برابر اضافہ نہ ہوگا۔

۸۔اے میرے بندو! اگر تم اگلے پچھلے اور جن وانس (سب کے سب) تم میں کے سب سے زیادہ بدکار آدمی کی طرح بدکار بن جاؤ تو اس سے ذرہ برابر میری خدائی میں کمی نہ آئے گی۔

۹۔اے میرے بندو! تمہارے اگلے اور پچھلے اور جن وانس (سب مل کر) کھلے میدان میں جمع ہو کر (بیک وقت) مجھ سے (اپنی اپنی حاجت کا) سوال کرو تو میں اسی وقت ہر ہر شخص کی حاجت پوری کردوں گا اور اس سے جو خزانے میرے پاس ہیں ان میں کوئی کمی نہ آئے گی بجز اس سوئی کے جس کو سمندر میں ڈبو کر نکال لیا جائے تو اس سے سمندر کے پانی میں کچھ بھی

کمی نہیں آتی (ایسے ہی تم میں سے ہر ایک سوال پورا کر دینے سے میرے خزانوں میں ذرا بھی کمی نہ آئے گی)

۱۰۔ اے میرے بندو! (یہ جزاء وسزا) تو تمہارے (اچھے برے) اعمال ہی ہیں جن کو میں تمہارے لئے (اعمالناموں میں) جمع کرتا رہتا ہوں پھر قیامت کے دن تم کو وہی پورے کے پورے دے دوں گا تو جس کو جزائے خیر ملے اس کو چاہئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے (کہ اسی نے نیک کاموں کی توفیق دی) اور جو اس کے سوا پائے (یعنی جو اپنے اعمال بد کی سزا پائے) اس کو خود اپنے کو برا کہنا چاہئے (کہ نہ شیطان کے کہنے میں آ کر برے کام کرتا نہ سزا بھگتا)

سعید (اس حدیث کے راوی) نے بیان کیا کہ ابو سعید خولانی جب اس حدیث کو روایت کرتے تو (غلاموں کی طرح) باادب دوزانو بیٹھ جایا کرتے۔ مسلم نے اس حدیث کو روایت کیا فرماتے ہیں۔ اور امام احمد بن حنبل سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں: اہل شام کی حدیثوں میں اس حدیث سے زیادہ شریف (شرف والی) کوئی حدیث نہیں ہے۔

تشریح: یہ حدیث قدسی خود آپ اپنی شرح ہے کسی مزید تشریح کی محتاج نہیں ایک طرف اللہ تعالیٰ کی شان بے نیازی‘ بے پایاں اور لاثانی قدرت اور عظمت وجلال کا مظہر ہے تو دوسری طرف بندوں سے بے پایاں محبت وشفقت اور رحمت ورأفت اس خطاب سے مترشح ہے درحقیقت رب جلیل کے اس مشفقانہ خطاب اور ذرہ نوازی کا تقاضا یہی ہے کہ حضرت ابوادریس خولانی کی طرح نیازی مند اور فرمانبردار غلاموں کی طرح باادب اور دوزانو بیٹھ کر سر تسلیم خم کریں اور اس حدیث کو بیان کریں یا پڑھیں اور سنیں نیز بہت اچھا ’’یا درست‘‘ فرمایا وغیرہ مناسب الفاظ میں اور تشکر آفرین انداز میں جواب دیں۔

علمی تحقیق

یہ حدیث قدسی ایک اہم علمی تحقیق کے لئے بھی روشن دلیل ہے وہ ایک مشہور ومعروف مسئلہ ہے کہ جزا عین عمل ہے یا عمل کے علاوہ ہے؟ محققین کے نزدیک بندوں کے تمام اچھے یا برے گوناگوں اعمال وافعال باقی رہتے ہیں فنا نہیں ہوتے گو ہمیں نظر نہ آئیں اور یہی گوناگوں اعمال صالحہ اور حسنات آخرت میں گوناگوں نعیم جنت کی صورت اختیار کر لیں گے اور یہی اعمال سیئہ (برے اعمال) آخرت میں گوناگوں عذاب جہنم کی شکل اختیار کر لیں گے اس مسئلہ کا عنوان ہے ’’تجسد اعمال‘‘

اس تحقیق کے ثبوت میں اگرچہ قرآن وحدیث کی بے شمار نصوص اور تصریحات موجود ہیں اس کے باوجود ظاہر پرست علماء عقلیت پرست یونانی فلسفہ سے متاثر لوگ (معتزلہ) اس حقیقت کا انکار کرتے ہیں اور صریح آیات واحادیث میں طرح طرح کی تاویلیں کرتے ہیں شاعر مشرق علامہ اقبال نے اس حقیقت کا اظہار ذیل کے شعر میں کیا ہے۔

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی
یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے

دعا کیجئے

اے میرے پروردگار! میری توبہ قبول کیجئے اور میرے گناہ دھو دیجئے۔ اور میری دعا قبول فرمائیے اور میری (دینی) حجت قائم فرمائیے اور میری زبان درست رکھئے، میرے دل کو ہدایت پر رکھئے اور سینہ کی کدورت نکال دیجئے۔

اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں سے خطاب

عن سعیدبن عبدالعزیزعن ربیعة بن یزیدعن ابی سعیدالخولانی عن ابی ذرجندب بن جنادة رضی الله عنه عن النبی صلی الله علیه وسلم فیمایروی عن الله تبارک وتعالیٰ انه قال:

ترجمہ: سعید بن عبدالعزیز' ربیعہ بن یزید سے اور ربیعہ ابوسعید خولانی سے اور ابوسعید' ابوذر جندب بن جنادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

ہماری زندگی میں یقین کے فوائد

اگر آج مسلمان یقینی طور پر اس جزاوسزائے اعمال کی حقیقت کو باور کرلیں کہ جو چھوٹے بڑے گناہ' فسق وفجور' بدکاری وحرام خوری لوگوں پر ظلم وستم اور حق تلفیاں ہم شب وروز کرتے رہتے ہیں چاہے کتنے ہی خفیہ طور پر کریں کسی متنفس کو بھی پتہ نہ چلنے دیں ان کے ارتکاب کا کوئی ثبوت اثرونشان وغیرہ بھی نہ چھوڑیں ان کی کوئی اذیت تکلیف یا عذاب بھی محسوس نہ ہوحتیٰ کہ ہم بالکل پاک وصاف اور متقی وپرہیزگار نظر آئیں تب بھی یہ گناہ (جرائم) ہرگز فنا نہیں ہوتے مٹ نہیں جاتے بلکہ ہمارے وجود کے ساتھ باقی اور چمٹے رہتے ہیں صرف اتنا ہے کہ اس زندگی میں ہمیں محسوس نہیں ہوتے نہ ان کی اذیت وتکلیف یا کسی قسم کا عذاب ہی محسوس ہوتا ہے لیکن مرنے کے بعد آخرت میں یہی ہماری سیہ کاری' نافرمانیاں چھوٹے بڑے گناہ کفریہ وشرکیہ اعمال وافعال ظلم وجور جہنم کے ان ہولناک عذابوں کی شکل اختیار کرلیں گے جن کی خبر قرآن وحدیث میں دی گئی ہے الا یہ کہ ہم توبہ واستغفار اور مکفرات (وہ عبادتیں جو گناہ کا کفارہ بنتی ہیں) کے ذریعہ ان گناہوں کا ازالہ کرلیں اور دنیا میں ہی ان سے چھٹکارا حاصل کرلیں حقوق العباد ہوں تو ان کو ادا کریں یا معاف کرالیں ورنہ تو انہی سیاہ کاریوں حرام خوریوں حق تلفیوں اور فسق وفجور کفروشرک کی آگ میں ہم ہمیشہ ہمیشہ جلتے اور تڑپتے رہیں گے اور جیسے زندگی بھر ہم نے ان گناہوں کو نہیں چھوڑا ایسے ہی آخرت میں یہ گناہ ہمیں نہیں چھوڑیں گے دنیا کی زندگی فانی تھی موت آنے پر ختم ہوگئی آخرت کی زندگی ابدی اور نہ ختم ہونے والی ہے وہاں موت نہ آئے گی اس لئے خودکردہ عذاب سے کبھی بھی چھٹکارا نصیب نہ ہوگا۔

اسی طرح ہمارے تمام اعمال صالحہ تمام عبادتیں اور طاعتیں غرض تمام نیکوکاریاں ہرگز فنا نہیں ہوتیں بلکہ باقی اور ہمارے ساتھ رہتی ہیں گو ہمیں اپنی اس زندگی میں نظر نہ آئیں نہ ان کی موجودگی کا کوئی اثر مسرت وفرحت لطف ولذت محسوس ہو بلکہ ہم تو اپنی جہالت کی بنا پر یہ سمجھتے ہیں کہ ہم نے ناگوار حالات کے باوجود مسجد میں جاکر نماز پڑھ لی سخت گرمی اور بھوک پیاس کی شدت کے باوجود روزے رکھ لئے مال کی فطری محبت کے باوجود سال پورا ہوتے ہی پورے مال کی زکوٰۃ نکال دی سفر کی دشواریوں کے باوجود حج وعمرہ کرلیا قصہ ختم ہوا ہمیں کیا ملا ہم تو ویسے کے ویسے رہے جیسے پہلے تھے لیکن یہ قطعاً جہالت' شیطان کا فریب اور مکارنفس کا دھوکا ہے درحقیقت وہ ہماری نمازیں جوں کی توں باقی اور ہمارے ساتھ ہیں وہ روزے بھی جو ہم نے رکھے ہیں موجود ہیں جو زکوٰۃ خیرات ہم نے نکالی وہ بھی کہیں نہیں گئی

ہمارے ساتھ ہے حج وعمرہ بھی اپنی تمام تر برکتوں کے ساتھ موجود و برقرار ہیں اسی طرح تمام عبادات وحسنات ہمارے ساتھ موجود ہیں صرف اتنا ہے کہ وہ ہمیں نظر نہیں آتیں نہ ان کے موجود ہونے کا ہم کوئی اثر محسوس کرتے ہیں لیکن مرنے کے بعد آخرت میں یہی عبادات وطاعات' اعمال صالحہ وحسنات ایسی حسین وجمیل صورت میں ہمارے سامنے آئیں گی کہ نہ کسی آنکھ نے دیکھا ہوگا نہ کسی کان نے سنا ہوگا نہ کسی بشر کے وہم وخیال میں آئی ہوں گی یہی وہ نعیم جنت ہیں جن کے حصول کی بشارت قرآن کریم اور مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم' نے دی ہے اور ہمیشہ ہمیشہ ہم اس ابدی عیش وعشرت اور دائمی لطف وسرور میں ان نشاط آفرین حسنات سے محظوظ اور لطف اندوز ہوتے رہیں گے اسی حقیقت کو اللہ تعالیٰ نے اس معجز خطاب میں فرمایا ہے۔

یہ (جزا وسزا) تو تمہارے (اچھے برے) اعمال ہی ہیں جن کو میں تمہارے لئے (اعمال ناموں میں) جمع کرتا رہتا ہوں پھر قیامت کے دن وہی پورے کے پورے تمہیں دے دوں گا تو جس کو (جزا) خیر ملے اس کو چاہئے کہ وہ اللہ کا شکر ادا کرے (کہ اسی نے نیک کاموں کی توفیق دی) اور جو اس کے سوا پائے (یعنی جو اعمال بد کی سزا پائے) اس کو خود اپنے کو برا کہنا چاہئے (کہ نہ شیطان کے کہنے میں آ کر برے کام کرتا نہ سزا بھگتا)

اس زمانہ میں اس حقیقت کے یقین کا فائدہ

اگر مجازات اعمال کی اس حقیقت کا ہمیں یقین ہو جائے تو یقیناً ہماری سیاہ کاریوں حرام خوریوں اور اپنے بھائیوں کی حق تلفیوں اور چھوٹے بڑے گناہوں میں کافی حد تک کمی آجائے نیز ان کے جلد از جلد ازالے اور ان سے چھٹکارا حاصل کرنے کی غرض سے توبہ واستغفار اور مکفرات کی اہمیت وضرورت کا شدت سے احساس اور فکر ہو جائے اسی لئے رب العالمین نے اس خطاب قدسی میں مجازات اعمال کی حقیقت بتلانے سے پہلے باہمی ظلم وجور اور حق تلفی سے منع فرمایا اور شب وروز توبہ واستغفار کرنے کی طرف توجہ دلائی اور توبہ کی قبولیت اور گناہوں کی مغفرت کا وعدہ فرمایا۔

ہم یہاں گلے از گلزارے ''یعنی نمونہ کے طور پر قرآن کریم کی صرف دو آیتیں اور دو صحیح حدیثیں پیش کرتے ہیں جن میں جزا کے عین عمل ہونے کی تصریح فرمائی ہے۔ یتیموں کا مال ظلماً کھانے والوں کے متعلق اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں۔

جو لوگ ظلماً یتیموں کا مال کھاتے ہیں اس کے سوا نہیں کہ وہ اپنے پیٹوں میں آگ (کے انگارے) بھرتے ہیں اور عنقریب (یعنی مرنے کے بعد) وہ بھڑکتے ہوئے (آگ کے) شعلوں میں داخل ہوں گے۔

اس آیت کریمہ میں تصریح ہے کہ یتیموں کے مال کے چرب وشیریں لقمے درحقیقت آگ کے انگارے ہوتے ہیں جن سے وہ لوگ اپنا پیٹ بھرتے ہیں صرف اتنا ہے کہ اس زندگی مین ان کی سوزش اور جلن محسوس نہیں ہوتی مرنے کے بعد وہی انگارے اپنی پوری سوزش کے ساتھ بھڑکنے لگیں گے اور ان کی آگ میں ظلماً یتیموں کا مال کھانے والے جلیں گے اور جلتے رہیں گے۔ سونے اور چاندی کے خزانے جمع کرنے والوں کے متعلق ارشاد ہے۔

اور جو لوگ سونے چاندی کے خزانے جمع کرنے (اور سینت سینت کر رکھتے ہیں) اور انکو اللہ کی راہ میں (یعنی اس حکم کے مطابق) خرچ نہیں کرتے تو ان کو دردناک عذاب کی بشارت دے دو جس دن ان سونے چاندی کے خزانوں کو آگ میں تپایا جائے گا پھر ان سے ان کی پیشانیوں اور پہلوؤں اور پشتوں کو داغا

جائے گا (اور جب وہ چیخیں چلائیں گے تو) ان سے کہا جائے گا یہ تو وہی (سونا اور چاندی) ہے جس کے خزانے تم نے اپنے لئے جمع کئے تھے اب چکھو اپنے جمع کئے ہوئے خزانوں کا مزہ۔

یہ آیت کریمہ تو صریح دلیل ہے اس امر کی وہی سونے چاندی کے خزانے جن کے حاصل کرنے کے لئے دنیا میں دولت مندوں کے سامنے پیشانیاں رگڑی تھیں اور حاصل کرنے کے بعد محبوب کی طرح انہیں سینے سے لگا کر رکھا تھا اور اس میں سے ایک پائی بھی اللہ کی راہ میں اور اس کے حکم کے مطابق خرچ کرنے میں تکلیف محسوس کرتے اور بخل کرتے تھے قیامت کے دن اسی حرص وطمع مال کی آگ میں انہیں سونے چاندی کی سلاخوں کو تپا کر انہی پیشانیوں کو ان سے داغا جائے گا جو مال حاصل کرنے کے لئے رگڑی تھیں اور انہی پہلوؤں پر ان سونے چاندی کی تپائی ہوئی سلاخوں سے داغ لگائے جائیں گے جن کو دنیا میں سینے سے لگا کر رکھا تھا معلوم ہوا مال جمع کرنے کی حرص وطمع دراصل ایک آگ ہے جس میں جمع کردہ سونے چاندی کی سلاخوں کو تپایا گیا تھا مگر دنیا میں نہ ان لوگوں کو اس آگ کا احساس تھا نہ ان تپی ہوئی سلاخوں کا مرنے کے بعد اس عذاب کا احساس ہوگا اور جب وہ تکلیف کی شدت سے چیخیں وچلائیں گے تو ان کی توبیخ وسرزنش کے طور پر عذاب دینے والے فرشتے کہیں گے اب کیوں چلاتے ہو یہ وہی تمہارے محبوب خزانے تو ہیں جو تم نے اپنے لئے جمع کئے تھے دنیا میں تو تم انکا مزہ نہیں چکھ سکے اب آخرت میں ان کا مزہ چکھو معلوم ہوا کہ مال کی حرص وطمع اور اللہ کے حکم کے مطابق اس کو خرچ کرنے میں بخل خود ایک عذاب ہے مگر دنیا میں اس عذاب کی تکلیف کا احساس نہ تھا مرنے کے بعد ہوگا۔

اسی طرح پیغمبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم' ذیل کی حدیث میں خطاؤں کے انسان کے جسم میں داخل اور وضو کامل سے ان کے خارج ہونے کی خبر دیتے ہیں۔

دُعا کیجئے

اے اللہ! ہمیں بخش دیجئے، ہم پر رحم فرمایئے، ہم سے راضی ہو جایئے ہمیں جنت میں داخل فرمایئے، دوزخ سے ہمیں بچا لیجئے اور ہمارے سب حال درست کر دیجئے۔

اے اللہ! ہمارے دلوں میں الفت پیدا فرما دیجئے اور ہمارے آپس کے تعلقات درست فرمایئے۔ ہمیں اندھیروں سے نور کی طرف نکالئے۔ ہمیں بے حیائیوں سے جو ظاہری ہوں یا باطنی (دونوں سے) الگ رکھئے ہماری سماعتوں، بینائیوں، دلوں، ہماری بیویوں، ہماری اولادوں میں برکت عطا فرمایئے۔ اور ہماری توبہ قبول فرمایئے بے شک آپ ہی توبہ قبول کرنے والے مہربان ہیں اور ہمیں اپنی نعمتوں کا شکر گزار، ثنا خواں، نعمتوں کے قابل بنایئے اور انہیں ہم پر پورا فرمایئے۔ یا اللہ میں آپ سے امور (دین) میں ثابت قدمی طلب کرتا ہوں آپ سے اعلیٰ صلاحیت طلب اور آپ سے آپ کی نعمتوں کے شکریہ کی توفیق اور اچھی عبادت کا سوال کرتا ہوں۔ اور میں آپ سے سچی زبان، قلب سلیم اخلاق صحیح اور آپ سے وہ بھلائی مانگتا ہوں جسے آپ جانتے ہیں اور آپ سے اس گناہ سے معافی چاہتا ہوں جسے آپ جانتے ہیں۔ بے شک آپ ہی ہر غائب کو جاننے والے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں سے خطاب

عن سعیدبن عبدالعزیزعن ربیعة بن یزیدعن ابی سعیدالخولانی عن ابی ذرجندب بن جنادة رضی الله عنه عن النبی صلی الله علیه وسلم فیمایروی عن الله تبارک وتعالیٰ انه قال:

ترجمہ: سعید بن عبدالعزیز' ربیعہ بن یزید سے اور ربیعہ ابوسعید خولانی سے اور ابوسعید' ابوذر جند بن جنادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

عبداللہ صنابحی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم' نے ارشاد فرمایا جب مومن بندہ وضو کرنے بیٹھتا ہے تو جب کلی کرتا ہے تو اس کے منہ (اور زبان) کی تمام خطائیں نکل جاتی ہیں اور جب ناک سنکتا ہے تو ناک کی (یعنی ناک کے ذریعہ کی ہوئی) خطائیں نکل جاتی ہیں اور جب چہرہ دھوتا ہے تو چہرہ کی خطائیں نکل جاتی ہیں یہاں تک کہ آنکھوں کی پلکوں کے نیچے سے بھی (یعنی نگاہوں کے ذریعہ کی ہوئی خطائیں بھی) پھر جب اپنے دونوں ہاتھ (کہنیوں تک) دھوتا ہے تو دونوں ہاتھوں سے کی ہوئی خطائیں نکل جاتی ہیں یہاں تک کہ دونوں ہاتھوں کے ناخنوں کے نیچے سے بھی' پھر جب سر کا مسح کرتا ہے تو سر سے کی ہوئی خطائیں نکل جاتی ہیں یہاں تک کہ کانوں سے کی ہوئی خطائیں بھی' پھر جب اپنے دونوں پاؤں دھوتا ہے تو پاؤں کے ذریعے کی ہوئی خطائیں نکل جاتی ہیں یہاں تک کہ پاؤں کے ناخنوں کے نیچے سے بھی اس کے بعد اس کا مسجد چل کر جانا اور نماز (باجماعت) پڑھنا اس کے لئے مزید ثواب کا موجب ہوتا ہے (امام مالک اور نسائی نے روایت کیا (مشکوٰۃ)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ انسان اپنے بدن کے جن اعضاء سے خطاؤں کا ارتکاب کرتا ہے وہ خطائیں ان اعضاء میں غیر محسوس طور پر داخل اور پیوست ہو جاتی ہیں اور وہ اعضاء ان خطاؤں سے اسی طرح آلودہ ہو جاتے ہیں جیسے غیر مرئی (نظر نہ آنے والی) نجاستوں سے گندے ہو جاتے ہیں اور جس طرح گندے اعضاء پانی سے دھونے سے پاک ہو جاتے ہیں بدن گندگی سے پاک ہو جاتا ہے اسی طرح مسنون طریقے پر کامل وضو کرنے سے خطاؤں کی گندگی نکل کر دور ہو جاتی ہے اور انسان ظاہری نجاستوں کی طرح باطنی نجاستوں سے بھی پاک ہو جاتا ہے اور اس کے بعد پاک وصاف ہو کر نماز پڑھتا ہے تو وہ نماز مزید برآں رفع درجات کا موجب ہوتی ہے خطاؤں کا خروج جس کی اس حدیث میں تصریح ہے تجسد اعمال کی بین دلیل ہے۔

۲۔ اسی طرح حدیث ذیل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم' نے خطاؤں کو آگ سے تعبیر فرمایا ہے جس میں انسان غیر محسوس طریق پر جلتا رہتا ہے اور صدقہ کو پانی سے تعبیر فرمایا ہے جو خطاؤں کی غیر محسوس اور نظر نہ آنے والی آگ کو بجھاتا ہے ارشاد ہے۔

الصدقة تطفیء الخطایا کمایطفیء الماء النار

صدقہ کرنا خطاؤں (کی آگ) کو اسی طرح بجھا دیتا ہے جیسے پانی آگ کو بجھا دیتا ہے

اطفاء کا لفظ عربی زبان میں لگی ہوئی آگ بجھانے کے لئے مخصوص ہے اس لئے یہ حدیث بھی تجسد اعمال کی روشن دلیل ہے گویا خطائیں ایک غیر مرئی آگ ہیں جس میں ارتکاب کرنے والا

جلتا ہے مگر جلنے کو محسوس نہیں کرتا اور صدقہ اس آگ کو بجھا دیتا ہے۔

اس کے برعکس سرکشوں یعنی کفار و مشرکین و منکرین کو جزاء و سزا کے لئے سب سے بڑا عذاب جہنم کا سالہا سال لامتناہی عذاب ہوگا جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اس آیت سے پہلی آیت میں فرمایا ہے۔

جزآء وفاقاً (پارہ نمبر ۳۰ سورہ النباء ۱ آیت ۲) ایسی سزا جو (جرم کے) مطابق ہے۔

یعنی یہ سالہا سال لامتناہی عذاب ان کے جرم یعنی کفر وشرک اور انکار جزاء وسزا پر عمر بھر اصرار کے موافق و مطابق ہے اس لئے کہ جیسے ان مجرموں نے دنیا کی پوری زندگی کفر وشرک اور انکار حق اور اس پر اصرار میں گزاری اب آخرت کی پوری زندگی جہنم کے عذاب میں گزارنی ہوگی اس لحاظ سے سزا جرم کے مطابق ہے یہ دوسری بات ہے کہ دنیا کی زندگی چندروزہ تھی یا چند سالہ تھی ختم ہو گئی آخرت کی زندگی ابدی اور لامتناہی ہے ختم نہیں ہو سکتی۔

بہرحال تجسد اعمال اور جزاء وسزا کے عین عمل ہونے کا عقیدہ اس زمانہ کے گوناگوں گناہوں اور نافرمانیوں کے بھنور میں پھنسے ہوئے مسلمانوں کی اصلاح اور بہبودی کے لئے نہایت مؤثر اور تریاق کی طرح کارگر ہے۔

واللہ اعلم وباللہ التوفیق

دُعا کیجئے

اے اللہ! میری بخشش فرمائیے جو کچھ (گناہ) میں نے پہلے کیا اور بعد میں کیا اور جو میں نے پوشیدہ اور اعلانیہ کیا اور اس (گناہ) کو بھی جو آپ مجھ سے زیادہ جانتے ہیں۔

اے اللہ! ہمیں اپنی خشیت سے اتنا حصہ عطا فرمائیے کہ (وہ) ہمارے اور ہمارے گناہوں کے درمیان حائل ہو جائے۔ اور اپنی فرمانبرداری کا اتنا حصہ عطا فرمائیے کہ اس کے ذریعے سے آپ ہمیں اپنی جنت میں پہنچا دیجئے اور یقین سے اتنا حصہ کہ اس سے ہم پر دنیا کی مصیبتیں آسان ہو جائیں اور ہماری سماعتیں، بینائیاں اور ہماری قوت کو کام میں رکھئے جب تک کہ آپ ہمیں زندہ رکھیں۔ اور اس کی خیر کو ہمارے بعد باقی رکھئے اور اس سے ہمارا انتقام لیجئے جو ہم پر ظلم کرے اور جو ہم سے دشمنی کرے ہمیں اس پر غلبہ دیجئے اور ہمارے دین میں ہمارے لئے مصیبت نہ ڈالئے اور دنیا کو ہمارا مقصود اعظم نہ بنائیے اور نہ ہماری معلومات کی انتہا ہو، نہ ہماری رغبت کی منزل مقصود، اور اس کو ہم پر حاکم نہ کیجئے جو ہم پر نامہربان ہو۔ اے اللہ ہمیں (نعمتوں اور راحتوں کے لحاظ سے) بڑھائیے اور مت گھٹائیے۔ اور ہمیں آبرو دیجئے۔ اور ہمیں خوار نہ کیجئے، ہمیں عطا فرمائیے اور محروم نہ کیجئے اور ہمیں بڑھائے رکھئے اور دوسروں کو ہم پر نہ بڑھائیے اور ہمیں خوش رکھئے اور ہم سے خوش رہئے۔

اے اللہ! میرے دل میں میری سعادت ڈال دیجئے۔

اے اللہ! مجھے نفس کی برائی سے محفوظ فرمائیے اور مجھے اپنے امور کی اصلاح کرنے کی ہمت دیجئے۔ میں اللہ تعالیٰ سے دنیا و آخرت دونوں میں عافیت کا سوال کرتا ہوں۔

زندگی میں زیادہ اعمال صالحہ کرنے کی ترغیب

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اولم نعمر کم مایتذ کر فیه من تذ کر و جآء کم النذیر (س' فاطر آیت ۳۷)

کیا ہم نے تم کو اتنی عمر نہیں دی جس میں وہ شخص نصیحت حاصل کرنا چاہے وہ نصیحت حاصل کر سکتا ہے اور خبردار کرنے والا بھی تمہارے پاس آچکا ہے۔ آیت کریمہ کی تفسیر اور اس عمر کی تعیین کے بارے میں علماء کرام رحمہم اللہ چار اقوال نقل کرتے ہیں۔

۱۔ ترجمان القرآن حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور ان کے علاوہ دوسرے محققین کے قول کے مطابق اس آیت کریمہ کے معنی یہ ہیں کیا ہم نے تمہیں ساٹھ سال کی عمر نہیں دی؟ اس قول کی تائید صحیح بخاری کی وہ پہلی حدیث بھی کرتی ہے جو ہم نے اسی باب کے ذیل میں نقل کی ہے۔ ۲۔ بعض حضرات کی رائے ہے کہ یہ عمر اٹھارہ سال ہے۔ ۳۔ بعض حضرات کی رائے ہے کہ یہ عمر چالیس سال ہے حسن کلبی اور مسروق سے بھی یہی قول منقول ہے اسی طرح حضرت ابن عباس سے بھی یہی قول نقل کیا گیا ہے اور اسی کی تائید میں اہل مدینہ کا تعامل نقل کیا ہے کہ جب ان میں سے کسی کی عمر چالیس سال کو پہنچ جاتی تو وہ (دنیا کے تمام کاروبار چھوڑ دیتا اور شب و روز) عبادت میں مشغول ہو جاتا۔ ۴۔ اور بعض علماء کا کہنا ہے کہ یہ بلوغ کی مدت ہے (یعنی جب انسان بالغ ہو جائے خواہ پندرہ برس کی عمر میں خواہ اٹھارہ سال کی عمر میں) اور اللہ تعالیٰ کے قول **وقدجآء کم النذیر** (اور خبردار کرنے والا بھی تمہارے پاس آچکا) کا مصداق حضرت عبداللہ بن عباس اور عام مفسرین کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ہے اور (حضرت ابن عباس کے شاگرد) حضرت عکرمہ اور ابن عبیدؒ وغیرہ کے نزدیک اس کا مصداق بڑھاپا ہے۔ واللہ اعلم

ان اقوال وآراء کا تجزیہ

تشریح: دوسرا اور چوتھا قول اس پر مبنی ہے کہ بالغ ہونے سے پہلے انسان مکلّف ہوتا ہی نہیں لہٰذا ایک نابالغ بچے یا لڑکے کو نصیحت نہ حاصل کرنے اور خبردار کرنے والے کی بات نہ سننے اور نہ ماننے پر سرزنش کیسے کی جاسکتی ہے نہ یہ عقل کا تقاضا ہے نہ شریعت کا حکم ہے۔ تیسرا قول اہل مدینہ کے تعامل پر مبنی ہے ان کا یہ تعامل عہد نبوت یا قرب عہد نبوت کے فیوض و برکات پر مبنی ہے اور ظاہر ہے کہ آیت کریمہ میں مخاطب صرف اہل مدینہ یا صرف اس امت کے کفار ہی نہیں ہیں بلکہ نوع انسانی کے تمام ہی کافروں کو یہ سرزنش کی جائے گی۔ مصنف رحمہ اللہ کے انداز بیان سے نیز بخاری شریف کی آنے والی حدیث سے پہلے قول کی تائید ہوتی ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث امام بیہقی کی کتاب شعب الایمان میں اس سے زیادہ تفصیل سے آئی ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن ایک منادی کرنے والا آواز دے گا ساٹھ سال کی عمر والے کہاں ہیں؟ (سامنے آئیں) اور یہی ساٹھ سال وہ عمر ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں ذکر فرمایا ہے کیا ہم نے تم کو اتنی عمر نہیں

دی جس میں جو شخص نصیحت حاصل کرنا چاہے وہ نصیحت حاصل کرسکتا ہے اور خبردار کرنے والا بھی تمہارے پاس آ چکا ہے۔

علاوہ ازیں مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے ذیل کی حدیث میں اپنی امت کی عمریں ساٹھ اور ستر سال کے درمیان بتلائی ہیں

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت کی عمریں ساٹھ اور ستر کے درمیان ہیں بہت کم لوگ ہوں گے جو ستر سے تجاوز کریں گیا (مشکوۃ)

تشریح: اللہ تعالیٰ ظاہر ہے کہ یہ سرزنش مکلّف اور بالغ لوگوں کو ہی فرمائیں گے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ بالغ ہوتے ہی انسان طبعاً اور فطرتاً دنیوی امور میں منہمک اور مستغرق ہو جاتا ہے ایک طرف تمام فطری اور خلقی جذبات وخواہشات شباب پر ہوتی ہیں ان کے تقاضے عقل وخرد سے بیگانہ بنا دیتے ہیں دوسری طرف معاشی ذمہ داریاں بھی اس پر عائد ہو جاتی ہیں بیوی بچوں کے تقاضے بالکل ہی اندھا بنا دیتے ہیں اس لئے اوائل شباب اور چڑھتی جوانی کے زمانہ میں وہ آخرت سے غافل اور دنیا میں منہمک اور مستغرق ہو جانے میں فی الجملہ معذور ہے لیکن تیس سال کی عمر کے بعد ایک طرف چڑھتی جوانی کے جذبات وخواہشات میں انحطاط شروع ہو جاتا ہے دوسری طرف اس دس سالہ معاشی اشتغال اور کاروباری تجربات کی وجہ سے نفع نقصان اور خیر وشر کی تمیز پیدا ہو جاتی ہے ہر کام کے عواقب ونتائج پر نظر رکھنے اور غور وفکر کرنے کی عادت ہو جاتی ہے اور چالیس سال کے بعد تو زندگی میں ہر پہلو سے اعتدال اور ٹھہراؤ پیدا ہو جاتا ہے اولاد بڑی حد تک کاروبار کو سنبھالنے کے قابل ہو جاتی ہے دنیا کی بے ثباتی عیاں ہو جاتی ہے اور اس زندگی کے بعد کسی دوسری زندگی کا شعور بیدار ہو جاتا ہے (تعامل انصار اسی پر مبنی تھا وہ چونکہ ایمان باللہ اور آخرت پر یقین رکھتے تھے عہد نبوت کے انوار سے ان کے قلوب منور تھے اسی لئے وہ چالیس سال کی عمر کے بعد اپنے آپ کو دنیوی کاروبار سے آزاد اور آخرت کے لئے فارغ کر لیا کرتے تھے) اور ساٹھ سال کے بعد تو جسمانی اعضا اور قویٰ میں نمایاں انحطاط شروع ہو جاتا ہے اور ستر سال کی عمر میں تو ہاتھ پاؤں وغیرہ اعضاء بالکل ہی جواب دینے لگتے ہیں عقل وخرد اور بینائی وشنوائی وغیرہ وجسمانی قوتیں انسانی عزائم کے ساتھ دینے سے انکار کر دیتی ہیں اور انسان ہار مان لینے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ اور اعتراف کر لیتا ہے کہ میں بوڑھا اور ناکارہ ہو گیا اس عمر میں پوری طرح موت اور مابعد الموت کی فکر اس پر سوار ہو جاتی ہے۔

یہ عام طور پر اس امت مرحومہ کے افراد کی دنیاوی زندگی کے ارتقاء وانحطاط کا عمومی معیار ہے شاذ ونادر ہی اس امت کے افراد اس سے مستثنیٰ ہوتے ہیں جیسا کہ اس امت مرحومہ کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کے الفاظ **اقلھم یجوز ذلک** (اور بہت کم لوگ ہونگے جو اس عمر سے تجاوز کریں گے) سے ظاہر ہے۔

باقی یہ ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ خطاب اور سرزنش صرف اس امت کے کفار کو ہی نہ ہوگی بلکہ نوع انسانی کے تمام کفار اس کے مخاطب ہوں گے اور امم سابقہ کی عمریں اس امت کی بنسبت بہت زیادہ دراز ہوئی ہیں ان کی زندگی کا ارتقاء وانحطاط بھی اس امت سے مختلف ہوگا اسی لئے اللہ تعالیٰ نے مدت عمر کو مبہم کہا صرف اتنا فرمایا کہ تمہیں اتنی عمر ضرور دی جس میں نصیحت حاصل کرنے والے نصیحت حاصل کرسکتے ہیں اس کے باوجود تمہاری آنکھیں نہ کھلیں اور اپنے خالق ومالک رب العالمین کو نہ پہنچانا اور آخرت کی فکر نہ کی۔

اس لحاظ سے نذیر کا مصداق بڑھاپا صحیح معلوم ہوتا ہے

واللہ اعلم بالصواب وعلمہ اتم

ساٹھ سال کی عمر پانیوالے کے پاس کوتاہی کرنیکا کوئی عذر نہیں

عن ابی هریرة رضی الله عنه عن النبی صلی الله علیه وسلم قال: اعذر الله الی امریء اخر اجله حتی بلغ ستین سنة (بخاری)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اس شخص کے لئے کسی عذر کی گنجائش نہیں چھوڑی جس کی عمر درازکی یہاں تک کہ ساٹھ سال کو پہنچ گیا (اور پھر بھی اسے خدا یاد نہ آیا اور آخرت کی کوئی فکر نہ کی) (صحیح بخاری)

تشریح: اصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک طرف انسان کی ساخت ایسی بنائی کہ شر اور خیر دونوں کے محرکات خلقتاً اس کی فطرت میں ودیعت فرما دیئے ارشاد ہے **الهمها فجورها وتقوى لها** (بدکاری اور پرہیزگاری دونوں کے محرکات اس کے دل میں ڈال دیئے) دوسری طرف دنیاوی لذائذ میں مقناطیسی کشش اس قدر رکھی کہ انسان ان کی طرف کھچے بغیر نہیں رہ سکتا ارشاد ہے:

ہم نے زمین پر جتنی چیزیں ہیں ان کو زمین کی زینت (اور پرکشش) بنایا تاکہ ان کو آزمائیں کہ ان میں کون عمل کے اعتبار سے زیادہ اچھا ہے۔

ہر قدم پر خدا سے غافل اور گناہ پر آمادہ کرنے والی مرغوب اور لذیذ چیزیں پیدا فرما کر انسان کی دسترس میں دیدیں اور اس کے ساتھ انبیاء و رسل کے ذریعہ اپنے احکام بھیجے کہ دیکھو ان تمام دل آویز چیزوں کو ہمارے احکامات کی حدود میں رہ کر استعمال کرنا خبردار ان شرعی حدود سے قدم باہر نہ نکلے۔ بقول شاعر۔

اندرون قعر دریا تختہ بندم کردۂ
بازمی گوئی کہ دامن ترمکن ہوشیار باش

بیچ دریا میں کھڑا کر دیا اور پھر حکم ہے کہ خبردار دامن تر نہ ہو (گناہ کا ارتکاب نہ ہو)

اس لئے بلوغ کے بعد جنسی جذبات کا اتنا زور اور نفسانی خواہشات کا ایسا طوفان برپا ہوتا ہے کہ اس طوفان میں بہہ کر اللہ تعالیٰ سے غافل اور آخرت سے بے پرواہ اور بے فکر ہو جانا کچھ بعید نہیں اس ہیجان میں کچھ کمی آتی ہے تو معاشی الجھنیں اور افکار علاوہ ازیں دنیاوی مصروفیتیں اس قدر گھیر لیتی ہیں کہ بقول شاعر۔

شب چو عقد نماز بر بندم چہ خورد بامداد فرزندم

''رات کو جب نماز پڑھنے کھڑا ہوتا ہوں تو اس وقت یہی فکر سوار ہوتی ہے کہ صبح بچوں کے کھانے کو کہاں سے آئے گا''

اور یہ افکار پریشان نہ صرف اللہ تعالیٰ اور آخرت کو بھلا دیتے ہیں بلکہ احکام الٰہیہ کو بھی پس پشت ڈال دینے پر مجبور کر دیتے ہیں اور حرام و حلال کا امتیاز بھی ختم ہو جاتا ہے۔

زندگی کے یہ دونوں بحرانی دور گزر جانے کے بعد ایک طرف زندگی میں کچھ ٹھہراؤ سکون و اعتدال پیدا ہوتا ہے دوسری طرف سفید بال تازیانہ عبرت بن کر ہر وقت موت اور مابعد الموت کو یاد دلاتے رہتے ہیں اس وقت یہ فکر ضرور لاحق ہوتی ہے کہ آخرت کے لئے اب تک کچھ نہیں کیا اللہ تعالیٰ کے سامنے کس منہ سے جاؤں گا۔

لیکن اگر اس عمر کے بعد بھی درازی عمر اور حرص مال و زر میں پڑ کر خدا یاد نہ آیا اور آخرت کی فکر نہ ہوئی تو یقیناً اس شخص کے پاس خدا ناشناسی اور آخرت فراموشی کا کوئی عذر نہ رہا ایسے لوگوں کو

ہی اس توبیخ وسرزنش اور عتاب وعذاب کا نشانہ بننا پڑے گا۔

باقی وہ خدا ترس لوگ جنہوں نے زندگی کے ہر دور میں پھونک پھونک کر قدم رکھا اور احکام الٰہیہ کی حدود سے حتی الامکان قدم باہر نہ رکھا اور اگر کبھی بتقاضائے بشریت کوئی بے اعتدالی ہوگئی اور گناہ سرزد ہوگیا تو فوراً توبہ واستغفار کے ذریعہ اس کی تلافی کرلی وہ تو

بیشک جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا رب اللہ تعالیٰ ہے (اور ہم اسی کے فرمانبردار ہیں) پھر (مرتے دم تک اس پر) ثابت قدم رہے ہیں ان کے پاس (مرتے وقت) فرشتے آتے ہیں (اور کہتے ہیں) کہ نہ تم کسی چیز کا خوف کرو اور نہ غم کرو اور تمہیں ہم اس جنت کی خوشخبری دیتے ہیں جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا (اور) ہم تمہارے دنیا کی زندگی میں بھی مددگار رہے اور آخرت میں بھی (تمہارے مددگار رہیں گے) اور اس جنت میں تمہارے لئے ہر وہ چیز مہیا ہوگی جس کو تمہارے دل چاہیں گے اور جو تم مانگو گے یہ (خاطر مدارات) تمہارے مغفرت کرنے والے مہربان رب کی طرف سے (تمہاری) مخصوص مہمانی ہے۔

یہی اصحاب استقامت اس بشارت عظمٰی اور خداوندی مہمان نوازی کے مستحق ہیں یہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے ضرور پورا ہوگا۔

دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے ہم سب کو بھی اس دوسرے اہل ایمان کے گروہ میں شامل فرمالیں اور ہمیں ساری زندگی خوف خدا اور فکر آخرت میں گزارنے کی توفیق عطا فرمائیں ذیل کی مسنون دعا یاد کرلیجئے اور ہمیشہ مانگا کیجئے۔

اے اللہ تو مجھے ایسا (خداپرست) بنادے کہ گویا میں تجھے ہر وقت دیکھ رہا ہوں یہاں تک کہ (مرنے کے بعد) تجھ سے جا ملوں اور مجھے اپنی تقویٰ (خوف) سے خوش نصیب بنادے (کہ کوئی گناہ اور نافرمانی نہ کروں) اور مجھے اپنی نافرمانیوں (کے ارتکاب) سے بدبخت نہ بنائیو (کہ نافرمانیوں اور گناہوں کی سزا میں گرفتار ہوکر جہنم میں جاؤں)

دُعا کیجئے

اے اللہ! میں آپ سے نیکیوں کے کرنے اور برائیوں کے چھوڑنے اور غریبوں کی محبت کی توفیق چاہتا ہوں۔ اور یہ کہ آپ مجھے بخش دیجئے اور مجھ پر رحم فرمائیے اور جب آپ کسی جماعت پر بلا نازل کرنے کا ارادہ کریں تو مجھے اٹھالیجئے کہ میں اس بلا میں مبتلا ہو جاؤں۔ اور میں آپ سے آپ کی محبت مانگتا ہوں اور اس شخص کی محبت (بھی) جو آپ سے محبت رکھتا ہو اور اس عمل کی (بھی) محبت جو مجھے آپ کی محبت کے قریب کردے۔

اے اللہ! مجھے اپنی محبت، میری جان، میرے گھر والوں اور ٹھنڈے پانی سے بھی پیاری کردیجئے۔

اے اللہ! مجھے اپنی محبت نصیب فرمائیے اور اس شخص کی بھی محبت نصیب فرمائیے جس کی محبت آپ کے نزدیک میرے لئے نفع مند ہو۔

اے اللہ! جس طرح آپ نے مجھے وہ دیا ہے جو مجھے پسند ہے اسے میرا معین بھی اس کام میں بنادیجئے جو آپ کو پسند ہے۔

اے اللہ! آپ نے مجھے ان چیزوں میں سے جو مجھے پسند ہیں دور رکھا ہے تو اسے میرے حق میں ان چیزوں کیلئے موجب فراغ بنادیجئے جو آپ کو پسند ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی فراست

عن ابن عباس رضی الله عنهما قال: كان عمر رضی الله عنه يدخلني مع اشياخ بدر فكان بعضهم وجد في نفسه فقال: لم يدخل هذا معنا ولنا ابناء مثله؟ فقال عمر: انه من حيث علمتم! فدعاني ذات يوم فأدخلني معهم فما رايت انه دعاني يومئذ الا ليريهم قال: ما تقولون في قول الله تعالیٰ اذا جاء نصر الله والفتح (بخاری)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ کا معمول تھا کہ وہ (اپنی مجلس مشاورت میں) مجھے سن رسیدہ (اور معمر) شرکاء بدر کے ساتھ بٹھایا کرتے تھے تو گویا ان میں سے بعض حضرات کو میری شرکت ان کے ہمراہ ناگوار محسوس ہوئی اور انہوں نے کہا اس نوعمر لڑکے کو ہمارے ساتھ کیوں بٹھاتے ہیں؟ حالانکہ ہمارے تو بیٹے اس کے ہم عمر ہیں حضرت عمرؓ نے جواب دیا یہ نوعمر لڑکا علم وفہم کے اعتبار سے اس مقام پر ہے جسے تم بھی جانتے ہو (اسی لئے میں اس کو اپنی مجلس مشاورت میں شریک کرتا ہوں) چنانچہ ایک دن حضرت عمرؓ نے مجھے (مجلس شوریٰ میں) بلایا اوران کے ساتھ بٹھایا۔ مجھے یقین ہے کہ اس روز حضرت عمرؓ نے ان کو مشاہدہ کرانے کے لئے بلایا تھا۔ چنانچہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے اس قول کی تفسیر دریافت کی اذا جاء نصر الله والفتح (آخر تک) تو ان میں سے بعض حضرات نے کہا: اس سورۃ میں ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ جب ہماری مدد کی جائے اور فتح حاصل ہو تو ہم اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں اور اس سے مغفرت طلب کریں اور باقی لوگ خاموش رہے اور کچھ نہیں کہا تو اس کے بعد حضرت عمرؓ نے مجھ سے فرمایا کیا تم بھی یہی کہتے ہو اے ابن عباس؟ میں نے کہا نہیں تو فرمایا تم کیا کہتے ہو؟ میں نے کہا اس سورۃ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی خبر دی گئی ہے اللہ تعالیٰ نے آپ کو بتلا دیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کی مدد (ظہور میں) آجائے اور (مکہ) فتح ہو جائے تو یہ تمہاری وفات کی علامت ہے لہٰذا تم اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرو شکر ادا کرو مغفرت طلب کرو بلاشبہ وہ بڑا ہی مہربان ہے حضرت عمرؓ نے کہا میں بھی یہی سمجھتا ہوں جو تم نے بیان کیا (کہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی علامت بتلائی گئی ہے)

تشریح: اس حدیث سے جہاں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مردم شناسی اور علم دوستی کا پتہ چلتا ہے وہیں انہوں نے شرکاء بدر کے سن رسیدہ اور معمر صحابہ پر اس امر کو بھی عملی طور پر ثابت کر دیا کہ عظمت واحترام علم وفضل کا ہونا چاہئے نہ کہ سن وسال کا یہی اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

بلاشبہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ عزت واحترام کا مستحق وہ شخص ہے جو تم میں سب سے زیادہ پرہیز گار ہے۔

اور ظاہر ہے کہ علم کے بغیر تقوئ کا حصول تو کیا تصور بھی محال ہے جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

انا اتقاكم واعلمكم بالله میں تم میں سب سے زیادہ ڈرنے والا اور سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کو جاننے والا ہوں۔

اسی لئے حضرت عمر رضی اللہ مشورہ کے وقت سن رسیدہ اور قدیم الاسلام صحابہ کے ساتھ حبر امت حضرت ابن عباس رضی

اللہ عنہ کو شریک کیا کرتے تھے اور عام طور پر پیچیدہ اور دشوار امور ان سے دریافت کیا کرتے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلے سے بتلا دیا تھا کہ اس لئے کہ سورۃ النصر مکی سورتوں میں سے ہے کہ اگرچہ اس وقت کفار خصوصاً قریش کا غلبہ ہے ایک ایک دو دو آدمی اسلام میں داخل ہو رہے ہیں اور وہ بھی قریش کی ایذا رسانیوں کا نشانہ بن رہے ہیں مگر عنقریب اللہ تعالیٰ کی مدد آئے گی اور مکہ فتح ہو جائے گا اور اس کے بعد تم دیکھنا لوگ ایک ایک دو دو نہیں بلکہ فوج درفوج اور جوق درجوق اللہ تعالیٰ کے دین میں داخل ہوں گے اور اس وقت تمہارا کام جس کے لئے تمہیں رسول بنا کر بھیجا گیا ہے پورا ہو جائے گا لہٰذا جس وقت تم اس علامت کو دیکھو اور یہ تمہاری عمر کا آخری حصہ ہوگا تو ہمارے پاس آنے کی تیاری میں یعنی تسبیح وتحمید اور توبہ واستغفار میں مشغول ہو جانا کہ ہمیں تمہارا اسی شان سے آنا پسند ہے چنانچہ حدیث میں آتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات سے چند روز پہلے ایک دن منبر پر بیٹھ کر خطبہ دیا اور اس میں بیان فرمایا ایک بندے کو اللہ تعالیٰ نے اختیار دیا ہے کہ وہ چاہے تو اس کو اللہ تعالیٰ دنیا کی زینت وآرائش اور عیش وعشرت کے سامان عطا کر دیں اور وہ دنیا میں رہے اور چاہے تو دنیا سے منہ موڑ کر اللہ تعالیٰ کے پاس آجائے اور جو اللہ تعالیٰ کے پاس نعمتیں ہیں ان کو اختیار کرے اور اس بندے نے جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے اس کو پسند کر لیا ہے یہ سن کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ رو پڑے اور عرض کیا ہمارے ماں باپ آپ پر قربان ہوں آپ ہمیں چھوڑ کر نہ جایئے صحابہ کو ان کی اس گریہ وزاری پر بڑا تعجب ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو ایک بندے کو اختیار دینے اور اس کے دنیا کو چھوڑ کر آخرت کو اختیار کر لینے کا ذکر فرمایا ہے یہ کیوں رو رہے ہیں؟ صحابہ کہتے ہیں چند روز بعد ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر ہمیں معلوم ہو گیا کہ وہ بندہ جسے اختیار دیا گیا تھا وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی تھے اور ابوبکرؓ ہم سب سے بڑے عالم تھے (کہ وہ اس لطیف اشارے کو سمجھ گئے) کہ یہ آپ کی وفات کی خبر دی جا رہی ہے اور اسی لئے ان آخری ایام میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کثرت سے تسبیح وتحمید اور توبہ واستغفار کرتے رہتے تھے۔

بہرصورت اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اواخر عمر میں تسبیح وتحمید اور توبہ واستغفار کو ہی تجویز فرمایا ہے لہٰذا امت کے ہر فرد کا خصوصاً اس گناہ ومعصیت کے عروج کے زمانہ میں ہمارا مشغلہ بھی یہی ہونا چاہئے کہ ہم زیادہ سے زیادہ۔

سبحنک اللھم وبحمدک استغفرک واتوب الیک

پاک ہے تو اے اللہ (اس سے کہ بغیر جرم کے کسی کو سزا دے) اور میں تیری ہی حمد وثنا کرتا ہوں اور تجھی سے مغفرت چاہتا ہوں اور تیری طرف ہی لوٹتا ہوں یعنی توبہ کرتا ہوں۔

کا ورد رکھیں اور یہی کہتے ہوئے احکم الحاکمین کے حضور میں پیش ہوں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے دنیا میں ہی اعلان کر دیا تھا کہ تمہارے کردہ وناکردہ تمام گناہ اللہ تعالیٰ نے معاف کر دیئے ہیں جب ان کے لئے اللہ تعالیٰ نے اواخر عمر میں یعنی ساٹھ سال کے بعد یہ مشغلہ تسبیح وتحمید اور توبہ واستغفار تجویز فرماتے ہیں تو ہم تو سرتاپا خطاکار وگنہگار ہیں۔ ہمیں تو نہ صرف اواخر عمر میں بلکہ ہر حصہ عمر میں یہ مشغلہ ضرور اختیار کرنا چاہئے۔

دُعا کیجئے: اے دلوں کو پلٹنے والے (اللہ) میرے دل کو اپنے دین پر مضبوط فرما دیجئے۔
اے اللہ! میں آپ سے ایسا ایمان مانگتا ہوں کہ وہ پھر نہ پھرے اور ایسی نعمتوں کا سوال کرتا ہوں جو ختم نہ ہوں اور اپنے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جنت کے بہترین مقام (یعنی جنت خلد) میں رفاقت مانگتا ہوں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری ایام میں سفر آخرت کی تیاری

عن عائشة رضی الله عنها قالت: ما صلی الله علیه وسلم صلاةً بعد ان نزلت علیه "اذا جاء نصر الله والفتح" الا یقول فیها: سبحناک ربنا وبحمدک اللهم اغفرلی. (متفق علیه)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہتی ہیں: سورۃ النصر یعنی اذاجاء نصر الله والفتح (آخر تک) کے نازل ہونے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی ایسی نماز نہیں پڑھی جس کے بعد یہ کلمات نہ کہے ہوں سبحنک ربناوبحمدک اللهم اغفرلی (پاک ہے تواے ہمارے رب (اس سے کہ بغیر گناہ کے کسی کو سزا دے) اور تیری ہی حمد وثنا ہے اللہ تو مجھے بخش دے۔ (بخاری ومسلم)

تشریح: بخاری ومسلم ہی کی ایک روایت میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رکوع وسجود میں کثرت سے یہ کلمات کہا کرتے تھے سبحنک اللهم ربناوبحمدک اللهم اغفرلی یعنی قرآن پر عمل کرتے تھے۔

صحیح مسلم کی ایک روایت میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وفات سے پہلے کثرت سے سبحنک اللهم وبحمدک استغفرک واتوب الیک پڑھا کرتے تھے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہیں میں نے عرض کیا یہ کیسے نئے کلمات ہیں جو آپ نے کثرت سے پڑھنے شروع کئے ہیں (پہلے تو آپ نہیں کہا کرتے تھے) آپ نے فرمایا میری امت کے بارے میں ایک علامت ہے جو مقرر کی گئی ہے کہ جب میں اس علامت کا (امت میں) مشاہدہ کروں تو ان کلمات کو کہا کروں (وہ علامت یہ ہے) کہ جب اللہ تعالیٰ کی مدد آجائے اور (مکہ) فتح ہوجائے اور تم دیکھو کہ لوگ فوج درفوج اللہ تعالیٰ کے دین میں داخل ہورہے ہیں تو اذاجاء نصر الله والفتح آخر سورت تک تو ان کلمات کو کہا کروں۔

۴۔اور مسلم ہی کی روایت میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کثرت سے یہ کلمات کہا کرتے تھے سبحان الله وبحمده استغفرالله واتوب الیه (عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں) اس پر میں نے عرض کیا: یارسول اللہ میں آپ کو دیکھتی ہوں کہ آپ کثرت سے سبحان الله وبحمده استغفرالله واتوب الیه کہتے رہتے ہیں۔تو آپؐ نے فرمایا: میرے رب نے مجھے خبر دی ہے کہ میں عنقریب اپنی امت میں ایک علامت دیکھوں گا تو جب میں اس علامت کو دیکھوں تو کثرت سے سبحان الله وبحمده استغفرالله واتوب الیه کہا کروں چنانچہ وہ علامت میں نے دیکھ لی کہ اللہ تعالیٰ کی مدد آگئی اور مکہ فتح ہوگیا اور میں نے دیکھ لیا کہ لوگ اللہ تعالیٰ کے دین میں فوج درفوج داخل ہورہے ہیں تو میں نے بھی اللہ کے حکم فسبح بحمد ربک واستغفره انه کان تواباً (سورۃ النصر آیت ۳) کے تحت کثرت سے ان کلمات کو پڑھنا (اوراپنے رب کے حکم پر عمل کرنا) شروع کردیا۔

مسلم کی پہلی روایت میں وفات سے پہلے ان کلمات کی کثرت اور اواخر عمر کا ایک نیا مشغلہ ہونا اور حضرت عائشہؓ کے دریافت کرنے پر اس کو ایک علامت کا نتیجہ قرار دینا مذکور ہے اور مسلم کی دوسری حدیث میں تو تصریح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس

علامت کے مشاہدہ کے وقت کثرت سے تسبیح وتحمید اور توبہ واستغفار کا حکم دیا ہے اور آپ نے اسی حکم کی تعمیل کے تحت اواخر عمر میں یہ مشغلہ اختیار کیا ہے یہ حکم بھی آپ کی وفات کی طرف اشارہ کرتا ہے جس کو آپ نے مبہم (گول مول) الفاظ میں خطبہ میں ایک بندہ کو اختیار دینے کے عنوان سے ظاہر فرمایا اور سوائے ابوبکر صدیقؓ کے اور کسی نے اس خفی اشارہ کو نہیں سمجھا حضرت ابن عباسؓ نے اسی بنا پر اس سورۃ کو آپ کی وفات کی خبر قرار دیا جس کی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تائید کی۔

اس اشکال کا ازالہ

اللہ تعالیٰ نے سورۃ مزمل میں جو مکہ کے مالداروں سے نمٹنے کا معاملہ اپنے ذمہ لیا اور آپ کو تھوڑے دن صبر وسکون کی ہدایت فرمائی چنانچہ ارشاد ہے۔

واصبر علی مایقولون واهجرهم هجراً جميلاً وذرني والمكذبين اولي النعمة ومهلهم قليلاً (سورۃ مزمل آیت ۱۰۔۱۱)

اور یہ جو (مکہ والے برا بھلا) کہتے ہیں اس پر صبر کرو (اور برداشت وتحمل سے کام لو) اور ان کو خوبی کے ساتھ ان کے حال پر چھوڑ دو اور دولت مند جھٹلانے والوں کو میرے حوالے کردو اور ان کو تھوڑی سی مہلت دے دو۔

اس وعدہ کے ایفا کی تفصیل آپ کی سورۃ النصر میں بتلا دی گئی کہ اللہ تعالیٰ کی مدد آئے گی مکہ فتح ہوگا اور لوگ جوق در جوق اسلام میں داخل ہوں گے اور تم اپنے مقصد بعثت کو پورا کرنے میں کامیاب ہوگے صرف چند روز انتظار کرو تاکہ آپ صبر وسکون کے ساتھ اپنا کام کرتے رہیں اس مدت میں آپ تحدیث بالنعمت واظہار شکر کے طور پر تسبیح وتحمید اور توبہ واستغفار نمازوں میں کرتے رہے۔

جب یہ وعدہ (فتح مکہ) پورا ہو گیا اور آپ نے اللہ تعالیٰ کے وعدہ کے مطابق اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کرلیا اور آپ اپنے مقصد بعثت میں کامیاب ہو گئے اور رب الجلیل کی بارگاہ میں حاضر ہونے کا وقت آ گیا تو آپ نے کثرت سے تسبیح وتحمید اور توبہ واستغفار نماز میں اور نماز کے علاوہ بھی ایک نئی عبادت کے طور پر شروع کردی یہاں تک کہ رفیقہ حیات حضرت عائشہ صدیقہؓ نے بھی اس تبدیلی کو محسوس کر کے اس کا سبب دریافت کیا تو آپ نے ان کو صاف لفظوں میں وفات کی علامت ہونے کا حال بتلا دیا اور عام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی خطبہ میں اشارۃ بتلا دیا جس کو سن کر حضرت ابوبکر صدیقؓ پر گریہ وزاری طاری ہو گیا۔

غرض آپ کو خبر تو پہلے بھی تھی مگر وقت نہیں آیا تھا جب وقت آ گیا تو بتلا دیا جیسا کہ سورۃ الم نشرح میں فرمایا ہے: **فاذا فرغت فانصب والی ربک فارغب** اور جب تم فارغ ہو جاؤ تو تیار ہو جاؤ اور اپنے رب سے ملنے کی رغبت کرو۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم۔

دُعا کیجئے

اے اللہ! میں آپ سے ایمان کے ساتھ تندرستی، ایمان، حسن اخلاق اور ایسی کامیابی جس کے پیچھے فلاح بھی ہو کا سوال کرتا ہوں اور میں آپ سے آپ کی رحمت، عافیت آپ کی مغفرت اور خوشنودی کا سوال کرتا ہوں۔

اے اللہ! جو علم آپ نے مجھے دیا ہے اس سے مجھے نفع دیجئے اور مجھے وہ علم عطا فرمائیے جو مجھے نفع دے۔

وفات سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر پے در پے نزول وحی

عن انس رضی الله عنه قال: ان الله عزوجل تابع الوحی علی رسول الله صلی الله علیه وسلم قبل وفاته، حتی توفی اکثر ما کان الوحی (متفق علیه)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وفات سے پہلے پے در پے وحی نازل فرمائی چنانچہ جب آپ کی وفات ہوئی ہے تو زیادہ سے زیادہ وحی نازل ہو چکی تھی (صرف چند آیتیں عین وفات سے پہلے نازل ہوئی ہیں)

تشریح: اللہ تعالیٰ کی وحی نوع انسان پر اللہ تعالیٰ کا سب سے بڑا احسان اور اس کی ربوبیت کا کریمانہ تقاضا ہے خاص کر جب کہ قیامت تک کے لئے نبی آخر الزماں پر نبوت ورسالت اور وحی الٰہی کا سلسلہ ختم کیا جا رہا ہے آپ کی وفات کے بعد نہ کوئی اور نبی آئے گا نہ ہی اور وحی نازل ہوگی اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے پہلے پے در پے وحی نازل فرما کر اپنا احسان جو آدم علیہ السلام سے شروع ہوا تھا اور نبی آخر الزماں خاتم انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہوا پورا فرما دیا اور حجۃ الوداع کے دن ہی اعلان فرما دیا۔

آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل (اور مکمل) کر دیا اور اپنا احسان تم پر پورا کر دیا اور اسلام کو دین (ہونے کے لحاظ سے) تمہارے لئے پسند فرما دیا۔

اس لحاظ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی کا سب سے بڑا فیض اور کار خیر یہی ہے کہ آپ کے واسطہ سے اللہ تعالیٰ کا کلام مخلوق تک پہنچا اسی کے ساتھ یہ بھی حقیقت ہے کہ سب سے زیادہ مشقت اور صعوبت کا کام بھی یہی تحمل وحی تھا جیسا کہ نزول وحی کی کیفیات سے ظاہر ہے کہ نزول وحی کے وقت سخت سردی کے زمانہ میں آپ کی پیشانی پر پسینہ کے قطرے موتیوں کی طرح نمودار ہوتے اور ٹپکنے لگتے تھے آپ کی مخصوص اونٹنی جس کا نام قصویٰ تھا کے سوا اور کوئی اونٹنی نزول وحی کے وقت آپ کا بوجھ برداشت نہیں کر سکتی تھی ایک مرتبہ ایک صحابی کے زانو پر سر مبارک رکھے ہوئے آرام فرما رہے تھے کہ اسی حالت میں آپ پر وحی نازل ہونے لگی صحابی کہتے ہیں مجھے اندیشہ ہوا کہ میرا گھٹنا پھٹ جائے گا اس کے علاوہ اور بہت سی نزول وحی کے وقت کی کیفیات تحمل کی شدت اور صعوبت کو ظاہر کرتی ہیں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

سنلقی علیک قولاً ثقیلاً (سورۃ المزمل آیت ۵)

ہم عنقریب تم پر ایک وزن دار قول (کلام) ڈالیں گے (نازل کریں گے)

کلام الٰہی کا یہ ثقل معنوی بھی ہے اور حسی بھی، چنانچہ اللہ تعالیٰ اپنے کلام کے اس ثقل کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں۔

لو انزلنا هذا القران علی جبل لرأیته خاشعاً متصدعاً من خشیة الله (حشر:۲۱)

اگر ہم اس قرآن کو کسی پہاڑ پر اتارتے تو (اے مخاطب) تو دیکھتا کہ وہ پہاڑ (اللہ تعالیٰ کے خوف سے) لرزنے لگتا اور ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا۔

جیسے اللہ تعالیٰ کی ایک تجلی سے کوہ طور ریزہ ریزہ ہو گیا تھا اور موسیٰ علیہ السلام بیہوش ہو کر گر پڑے تھے۔

گویا کلام الٰہی کا جو وزن پہاڑ برداشت نہ کر سکتا تھا وہ ثقل آپ نزول وحی کے وقت برداشت کرتے تھے اور موسیٰ علیہ السلام کی طرح بے ہوش نہیں ہوتے تھے صرف ایک گرد و پیش سے غفلت اور ربودگی کی سی کیفیت طاری ہوتی تھی وہ بھی صرف کلام الٰہی کی طرف توجہ کامل کی غرض سے۔ جس کا آپ کو حکم دیا گیا تھا ارشاد ہے۔

فاذاقرأناه فاتبع قرانه (القیامہ:۱۸)

پس جب ہم (یعنی جبرئیل) قرآن پڑھیں تو تم (پوری طرح متوجہ ہو کر خاموشی کے ساتھ) سنا کرو۔

بات لمبی ہو گئی جس کے لئے ہم قارئین سے معذرت خواہ ہیں بہرحال اس میں شک نہیں کہ آپ کا سب سے بڑا اور سب سے زیادہ دشوار کام مخلوق تک اللہ تعالیٰ کا کلام پہنچانا تھا جو آپ نے اواخر عمر میں مکمل طور پر انجام دیا اور یہی اس باب کا عنوان ہے واللہ اعلم۔

دُعا کیجئے

اے اللہ! آپ اپنے عالم الغیب اور مخلوق پر قادر ہونے کے وسیلہ سے (میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ) جب تک آپکے علم میں زندگی میرے حق میں بہتر ہو مجھے زندہ رکھئے اور جب آپ کے علم میں موت میرے حق میں بہتر ہو تو مجھے اٹھا لیجئے۔ میں آپ سے غائب و حاضر اور حالت عیش و طیش میں اخلاص کی بات کا سوال کرتا ہوں۔ اور میں آپ سے ایسی نعمت مانگتا ہوں جو ختم نہ ہو اور آنکھوں کی ایسی ٹھنڈک جو جاتی نہ رہے۔ اور میں آپ سے آپ کے حکم پر رضا مند رہنے اور موت کے بعد خوش عیشی اور آپ کے دیدار کی لذت اور آپ کے دیدار کا شوق کا سوال کرتا ہوں میں آپ کی ذات کے ذریعے آزار دینے والی مصیبت، گمراہ کرنے والی بلا سے پناہ مانگتا ہوں۔

اے اللہ! ہمیں ایمان کی زینت سے آراستہ کر دیجئے اور ہمیں راہنما راہ یاب بنا دیجئے۔

اے اللہ! میں سب کی سب بھلائی جو فوری بھی ہو اور دور کی بھی ہو اس میں سے بھی جس کا مجھے علم ہے اور اس میں سے بھی جس کا مجھے علم نہیں آپ سے مانگتا ہوں۔ اے اللہ میں آپ سے وہ سب بھلائی مانگتا ہوں جو آپ سے آپ کے بندہ اور آپ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مانگی۔

اے اللہ! میں آپ سے جنت اور جو چیز بھی مجھے اس کے قریب کرنے والی ہو خواہ قول سے ہو یا عمل سے ہو (ان) کا سوال کرتا ہوں۔ اور میں آپ سے سوال کرتا ہوں آپ اپنے ہر حکم کو میرے حق میں بہتر فرما دیجئے۔ اور میں آپ سے سوال کرتا ہوں کہ جو کچھ آپ نے میرے حق میں جاری کر دیا ہے اس کے انجام کو سعادت بنا دیجئے۔

اے اللہ! ہمارا انجام تمام کاموں میں اچھا کیجئے اور ہمیں دنیا کی رسوائی اور آخرت کے عذاب سے محفوظ رکھئے۔

اے اللہ! مجھے اسلام کے ساتھ کھڑے بیٹھے، لیٹے ہوئے (تینوں حالتوں میں) قائم رکھئے۔ اور کسی کو مجھ پر طعنہ کا کسی دشمن کو نہ کسی حاسد کو موقع نہ دیجئے۔

ہر شخص قیامت کے دن اپنے آخری عمل پر اٹھے گا

عن جابر رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ویبعث کل عبد علی مامات علیہ. (مسلم)

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن ہر بندہ اس حالت پر اُٹھے گا جس پر وہ مرا ہے۔

تشریح: یہ حدیث ہر مسلمان کو متنبہ کر رہی ہے کہ کم از کم عمر کے آخری حصہ میں تو وہ دنیا اور دنیا والوں سے اپنا قلبی تعلق منقطع کر کے اپنے مالک وخالق پروردگار سے اپنے تعلق کو زیادہ سے زیادہ استوار کرلے اور اس کی صورت یہ ہے کہ اپنی شب وروز کی زندگی کا جائزہ لے کر کبیرہ گناہوں اور صریح نافرمانیوں سے توبہ کر کے کلی طور پر اجتناب کرے خطاؤں اور کوتاہیوں کے پاس بھی نہ پھٹکے اور اگر بتقاضائے بشریت کوئی بڑا چھوٹا گناہ یا نافرمانی ہو جائے تو جلد از جلد توبہ واستغفار کے ذریعہ اس کی تلافی کرے اللہ تعالیٰ بڑے مہربان ہیں ارشاد فرماتے ہیں۔

اے میرے وہ گنہگار بندو! جنہوں نے اپنے نفس پر زیادتی کی ہے (گناہ کئے ہیں) اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس مت ہو بیشک اللہ تمام گناہوں کو بخش دیتا ہے۔

اور فرض عبادتیں پوری پابندی کے ساتھ ادا کرتا رہے اگر کوئی فرض عبادت وقت پر ادا ہونے سے رہ جائے تو فوراً اس کی قضا کرلے اور نفل عبادتوں کے ادا کرنے کا بھی زیادہ سے زیادہ اہتمام اور پابندی کرے کہ یہی نفل عبادتیں اللہ تعالیٰ سے زیادہ سے زیادہ قرب حاصل کرنے اور محبوب خدا بننے کا ذریعہ ہیں جیسا کہ آپ طویل حدیث قدسی میں جو باب مجاہدہ کی سترھویں حدیث ہے پڑھ چکے ہیں) نیز دل سے ماسوی اللہ تعالیٰ کا خیال بالکل نکال دے اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ بالکل تارک الدنیا بن جائے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جس سے تعلق رکھے اسی بنیاد پر رکھے کہ "یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے" اور اتنا ہی تعلق رکھے جتنا اللہ تعالیٰ کا حکم ہے اور جو بھی کام کرے یا نہ کرے صرف اللہ تعالیٰ کے حکم کے تحت کرے یا نہ کرے اپنی مرضی اور خواہش کو اللہ تعالیٰ کی مرضی اور منشا میں فنا کردے اسی مرتبہ کا نام فنافی اللہ اور اسی کا دوسرا نام بقاباللہ ہے اور یہی قرآن کریم کی آیات ذیل کا مطلب ہے۔

ففروا الی اللہ انی لکم منہ نذیر مبین
(سورۃ الذریات آیت ۵۰)

پس (غیر اللہ سے) بھاگو اللہ تعالیٰ کی طرف، میں اسی کی جانب سے تم کو واضح طور پر خبردار کرنے والا ہوں۔

دنیا کے سارے کام کرو مگر اللہ تعالیٰ کے حکم کے تحت کرو اسی کے حکم کی تعمیل کی غرض سے کرو اگر ساری زندگی اس معیار پر بسر نہ کی جائے تو عمر کے آخری حصہ میں تو ضرور ہی اس معیار پر زندگی میسر کرو تاکہ مذکورہ بالا حدیث کے مطابق دنیا سے اسی حالت پر رخصت ہو اور قیامت کے دن ایک سرتاپا فرمانبردار بندہ کی صورت میں احکم الحاکمین کے حضور میں پیش اور سرخرو ہو۔

اسی غرض سے نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر وقت اپنی امت کو مذکورہ ذیل دعا مانگتے رہنے کی تعلیم دی ہے۔

اے اللہ تو میری آخری عمر کو بہترین عمر بنا دے اور میرے آخری اعمال کو بہترین اعمال بنا دے اور میرا بہترین دن اس دن کو بنا جس دن میں تجھ سے ملوں اے اسلام اور اہل اسلام کے مولیٰ تو مجھے اسلام پر ثابت قدم رکھ تاکہ میں تجھ سے ملنے کا شرف حاصل کروں۔

اس لئے کہ جنت میں جہاں اللہ تعالیٰ کے لقا اور دیدار کا وعدہ ہے سوائے مسلمان کے اور کوئی داخل نہیں ہو سکتا چنانچہ صحیح مسلم کی حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر اعلان فرمایا۔

لایدخل الجنة الانفس مسلمة

جنت میں مسلمان کے سوا اور کوئی نہیں داخل ہوگا۔

دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو خصوصاً کتاب لکھنے والوں، شائع کرنے والوں اور پڑھنے اور اس پر عمل کرنے والوں کو توفیق عطا فرمائیں کہ ہم کارہائے خیر اور اعمال صالحہ کے ذریعہ اپنی زندگی کو خدا کی مرضی کے مطابق بنالیں اس لئے کہ

لاحول ولاقوة الابالله العلى العظيم.

نہ (کسی کارخیر کی) قدرت ہے نہ (کسی برے کام سے بچنے کی) طاقت، مگر خدائے بزرگ و برتر کی (دی ہوئی)

مذکورہ بالا دعا خلوص قلب سے ضرور مانگا کریں دل کی گہرائیوں سے نکلی ہوئی دعا میں ضرور قبول ہوتی ہیں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

مجھ سے دعا مانگو میں ضرور قبول کروں گا بلاشبہ جو لوگ تکبر برتتے ہیں (مجھ سے دعا مانگنے اور) میری عبادت کرنے سے وہ ضرور بالضرور جہنم میں داخل ہوں گے ذلیل و خوار ہو کر۔

اعاذنا اللہ (خدا ہمیں پناہ میں رکھے)

دُعا کیجئے

اے اللہ! میں آپ سے وہ سب بھلائیاں مانگتا ہوں جن کے خزانے آپکے قبضہ قدرت میں ہیں۔ اور میں آپ سے وہ بھلائیاں بھی مانگتا ہوں جو تمام آپ کے ہی قبضہ میں ہیں۔

اے اللہ! ہمارا کوئی گناہ ایسا نہ چھوڑیئے جسے آپ بخش نہ دیں اور نہ کوئی ایسی تشویش جسے آپ دور نہ کردیں اور نہ کوئی ایسا قرضہ جسے آپ ادا نہ کردیں اور نہ کوئی ایسی حاجت دنیا و آخرت کی حاجتوں میں سے نہ چھوڑیئے جسے آپ پورا نہ فرمادیں۔

اے سب سے بڑھ کر رحم کرنیوالے! اے اللہ اپنے ذکر، شکر اور اچھی عبادت کے باب میں ہماری امداد فرمایئے۔

اے اللہ! آپ نے مجھے جو عطا فرمایا ہے مجھے اس میں قناعت دیجئے اور اس میں میرے لئے برکت فرمایئے۔ اور آپ ہر اس چیز میں میرے نگراں رہئے جو میری نظر سے غائب ہے۔

اے اللہ! میں آپ سے پاکیزہ زندگی، اچھی موت اور (آپ کی طرف) ایسے واپس آنے کا سوال کرتا ہوں جس میں میرے لئے رسوائی اور فضیحت نہ ہو۔

افضل اعمال کی ضرورت واہمیت

عن ابی ذر جندب بن جنادة رضی الله عنه قال: قلت: یارسول الله، ای الاعمال افضل؟ قال: والایمان بالله، والجهاد فی سبیله، قلت: ای الرقاب افضل؟ قال: انفسها عند اهلها، اکثرها ثمنا، قلت: فان لم افعل؟ قال: تعین صانعا او تصنع لاخرق، قلت یارسول الله ارایت ان ضعفت عن بعض العمل؟ قال: تکف شرک عن الناس فانها صدقة منک علی نفسک (متفق علیه)

ترجمہ: حضرت ابوذر (جن کا نام) جندب بن جنادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا یا رسول اللہ! کونسا عمل (سب سے زیادہ) افضل ہے؟ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا اور اس کی راہ میں جہاد کرنا (پھر) میں نے عرض کیا: کون سا غلام آزاد کرنا (سب سے زیادہ) افضل ہے؟ آپ نے فرمایا: جو غلام مالکوں کے نزدیک (سب سے زیادہ) نفیس ہو اور اس کی قیمت سب سے زیادہ ہو میں نے عرض کیا پس اگر میں (اپنی تہی دستی کی وجہ سے) نہ کروں (یعنی غلام آزاد نہ کرسکوں؟ آپ نے فرمایا: تم کسی کاریگر کی مدد کرو یا کسی ناکارہ کے لئے کام کرو" (یعنی خود محنت مزدوری کر کے اس کو دے دو یا اس کی معاش کی کفالت کرو) میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ذرا بتلائیے اگر میں ان میں سے بھی کوئی کام نہ کروں (یعنی نہ کرسکوں) آپ نے فرمایا "تم اپنے شر سے لوگوں کو بچاؤ" (یعنی کسی بھی شخص کو کسی بھی طرح کا ضرر یا اذیت نہ پہنچاؤ) کہ یہ تمہارا خود اپنے اوپر احسان اور کار ثواب ہے بخاری و مسلم۔

تشریح: اعمال صالحہ کے بغیر صرف ایمان ایک ایسا درخت ہے جس کی صرف جڑ ہو وہ بھی زمین کے اندر لیکن زمین کے اوپر نہ اس کی کوئی شاخ ہو نہ گدا نہ ٹہنیاں ہوں نہ ٹہنیوں پر پتے، نہ پھول نہ پھل نہ اس کی کوئی شاخ ہو ظاہر ہے کہ جب تک یہ درخت زمین سے پھوٹ کر باہر نہ نکلے اس کا تنا اور گدے نہ ہوں ان پر ٹہنیاں اور ٹہنیوں پر پتے اور پھول پھل نہ لگیں اس وقت تک یہ درخت بیکار اور صرف نام کا درخت ہے اسی طرح جو شخص صرف دل سے اللہ تعالیٰ کو مانتا ہے لیکن نہ زبان سے کلمہ پڑھتا ہے نہ کوئی اور کام (نماز روزہ وغیرہ) کرتا ہے نہ ہی اسلام کے کسی بھی حکم پر عمل کرتا ہے اس کو ایمان نہیں کہا جا سکتا وہ صرف گوشت کھانے کا مسلمان ہے اس لئے کہ مسلمان بننے کے لئے دل سے ایمان لانے کے بعد زبان سے کلمہ توحید پڑھنا فرض عبادتوں (نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج وغیرہ) پر عمل کرنا نیز اللہ تعالیٰ کے ہر حکم پر عمل کرنا ہی مسلمان ہونا ہے۔

اسی لئے حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ جو ایک قدیم الاسلام جلیل القدر صحابی ہیں اور ایسے متقی اور پرہیزگار ہیں کہ ان کا تصور اور خیال بھی گناہ اور معصیت سے نا آشنا ہے اعمال صالحہ اور کارہائے خیر کی حرص اور جستجو کی بنا پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اعمال صالحہ اور کارہائے خیر کے متعلق سوالات کرتے ہیں اور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم بھی ابوذر کو جواب میں .... ایسے ہمہ گیر اور دوررس اعمال صالحہ اور کارہائے خیر بتلاتے ہیں جن سے کوئی بھی مسلمان کسی بھی

حالت میں محروم نہیں رہ سکتا بشرطیکہ عبادت سمجھ کر اور ثواب کی نیت سے کرے باقی جوان پر بہ نیت ثواب عمل ہی نہ کرے اس کا تو کچھ علاج ہی نہیں۔

حضرت ابوذرکا پہلا سوال سب سے افضل عمل کون سا ہے؟

ازروئے لغت افضل، فضل سے ماخوذ ہے اسم تفضیل کا صیغہ ہے اور فضل کے معنی ہیں زیادت کے، یہ زیادتی دنیا میں عمل کی دشواری، صعوبت اور مشقت کے اعتبار سے ہے اور آخرت میں اجروثواب کی زیادتی کے اعتبار سے ہے اور مسلم ہے کہ اشق الاعمال اکثرھاثواباً (جس کام میں جتنی زیدہ مشقت ہوگی اسی قدر اجروثواب زیادہ ہوگا) اس لحاظ سے سب سے زیادہ افضل وہ عمل ہے جو سب سے زیادہ شوار اور نا قابل برداشت ہو چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کون سا عمل سب سے زیادہ افضل ہے کہ جواب میں فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا اور اس کی راہ میں جہاد کرنا۔

ظاہر ہے کہ کسی بھی انسان کے لئے اپنے باپ دادا کے دین کو اور ہوش سنبھالتے ہی جس کو معبود جانتا ہے اس معبود کو چھوڑ کر ایک نئے معبود پر اور اس کی وحدانیت پر ایمان لانا اور نئے مذہب کو قبول کرنا اگرچہ اس کی حقانیت کا یقین بھی ہو تب بھی نفسیاتی طور پر ایک انسان کے لئے بے حد شاق اور نا قابل برداشت عمل ہے۔

دیکھئے اوائل اسلام میں قریش نے بدر احد وغیرہ کی لڑائیوں میں اپنے اعلیٰ درجہ کے جنگجو اور زورآزما بہادروں کو جن میں ایک ایک بہادر ہزاروں پر بھاری ہوتا تھا صرف اپنے آبائی دین اور بتوں کی پرستش پر قربان کر دیا مگر اللہ تعالیٰ پر ایمان نہ لائے یہاں تک کہ چند سال میں ہی مکہ مکرمہ فتح ہو گیا اور کفار قریش کا نام ونشان مٹ گیا۔

خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حقیقی چچا ابو طالب جن کی حمایت وسرپرستی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دس برس تک مکہ مکرمہ میں کفار قریش کے علی الرغم بت پرستی کی بیخ کنی اور دین توحید کی تبلیغ کرتے رہے اور قریش تلملاتے رہے اور ابو طالب کی حمایت کی بنا پر کچھ نہ کر سکے باوجودیکہ ابو طالب کو یقین تھا کہ جس دین توحید کی آپ دعوت دے رہے تھے بالکل برحق ہے جیسا کہ ابو طالب کے ذیل کے شعر سے ظاہر ہے۔

ودعوتنی وعلمت انک صادق
ولقدصدقت وکنت قبل امینا

(اے میرے بھتیجے) تم نے مجھے (دین توحید کی) دعوت دی ہے اور مجھے یقین ہے کہ تم سچے ہو اور بخدا تم نے بالکل سچ کہا ہے اور تم تو اس سے پہلے بھی امین ہو۔

لیکن صرف قومی غیرت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ پر ایمان نہ لائے حتیٰ کہ مرنے سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اے عم قل لااله الله اشهدلک بهايوم القيامة

اے میرے چچا ایک کلمہ اشہدان لا الہ الا اللہ (صدق دل سے) کہہ دیجئے تاکہ میں اس کی بنیاد پر آپ کے مومن ہونے کی شہادت دے سکوں مگر ابو طالب کا آخری جواب یہ تھا۔

لولاعیرتنی قریش لاقررت عینک.

(بھتیجے) اگر مجھے قریش کے عار کا اندیشہ نہ ہوتا (کہ آخر وقت میں ابو طالب نے اپنے باپ دادا کا دین چھوڑ دیا) تو میں ضرور تمہارا دل ٹھنڈا کر دیتا اور اللہ پر ایمان لے آتا۔

دیکھئے ابو طالب کے لئے ''ایمان باللہ'' کتنا دشوار اور مشکل کام تھا کہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جہنم کا ایندھن بننا گوارا

کیا مگر اللہ تعالیٰ پر ایمان نہ لایا۔

یہ کفار قریش ہی کی کچھ خصوصیت نہ تھی بلکہ کسی بھی غیر مسلم کے لئے اپنے باپ دادا کا دین چھوڑ کر اسلام قبول کرنا اور اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا اتنا ہی مشکل تھا اور آج بھی اتنا ہی دشوار ہے۔

ہم نے چونکہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے مسلمان گھرانے میں آنکھ کھولی اور ہوش سنبھالنے کے وقت سے ہی اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور معبود سے ہمارے کان آشنا ہی نہیں ہوئے اس لئے اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کی دشواری سے ہم ناواقف ہیں بقول عوام ہم تو سنی مسلمان ہیں ہمیں اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کی دشواری کا کیا پتہ؟ ہاں اس کا کچھ اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ اگر کوئی ہم سے کہے کہ تم اللہ تعالیٰ کو معبود بنانے کے بجائے کرشن یا گوتم بدھ کو اپنا خدا مان لو اور ہندو دھرم یا بدھ مت قبول کر لو یا عیسیٰ کو خدا یا خدا کا بیٹا مان لو اور عیسائی ہو جاؤ تو اس وقت ہمارا جواب یہ ہوگا کہ اگر تم چاند سورج ہمارے ایک ہاتھ پر رکھ دو اور تمام دنیا کی دولت اور نعمتیں ہمارے دوسرے ہاتھ پر رکھ دو تب بھی یہ ممکن نہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو معبود مان لیں اور اسلام کے علاوہ کسی بھی دوسرے مذہب کو قبول کر لیں بشرطیکہ ہمارا ایمان کامل ہو یہ جواب کسی عالم دین ہی کا نہیں بلکہ ایک جاہل اور دینی تعلیمات سے ناآشنا مسلمان کا جواب بھی یہی ہے جیسا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ ایمان کی لذت تین آدمیوں نے پائی جن میں سے ایک وہ شخص ہے جس کے لئے آگ میں ڈالا جانا گوارا ہو بمقابلہ اس کے کہ کفر کی طرف لوٹے اس کے بعد کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو کفر سے نجات عطا فرمائی ہے۔ صحیح مسلم

دُعا کیجئے

اے اللہ! میں کمزور ہوں پس آپ اپنی مرضیات میں میرے ضعف کو اپنی قوت سے بدل دیجئے اور کشاں کشاں مجھے خیر کی طرف لے جائیے اور اسلام کو میری پسند کا منتہا بنا دیجئے میں ذلیل ہوں پس آپ مجھے عزت دیجئے اور میں محتاج ہوں پس آپ مجھے رزق عطا فرمائیے۔ یا اللہ میں آپ سے بہترین سوال، بہترین دعا، بہترین کامیابی، بہترین عمل، بہترین اجر، بہترین زندگی اور بہترین موت کا سوال کرتا ہوں۔ آپ مجھے ثابت قدم رکھئے اور میری نیکیوں کا پلہ بھاری فرما دیجئے اور میرے ایمان کو متحقق فرمائیے اور میرا درجہ بلند فرمائیے اور میری نماز قبول کیجئے میں آپ سے جنت کے بلند درجے کا سوال کرتا ہوں۔ اے اللہ! میں آپ سے ابتداء اور انتہا میں خیر کا سوال کرتا ہوں اور خیر کی جامع چیزوں اور اوّل وآخر اور ظاہر وباطن میں خیر کا سوال کرتا ہوں۔

بحمداللہ تعالیٰ

عام فہم تعلیمات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا
ایک سدابہار مبارک سلسلہ

درسِ حدیث

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

اللہ تعالیٰ اس شخص کو تروتازہ رکھے جس نے میری بات سنی اور اسکو یاد کیا اور اسکو محفوظ رکھا اور پھر دوسروں کو پہنچادیا۔ (ترمذی)
نیز فرمایا سب سے افضل صدقہ یہ ہے کہ مسلمان علم دین کی بات سیکھے پھر اپنے مسلمان بھائی کو سکھادے۔ (ابن ماجہ)

زیرنگرانی

فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی عبدالستار صاحب رحمہ اللہ
رئیس دارالافتاء جامعہ خیرالمدارس ملتان

اِدارۂ تالیفاتِ اشرفیہ
چوک فوارہ ملتان پاکستان
(061-4540513-4519240

عام فہم تعلیمات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا
ایک سدا بہار مبارک سلسلہ

درسِ حدیث

۱۱-۱۲

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

اللہ تعالیٰ اس شخص کو تروتازہ رکھے جس نے میری بات سنی اور اسکو یاد کیا اور اسکو محفوظ رکھا اور پھر دوسروں کو پہنچا دیا۔ (ترمذی)
نیز فرمایا سب سے افضل صدقہ یہ ہے کہ مسلمان علم دین کی بات سیکھے پھر اپنے مسلمان بھائی کو سکھا دے۔ (ابن ماجہ)

از افادات

اُستاذ المحدثین حضرت مولانا ادریس میرٹھی صاحب رحمہ اللہ

اِدارۂ تالیفاتِ اشرفیہ
چوک فوارہ ملتان پاکستان
(061-4540513-4519240

درسِ حدیث

تاریخ اشاعت............. شعبان المعظم ۱۴۲۹ھ
ناشر.......................ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان
طباعت.....................سلامت اقبال پریس ملتان

قارئین سے گذارش

ادارہ کی حتی الامکان کوشش ہوتی ہے کہ پروف ریڈنگ معیاری ہو۔ الحمدللہ اس کام کیلئے ادارہ میں علماء کی ایک جماعت موجود رہتی ہے۔ پھر بھی کوئی غلطی نظر آئے تو برائے مہربانی مطلع فرما کر ممنون فرمائیں تا کہ آئندہ اشاعت میں درست ہو سکے۔ جزاکم اللہ

ملنے کے پتے

ادارہ تالیفات اشرفیہ......چوک فوارہ......ملتان — مکتبہ رشیدیہ......راجہ بازار......راولپنڈی
ادارہ اسلامیات......انارکلی......لاہور — یونیورسٹی بک ایجنسی......خیبر بازار......پشاور
مکتبہ سید احمد شہید......اردو بازار......لاہور — ادارۃ الانور......نیو ٹاؤن......کراچی نمبر5
مکتبہ رحمانیہ......اردو بازار......لاہور — مکتبہ المنظور الاسلامیہ......جامعہ حسینیہ......علی پور
ISLAMIC EDUCATIONAL TRUST U.K — 119-121- HALLIWELL ROAD
(ISLAMIC BOOKS CENTERE — BOLTON BL1 3NE. (U.K.)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرض ناشر

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ادارہ کی جدید مرتبہ ''درس حدیث'' کی سابقہ دس جلدیں ماشاء اللہ کافی مقبول ہوئیں۔

درس حدیث کا یہ مبارک سلسلہ فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی عبدالستار صاحب رحمہ اللہ کی زیرنگرانی شروع ہوا' یقیناً یہ بھی حضرت کیلئے دیگر حسنات جاریہ میں سے ایک ہے اس لئے اس جلد پر بھی مقدمہ حضرت ہی کا لکھا ہوا دیا جارہا ہے۔

عرصہ دراز سے مزید جلدوں کا انتظار تھا۔ اللہ پاک ہمارے اکابر رحمہم اللہ کو اجر عظیم سے نوازیں جو بے حد محنتوں سے ہمارے لئے دین اور اس کے مآخذ کو سہل الوصول فرما گئے۔ اور دین کے ہر شعبہ سے متعلق معلومات فضائل واحکام کا عظیم ذخیرہ جو اپنی عربی زبان کی وجہ سے حلقہ خواص تک محدود تھا۔ ان حضرات اکابر نے دیگر خدمات جلیلہ کے ساتھ ساتھ یہ عظیم خدمت بھی سرانجام دی کہ ان دینی علوم کو اردو کے لباس سے آراستہ کر کے عوام الناس کی ایک بڑی ضرورت کو پورا فرما گئے۔

اللہ تعالیٰ ان کی قبور کو ٹھنڈا اور جنت کو ان کا ٹھکانہ بنائیں آمین

الحمد للہ شروع سے ادارہ کی کوشش رہی ہے کہ اپنے اکابر کی مستند و بے غبار تعلیمات کو مزید مزین وسہل کر کے پیش کیا جائے۔

اس جلد کے سلسلہ میں بھی اللہ تعالیٰ کا فضل شامل حال رہا اور علماء کرام کی مشاورت سے سابقہ جلدوں کی طرح اسے بھی سبق وار درس کی شکل میں مرتب کیا گیا ہے۔

بلاشبہ گھروں' مساجد' اسکولوں ومکاتب میں ان سبق وار احادیث کو سننے سنانے کی پابندی کی جائے تو مختصر وقت میں دین کی اہم باتیں سیکھی جاسکتی ہیں۔ اس مبارک سلسلہ احادیث کی یہ جلد حضرت مولانا ادریس میرٹھی رحمہ اللہ کی تالیف ''شرح ریاض الصالحین'' سے انتخاب کی گئی ہے۔ وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب

نوٹ: دعائیہ کلمات ''مناجات مقبول'' (جو قرآن وحدیث کی دعاؤں کا مستند ذخیرہ ہے) سے لئے گئے ہیں۔

اللہ پاک ہم سب کو دین کی صحیح فہم نصیب فرمائیں اور اپنے فضل سے خدمت دین الی یوم الدین لیتے رہیں۔

والسلام محمد اسحٰق عفی عنہ شعبان المعظم ۱۴۲۹ھ بمطابق اگست 2008ء

فہرست عنوانات

افضل اعمال کی ضرورت واہمیت

عن ابی ذر جندب بن جنادة رضی الله عنه قال: قلت: یارسول الله، ای الاعمال افضل؟ قال: والایمان بالله، والجهاد فی سبیله، قلت: ای الرقاب افضل؟ قال: انفسها عند اهلها، اکثرها ثمنا، قلت: فان لم افعل؟ قال: تعین صانعا او تصنع لاخرق، قلت یارسول الله ارایت ان ضعفت عن بعض العمل؟ قال: تکف شرک عن الناس فانها صدقة منک علی نفسک (متفق علیه)

ترجمہ: حضرت ابوذر (جن کا نام) جندب بن جنادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا یا رسول اللہ! کونسا عمل (سب سے زیادہ) افضل ہے؟ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا اور اس کی راہ میں جہاد کرنا (پھر) میں نے عرض کیا: کون سا غلام آزاد کرنا (سب سے زیادہ) افضل ہے؟ آپ نے فرمایا: جو غلام مالکوں کے نزدیک (سب سے زیادہ) نفیس ہو اور اس کی قیمت سب سے زیادہ ہو میں نے عرض کیا پس اگر میں (اپنی تہی دستی کی وجہ سے) نہ کروں (یعنی غلام آزاد نہ کرسکوں؟ آپ نے فرمایا: تم کسی کاریگر کی مدد کردو یا کسی ناکارہ کے لئے کام کرو" (یعنی خود محنت مزدوری کر کے اس کو دے دو یا اس کی معاش کی کفالت کرو) میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ذرا بتلایئے اگر میں ان میں سے بھی کوئی کام نہ کروں (یعنی نہ کرسکوں) آپ نے فرمایا "تم اپنے شر سے لوگوں کو بچاؤ" (یعنی کسی بھی شخص کو کسی بھی طرح کا ضرر یا اذیت نہ پہنچاؤ) کہ یہ تمہارا خود اپنے اوپر احسان اور کار ثواب ہے بخاری و مسلم۔

تشریح: حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ اس کے بعد سوال کرتے ہیں۔

قلت:یارسول الله ارأیت ان ضعفت عن بعض العمل

میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ذرا بتلایئے اگر میں (اپنی کسی مجبوری کی وجہ سے) ان دونوں میں سے کوئی کام بھی نہ کروں؟

نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

تکف شرک عن الناس فانها صدقة منک علی نفسک.

تم لوگوں کو اپنے شر سے بچاؤ (یعنی کسی کو اذیت یا ضرر نہ پہنچاؤ) اس لئے کہ یہ تمہارا کار خیر احسان ہے اپنے حق میں۔

ظاہر ہے کہ اگر تم نے کسی بھی شخص کو کسی بھی طرح کی اذیت یا کسی بھی قسم کا ضرر پہنچایا یا تو تم یقیناً گنہگار ہو گے لہٰذا تم نے لوگوں کو اپنے شر سے محفوظ رکھ کر خود کو گناہ سے بچایا اسی لئے یہ خود تمہارے حق میں کار خیر اور کار ثواب ہے جو تم نے کیا یہی وہ کار خیر ہے جس میں نہ کوئی پیسہ خرچ کرنا پڑتا ہے نہ ہی کوئی کام کرنا پڑتا ہے نہ ہاتھ پاؤں ہلانے پڑتے ہیں کوئی مسلمان بھی کسی بھی حالت میں اس کار خیر سے محروم نہیں رہ سکتا۔ مگر یہ کارہائے خیر اسی صورت میں کار خیر اور ثواب کا کام ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر عمل کرنے کی اور ثواب آخرت حاصل کرنے کی غرض سے کئے جائیں بالفاظ دیگر عبادت سمجھ کر اور عبادت کی نیت سے کرنا شرط ہے ورنہ تو بہت

سے غیر مسلم بھی انسانی ہمدردی کے جذبہ سے یہ اور اسی قسم کے کام (جن کا ذکر آئندہ احادیث میں آ رہا ہے) کرتے ہیں مگر نہ ان کو کارخیر کہا جاسکتا ہے نہ ہی اجروثواب کا سوال پیدا ہوتا ہے اس لئے کہ وہ ثواب وعذاب کو جانتے اور مانتے ہی نہیں۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر صبح تم میں سے ہر شخص کے (بدن کے) ہر جوڑ پر ایک کارخیر (شکرنعمت) واجب ہو جاتا ہے چنانچہ ہر تسبیح' سبحان اللہ کہنا ایک کارخیر (اوراداء شکرنعمت) ہے ہر تحمید' الحمد للہ کہنا۔

ایک کارخیر (اداء شکرنعمت) ہے ہر تہلیل' لا الہ الا اللہ کہنا۔

ایک کارخیر (اداء شکرنعمت ہے) ہے اور ہر تکبیر' اللہ اکبر کہنا۔

ایک کارخیر (اداء شکرنعمت) ہے اور کسی بھی (شرعاً) اچھے کام کے لئے کسی کو کہنا (کہ یہ کام کرو) ایک کارخیر (اداء شکرنعمت ہے) اور ہر شرعاً برے کام سے کسی کو منع کرنا ایک کارخیر (اداء شکرنعمت) ہے اور ان سب کاموں کے بجائے چاشت کی دو رکعتیں پڑھ لینا بھی کافی ہے۔ صحیح مسلم

ظاہر ہے کہ سبحان اللہ' الحمد للہ' لا الہ الا اللہ اور اللہ اکبر ان میں سے ہر کلمہ کو حضور قلب کے ساتھ کہنا اور اسی طرح محض اللہ تعالیٰ کے لئے کسی بھی شرعاً نیک کام کے لئے کسی کو کہنا اور کسی بھی برے کام سے کسی کو منع کرنا ان میں سے ہر ایک کام ایک مستقل کام اور ایک مستقل عبادت اور کار ثواب ہے۔

اور یہ بھی حقیقت ہے کہ یہ انسانی بدن اور بدن کے جوڑ جن سے بدن حرکت کرتا ہے اور انسان مختلف ومتنوع کام انجام دیتا ہے یہ سب اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمتیں ہیں اگر یہ بدن اور بدن کے جوڑ نہ ہوتے تو انسان پتھر کی طرح ایک جگہ پڑا رہتا نہ حرکت کرسکتا نہ کوئی کام کاج کرسکتا گویا یہ بدن' اعضاء اور ان کے جوڑ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اسی لئے دیئے ہیں کہ ان سے انسان دن بھر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق کام کاج کرے اور ایک لحہ کے لئے بھی اللہ تعالیٰ کے اس عظیم انعام واحسان سے غافل نہ ہو اور ان نعمتوں کا شکر یہ ہے کہ انسان مذکورہ بالا کارہائے خیر اور ان کے علاوہ دوسرے کارہائے خیر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق انجام دیتا رہے اس کے برخلاف اگر اس بدن اور اس کے جوڑوں سے اللہ رسول کے احکام پر عمل کرنے کے بجائے اپنی اغراض وخواہشات نفسانی کے تحت برے بھلے حرام وحلال جائز وناجائز کام کرتا رہا تو یہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے ناجائز فائدہ اٹھانا ہے اسی کا نام ناشکری اور کفران نعمت ہے جس کی سزا بہت سخت ہے اللہ تعالیٰ کا اعلان ہے۔

لئن شکرتم لازیدنکم ولئن کفرتم

ان عذابی لشدید (سورۃ ابراھیم آیت ۷)

اور بخدا اگر تم نے (میری نعمتوں کا) شکریہ ادا کیا تو میں (تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ) تمہیں اور نعمتیں دوں گا اور بخدا اگر تم نے ناشکری کی تو بلاشبہ میرا عذاب بہت سخت ہے۔

اس نعمت کی ناشکری کی ادنیٰ درجہ کی سزا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس نعمت کو سلب کرلیں اور کسی ایسی بیماری میں مبتلا کردیں کہ ہلنا جلنا محال ہوجائے کسی حادثہ میں ہاتھ پاؤں بیکار ہوجائیں یہ تو دنیا کی سزا ہے اور آخرت کا عذاب اس کے علاوہ ہوگا جس سے اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو بچائیں۔

دُعا کیجئے

اے اللہ! میں بُری عمر اور دل کے فتنہ سے آپ کی پناہ مانگتا ہوں۔

افضل اعمال کی ضرورت واہمیت

عن ابی ذر جندب بن جنادۃ رضی اللہ عنہ قال: قلت: یارسول اللہ، ای الاعمال افضل؟ قال: والایمان باللہ، والجھاد فی سبیلہ، قلت: ای الرقاب افضل؟ قال: انفسھا عند اھلھا، اکثرھا ثمنا، قلت: فان لم افعل؟ قال: تعین صانعا او تصنع لاخرق، قلت یارسول اللہ ارایت ان ضعفت عن بعض العمل؟ قال: تکف شرک عن الناس فانھا صدقۃ منک علی نفسک (متفق علیہ)

ترجمہ: حضرت ابوذر (جن کا نام) جندب بن جنادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا یارسول اللہ! کونسا عمل (سب سے زیادہ) افضل ہے؟ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا اور اس کی راہ میں جہاد کرنا (پھر) میں نے عرض کیا: کون سا غلام آزاد کرنا (سب سے زیادہ) افضل ہے؟ آپ نے فرمایا: جو غلام مالکوں کے نزدیک (سب سے زیادہ) نفیس ہو اور اس کی قیمت سب سے زیادہ ہو میں نے عرض کیا پس اگر میں (اپنی تہی دستی کی وجہ سے) نہ کروں (یعنی غلام آزاد نہ کرسکوں؟ آپ نے فرمایا: تم کسی کاریگر کی مدد کرو یا کسی ناکارہ کے لئے کام کرو" (یعنی خود محنت مزدوری کر کے اس کو دے دو یا اس کی معاش کی کفالت کرو) میں نے عرض کیا یارسول اللہ! ذرا بتلایئے اگر میں ان میں سے بھی کوئی کام نہ کروں (یعنی نہ کرسکوں) آپ نے فرمایا "تم اپنے شر سے لوگوں کو بچاؤ" (یعنی کسی بھی شخص کو کسی بھی طرح کا ضرر یا اذیت نہ پہنچاؤ) کہ یہ تمہارا خود اپنے اوپر احسان اور کار ثواب ہے۔ بخاری ومسلم۔

تشریح: ایک غلط فہمی کا ازالہ

اس کے معنی یہ نہیں کہ انسان اپنی تمام طبعی وغیر طبعی اغراض وخواہشات سے کلی طور پر دست بردار ہو کر ہر وقت صرف اللہ اللہ ہی کرتا رہے اور انسان کے بجائے فرشتہ بن جائے بلکہ مطلب یہ ہے کہ تم اپنی ہر غرض اور ہر خواہش کو پورا کرو مگر شریعت کی مقرر کردہ حدوں کے اندر رہ کر' اچھے سے اچھا کھاؤ پیو' عیش کرو ہر طرح کے کام کاج کرو' کاروبار کرو مگر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے تحت اور شرعی حدود کے اندر رہ کر کرو (جیسا کہ اسی باب کی چوتھی حدیث میں اس کی تصریح آتی ہے) غرض یہ ہے کہ سب کچھ کرو مگر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے تحت رہ کر کرو اور ہر وقت یہ خیال رکھو کہ یہ بدن اور یہ ہاتھ پاؤں اور یہ عمل کی قوت' سب اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمتیں ہیں اس سے ایک لمحہ کے لئے غافل نہ ہو۔ جو مسلمان اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی ان نعمتوں' لذتوں اور سامان راحت وآسائش سے انتفاع کو زہد وتقویٰ اور پرہیزگاری کے منافی اور خدا پرستی کے خلاف سمجھ کر ٹھکراتے ہیں ان پر ذیل کی آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ شدید عقاب اور ناراضگی کا اظہار فرماتے ہیں۔

یایھا الذین امنوا لا تحرموا طیبات مآ احل اللہ لکم ولا تعتدوا' ان اللہ لا یحب المعتدین○ وکلوا مما رزقکم اللہ حلالاً طیباً واتقوا اللہ الذی انتم بہ مؤمنون○ (المائدۃ:۸۷-۸۸)

اے ایمان لانے والو! جو عمدہ (لذیذ) چیزیں اللہ تعالیٰ

نے تمہارے لئے حلال کی ہیں ان کو (اپنے اوپر) حرام مت کرو اور اللہ کی حلال کردہ چیزوں کو حرام کر کے) حد سے تجاوز نہ کرو (بندہ ہو کر خدا بننے کی کوشش نہ کرو) بلاشبہ اللہ حد سے تجاوز کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا اور جو حلال وطیب چیزیں اللہ نے تم کو دی ہیں وہ کھاؤ (پیو) اور اس اللہ سے (ہر وقت) ڈرتے رہو جس پر تم ایمان لائے ہو۔

یہ آیت کریمہ ان صحابہ کے متعلق نازل ہوئی ہے جنہوں نے عہد کیا تھا کہ ہمیشہ دن کو روزے رکھا کریں گے اور راتیں مصلے پر گزارا کریں گے بیویوں کے پاس تک نہ جائیں گے خوشبو کو ہاتھ نہ لگائیں گے گوشت بالکل نہیں کھائیں گے بستر پر ہرگز نہیں سوئیں گے (اور اس ترک لذت وآسائش کے ذریعہ نفس کشی کریں گے) چنانچہ اس وعید کے نازل ہوتے ہی ان صحابہ نے اپنے عہد توڑے اور خدا کی دی ہوئی نعمتوں سے لطف اندوز ہو کر ہی ان کا شکریہ ادا کیا۔

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم اسی پر فریب پرہیز گاری کے متعلق فرماتے ہیں۔

لا رھبانیة فی الاسلام اسلام رہبانیت (ترک دنیا) کی تعلیم نہیں دیتا۔

یہ رہبانیت تو عیسائیت کا شعار اور ناکام تجربہ ہے یا ہندو دھرم کا پرفریب جال ہے یہ تارک الدنیا راہب اور نفس کشی کرنے والے سادھو درون خانہ اعلیٰ درجہ کے دنیادار اور حرام خور ہوتے ہیں جیسا کہ تاریخی واقعات سے ثابت ہے۔

نماز چاشت اور اس کی اہمیت وفضیلت

ابوذر کی اس حدیث سے نماز چاشت کی عظیم فضیلت بھی ثابت ہوئی کہ دن بھر کے حدیث میں مذکور کارہائے خیر کی جگہ صرف چاشت کی نماز کافی ہو جاتی ہے سورج چڑھ آنے کے بعد دو یا چار رکعتیں نماز اشراق کہلاتی ہیں اور دوپہر سے پہلے تقریباً دس گیارہ بجے چار یا آٹھ رکعتیں نماز ضحیٰ (دن چڑھے کی نماز) کہلاتی ہیں چاشت کی نماز کی کم سے کم دو رکعتیں ورنہ چار رکعتیں ہیں اور نماز ضحیٰ (دن چڑھے کی نماز) کی چار یا آٹھ رکعتیں ہیں علاوہ ابوذر کی روایت کے نماز چاشت کی فضیلت سے متعلق ایک اور حدیث قدسی بھی آئی ہے جو یہ ہے۔

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تبارک تعالیٰ کا ارشاد ہے ”اے آدم کی اولاد! تو دن کے اول حصہ میں میرے لئے چار رکعتیں پڑھ لے تو میں دن کے آخر تک تیرے لئے کفایت کروں گا“ (تیرے سارے کام بنادوں گا)۔ (ترمذی)

دُعا کیجئے اے اللہ! آپ کے اس واسطہ سے کہ آپ کے سوا کوئی معبود نہیں میں آپ سے پناہ مانگتا ہوں اس بات سے کہ آپ مجھے گمراہ کر دیں، بلا کی سختیوں، بدقسمتی کے حصول، بُری تقدیر، دشمنوں کے طعنوں اور اس کام کی بُرائی سے جو میں نے کیا اور اس کام کی برائی سے جسے میں نے نہیں کیا۔ اور اس چیز کی برائی سے جو مجھے معلوم ہے یا مجھے معلوم نہیں (ان سب سے آپ کی پناہ مانگتا ہوں) اور میں آپ سے آپکی نعمت کے جاتے رہنے، آپ کے امن کے پلٹ جانے اور آپ کے ناگہانی عذاب آجانے اور آپ کی ناخوشی سے اپنی شنوائی کی خرابی، اپنی بینائی کی خرابی اپنی زبان کی خرابی اپنے دل کی خرابی، اپنی بے جاشہوت رانی کی خرابی اور فاقہ سے آپ کی پناہ مانگتا ہوں۔ (اور اس سے بھی آپ کی پناہ مانگتا ہوں کہ) میں کسی پر زیادتی کروں یا کوئی مجھ پر زیادتی کرے اور کسی چیز کے میرے اوپر گر جانے اور میرے کسی چیز پر گر پڑنے، ڈوب جانے، جل جانے، اور اس سے کہ شیطان مجھے موت کے وقت گڑبڑ (وساوس) میں ڈالے اور اس سے کہ میں جہاد سے بھاگتا ہوا مروں یا اس سے کہ میں کسی جانور کے ڈسنے سے مروں آپ کی پناہ چاہتا ہوں۔

بارگاہِ نبوت میں اعمال کی پیشی

قال النبی صلی الله علیه وسلم : عرضت علی اعمال امتی حسنها وسیئها، فوجدت فی محاسن اعمالها الاذی یماط عن الطریق، ووجدت فی مساوی اعمالها النخاعة تکون فی المسجد لا تدفن. (مسلم)

ترجمہ: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت کے اچھے اور برے دونوں طرح کے اعمال میرے سامنے پیش کئے گئے تو میں نے ان کے اچھے اعمال میں اس تکلیف دہ چیز تک کو بھی پایا جسے عام راستہ سے ہٹادیا جائے اور ان کے برے اعمال میں مسجد میں اس (ناک کی) ریزش تک کو پایا جسے دفن نہ کیا گیا ہو۔

تشریح: اللہ تعالیٰ نے انسان کو اچھے اور برے ہر قسم کے کاموں کے کرنے کی قدرت عطا فرمائی ہے اور اچھے اور برے کاموں میں تمیز کرنے اور فرق کرنے کے لئے عقل بھی عطا فرمائی ہے مگر بسا اوقات خواہ اپنی کم فہمی یا کج فہمی کی بناء پر خواہ بیرونی گمراہ کرنے والے شیاطین جن وانس کے دھوکے اور فریب کی وجہ سے یا مکار نفس کی مکاری وفریب کاری کی وجہ سے عقل اچھے اور برے کاموں میں فرق وامتیاز کرنے میں ناکام رہتی ہے اور بہت سے اچھے کاموں کو برا اور بہت سے برے کاموں کو اچھا سمجھ لیتی ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے بتقاضاء رحمت وربوبیت انسانوں کی صحیح رہنمائی کے لئے ہر زمانہ میں نبیوں اور رسولوں کو بھیجا اور آسمانی وحی ان پر نازل فرمائی کہ وہ وحی الٰہی کی روشنی میں انسانوں کی صحیح رہنمائی کریں آخری زمانہ میں پیغمبر آخر الزماں خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت تک دنیا کے انسانوں کی رہنمائی کے لئے بھیجا اور کتاب الٰہی' قران کریم' آپ پر نازل فرمائی اور روحانی مکاشفات سے آپ کو نوازا تا کہ رسول آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم اپنی زندگی میں خود' اور اپنی وفات کے بعد کتاب وسنت اور مکاشفات کے ذریعہ قیامت تک کے لئے رہنمائی کا نظام قائم کریں اور اپنی امت کے ذمہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو لازم قرار دے کر اس محکم نظام کو جاری فرمائیں۔

اسی کے ساتھ چونکہ آپ آخری نبی ہیں آپ کے بعد قیامت تک کوئی اور نبی نہیں آئے گا اس لئے آپ کو بطور کشف پہلے سے یہ بھی بتلا دیا کہ یہ ان چھوٹے بڑے اچھے کاموں کی فہرست ہے جو آپ کی امت کرے گی اور یہ ان چھوٹے بڑے برے کاموں کی فہرست ہے جو آپ کی امت کرے گی نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے از راہ شفقت ورحمت اپنی امت کو ہر بڑے سے بڑے اور چھوٹے سے چھوٹے اچھے اور برے کام سے آگاہ کر دیا تا کہ اچھے کام کرتے وقت چھوٹے سے چھوٹے اچھے کام کو بھی یہ خیال کر کے نہ چھوڑیں کہ یہ بھی کوئی اچھا کام ہے؟ اسی طرح برے کاموں سے اجتناب اور پرہیز کرتے وقت کسی چھوٹے سے چھوٹے برے کام کو بھی سمجھ کر نہ کر بیٹھیں کہ اس کام کے کرنے میں کیا حرج ہے؟ یہ بھی کوئی برا کام ہے؟ اس حدیث میں نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کو چھوٹے سے چھوٹے اچھے اور برے کاموں سے آگاہ فرماتے ہیں جبکہ

دوسری حدیثوں میں جواسی باب میں آتی ہیں بڑے سے بڑے اچھے اور برے کاموں سے آگاہ فرماتے ہیں جب کہ دوسری حدیثوں میں جواسی باب میں آتی ہیں بڑے بڑے سے اچھے برے کاموں سے آگاہ فرمایا ہے کہ یہی مقصد ہے اللہ تعالیٰ کے محاسن اعمال اور مساوی اعمال کے آپ پر کشف فرمانے کا۔

ظاہر ہے کہ انسان عام راستہ اور گزرگاہ سے کسی بھی ایذارسان اور تکلیف دہ چیز ہٹا دینے کو کوئی اہم کارخیر اور کارثواب نہیں سمجھتا حالانکہ بہترین خدمت خلق ہے اور راستہ چلنے والوں کی دعا خیر کا موجب ہے اور مسجد میں چھینک آنے پر ناک کی ریزش (رینٹھ) یا کھانسی اٹھنے پر منہ سے بلغم، ناک یا منہ سے نکلنے اور گر جانے کو برا کام نہیں سمجھتا حالانکہ مسجد کو گندا کر دینے کے لحاظ سے نمازیوں کے لئے بے حد تکلیف دہ اور انسانوں کی گالیوں اور فرشتوں کی بددعاؤں کا موجب ہے اس کم فہمی یا کوتاہ فہمی پر متنبہ فرمانے کے لئے نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں ان دونوں درجہ کے اچھے اور برے کاموں کا ذکر فرمایا ہے کاش کہ مسلمان ان میں سے کوئی کارخیر تو اختیار کریں؟ کرتے ہیں مگر عبادت سمجھ کر اور ثواب کی نیت سے نہیں کرتے اور ثواب سے محروم رہتے ہیں۔

نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی غفلت اور بے حسی کو دور کرنے کی غرض سے مندرجہ ذیل دعا مانگنے کی ہدایت فرمائی ہے۔

اللهم لا تجعل الدنيا اكبر همنا ولا مبلغ علمنا ولا غاية رغبتنا

اے اللہ تو دنیا کو ہمارا سب سے بڑا مقصد اور منتہائے علم اور ہماری آخری رغبت (مرغوب چیز) نہ بنائیو۔

اس دعا کی روشنی میں ہماری حالت

آج ہماری حالت یہی ہے کہ ہمارا سب سے بڑا مقصد دنیا ہے آخرت کا بھول کر بھی خیال نہیں آتا تحصیل علم کی منتہا بھی دنیا ہے یعنی ہم جو بھی علم حاصل کرتے ہیں اگرچہ دینی علم ہی ہو اس کا مقصد صرف دنیوی اغراض ہیں اور بس آگے ہمیں کچھ نہیں چاہئے دنیاوی کامرانیاں ہی ہمیں مرغوب ومطلوب ہیں اور بس وائے برما وبرحال ما (افسوس ہم پر اور ہمارے حال پر)

آپ بھی اس دعا کو یاد کر لیجئے اور دل کی گہرائیوں سے اللہ تعالیٰ سے یہ دعا مانگا کیجئے یادرکھئے اللہ تعالیٰ خلوص قلب سے مانگی ہوئی دعاؤں کو ضرور قبول فرماتے ہیں وباللہ التوفیق۔

باقی مسجد میں چھینک آنے پر ریزش کا ناک سے نکلنا یا کھانسی آنے پر منہ سے بلغم نکلنا غیر اختیاری چیز ہے اس لئے اس برے کام کا کفارہ بھی بتادیا۔

عن انس قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم البزاق فى المسجد خطيئة و كفارتها دفنها (متفق عليه)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسجد میں تھوک خطا ہے اور اس کو دفن کر دینا اس خطا کا کفارہ ہے۔ بخاری مسلم

اگر مسجد کی زمین کچھ نرم ہو تو ذرا مٹی کرید کر اس کو دفن کر دینا چاہئے اگر فرش پختہ ہو تو اپنے رومال، چادر یا کرتے کے کنارہ پر لے کر اس کو مسل دینا چاہئے یا کسی بھی اور طریقہ سے اس کا ازالہ کر دینا چاہئے تاکہ مسجد پاک وصاف رہے اسی لئے حضرت ابوذر کی حدیث میں **لاتدفن** (جو دفن نہ کی گئی ہو) کی قید ہے اگر کسی بھی طرح ازالہ کر دیا تو برائی ختم ہوگئی ناک کی ریزش، تھوک اور بلغم سب کا ایک حکم ہے۔

غریبوں کیلئے صدقہ اور ثواب میں سہولتیں

ان ناسا قالوا: یارسول الله، ذهب اهل الدثور بالاجور، یصلون کما نصلی، ویصومون کما نصوم، ویتصدقون بفضول اموالهم قال: أولیس قد جعل الله لکم ما تصدقون به: ان بکل تسبیحة صدقة، وکل تکبیرة صدقة، وکل تحمیدة صدقة وکل تهلیلة صدقة، وأمر بالمعروف صدقة، ونهی عن المنکر صدقة، وفی بضع احدکم صدقة (مسلم)

ترجمہ: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ (ایک مرتبہ) کچھ لوگوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! مال دار لوگ سب اجر وثواب لے گئے (اور ہم منہ تکتے رہ گئے دیکھئے) وہ نمازیں پڑھتے ہیں جیسے ہم پڑھتے ہیں وہ روزے رکھتے ہیں جیسے ہم روزے رکھتے ہیں (مگر) وہ اپنے فاضل اموال (دل کھول کر) صدقہ کرتے ہیں (ہم فقر وافلاس کی وجہ سے صدقہ نہیں کر سکتے اس لئے وہ اجر وثواب میں ہم سے بڑھ گئے ہم ان سے پیچھے رہ گئے) آپ نے فرمایا: کیا اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے صدقہ کرنے اور اجر وثواب حاصل کرنے کے کام نہیں تجویز کئے (جو بغیر مال ودولت تم کر سکتے ہو دیکھو) ہر کلمہ تسبیح (سبحان اللہ کہنا) ایک صدقہ (کارثواب) ہے اور ہر کلمہ تکبیر (اللہ اکبر کہنا) ایک صدقہ (کارخیر) ہے ہر کلمہ تحمید (الحمد للہ کہنا) ایک صدقہ (کارخیر) ہے ہر کلمہ تہلیل (لا الہ الا اللہ کہنا) ایک صدقہ (کارثواب) ہے۔ کسی کو بھلے کام کو کہنا ایک صدقہ (کارخیر) ہے ہر برے کام سے کسی کو منع کرنا ایک صدقہ (کارثواب) ہے اور تم میں سے ہر شخص کی شرمگاہ (کے معاملہ میں بھی) ایک صدقہ (کارخیر) ہے انہوں نے عرض: یارسول اللہ! ایک شخص اپنی (خواہش نفس) کو پورا کرتا ہے اور اس میں بھی اسے اجر وثواب ملتا ہے؟ آپ نے فرمایا: تم مجھے بتلاؤ اگر وہ اپنی اسی خواہش کو حرام محل میں (اجنبی عورت سے) پورا کرتا تو کیا اس پر گناہ نہ ہوتا؟ (ضرور ہوتا) تو اسی طرح جب اس نے اپنی اسی خواہش کو حلال محل میں (بیوی سے) پورا کیا تو اس پر اسے اجر نہ ملے گا (ضرور ملے گا؟) کیونکہ اس نے ایک حلال کام کر کے خود کو حرام کام اور اس کے گناہ سے بچالیا کتنا بڑا کارثواب ہے۔

تشریح: حدیث کا حاصل یہ ہے کہ کارہائے خیر اور اجر وثواب کے کام اللہ تعالیٰ کی راہ میں مال ودولت خرچ کرنے میں منحصر نہیں ہیں کہ تہیدست ونادار لوگ مالداروں کے مقابلہ میں خود کو کمتر محسوس کریں بلکہ بیشمار کام ایسے ہیں کہ انسان اگر چاہے تو بغیر پیسہ خرچ کئے کر سکتا ہے صرف سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر' خلوص قلب اور رضاء الٰہی کی نیت سے کہے تو یہی چار کلمات جنت میں سرسبز وشاداب باغات لگانے کے لئے کافی ہیں چنانچہ حدیث میں آیا ہے۔

حضرت ابن مسعود سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شب معراج میں (ساتویں آسمان پر) حضرت ابراہیم علیہ السلام سے میری ملاقات ہوئی تو انہوں نے فرمایا۔ اے محمد! اپنی امت کو میرا سلام اور یہ پیغام پہنچا دو کہ جنت کی زمین نہایت عمدہ (اور زرخیز) ہے پانی بھی میٹھا ہے (مگر ابھی) وہ خالی پڑی ہے **سبحان الله' والحمدلله**

ولا اله الا الله والله اکبر' اس کے پودے ہیں (جس قدر ممکن ہوسکے زیادہ سے زیادہ سرسبز وشاداب باغات لگالو)

اسی طرح کسی بھی شخص کو خوش اسلوبی سے شرعاً بھلی بات بتلانا اور شرعاً بری بات سے منع کرنا بھی کوئی دشوار کام نہیں نہ ہی اس میں روپیہ پیسہ خرچ ہوتا ہے بشرطیکہ نیک نیتی اخلاص اور خوش اسلوبی سے انجام دیا جائے تو بہت بڑے اجروثواب کا موجب ہے بلکہ یہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر تو اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے مطابق: تم (اے امت محمد) بہترین امت ہو تمہیں لوگوں (کی رہنمائی) کے لئے پیدا کیا گیا ہے تم بھلی بات کا حکم کرتے ہو بری بات سے منع کرتے ہو۔

امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا طغریٰ امتیاز ہے۔

اسی طرح ایک مسلمان اپنے گھر جا کر اہل وعیال کے درمیان بیٹھتا اٹھتا' کھاتا پیتا' بات چیت کرتا' سوتا جاگتا ہے اور نیت اس کی یہ ہوتی ہے کہ یہ میرے اہل وعیال ہیں ان کے اعمال واخلاق کی نگرانی میرا فرض ہے غیر شرعی اعمال واخلاق سے بحسن تدبیر ان کو روکوں اور منع کروں اور شرعی اعمال وافعال اور اسلامی آداب واخلاق کی غیر محسوس طریق پر ان کو تعلیم دوں' اسلامی تہذیب ومعاشرت سے ان کو روشناس کروں مثلاً گھر کے تمام رہنے والے عورتیں' بچے جوان' بوڑھے ایک دسترخوان پر کھانا کھائیں اور خود بسم اللہ الرحمن الرحیم ذرا بلند آواز سے کہہ کر کھانا شروع کرے جو بچے کم عمر ہیں ان کو پیار محبت سے سمجھائے کہ بسم اللہ پڑھ کر کھانا شروع کرتے ہیں تو جن سمجھدار مردوں' عورتوں نے ناواقفیت یا بے پروائی کی بنا پر بسم اللہ نہیں پڑھی ہوگی وہ تو اپنی غلطی یا کوتاہی خود ہی محسوس کر کے بسم اللہ پڑھ لیں گے اور دوسرے وقت جب دسترخوان پر بیٹھیں گے تو کھانا شروع کرنے سے پہلے بسم اللہ پڑھنا نہ بھولیں گے اور اسی طرح روزانہ بار بار کی یاددہانی اور فہمائش سے تمام گھر والے اس سنت پر عمل کرنے لگیں گے اور کھانا شروع کرنے سے پہلے بسم اللہ پڑھنے کی سب کو عادت پڑ جائے گی دیکھئے کہ ایک سنت کو زندہ کرنا کتنا بڑا کار خیر ہے اور کتنے بڑے ثواب کا کام ہے لیکن یہ کام اسی صورت ہوسکا جب اسی نیت اور اسی ذمہ داری کے فرض کو ادا کرنے کے ارادہ سے اہل خانہ کے ساتھ بیٹھ کر دونوں وقت روزانہ کھانا کھایا یہ تو ایک چھوٹی سی مثال ہے اسی طرح اور اسی نیت سے اگر اہل خانہ کے درون خانہ تمام اعمال وافعال اور آداب واخلاق کی نگرانی اور اصلاح کی جائے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

تم میں سے ہر شخص نگران ہے اور (قیامت کے دن) تم میں سے ہر شخص سے اس کے زیر نگرانی لوگوں کے بارے میں باز پرس ہوگی اور ہر مرد اپنے اہل وعیال کا نگران ہے اس سے اس کی رعایا (اہل خانہ) کے بارے میں باز پرس ہوگی۔

اس تفصیل کے مطابق ہر مسلمان کے لئے اپنے گھر میں بھی بے شمار کارہائے خیر اور ثواب کے کام موجود ہیں بشرطیکہ وہ خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اور آخرت کے ثواب کی نیت اور غرض سے ان کاموں کو انجام دے ورنہ تو ہر شخص خصوصاً مہذب اور تعلیم یافتہ طبقہ کے سب ہی لوگ اپنے اہل وعیال کو ادب تمیز سکھلانے اور آداب واخلاق سے آراستہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں مگر اس غرض اور نیت سے کہ سوسائٹی میں ان کو عزت کی نظر سے دیکھا جائے اور ان کی تعریف کی جائے نہ کہ ارشاد رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت وفرمانبرداری اور آخرت کی مسئولیت سے بچنے کی غرض سے چنانچہ ان کو وہی آداب واخلاق سکھلاتے ہیں جو سوسائٹی میں مقبول اور پسندیدہ سمجھے جاتے ہیں دیکھئے آج کل ہاتھوں میں

پلیٹیں اور چمچے لے کر کھڑے کھڑے چلتے پھرتے کھانا کھانا اور پانی پینا عین تہذیب سمجھا جاتا ہے اور گھروں میں اسی کی تعلیم وتربیت دی جاتی ہے حالانکہ یہ اسلامی تہذیب اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے بالکل خلاف گداگرانہ اور بہیمانہ فعل ہے مگر اس طبقہ کا مقصد تو صرف سوسائٹی میں سرخروئی حاصل کرنا ہے ان کو خدا رسول اور آخرت کے ثواب وعذاب سے کیا واسطہ؟ بھول کر بھی کبھی خدا رسول کا خیال نہیں آتا یاد رکھئے! اسلامی معاشرہ اور خدا پرستی کا ماحول سٹیج کی تقریروں اور منبروں کی وعظوں سے کبھی قائم نہیں ہوسکتا بہت سے نیک دل مسلمان جس وقت ان تقریروں اور وعظوں کو سنتے ہیں اس وقت صدق دل سے ان پر عمل کرنے کا ارادہ بھی کرتے ہیں مگر جونہی ان وعظوں اور تقریروں کی مجلس سے اٹھتے اور اپنے گھر آتے ہیں یا کاروبار میں مشغول ہوتے ہیں تو وہی غیر اسلامی کام کرتے ہیں جن کی بچپن سے عادت پڑی ہوتی ہے یاد رکھئے علم نفسیات کے مطابق عادت سب سے ''قوی موثر اور عامل'' ہے۔

اس لئے جب تک ہر مسلمان گھرانے کا بڑا' سربراہ مذکورہ حدیث کے مطابق اپنی ذمہ داری کو محسوس نہ کرے گا کہ ان اہل خانہ عورتوں' مردوں' بچوں اور بوڑھوں کی دینی اصلاح اور اسلامی تربیت میرا فرض ہے اور میں ہی قیامت کے دن جواب دہ ہوں اور عملی طور پر ان کے نشست برخاست خورد ونوش' خفت وخواب کی عادتوں کو اسلامی آداب واخلاق اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کے سانچے میں نہ ڈھالا جائے گا اس وقت تک گھر کا ماحول دینی اور اسلامی نہیں ہوسکتا اور جب تک اس فرض کو اہم ترین ذمہ داری اور آخرت کے مواخذہ سے بچنے کا واحد ذریعہ سمجھ کر نہ ادا کیا جائے گا اس وقت تک کوئی تبدیلی نہیں آسکتی اسی طرح جب ہر گھر اور خاندان کا بڑا اور سربراہ اسی طریق کار پر عمل کرے گا تو پوری بستی کا معاشرہ اسلامی ماحول دینی ہوسکتا ہے اور جب ہر بستی اور ہر شہر کے مسلمان اسی طرح اپنے اپنے گھرانوں اور بستیوں میں اسی نہج پر کام کریں گے تو پورے ملک کا معاشرہ اسلامی اور خدا پرستی کے ماحول سے تبدیل ہوسکتا ہے یہی واحد تدبیر ہے اسلامی معاشرہ قائم کرنے کی۔

غرض اس چوتھی حدیث کا حاصل یہ ہے کہ درون خانہ بھی اور بیرون خانہ بھی اتنے زیادہ اور بے شمار کارہائے خیر ہیں کہ انسان کی زندگی کا ایک لمحہ بھی ایسا نہیں جس میں کوئی ثواب کا کام کرنے کے لئے نہ ہو' کرنیوالا ہونا چاہئے اور کرنے والا وہی شخص ہوسکتا ہے جس کو آخرت کی فکر ہو پھر ساری زندگی اجر وثواب کا ذریعہ بن سکتی ہے لہٰذا کسی بھی مسلمان کو کسی بھی حالت میں یہ خیال ہرگز نہ کرنا چاہئے کہ میں اس حالت میں کوئی کار ثواب نہیں کرسکتا فقر وافلاس ہو' دکھ بیماری ہو ہر حالت میں سبحان اللہ' والحمدللہ ولاالہ الااللہ' واللہ اکبر' تو کہہ سکتا ہے زبان سے کہنے میں دشواری ہو تو دل میں تو کہہ سکتا ہے طلب صادق اور لگن ہونی چاہئے پھر کوئی چیز مانع نہیں ہوسکتی اللہ تعالیٰ ہمیں سب کو کتاب لکھنے والے کو بھی اور پڑھنے والوں کو بھی' اور شائع کرنے والوں کو بھی یہ لگن عطا فرمائیں تاکہ ہماری زندگی کا ایک ایک لمحہ کارہائے خیر میں صرف ہو اور ہم ہمہ وقت ثواب کے کاموں میں مشغول رہیں۔

دُعا کیجئے: اے اللہ! آپ مجھے بڑا صبر کرنے والا، بڑا شکر کرنے والا بنا دیجئے اور مجھے میری نظر میں چھوٹا اور دوسروں کی نظروں میں بڑا بنا دیجئے۔ اے اللہ ہمارے ملک میں برکت شادابی اور امن رکھ دیجئے۔ اور جو کچھ آپ نے مجھے دیا ہے اس کی برکت سے مجھے محروم نہ فرمائیے۔ اور جس چیز سے آپ نے مجھے محروم رکھا ہے اس کے بارہ میں آپ مجھے فتنہ میں نہ ڈالئے۔

کسی بھی نیک کام کو حقیر نہ سمجھئے

قال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: لا تحقرن من المعروف شیئا ولو ان تلقی اخاک بوجہ طلیق (مسلم)

ترجمہ: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: (اے ابوذر) تم بھلائی کے کاموں میں سے کسی بھی کام کو حقیر (اور معمولی) ہرگز نہ سمجھنا اگرچہ اپنے (دینی بھائی) سے خندہ پیشانی کیساتھ ملنا ہی (کیوں نہ) ہو۔

تشریح: اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوذر کو خاص طور پر خطاب کر کے متنبہ فرماتے ہیں کہ کبھی کسی بھی بھلے کام کو "معمولی" اور حقیر سمجھ کر ہرگز نہ ترک کرنا یہ نفس کا فریب اور دھوکا ہے۔ وہ تم کو کار خیر کے ثواب سے محروم کرنا چاہتا ہے چنانچہ ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان سے خوش روئی اور خندہ پیشانی سے ملنا اور ملاقات کرنا بھی کار ثواب ہے اگرچہ بظاہر اس میں نہ اس کی کوئی مالی امداد و اعانت ہوتی ہے نہ ہاتھ پاؤں کی کوئی مدد مگر یہ طرز ملاقات اپنے دوررس نتائج کے اعتبار سے بے حد اہم کار خیر ہے اس لئے کہ اس طرح سے ملنے اور ملاقات کرنے سے مسلمانوں میں باہمی اخوت اور بھائی بندی کا رشتہ استوار اور مضبوط ہوتا ہے اور ضرورت کے وقت ایک دوسرے کی امداد و اعانت کا جذبہ پیدا ہوتا ہے باہمی میل جول بڑھتا ہے اور ضرورت کے وقت بغیر کسی جھجک کے ایک دوسرے سے صدہا اور جائز دنیوی کام لئے جا سکتے ہیں جو بغیر باہمی تعاون کے نہیں ہو سکتے۔

انسانی زندگی میں یہ باہمی امداد و تعاون اس قدر ضروری اور ناگزیر چیز ہے کہ دنیا کے ہر ملک اور قوم میں خدا پرست ہوں یا خدا ناشناس حتیٰ کہ خالص کمیونسٹ ملکوں اور قوموں میں بھی امداد باہمی کی بڑی بڑی انجمنیں اور ادارے موجود ہیں فرق صرف اتنا ہے کہ وہ صرف دنیوی کاموں میں خواہ وہ کام جائز ہوں خواہ ناجائز امداد باہمی کے منصوبے اور پروگرام بناتے ہیں خدا پرستی دینداری اور آخرت کے یا وہ سرے سے منکر ہیں یا غافل ہیں اس لئے دینی کاموں کا ان کے ہاں سوال ہی نہیں لیکن خدا پرست اور دیندار لوگ خدا کی عبادت و طاعت اور آخرت میں کام آنے والے کاموں کو دنیوی اغراض و مقاصد پر مقدم رکھتے ہیں اور مرنے کے بعد ایک ابدی اور لافانی زندگی پر یقین و ایمان رکھتے ہیں اس لئے ان کے نزدیک دینی کاموں میں باہمی امداد و تعاون دنیوی کاموں کی بہ نسبت زیادہ ضروری ہے اور دنیاوی کاموں میں امداد و تعاون صرف شرعاً جائز کاموں تک محدود رکھتے ہیں اور گناہ و نافرمانی میں باہمی امداد کو حرام اور ممنوع سمجھتے ہیں اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے۔

نیکی اور پرہیزگاری پر ایک دوسرے کی مدد کرو اور گناہ و ظلم میں ایک دوسرے کی مدد نہ کرو اور اللہ تعالیٰ سے (ہر حالت میں) ڈرتے رہو بلاشبہ اللہ کا عذاب بہت سخت ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اوپر والی ابوذرؓ کی حدیث میں امر بالمعروف کو ایک کار ثواب بتلایا ہے اس لحاظ سے اس پانچویں حدیث میں ابوذر کو ہی خطاب کر کے تنبیہ فرمائی کہ تم کسی بھی کار خیر کو حقیر اور معمولی مت سمجھنا اگرچہ اپنے بھائی سے خندہ پیشانی سے ملنا ہی ہو اس لحاظ سے یہ پانچویں حدیث چوتھی حدیث کا نتیجہ ہے اور امر بالمعروف ہی سے متعلق ہے۔

بدن کے تین سو ساٹھ جوڑوں کا شکرانہ

عن ابی هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: كل سلامى من الناس عليه صدقة كل يوم تطلع فيه الشمس: تعدل بين الاثنين صدقة، وتعين الرجل فى دابته، فتحمله عليها، او ترفع له عليها متاعه صدقه، والكلمة الطيبة صدقة، وبكل خطوة تمشيها الى الصلاة صدقة، (متفق عليه)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگوں کے (بدن کے) جوڑوں میں سے ہر جوڑ پر ایک صدقہ (کار خیر بطور شکرانہ) واجب ہے (۱) دو شخصوں کے درمیان تم انصاف کرو یہ ایک (کار خیر بطور شکرانہ) واجب ہے۔ (۲) کسی شخص کی سواری (پر سوار ہونے میں) مدد کرنا اس کو (سہارا دے کر) اس پر سوار کر دینا یا اس کا سامان اٹھا کر سواری پر اس کو دے دینا ایک کار ثواب ہے۔ (۳) اچھی بات (کسی کو بتا دینا) ایک کار ثواب ہے (۴) ہر قدم جو نماز کے لئے (مسجد) جانے میں اٹھاؤ یہ ایک کار ثواب ہے (۵) راستہ (گذرگاہ) سے ایذا رساں چیز کو ہٹا دینا ایک کار ثواب ہے (بخاری اور مسلم)

امام مسلم نے بھی یہ حدیث (ذرا تفصیل کے ساتھ) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی وہ کہتی ہیں کہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اولاد آدم میں سے ہر انسان کے (بدن میں) تین سو ساٹھ جوڑ پیدا کئے گئے ہیں پس (ان جوڑوں کا شکرانہ ادا کرنے کے لئے) جس شخص نے **الله اكبر** کہا **الحمدالله** کہا **لااله الاالله** کہا **سبحان الله** کہا **استغفر الله** کہا اور لوگوں کے راستے (گذرگاہ) سے پتھر ہٹا دیا یا کانٹا ہڈی لوگوں کے راستہ سے ہٹا دی یا (کسی کو) بھلے کام کے لئے کہا یا برے کام سے منع کیا (اسی طرح) تین سو ساٹھ جوڑوں (کے اداء شکر کے لئے) تین سو ساٹھ کام کر لئے تو اس شخص نے اس دن شام ہونے تک اپنے آپ کو (جہنم کی) آگ سے دور (اور محفوظ) کر لیا۔

تشریح: اس سے قبل حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی دوسری حدیث میں بھی انسان کے بدن کے جوڑوں پر اللہ تعالیٰ کا عظیم انعام واحسان ہونا اور اس انعام واحسان کے شکریہ میں کارہائے خیر انجام دے کر شکریہ ادا کرنے کا بیان آچکا ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیثوں میں بھی اسی اداء شکر کا بیان ہے لیکن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں ان جوڑوں کی تعداد تین سو ساٹھ بتلائی ہے اور صبح سے شام تک روزانہ تین سو ساٹھ کارہائے خیر انجام دے کر خود کو کفران نعمت کی سزا جہنم سے نجات دلانے کی تاکید فرمائی ہے۔

ان دونوں حدیثوں میں جن کارہائے خیر کا ذکر ہے ان کی تعداد حسب ذیل ہے۔ (۱) ہر کلمہ سبحان اللہ (۲) ہر کلمہ الحمد للہ (۳) ہر کلمہ لا الہ الا اللہ (۴) ہر کلمہ اللہ اکبر (۵) ہر کلمہ استغفر اللہ (۶) ہر بھلا کام کسی کو بتلانا (۷) ہر برے کام سے کسی کو منع کرنا (۸) دو شخصوں کے درمیان انصاف کرنا (۹) کسی کمزور انسان کو سواری پر سوار ہونے یا سامان اٹھا کر اس کو دے دینے میں مدد کرنا (۱۰) ہر اچھی بات کہنا (۱۱) نماز کے لئے مسجد جانے میں

ہر قدم اٹھانا (۱۲) عام گزرگاہ سے ہر ایذا رسان چیز کو دور کرنا (۱۳) لوگوں کے راستہ سے پتھر، کانٹے یا ہڈی کو ہٹا دینا۔

یہ کارہائے خیر اپنی نوعیت کے اعتبار سے تو صرف تیرہ قسم کے کام ہیں مگر ہر کام تعمیر کے اعتبار سے یہ بے شمار ہو جاتے ہیں جن سے کوئی انسان کسی وقت بھی خالی نہیں رہ سکتا (جس کی تفصیل اسی باب کی دوسری حدیثوں کی تشریح کے ذیل میں گزر چکی ہے) مگر حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں تو صرف دن چڑھے کی دو رکعتوں کو ہی ان تمام کارہائے خیر کی بجائے کافی قرار دے دیا ہے۔

سبحان اللہ کتنا بڑا اللہ تعالیٰ کا احسان اور بندہ پروری ہے کہ تین سو ساٹھ جوڑوں کے اداء شکر کے لئے تین سو ساٹھ کارہائے خیر کی جگہ صرف دو رکعتوں کو ہی کافی قرار دے دیا اس کے بعد بھی اگر کوئی خدا پرست انسان ان بدن کے جوڑوں کا شکر یہ ادا نہ کرے تو اس سے بڑھ کر احسان ناشناس، ناشکرا اور کفران نعمت کی سزا کا مستحق اور کون ہو سکتا ہے۔

ہماری حالت

لیکن وائے برما (افسوس ہماری حالت پر) ہم تو دن رات اس قدر دنیا میں منہمک اور سرگرداں ہیں کہ کسی وقت بھول کر بھی ہمیں خیال نہیں آتا کہ یہ ہاتھ پاؤں اور اعضا جن سے ہم دنیا کے تمام کام لے رہے ہیں خواہشات پوری کر رہے ہیں اغراض حاصل کر رہے ہیں ان کو عطا کرنے والے کا بھی ہم پر کچھ حق ہے یا کسی کے انعام واحسان کا شکر یہ ادا کرنا تو انسانیت اور شرافت کا تقاضا بھی ہے جانور بھی چارہ ڈالنے والے کے سامنے سر جھکاتا ہے ہم تو جانوروں سے بھی گئے گزرے ہیں ہم تو دنیا میں اس قدر منہمک اور سرگرداں ہیں کہ ہمیں یہ سوچنے سمجھنے کی فرصت ہی نہیں ہمارے متعلق ہی فرمایا ہے۔

بل تؤثرون الحیوۃ الدنیا (اعلیٰ:۱٦)

بلکہ تم تو دنیا کی زندگی کو (آخرت پر) ترجیح دیتے ہو۔

حالانکہ یہ دنیا کی زندگی جس میں ہم نے اپنے آپ کو کھپا رکھا ہے اس کی آخرت کی زندگی کے مقابلہ میں جس سے ہم بالکل بے پرواہ اور بے خبر ہیں کچھ بھی حقیقت نہیں رکھتی نہ ہی اس کی کوئی بنیاد ہے ارشاد ہے۔

والآخرۃ خیر وابقی (اعلیٰ:۱۷)

حالانکہ آخرت (کی زندگی بدرجہا) بہتر اور پائیدار (لافانی) ہے۔

ہم بچشم خود مشاہدہ کرتے ہیں کہ بڑے بڑے خوشحال اور دولت مند زمانہ کی گردش کا شکار ہو جاتے ہیں اور دیکھتے دیکھتے نان شبینہ تک کے محتاج ہو کر دربدر ٹھوکریں کھاتے پھرتے ہیں درحقیقت یہ ہمارے خبیث نفس کی سرکشی اور سرتابی ہے کہ وہ ہمیں ان روز روشن کی طرح واضح حقیقتوں کے سوچنے سمجھنے کی مہلت ہی نہیں دیتا اور دولت وثروت جاہ ومنفعت کے نئے سے نئے سبز باغ دکھا کر شب وروز سرگرداں رکھتا ہے اور مرتے دم تک اسی فنا ہونے والی دنیا میں ہم سر کھپاتے رہتے ہیں اس کا انجام یہ ہے ارشاد ہے۔

فامامن طغی واثر الحیوۃ الدنیافان الجحیم ھی الماوی (النزعت آیت ۳۸،۳۷)

اور جس نے سرکشی اختیار کی اور دنیا کی زندگی کو (پسند کیا اور) ترجیح دی پس بیشک جہنم ہی اس کا ٹھکانا ہے۔

بجز اس خوش نصیب اور سعید ازلی شخص کے جو اس مکار نفس کی فریب کاری سے آگاہ ہو کر قیامت کے دن خدا کے روبرو پیش ہونے سے اور گناہوں کی سزا سے ڈرا اور اس بے لگام نفس کے منہ میں احکام خداوندی کی پابندی کی لگام دی اور

اس کو ناجائز خواہشات سے باز رکھا تو بیشک قیامت کے دن جنت اس کا ٹھکانہ ہوگی ارشاد ہے۔

وامامن خاف مقام ربه ونهى النفس عن الهوى فان الجنة هي الماوى

(سورة النزعت آیت ۴۰. ۴۱)

اور جو اپنے رب کے سامنے کھڑے (اور پیش) ہونے سے ڈرا اور نفس کو خواہشات سے باز رکھا تو بیشک جنت ہی اس کا ٹھکانا ہے۔

اس باب کی احادیث اور ان کی تشریحات کے ذیل میں ہر حالت میں اور ہر وقت کارہائے خیر میں مصروف رہنے کا مقصد اسی بے لگام نفس کے منہ میں لگام دینا خدا اور سول کے احکام کے خلاف ورزی اور ممنوع اغراض وخواہشات سے روکنا اور قیامت کے دن سرخرو ہونا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان دنیاوی خواہشات واغراض سے دور اور محفوظ رکھے جو قیامت کے دن جہنم میں لے جانے والی ہوں۔

دُعا کیجئے

اے اللہ! آپ نے میری صورت اچھی بنائی ہے پس آپ میری سیرت بھی اچھی کردیجئے اور میرے دل کی بے اطمینانی دور فرمائیے اور گمراہ کرنے والے فتنوں سے جب تک میں زندہ ہوں مجھے محفوظ فرمائیے۔

اے اللہ! مجھے موت کے وقت ایمان کی محبت تلقین فرمائیے۔

اے میرے پروردگار! میں آپ سے آج کے دن اور جو چیز اس کے بعد ہو بھلائی کا سوال کرتا ہوں۔

اے اللہ! میں آپ سے آج کے دن کی خیر اور اس کی فتح، ظفر اور اسکی برکت وہدایت کا سوال کرتا ہوں۔ اے اللہ میں آپ سے اپنے دین ودنیا اور اہل ومال میں معافی اور اچھے انجام کا سوال کرتا ہوں۔

اے اللہ! میرا عیب ڈھانپ دیجئے اور خوف کو امن سے بدل دیجئے۔

اے اللہ! میری آگے سے، پیچھے سے، دائیں بائیں سے اور میرے اوپر سے حفاظت فرمائیے۔ اور میں آپ کی عظمت کے واسطہ سے پناہ چاہتا ہوں کہ اس سے کہ میں ناگہاں اپنے نیچے سے پکڑ لیا جاؤں۔ یاحی یاقیوم میں آپ کی رحمت کے واسطے سے آپ سے فریاد کرتا ہوں کہ میرے سارے حال کو درست کردیجئے اور مجھے میرے نفس کی طرف ایک لمحہ کے لئے بھی سپرد نہ فرمائیے۔ اے اللہ میں آپ کے اس نور کے واسطہ سے جس سے آسمان وزمین روشن ہیں اور ہر اس حق کے واسطہ سے جو آپ کا ہے اور اس حق کے واسطہ سے جو مانگنے والے کا آپ پر ہے سوال کرتا ہوں کہ آپ مجھ سے درگزر فرمائیں اور وہ یہ کہ اپنی قدرت سے مجھے دوزخ سے پناہ دے دیجئے۔ اے اللہ آج کے دن کے اوّل حصہ کو میرے حق میں بہتر بنادیجئے، درمیانی حصہ کو فلاح اور آخری حصہ کو کامیابی بنادیجئے۔

اے سب سے بڑے مہربان میں آپ سے دنیا وآخرت (دونوں کی) بھلائی چاہتا ہوں۔

اے اللہ! میرے گناہ بخش دیجئے اور میرے شیطان کو دور کردیجئے اور میرا بند کھول دیجئے اور میرا پلہ بھاری کردیجئے اور مجھے طبقہ اعلیٰ میں (شمار) فرمائیے۔

مسجد میں نماز باجماعت ادا کرنے والے کی مہمانی

عن ابی هريرة رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: من غدا الى المسجد او راح، اعد الله له في الجنة نزلا كلما غدا او راح. (متفق عليه)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص صبح کو (نماز کے لئے) مسجد گیا یا شام کو گیا اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں خصوصی ضیافت تیار فرمائیں گے جتنی مرتبہ بھی وہ صبح یا شام کو (مسجد) جائے گا۔

تشریح: نزل (عربی زبان میں) اس (خصوصی) غذا (کھانے کو اور ہر اس چیز) کو کہتے ہیں جو مہمان کے لئے تیار کی جائے۔

اس نزل (خصوصی ضیافت) کی خوشخبری فرشتے (مرتے وقت) ہر اس مسلمان کو سناتے ہیں جو تمام عمر اللہ تعالیٰ پر ایمان اور دین پر پختگی کے ساتھ قائم رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

بے شک جن لوگوں نے (صدق دل سے) کہا: ہمارا پروردگار اللہ ہے پھر (تمام عمر پختگی کے ساتھ) اس پر قائم رہے ان کے پاس (مرتے وقت) فرشتے آتے ہیں (اور کہتے ہیں) اب تم نہ کسی چیز کا خوف کرو اور نہ ہی کسی چیز کا غم کرو اور تم کو خوشخبری ہو اس جنت کی جس کا (دنیا میں) تم سے وعدہ کیا گیا تھا ہم دنیا کی زندگی میں بھی تمہارے مددگار رہے اور آخرت میں بھی تمہارے مددگار رہیں گے اس جنت میں تمہیں وہ تمام چیزیں (نعمتیں) ملیں گی جن کو تمہارا جی چاہے گا اور اس جنت میں تمہیں ہر وہ چیز (نعمت) ملے گی جو تم طلب کرو گے (یہ) خصوصی ضیافت ہے۔

بہت مغفرت کرنے والے مہربان (رب) کی جانب سے۔

یہ حقیقت ہے کہ روزانہ پابندی کے ساتھ پانچویں وقت مسجد میں جا کر جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا اتنا عظیم دین کا کام (عبادت) ہے کہ جو مسلمان اس کی پابندی کر لیتا ہے اس کے لئے اور دین کے کاموں (عبادتوں) کی پابندی آسان ہو جاتی ہے اور جو مسلمان پنجوقتہ نماز باجماعت کی پابندی نہیں کر سکتے وہ اور دین کے کاموں (عبادتوں) کی پابندی بھی نہیں کر سکتے اور فرض عبادتوں تک کو ترک کرنے کے مجرم اور گنہگار ہوتے ہیں اسی لئے اللہ تعالیٰ نماز کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں۔

اور تم (دین کے تمام کاموں میں) مدد حاصل کرو ثابت قدمی اور نماز سے بلا شبہ نماز (پڑھنا) بہت زیادہ گراں (اور دشوار) ہے سوائے ان لوگوں کے جن کو یقین ہے کہ ان کو (مرنے کے بعد) اپنے رب کے سامنے ضرور پیش ہونا ہے اور وہ (دنیا سے) اسی کے پاس لوٹ کر جائیں گے (اور سب سے پہلے نماز کے متعلق ہی سوال ہوگا کہ پابندی کے ساتھ پڑھی یا نہیں)

فارسی کا شاعر کہتا ہے۔

روز محشر کہ جان گداز بود اولین پرسش نماز بود

محشر کے دن جبکہ جان پگھلی جا رہی ہوگی سب سے پہلے نماز کا سوال ہوگا۔

اس آیت کریمہ میں صبر سے مراد وہی استقامت ہے جس کا ذکر اس سے پہلی آیت میں آیا ہے یعنی تمام عمر دین و ایمان پر پختگی کے ساتھ قائم رہنا۔

اسی لئے حضرت عمر فاروقؓ نے اپنے زمانہ خلافت میں تمام صوبوں کے والیوں (گورنروں) کے پاس ذیل کا فرمان بھیجا تھا۔

بلاشبہ تمہارے دین کے کاموں (عبادتوں) میں سب سے زیادہ اہم نماز ہے تو جس شخص نے نماز کی پابندی کر لی وہ کاموں (عبادتوں) کی آسانی سے پابندی کر سکے گا اور جس اور نے نماز کو ضائع کر دیا وہ اور کاموں کو زیادہ آسانی کے ساتھ ضائع کر دے گا۔

اور اسی نماز کی محبت و مسرت کی بنا پر دین کے اور تمام کام بھی آسان اور سہل ہو جاتے ہیں اسی لئے قرآن کریم میں صبر اور صلوٰۃ سے دین کے تمام کاموں میں مدد لینے کا حکم فرمایا ہے کہ یہی نماز کی پابندی دین کے تمام کاموں کی پابندی کو آسان بنا دیتی ہے جیسا کہ تمام عالم اسلام کے مسلمانوں کو فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے فرمان میں بتلایا گیا ہے نماز نہ صرف دین کے کاموں کو آسان کر دیتی ہے بلکہ دنیا کی تمام پریشانیوں کو بھی دور کر دیتی ہے جیسا کہ حدیث میں شریف میں آیا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کوئی (پریشان کن) دشوار امر پیش آتا تو آپ نماز کی طرف دوڑتے (اور فوراً نماز پڑھنے لگتے)

گویا نماز دین و دنیا دونوں کے دشوار کاموں کو آسان کر دیتی ہے اور پریشانیوں سے نجات دلاتی ہے نہ صرف یہ بلکہ نماز بے حیائی کے کاموں اور شرعاً ممنوع کاموں سے بھی روکتی ہے۔

کاش اس کتاب کے پڑھنے والوں کے کان اس اللہ تعالیٰ کے ارشاد کو دل و جان سے سن لیں اور دین و دنیا کی تمام فکروں اور پریشانیوں سے نجات حاصل کریں اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ کتاب کے لکھنے والے اور شائع کرنیوالے کو بھی اللہ تعالیٰ ذکر اللہ کی توفیق عطا فرمائیں۔

بات لمبی ہو گئی مختصر یہ ہے کہ اس حدیث میں پانچویں وقت مسجد میں جا کر جماعت سے نماز پڑھنے والوں کے لئے غفور و رحیم پروردگار کی جانب سے خصوصی ضیافت کی بشارت اور خوشخبری دی گئی ہے واللہ اعلم بالصواب۔

دُعا کیجئے

اے اللہ! مجھے اپنے عذاب سے بچا دیجئے جس دن آپ اپنے بندوں کو اٹھائیں۔

اے اللہ! ساتوں آسمانوں اور ہر اس چیز کے جس پر ان کا سایہ ہے اور اے پروردگار! زمینوں اور ہر اس چیز کے جسے وہ اٹھائے ہوئے ہیں اور اے پروردگار! شیطانوں اور ہر اس چیز کے جس کو انہوں نے گمراہ کیا ہے تمام مخلوق کی برائی سے میرے نگہبان رہئے اس چیز سے کہ کوئی ان میں سے مجھ پر ظلم یا تعدی کرے۔ آپ ہی کا پناہ دیا ہوا محفوظ ہے اور آپ ہی کا نام بابرکت ہے۔ آپ کے سوا کوئی معبود نہیں آپ کا کوئی شریک نہیں آپ پاک ہیں۔

اے اللہ! میں آپ سے ہر گناہ کی معافی چاہتا ہوں اور آپ سے آپ کی رحمت کا سوال کرتا ہوں۔ اے اللہ مجھے بخش دیجئے اور مجھے میرے گھر میں وسعت اور مجھے میرے رزق میں برکت دیجئے۔

اے اللہ! مجھے بہت توبہ کرنے والوں میں کر دیجئے اور اے اللہ! مجھے بہت صاف لوگوں میں کر دیجئے۔

اے اللہ! مجھے بخش دیجئے اور مجھے ہدایت، رزق اور عافیت دیجئے اور جس چیز کے حق ہونے میں اختلاف ہوا اس میں مجھے اپنے حکم سے سیدھی راہ دکھا دیجئے۔

ہمسایہ کے حقوق

عن ابی هريرة رضى الله عنه قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ويا نساء المسلمات لا تحقرن جارة لجارتها ولو فرسن شاة. (متفق عليه)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اے مسلمان عورتو! کوئی پڑوسن اپنی پڑوسن کے لئے (کسی بھی چیز کو) حقیر نہ سمجھے اگر چہ بکری کا کھر ہی ہو۔

تشریح: (امام لغت) جوہری کا کہنا ہے: اونٹ کا فرسن (تلوے) ایسے ہی ہوتے ہیں جیسے چوپایہ کے کھر' نیز کہا اور بسا اوقات فرسن کا لفظ بکری کے (کھر کے) لئے بھی استعمال ہوتا ہے (اس حدیث میں اسی معنی میں استعمال ہوا ہے)

اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمان عورتوں کو خاص طور پر اس لئے خطاب فرمایا ہے۔ کہ عام طور پر عورتیں اپنی لاعلمی اور کم فہمی کی بنا پر تھوڑی سی یا چھوٹی موٹی چیز پڑوسن کو دینے میں شرم محسوس کرتی ہیں کہ "اتنی سی چیز کیا دیں" حالانکہ پڑوسن کو اس کی ضرورت ہوتی ہے وہ اس حقیر چیز کو غنیمت سمجھتی ہے اسی طرح بسا اوقات لینے والی پڑوسن اس حقیر سی چیز کے دینے کو اپنی توہین سمجھتی ہے اور کہتی ہے "کیا دینے چلی ہیں اتنی سی چیز دیتے ہوئے شرم بھی نہ آئی" حالانکہ اس کو اس معمولی چیز کی ہی ضرورت ہوتی ہے۔ معمولی سی چیز بھی پڑوسن کو دے کر پڑوس کا حق ادا کرنا بھی اہم کار خیر ہے یہی نیت اس معمولی سی چیز دینے کے وقت کرنی چاہئے تو اس معمولی سے کام پر بھی۔ جس کے مواقع کثرت سے میسر آتے ہیں بڑا ثواب ملتا ہے اس لئے پڑوس کے حقوق اتنے زیادہ ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم' مازال جبرئيل يوصيني بالجار حتى ظننت انه سيورثه

حضرت جبرئیل اتنی کثرت سے پڑوسی کے حقوق بتلانے کیلئے میرے پاس آئے کہ میں نے گمان کیا کہ وہ پڑوسی کو وارث بنا دینگے۔

دوسرے لفظوں میں یوں کہیے کہ اس حدیث سے پہلے احادیث میں جن کارہائے خیر کا ذکر آیا ہے وہ بالعموم عامۃ الناس اور مردوں سے متعلق ہیں اس حدیث میں عام طور پر عورتوں کو پڑوسی کے حقوق کی طرف رہنمائی فرمائی ہے کہ پڑوس کے حقوق عام لوگوں کی بنسبت بہت زیادہ ہیں ان کا ادا کرنا بھی عظیم کار ثواب ہے۔

اللہ تعالیٰ اس زمانہ میں ہماری مسلمان عورتوں کو بھی اتنی سمجھ اور کثرت سے کارہائے خیر کرنے کی تڑپ عطا فرمائیں اس لئے کہ اس زمانہ کی عورتیں ثواب کے ان کاموں سے بالکل بے خبر اور ناواقف ہیں اور زینت و آرائش میں ہر وقت منہمک ہیں اللہ ہم سب پر رحم فرمائیں۔

دُعا کیجئے

اے اللہ! میرے دل، میری بینائی اور شنوائی میں نور کر دیجئے۔ میری دائیں طرف، بائیں طرف، نور کر دیجئے میرے پیچھے اور سامنے نور کر دیجئے اور میرے لئے خاص نور فرما دیجئے اور میرے پٹھوں، گوشت میں نور کر دیجئے اور میرے خون، اور بالوں میں نور کر دیجئے، اور میری جلد، میری زبان میں نور کر دیجئے اور جان میں نور کر دیجئے اور مجھے نور عظیم دیجئے اور میرے اوپر نور کر دیجئے اور میرے نیچے نور کر دیجئے اور مجھے نور عطا فرمائیے۔

ایمان کے شعبے

عن ابی هريرة رضى الله عنه عن النبى صلى الله عليه وسلم قال: الايمان بضع وسبعون، او بضع وستون شعبة فأفضلها قول لا اله الا الله وأدناها اماطة الاذى عن الطريق، والحياء شعبة من الايمان. (متفق عليه)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایمان کے چند اور ستر یا (فرمایا) چند اور ساٹھ شعبے ہیں تو ان میں سب سے افضل شعبہ لا الہ الا اللہ ہے اور ان میں سب سے ادنیٰ شعبہ (عام) راستے سے ایذا رساں چیز کو مٹا دینا (ہٹا دینا) ہے اور حیا (شرم) تو ایمان کا بہت ہی اہم شعبہ ہے۔ بخاری و مسلم

بضع کا لفظ تین سے نو تک کے لئے استعمال ہوتا ہے اور اس کا تلفظ ب کے زیر کے ساتھ ہوتا ہے کبھی کبھی ب کے زبر کے ساتھ بھی بولا جاتا ہے اور شعبہ کے معنی حصہ کے ہیں۔

تشریح: ایمان کا محل مومن کا دل ہے جب ایمان دل سے نکل کر ہاتھ پاؤں اور اعضاء و جوارح پر اعمال کی شکل میں نمودار ہونا شروع ہوتا ہے تو سب سے پہلے زبان پر کلمہ طیبہ آتا ہے اور اشهد ان لا اله الا الله واشهد ان محمدا رسول الله کہتا ہے اس کے بعد ہاتھ پاؤں حرکت میں آتے ہیں وضو کرتا ہے مسجد جاتا ہے اور باجماعت پنجوقتہ نمازیں پڑھنا شروع کر دیتا ہے رمضان کا مہینہ آتا ہے تو روزے رکھتا ہے مال پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے تو زکوٰۃ ادا کرتا ہے اللہ تعالیٰ کے فضل سے مال میں مزید وسعت میسر آتی ہے اور حج فرض ہوتا ہے تو حج بھی ادا کرتا ہے اسی طرح رفتہ رفتہ تمام بدنی اور مالی فرض اور نفل عبادتیں ادا کرنے لگتا ہے اور حسب مقدور زیادہ سے زیادہ اعمال خیر اور ثواب کے کام کرنے لگتا ہے اس مرحلہ پر پہنچ کر ایمان کا نام اسلام ہو جاتا ہے اور یہی پانچ اسلام کے بنیادی ستون کہلاتے ہیں جن میں کلمہ شہادت مرکزی ستون ہے کہ اس کے بغیر تو کوئی مسلمان ہی نہیں ہوتا اور چار عبادتیں اور ان کے ساتھ سنن و نوافل نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج چاروں طرف کے چار ستون ہیں جن پر اسلام کی عظیم الشان عمارت قائم ہے اور اس پوری عمارت کو شیطان اور نفس امارہ کی رخنہ اندازیوں (گناہوں اور معصیتوں) سے بچانے اور محفوظ رکھنے کے لئے ایک بہت ہی اہم اور عظیم شعبہ کہئے یا حفاظتی ستون (چہار دیواری) حیا اور شرم ہے یہ حیا اور شرم خواہ انسانوں سے ہو خواہ احکم الحاکمین سے بہر صورت بے حیائی کے کاموں اور اخلاقی و شرعی برائیوں (گناہوں اور نافرمانیوں سے) ایک غیرتمند اور باحیا مسلمان کو ضرور باز رکھتی ہے اس لئے کہ ایک غیرت دار انسان بے حیائی کے کام کر کے لوگوں سے خود کو بے حیا اور بے شرم یا بدمعاش فاسق و فاجر کہلانا ہرگز گوارا نہیں کرتا باقی جو ایماندار اللہ تعالیٰ سے شرم کرتا ہے وہ تو نہ لوگوں کے سامنے اور نہ تنہائی میں کسی بھی حالت میں بے شرمی کے اور برے کام یعنی گناہ اور نافرمانی کر ہی نہیں سکتا اس لئے کہ وہ جانتا ہے اور اس کا ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے دیکھ رہے ہیں ساری دنیا سے چھپ سکتا ہوں مگر اللہ تعالیٰ سے کسی بھی حالت میں نہیں چھپ سکتا اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وہ اللہ جانتا ہے نگاہوں کی چوریوں کو بھی اور جو دل میں چھپا (اسکو بھی) نیز ارشاد ہے: چاہے جو تمہارے دل میں ہے اسکو تم ظاہر کرو چاہے چھپاؤ اللہ تم سے اسکا حساب ضرور لیگا پھر جسکو چاہے معاف کرے اور جسکو چاہے عذاب دے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

حیا اور شرم ایک حیادار اور غیرت مند آدمی کو بے شرمی اور برے کاموں سے ضرور روکتی اور باز رکھتی ہے خواہ یہ حیا خالق سے ہو خواہ مخلوق سے باقی رہا بے حیا اور بے غیرت آدمی وہ تو انسان ہی نہیں جانور ہے۔

حدیث میں حیا کو عظیم شعبہ اسی لئے کہا گیا ہے کہ یہ حیا اور شرم اسلام کی عظیم الشان عمارت کے لئے ایک چہار دیواری ہے جو تمام عبادات اور اعمال صالحہ کو گناہوں اور نافرمانیوں سے محفوظ رکھتی ہے غرض ایک مومن ایمان کی تحریک سے رفتہ رفتہ تمام عبادات اور وہ اعمال صالحہ جن کے کرنے کا خدا اور اس کے رسول نے حکم دیا ہے بجالانے کی کوشش کرتا ہے اور حیا و شرم کی بنا پر جن برے کاموں (گناہوں اور نافرمانیوں) سے منع کیا ہے حتی الامکان دور رہتا ہے (اور بتقاضائے بشریت کوئی گناہ ہو جائے تو فوراً اس سے توبہ کر لیتا ہے) تو اس کی یہ تمام عبادات اور اعمال صالحہ روزانہ احکم الحاکمین کے حضور میں پیش ہوتے ہیں دن کے محافظ فرشتے صبح سے شام تک کی عبادات واعمال صالحہ اور رات کے محافظ فرشتے شام سے صبح تک کی عبادات واعمال صالحہ پیش کرتے ہیں۔

احادیث میں تفصیل سے اور قرآن کریم کی ان دو آیتوں میں اجمالاً ان کے پیش ہونے کا ذکر ہے۔

۱۔ اللہ نے کلمہ طیبہ کی مثال بیان کی ایک درخت کی مانند جس کی جڑ (زمین میں) مضبوط ہے اور اسکی ٹہنیاں آسمان میں پہنچی ہوئی ہیں۔

۲۔ اللہ کی طرف ہی چڑھتے (اور پہنچتے) ہیں پاکیزہ کلمات (کلمہ شہادت) اور عمل صالح اس کو بلند کرتا ہے (یہاں تک کہ وہ بارگاہ خداوندی میں پیش ہوتا ہے)

قرآن عظیم کی اس مثال کے اعتبار سے ایمان کے درخت کا بیج مومن کے دل کی زمین سے پھوٹ کر نکلتا ہے تو اس کی پہلی کونپل زبان سے کلمہ طیبہ کی صورت میں نمودار ہوتی ہے اس کونپل سے چار ٹہنیاں پھوٹ کر نکلتی ہیں نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج کی صورت میں بڑھتی اور دیگر اعمال صالحہ کی صورت میں نمودار ہوتی رہتی ہیں اور روزانہ مومن کی عبادات اور اعمال صالحہ احکم الحاکمین کی بارگاہ میں پیش ہوتے رہتے ہیں آیت کریمہ میں **الیه یصعد** اور **فرعها فی السماء** سے اسی کی طرف اشارہ ہے جس کی تفصیل رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی ہے۔

عربی زبان میں درخت کی ٹہنی کو شعبہ اور فرع اور جڑ کو جو زمین کے باہر ہوتی ہے اصل کہتے ہیں قرآن کریم میں اصل کے لفظ سے کلمہ طیبہ کی طرف اور فرع کے لفظ سے چاروں عباتوں اور بقیہ اعمال صالحہ کی طرف اشارہ ہے زیر نظر حدیث میں انہی فرض و نفل عبادتوں اور اعمال صالحہ کو شعبہ (بمعنی شاخ کی جمع شعب) سے تعبیر فرمایا ہے۔

علماء حدیث نے قرآن وحدیث کی روشنی میں ان شعب ایمان کی تعیین کرنے کی کوشش کی ہے اور ان کے بیان پر مستقل کتابیں لکھی ہیں جن میں امام بیہقی رحمہ اللہ کی کتاب شعب الایمان زیادہ مشہور ہے۔

کارہائے خیر اور اعمال صالحہ انہی پچیس حدیثوں میں منحصر نہیں ہیں بلکہ اس حدیث کے مطابق تمام ہی اعمال صالحہ خواہ حقوق اللہ سے متعلق ہوں خواہ حقوق العباد سے جن کا قرآن وحدیث میں ذکر آیا ہے سب اعمال صالحہ کے ذیل میں آتے ہیں۔

دعا کیجئے

اے اللہ! ہم پر اپنی رحمت کے دروازے کھول دیجئے اور اپنے رزق کے دروازے ہمارے لئے آسان کر دیجئے۔

اے اللہ! مجھے شیطان سے محفوظ رکھئے۔ اے اللہ میں آپ سے آپ کے فضل کا سوال کرتا ہوں۔

اے اللہ! میری تمام خطائیں اور گناہ معاف فرمائیے۔

پیاسے کتے کو بھی پانی پلانا ثواب ہے

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: بینما رجل یمشی بطریق اشتد علیہ العطش، فوجد بئرا فنزل فیھا فشرب، ثم خرج فاذا کلب یلھث یأکل الثری من العطش، فقال الرجل: لقد بلغ ھذا الکلب من العطش مثل الذی کان قد بلغ منی، فنزل البئر فملأ خفہ ماء ثم امسکہ بفیہ، حتی رقی فسقی الکلب، فشکر اللہ لہ فغفر لہ

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا: اس اثناء میں کہ ایک آدمی راستہ پر چلا جا رہا تھا اس کو سخت پیاس لگنے لگی تو اسے ایک کنواں نظر آیا تو وہ کنویں میں اترا اور (سیر ہو کر) پانی پیا پھر باہر آ گیا تو ناگاہ ایک کتے کو (پیاس کی شدت سے) ہانپتا اور گیلی مٹی کو چاٹتا ہوا دیکھا تو اس وقت آدمی نے (دل میں) کہا بخدا اس کتے کو بھی ایسی ہی سخت پیاس لگ رہی ہے جیسے مجھے لگ رہی تھی تو وہ کنویں میں اترا اور اپنے (چرمی) موزہ میں پانی بھرا پھر اس کو اپنے منہ سے پکڑا یہاں تک کہ اوپر چڑھ آیا اور کتے کو پانی پلا دیا تو اللہ تعالیٰ نے اس شخص کی (اس ہمدردی کی) قدر فرمائی اور اس کے گناہ معاف فرما دیئے تو اس پر صحابہؓ نے دریافت کیا: اے اللہ کے رسول! کیا جانوروں (کے ساتھ ہمدردی کرنے) میں بھی ثواب (ملتا) ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر جاندار کے ساتھ ہمدردی کرنے میں ثواب ملتا ہے۔

اور بخاری کی ایک روایت میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس آدمی کی (اس ہمدردی کی) قدر کی اور اس کی مغفرت فرما دی اور اس کو جنت میں داخل (کرنے کا حکم) فرما دیا اور بخاری و مسلم دونوں کی ایک روایت میں (اس طرح) آیا ہے اس اثناء میں کہ ایک کتا (پیاس کی شدت سے) ایک کنویں کے چاروں طرف گھوم رہا تھا کہ بنی اسرائیل کی ایک (پیشہ ور) فاحشہ عورت نے اس کتے کو دیکھا (اور اس کی شدید پیاس کو محسوس کیا) تو اس نے اپنا چرمی موزہ پاؤں سے اتارا اور اس کو (کنویں سے پانی بھر کر نکالا اور) اس (پیاسے) کتے کو پلا دیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کی (اس ہمدردی کی قدر فرمائی اور اس کی) مغفرت فرما دی۔

تشریح: اس حدیث اور اس کی مختلف روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دو واقعے ہیں ایک مرد کا اور ایک عورت کا اور دونوں ہی نے پیاسے کتے کی تکلیف کو محسوس کیا ہے اور اس کو کنویں سے پانی نکال کر پلایا ہے باوجودیکہ ہر سلیم الطبع انسان کتے سے نفرت کرتا ہے پھر بھی ایک ذی روح مخلوق کی پیاس جیسی سخت تکلیف کو انہوں نے اپنے اوپر قیاس کر کے شدت کے ساتھ محسوس کیا ہے اور کچے کنویں کے اندر اترے اور برتن میسر نہ ہونے کی بناء پر اپنے چرمی موزے میں ہی پانی بھر کر نکالا اور کتے کو پانی پلانے پر انہیں جنت میں داخل کرنے کا حکم فرما دیا ہے حالانکہ عورت تو کھلی ہوئی بدکار ہے اور مرد بھی عام آدمی تھا صدہا گناہ کئے ہوں گے مگر اللہ تعالیٰ نے اپنی کریمی سے ان کی اس جاندار کی ہمدردی کی قدر افزائی کی اور تمام گناہ معاف کر دیئے صحابہ کرامؓ کو اس معمولی سے

کام کے اتنے بڑے ثواب پر تعجب ہوا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنے تعجب کا اظہار کیا آپ نے جواب میں فرمایا: کتے کی کوئی خصوصیت نہیں ہر جاندار مخلوق بھوک پیاس سے بے قرار ہو جاتی ہے اس کی بھوک پیاس کو دور کرنے میں انسان وحیوان سب برابر ہیں لہٰذا جیسے ایک بھوکے اور پیاسے انسان کو کھانا کھلانا اور پانی پلانا یقیناً انسانی ہمدردی اور کارِ ثواب ہے ایسے ہی ہر بھوکے پیاسے جاندار کو بھوک پیاس کی تکلیف سے نجات دلانا بھی کارِ ثواب ہے۔

عام راستہ سے کانٹے ہٹا دینے والے کے درجات

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: میں نے جنت میں ایک آدمی کو چلتا پھرتا دیکھا ایک درخت کو مسلمانوں کے راستے پر سے کاٹ دینے کے (ثواب) میں جو مسلمانوں کو تکلیف دیتا تھا۔

اور ایک روایت میں اس طرح آیا ہے: ایک آدمی کا ایک ایسے درخت کی ٹہنی کے پاس سے گزر ہوا جو عین راستہ کے بیچ میں (اگا ہوا) تھا تو (اس نے دل میں) کہا بخدا میں اس درخت کو ضرور ہٹا دوں گا تاکہ یہ مسلمانوں کو تکلیف نہ دے (چنانچہ اس نے ہٹا دیا) تو اس کو اس کارِ خیر کے صلہ میں جنت میں داخل کر دیا گیا اور بخاری و مسلم دونوں کی ایک روایت میں اس طرح آیا ہے کہ اس اثنا میں کہ ایک آدمی ایک راستہ سے گزر رہا تھا اس نے ایک کانٹوں کی ٹہنی راستہ پر پڑی پائی تو اس نے اس ٹہنی کو ہٹا دیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کے اس کارِ خیر کی قدر کی اور اس کے گناہ بخش دیئے۔

تشریح: اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کشف کے طور پر قیامت کے بعد پیش آنے والے واقعات اور اہل جنت کے وہ اعمال حسنہ جن کی بنا پر وہ جنت میں جائیں گے اور اہل دوزخ کے وہ اعمال قبیحہ (کفر وشرک) اور گناہ کبیرہ) جن کی بنا پر وہ دوزخ میں جائیں گے نیز جنت ودوزخ کے تفصیلی حالات' پہلے سے 'صرف اس لئے دکھلائے کہ آپ اپنی امت کو ان اچھے برے اعمال سے آگاہ فرمادیں جن کی بنا پر وہ جنت یا دوزخ میں جائیں گے سبحان اللہ کتنے مہربان ہیں اللہ تعالیٰ اپنے محبوب نبی کی امت پر۔

احادیث میں ایسے کشف کے متعدد واقعات مذکور ہیں یہ آئندہ پیش آنیوالے واقعات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھلائے گئے ہیں اور آپ نے امت کو آگاہ فرمایا ہے اسی سلسلہ میں اس حدیث میں آپ نے اپنا کشف بیان فرمایا ہے کہ مسلمان کی عام گذرگاہ اور راستہ سے خاردار درخت یا ٹہنی کو کاٹ دینا یا ہٹا دینا اتنا بڑا کارِ خیر اور عمل صالح ہے کہ نیک نیتی سے اس کارِ خیر کو انجام دینے کا اجر وثواب جنت ہے بشرطیکہ کوئی اور امر مثلاً کفر وشرک یا حقوق العباد سے متعلق کوئی گناہ مانع نہ ہو ایک حدیث میں بنی اسرائیل کے ایک مرد اور ایک عورت کا واقعہ بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے ان واقعات اور اعمال کے ذکر فرمانے کا مقصد ان اعمال صالحہ کو اختیار کرنے کی ترغیب دلانا ہے کہ یہ چھوٹے اور آسان کام بھی جنت میں جانے کا وسیلہ بن سکتے ہیں بشرطیکہ ثواب کی نیت سے کئے جائیں اور ان کو حقیر یا معمولی کام نہ سمجھا جائے۔

یاد رہے کہ ''شعب ایمان'' کی دسویں حدیث میں اسی راستہ پر سے کسی تکلیف دہ چیز کے ہٹا دینے (**اماطة الاذی عن الطریق**) کو ایمان کا ادنیٰ شعبہ بتلایا گیا ہے یہ ادنیٰ سب سے سہل اور آسان ہونے کے معنی میں ہے نہ کہ مرتبہ اور درجہ کے اعتبار سے ادنیٰ کے معنی ہیں آسان اس لئے کہ یہی **اماطة الاذی عن الطریق**' دسویں اور گیارہویں حدیث میں جنت میں داخل ہونے کا باعث ہوا ہے۔ علاوہ ازیں یہ **اماطة الاذی عن الطریق**' حقوق العباد میں سے ہے جو بغیر لوگوں کے معاف کئے معاف نہ ہوں گے۔ واللہ اعلم

نماز جمعہ آداب کے ساتھ ادا کرنے کا اجر عظیم

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من توضا فأحسن الوضوء، ثم اتى الجمعة، فاستمع وأنصت غفرله ما بينه وبين الجمعة وزيادة ثلاثة ايام ومن مس الحصا فقد لغا (مسلم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے وضو کیا اور خوب اچھی طرح وضو کیا پھر جمعہ کی نماز کے لئے مسجد آیا پس (پوری توجہ سے) خطبہ سنا اور خاموش بیٹھا سنتا) رہا اس کے اس جمعہ سے آئندہ جمعہ تک کے اور تین دن زیادہ کے گناہ بخش دیئے گئے اور جس نے کنکریوں کو (اپنی جگہ سے) ہٹایا اس نے بیہودہ کام کیا (مسلم نے روایت کیا)

تشریح: اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل و کرم سے اپنے محبوب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی امت پر یہ خاص انعام فرمایا ہے کہ ایک حسنہ (نیک کام) پر ایک اجر کے بجائے کم از کم دس گنا ثواب اور زیادہ سے زیادہ سات سو گنا اجر کا وعدہ فرمایا ہے مگر ایک سیئہ (برے کام) کی سزا ایک ہی تجویز فرمائی دس گناہ نہیں چنانچہ قرآن کریم میں ارشاد فرمایا ہے۔

جس نے ایک اچھا کام کیا تو اس کے لئے دس گنا ثواب ہے اور جس نے برا کام کیا اس کی سزا ایک ہی دی جائیگی اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا (کہ دس گنی سزا دی جائے)

نیز ارشاد ہے:۔ ان لوگوں کی مثال جو اپنے مال خرچ کرتے ہیں اللہ کی راہ میں ایسی جیسے ایک دانہ جس سے سات خوشے اگے، ہر خوشہ میں سو دانے (اس طرح ایک دانہ بو کر سات سو دانے حاصل ہوئے) اور اللہ جس کے لئے چاہتا ہے اس سے بھی زیادہ دوگنے دیتا ہے اور اللہ بڑی وسعت والا ہے (اس سے بھی زیادہ دے سکتا ہے) اور (دلوں کا حال بھی) خوب جاننے والا ہے (جس کے عمل میں جتنا زیادہ اخلاص ہوگا اتنا ہی زیادہ ثواب دے گا)

اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد احادیث میں مختلف عنوانات سے اس تضعیف حسنات کی خبر دی ہے اسی اصول کے تحت ہم دن رات میں پانچ نمازیں پڑھتے ہیں مگر ثواب پچاس نمازوں کا ملتا ہے اور گناہ الگ معاف ہوتے ہیں اسی طرح ہفتہ میں ایک دن جمعہ کی نماز پڑھی جاتی ہے دس دن کا ثواب ملتا ہے اور گناہ معاف ہوتے ہیں یہی مطلب ہے **غفرله بينه وبين الجمعة وزيادة ثلاثة ايام** کا (اس جمعہ سے اگلے جمعہ تک اور تین دن زیادہ کے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں اس دس دن کے گناہ معاف فرمانے کا غالباً (واللہ اعلم بالصواب) باعث یہ ہے کہ جمعہ کے دن نماز کے علاوہ خطبہ بھی دیا جاتا ہے یہ خطبہ اتنا اہم ہوتا ہے کہ اس خطبہ کو پوری توجہ سے کان لگا کر سننا اور خاموش رہنا بھی واجب ہے اور یہ ایک مستقل عبادت اور کار ثواب ہے اسی لئے دس دن کے گناہ معاف ہوتے ہیں مگر اس کی شرط بھی اتنی سخت ہے کہ اگر خطبہ کے دوران اپنی جگہ سے کنکریوں کو بھی ہٹایا تو یہ بھی لغو اور بیہودہ کام کیا اور ثواب کی کمی کا باعث ہوا اسی طرح اگر کوئی شخص دوران خطبہ کوئی بھی بات کرے اور اس کو منع کرنے کے لئے "چپ رہو" کہا تو یہ بھی لغو اور بیہودہ کام کیا اور ثواب کی کمی کا باعث ہوا حالانکہ یہ نہی عن المنکر ممنوع کام سے روکنا ہے مگر خطبہ کے دوران یہ نہی عن المنکر

بھی لغواور بیہودہ کام ہے اس لئے کہ خطبہ کے دوران "چپ رہو" کہنا خودممنوع اور برا کام ہے تو اس شخص کی طرح یہ کہنے والا خود ایک ممنوع کام کا مرتکب ہوا اسی لئے لغو اور بیہودہ کام ہے اور دیگراں رانصیحت خود رافضیحت" (دوسروں کو نصیحت اپنے کو فضیحت) کا مصداق ہے اسی طرح کی اور تقریباً پندرہ شرطیں ہیں جن کی پابندی کرنے کے بعد جمعہ کا یہ عظیم ثواب (دس دن کے گناہوں کی بخشش) ملتا ہے اسی لئے فقہانے فرمایا ہے **الخطبة یوم الجمعة کصلوٰۃ الجمعة** (جمعہ کے دن کا خطبہ بھی جمعہ کی نماز کی مانند ہے)

واضح ہو کہ یہ گناہ جن کی مغفرت کی حدیث میں خبر دی گئی ہے صغیرہ گناہ ہیں گناہ کبیرہ تو بہ کرنے سے بخشے جاتے ہیں۔

ہفتہ میں صرف ایک دن تمام کاموں کی چھٹی کر کے صبح سے شام تک نماز جمعہ کو ان تمام آداب وشرائط کی پابندی کے ساتھ ادا کرنا کچھ زیادہ مشکل کام نہیں ہے مگر ثواب اتنا عظیم ہے کہ دس دن کے صغیرہ گناہ معاف ہوتے ہیں اسی لئے تمام مسلمان ملکوں میں ہفتہ واری چھٹی جمعہ کی ہوتی ہے تاکہ مسلمان سارا دن نماز جمعہ کی تیاری میں اور ادا کرنے میں صرف کریں۔

کاش کہ ہم بھی اور تمام کاروبار اور مصروفیتوں کو چھوڑ کر جمعہ کا پورا دن پکنک اور کھیل کود سیر وتفریح یا دن بھر پڑے سوتے رہنے کے بجائے نماز جمعہ کی تیاریوں اور مسنون طریقہ پر نماز جمعہ ادا کرنے میں صرف کریں اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائیں۔

دُعا کیجئے

اے اللہ! مجھے بلندی عطا فرمائیے اور مجھے زندہ رکھئے اور رزق عطا فرمائیے اور مجھے اچھے اعمال واخلاص کی طرف ہدایت دیجئے۔ بے شک آپ کے علاوہ نہ خوش اعمالیوں کی طرف کوئی رہبری کرتا ہے اور نہ کوئی بداعمالیوں سے بچاتا ہے۔

اے اللہ! میں آپ سے پاکیزہ رزق، علم نافع اور عمل مقبول کا سوال کرتا ہوں۔ اے اللہ میں آپ کا بندہ، آپ کے بندے اور بندی کا بیٹا ہوں ہمہ تن آپ کے قبضہ میں ہوں میرے بارہ میں آپ کا حکم نافذ ہے۔ میرے بارہ میں آپ کا فیصلہ عین عدل ہے۔ میں آپ سے ہر اس اسم کے واسطہ سے جس سے آپ نے اپنی ذات کو موصوف کیا ہے یا اس کو اپنی کتاب میں اتارا ہے یا اسے مخلوق میں سے کسی کو بتایا ہے یا اسے غیب ہی میں رہنے دیا ہے میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ قرآن عظیم کو میرے دل کی بہار، میری آنکھوں کا نور میرے غم کی کشائش اور میری تشویش کا دفعیہ بنا دیجئے۔

اے اللہ! جبرائیل، میکائیل اور اسرافیل کے معبود، ابراہیم، اسماعیل اور اسحاق کے معبود مجھے عافیت دیجئے اور میرے اوپر اپنی مخلوق میں سے کسی ایسی چیز کو مسلط نہ فرمائیے کہ جس کی مجھ میں برداشت نہ ہو۔

اے اللہ! مجھے اپنا حلال رزق دے کر حرام روزی سے بچائیے اور اپنے فضل وکرم سے مجھے اپنے ماسوا سے بے نیاز کر دیجئے۔

مسنون طریقہ سے وضو کرنے والے کی برکات

ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: اذا توضا العبد المسلم او المومن فغسل وجهه خرج من وجهه كل خطيئة نظر اليها بعينه مع الماء او مع آخر قطر الماء فاذا غسل يديه خرج من يديه كل خطيئة كان بطشتها يداه مع الماء، (مسلم)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب مسلمان یا فرمایا مومن بندہ وضو کرتا ہے پس چہرہ دھوتا ہے تو اس کے چہرہ سے ہر وہ خطا جس کی طرف اس نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہوتا ہے پانی کے ساتھ یا فرمایا پانی کے آخری قطرہ کے ساتھ نکل جاتی ہے پھر جب (کہنیوں تک) دونوں ہاتھ دھوتا ہے تو ہر وہ خطا اس کے ہاتھوں سے پانی کے ساتھ یا فرمایا پانی کے آخری قطرہ کے ساتھ نکل جاتی ہے جس کو اس نے ہاتھوں سے پکڑا (یا چھوا) ہوتا ہے پھر جب (ٹخنوں تک) پاؤں دھوتا ہے تو ہر وہ خطا جس کی طرف پاؤں سے چل کر گیا پانی کے ساتھ یا فرمایا پانی کے آخری قطرہ کے ساتھ نکل جاتی ہے یہاں تک کہ (پورا وضو کر کے) گناہوں سے پاک وصاف ہو کر نکلتا ہے۔ اس حدیث کو مسلم نے روایت کیا۔

تشریح: آنکھوں، ہاتھوں اور پاؤں کا ذکر صرف اس لئے کیا ہے کہ عام طور پر ہر انسان آنکھوں سے دیکھتا پاؤں سے چلتا اور ہاتھ سے پکڑتا یا لیتا ہے کان، زبان ناک سے کام لینے کی نوبت ہی نہیں آتی بہر حال دوسری روایتوں میں ان اعضاء اور ان کی خطاؤں کا ذکر موجود ہے غرض ایک مومن مسلمان بندہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر کامل وضو کرتا اور تمام خطاؤں سے پاک وصاف ہو کر نماز پڑھتا ہے اور اس کے ساتھ تمام خطا کار اعضاء بھی نماز پڑھنے میں مصروف و مشغول ہو جاتے ہیں یعنی پورے خشوع وخضوع کے ساتھ نماز پڑھتا ہے تو یہی نماز اس لائق ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اس کو قبول فرمائیں۔

یاد رکھئے! جس طرح نماز صحیح ہونے کے لئے حسی نجاستوں مثلاً پیشاب، پاخانہ اور نجس چیزوں سے نمازی کے بدن اور کپڑوں کا پاک ہونا شرط ہے اسی طرح نماز کے قبول ہونے کے لئے غیر محسوس نجاستوں، خطاؤں اور گناہوں سے پاک وصاف ہونا بھی شرط ہے اور ان غیر حسی نجاستوں سے پاک کرنے والا، وضو کی نیت کر کے **بسم الله الرحمن الرحيم** پڑھ کر کامل وضو کرتا ہے۔ یہ بھی یاد رکھئے! جس طرح انسان کا بدن گندی چیزوں سے آلودہ اور گندہ ہو جاتا ہے اور پانی سے دھونے سے پاک ہوتا ہے ایسے ہی خطاؤں اور گناہوں سے بھی آلودہ اور گندہ ہوتا ہے گو ہمیں یہ گندگی آنکھوں سے نظر نہ آئے مگر ہاتھ پاؤں اور خطا کار اعضاء ان خطاؤں اور گناہوں سے آلودہ ہو جاتے ہیں اور جب تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کے مطابق کامل وضو نہ کریں گندے اور آلودہ رہتے ہیں یہی صادق امین صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں بتلایا ہے اسی پر ہمارا ایمان ہے اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں عمل کی توفیق عطا فرمائیں تاکہ قیامت کے دن اپنے محبوب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے شرمندگی نہ اٹھانی پڑے۔

دعا کیجئے اے اللہ! آپ میری بات کو سنتے، میری جگہ کو دیکھتے اور میرے پوشیدہ وظاہر کو جانتے ہیں۔ آپ سے کوئی بات چھپی نہیں رہ سکتی، میں مصیبت زدہ محتاج، فریادی، پناہ جو، ترساں، ہراساں ہوں اپنے گناہوں کا اقرار کرنے والا اعتراف کرنے والا ہوں، میں آپ کے آگے سوال کرتا ہوں جیسے بیکس سوال کرتا ہے۔ میں آپ کے آگے گڑگڑاتا ہوں جیسے گنہگار ذلیل وخوار گڑگڑاتا ہے۔ اور میں آپ سے طلب کرتا ہوں جیسے خوف زدہ آفت رسیدہ طلب کرتا ہے اور وہ شخص جس کی گردن سامنے جھکی ہوئی ہو طلب کرتا ہے اور اس کے آنسو بہہ رہے ہوں، اور تن بدن سے وہ آپ کے آگے عاجزی کئے ہوئے ہو اور میں اپنی ناک آپ کے آگے رگڑ رہا ہوں۔

نماز اور روزہ کا اجر عظیم

عن ابی هريرة رضی الله عنه عن رسول الله صلی الله عليه وسلم قال: الصلوات الخمس، والجمعة الی الجمعة، ورمضان الی رمضان مكفرات لما بينهن اذا اجتنبت الكبائر (مسلم)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: پانچوں نمازیں (ایک نماز سے دوسری نماز تک) اور جمعہ سے لے کر جمعہ تک اور رمضان سے لے کر رمضان تک' درمیان میں (کی ہوئی خطاؤں) کا کفارہ کرنے والے ہیں جبکہ کبیرہ گناہوں سے دور رہا جائے۔

تشریح: گناہ دو قسم کے ہیں ایک کبیرہ (بڑے) گناہ دوسرے صغیرہ (چھوٹے) گناہ ان چھوٹے گناہوں کو شریعت کی اصطلاح میں سیئات (برائیاں) یا خطایا وغیرہ کہا جاتا ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اگر تم ان بڑے گناہوں سے بچو گے جن سے تم کو منع کیا گیا ہے تو ہم تمہاری سیئات (برائیوں) کا کفارہ کردیں گے۔

بیشک اچھے کام برے کاموں کو مٹادیتے ہیں۔

اس حدیث میں حسنات کا بیان فرمایا ہے پانچ وقت کی فرض نمازوں کو جمعہ کی نماز کو' رمضان کے روزوں (یعنی فرائض کو) مکفر (کفارہ کردینے والا) بتلایا ہے گویا ان فرائض کے ادا کرنے سے سیئات خود بخود محو ہوجاتے ہیں اور مٹ جاتے ہیں۔

اسی سلسلہ میں اللہ تعالیٰ نے دعا تعلیم فرمائی ہے۔

اے ہمارے رب! ہم ایمان لے آئے) پس تو ہمارے گناہوں کو بخش دے اور ہمارے سیئات (برائیوں) کا کفارہ کردے (مٹادے) اور تو ہم کو نیکوکاروں کے ہمراہ وفات دے (دنیا سے اٹھا)

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ ذنوب (بڑے گناہ) استغفار کے بغیر معاف نہیں ہوتے ہاں سیئات (چھوٹے گناہ) بغیر استغفار کے بھی معاف ہوجاتے ہیں فرائض کا ادا کرنا خود بخود ان کو مٹادیتا ہے۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ ایک شخص نے کسی اجنبی عورت کا بوسہ لے لیا اور گھبرایا ہوا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا مجھے حد لگایئے (زنا کی سزا دیجئے) آپ نے واقعہ دریافت کیا اس نے بتلایا: میں نے اجنبی عورت کا بوسہ لے لیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم ذرا ٹھہرو عصر کا وقت تھا اتنے میں جماعت کھڑی ہوگئی اس شخص نے بھی عصر کی نماز باجماعت پڑھی نماز سے فارغ ہوتے ہی اس نے پھر کہا مجھے حد لگایئے آپ نے فرمایا: فرض نماز باجماعت پڑھنے سے تمہارا گناہ معاف ہوگیا اس نے خوش ہو کر دریافت کیا یہ معافی میرے ساتھ خاص ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں بلکہ ہر مسلمان کے لئے عام ہے اور اسی عموم کے بیان کرنے کے لئے مذکورہ بالا آیت کریمہ ان الحسنات يذهبن السيئات نازل ہوئی۔

کبیرہ اور صغیرہ گناہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کسی نے دریافت کیا کیا گناہ کبیرہ سات ہیں؟ انہوں نے جواب دیا ''سات؟ سات سو سے بھی زیادہ ہیں کبیرہ گناہ''

ہم ذیل میں ان امور کی نشاندہی کرتے ہیں جن سے کسی گناہ کا کبیرہ یا صغیرہ ہونا ثابت ہوتا ہے۔

کبیرہ گناہ

۱۔ ہر وہ گناہ کبیرہ ہے جس کی سزا قرآن یا حدیث میں

جہنم بتلادی گئی ہو جیسے کسی مسلمان کو عمداً قتل کرنا۔

۲۔ ہر وہ گناہ کبیرہ ہے جس پر قرآن حدیث میں حد (متعین شرعی سزا) آئی ہو جیسے چوری کرنے پر ہاتھ کاٹنا۔

۳۔ ہر وہ گناہ کبیرہ ہے جس پر قرآن یا حدیث میں لعنت اور خدا کا غضب آیا ہو جیسے عدالت میں جھوٹی گواہی دینا۔

۴۔ ہر وہ گناہ کبیرہ ہے جس کو قرآن یا حدیث میں کبیرہ گناہ کہا گیا ہو۔

۵۔ ہر اس فرض عبادت کا ترک کرنا جو قرآن و حدیث کی رو سے فرض ہے جیسے بغیر کسی شرعی عذر کے نماز نہ پڑھنا۔

۶۔ ہر اس ممنوع کام کو کرنا جس سے قرآن و حدیث میں منع کیا گیا ہو اور حرام کہا گیا ہو جیسے غیبت (یعنی کسی کے پس پشت اس کی برائی) کرنا

۷۔ ہر وہ صغیرہ گناہ جس کو معمولی اور حقیر سمجھ کر کیا جائے جیسے کسی اجنبی عورت کا بوسہ لینا

۸۔ ہر وہ گناہ جس کو جان کر بار بار کیا جائے جیسے نامحرم عورت کی طرف بری نیت سے بار بار دیکھنا۔

۹۔ ہر وہ گناہ جس کی مضرت یا شناعت (برائی) مذکورہ بالا کبیرہ گناہوں کے برابر ہو یا ان سے بھی زیادہ ہو جیسے مسلمانوں کے خلاف مخبری کرنا اور ان کے راز کافروں کو پہنچانا۔

۱۰۔ بندوں کے حقوق جو نہ ادا کئے گئے ہوں اور نہ ان سے معاف کرائے ہوں۔

صغیرہ گناہ

۱۔ مذکورہ بالا کبیرہ گناہوں کے علاوہ تمام برے کام سیئات جو اچھے کاموں حسنات کرنے سے خود بخود مٹ جائیں پانچوں وقت کی نماز پڑھتے رہنے سے درمیان میں کئے ہوئے برے کام اپنے آپ مٹ جاتے ہیں اور معاف ہو جاتے ہیں۔

مذکورہ بالا کبیرہ گناہوں کے ابتدائی مراحل میں کئے گئے برے کام جیسے بلاقصور کسی مسلمان کو قتل کرنے والے کو خنجر یا پستول دے دینا۔

مذکورہ بالا حدیث میں حسنات (فرائض) کے ذریعہ جن گناہوں کے معاف ہونے کی خبر دی گئی ہے وہ سب صغیرہ گناہ ہیں اسی لئے آخر میں کہا گیا ہے جبکہ کبیرہ گناہوں سے اجتناب کیا جائے یعنی بچا جائے اور دور رہا جائے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

- اگر تم بڑے گناہوں سے بچتے رہو گے جن سے تم کو منع کیا جاتا ہے تو ہم تمہارے برے کاموں کو معاف کر دیں گے۔

بہر حال اس حدیث اور ان آیات کریمہ سے معلوم ہوا کہ انسان کو فرض عبادات پر عمل کرنے میں کوتاہی نہ کرنی چاہئے تا کہ وہ گناہ اور برے کام جن کا انسان کو احساس بھی نہیں ہوتا کہ میں یہ برے کام کر رہا ہوں ان حسنات کے ذریعے اپنے آپ مٹتے اور معاف ہوتے رہیں ورنہ اگر یہ چھوٹے چھوٹے گناہ اکٹھے ہو گئے تو ان کی سزا سے بغیر توبہ کئے بچنا ناممکن ہوگا خصوصاً حقوق العباد کہ اگر ادا نہ کئے یا ان لوگوں سے معاف نہ کرائے جن کی حق تلفی ہوئی ہے تو مرنے کے بعد قیامت کے دن ان کے حقوق ضرور ادا کرنے پڑیں گے اور اس دن ان کے حقوق ادا کرنے کے لئے انسان کے پاس اپنے حسنات کے سوا اور کچھ نہ ہوگا نتیجہ یہ ہوگا کہ اس کے حسنات ان حقوق کے بدلے میں ان کو دے دیئے جائیں گے اور ان کے گناہ اور سیئات اس پر ڈال دیئے جائیں گے جس کی بنا پر یہ شخص جہنم میں جائے گا اور وہ جنت میں اعاذ نا اللہ (خدا ہمیں اس سے بچائے) اور توفیق دے کہ ہم مرنے سے پہلے ہر حق والے کا حق ادا کر دیں یا اس سے معاف کرا لیں یہی تفصیل احادیث میں آئی ہے۔

چند اعمال صالحہ

عن ابی هریره رضی الله عنه قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: الا ادلکم علی ما یمحو الله به الخطایا، ویرفع به الدرجات؟ ، قالوا: بلی یارسول الله، قال: اسباغ الوضو، علی المکاره وکثرة الخطا الی المساجد وانتظار الصلاة لکم الرباط (مسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا میں تم کو ایسی چیز نہ بتلاؤں جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ خطائیں معاف فرماتے ہیں اور جس کی وجہ سے درجے بلند فرماتے ہیں صحابہؓ نے عرض کیا: کیوں نہیں؟ ضرور بتلایئے اے اللہ کے رسول! آپ نے ارشاد فرمایا (۱) ناگواریوں کے باوجود کامل وضو کرنا (۲) مسجدوں کی طرف (نماز کے لئے) زیادہ قدم رکھنا (دور سے چل کر جانا) (۳) ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا پس یہی تمہاری (دین کی) سرحدوں کی حفاظت ہے۔ مسلم

تشریح: اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکفرات کے علاوہ درجات بلند کرنے والی حسنات کا بیان بھی فرمایا ہے سابقہ حدیث میں پنجوقتہ فرض نمازوں کو ہر جمعہ کی نماز پابندی سے پڑھنے کو ہر رمضان کے مہینہ میں پابندی سے روزے رکھنے کو سیئات (صغیرہ گناہوں) کو مٹا دینے والا بتلایا تھا۔ یہ تینوں فرض عبادتیں ہیں اس حدیث میں (۱) ناگوار حالات میں پورا وضو کرنے کو (۲) دور سے چل کر جانے اور نماز باجماعت کے لئے مسجد آنے کو (۳) ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنے کو جو ان فرض عبادتوں کے مکملات و متممات ہیں محو سیئات کے علاوہ رفع درجات کا بھی موجب بتلایا ہے یعنی اصل فرض عبادتوں کو ادا کرنا تو محو سیئات کا موجب ہے لیکن ان کو کامل طور پر آداب و مستحبات کے اہتمام کے ساتھ ادا کرنا محو سیئات کے علاوہ رفع درجات کا بھی موجب ہے۔ منشاء یہ ہے کہ تمام آداب و مستحبات کے اہتمام کے ساتھ ان عبادات کو ادا کرنا چاہئے تاکہ تمام صغیرہ گناہوں سے پاک ہو کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ قرب میں اعلیٰ درجات کے مستحق بنیں مزید شوق کو بڑھانے کے لئے نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم اول صحابہ کرام سے سوال فرماتے ہیں کیا میں تم کو ایسی چیز نہ بتلاؤں جس پر عمل کر کے تم محو سیئات کے علاوہ اعلیٰ مراتب بھی حاصل کر سکو؟

صحابہ سراپا شوق بن کر عرض کرتے ہیں ضرور بتلایئے اس کے بعد تینوں چیزوں کا ذکر فرماتے ہیں اور آخر میں ذالکم الرباط کی خوشخبری دے کر ایک اور سب سے اہم چیز کا بھی ذکر فرما دیتے ہیں کہ فرض عبادتوں کو دشمن نفس امارہ کی رخنہ اندازیوں سے بھی محفوظ رکھا جا سکتا ہے جس کی تفصیل یہ ہے۔

نفس امارہ انسان کا سب سے زیادہ خطرناک دشمن ہے وہ چاہتا ہے ہر ممکن طریق پر راحت و آسائش اور فوائد و منافع کے سبز باغ انسان کو دکھا کر پروردگار کی عبادت و طاعت سے اگر بالکل نہ روک سکے تو ان عبادتوں میں اپنے دھوکوں اور فریب سے ایسے رخنے ڈال دے کہ ثواب سے محروم ہو جائے۔

۱۔ اسباغ الوضو علی المکاره (ناگوار اوقات

یا حالات میں پورا اور کامل وضو کرنا) چنانچہ خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ اسی نفس کی رخنہ اندازی سے بچانے کی تدبیر بتلائی ہے ہوتا یہ ہے کہ مثلاً سخت سردی کا زمانہ ہے پانی لوٹے میں لیتے ہی جم جاتا ہے ایسے وقت میں نمازی کا وضو کرنا نفس امارہ پر بے حد شاق ناگوار اور تکلیف دہ ہوتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ اتنی سردی میں وضو کرنا خود کو ہلاکت میں ڈالنا ہے ایسی ہی حالت کے لئے شریعت نے تیمّم کرنے کی اجازت دی ہے پھر کیوں نہ اس حکم شرعی سے فائدہ اٹھایا جائے آج وضو کے بجائے تیمّم کر کے نماز پڑھ لو مگر جب ایک خدا پرست پرہیز گار نمازی اس کے کہنے میں نہیں آتا تو کہتا ہے پھر وضو ہی کرتے ہو تو پورا وضو کرنے اور اعضاء پر پوری طرح پانی بہانے کی کیا ضرورت ایک ایک چلو لے کر ہاتھ پاؤں پر چپڑ لو کافی ہے لیکن ایک پختہ کار دیندار نمازی سردی لگنے کے باوجود نفس کے علی الرغم منشاء کے خلاف اس طرح کامل وضو کرتا ہے کہ کوئی عضو ناخن برابر بھی سوکھا نہیں رہتا اور سنت کے مطابق ہر عضو کو تین بار اچھی طرح دھوتا ہے تو مکار نفس سر پیٹتا رہ جاتا ہے اور نمازی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانے کے مطابق ایسے طریق پر کامل اور پورا وضو کرتا اور نماز پڑھتا ہے تو اعلیٰ مراتب قرب حاصل کرتا ہے۔

۲۔ **کثرت الخطا الی المساجد** (جماعت سے نماز پڑھنے کے لئے دور سے چل کر مسجد جانا اور زیادہ سے زیادہ قدم رکھنا) گھر مسجد سے کافی دور ہے راحت پسند نفس امارہ کہتا ہے نماز پڑھنے کے لئے اتنی دور جانا آنا اور اتنا وقت برباد کرنا بے حد شاق اور گراں ہوتا ہے جماعت سے نماز پڑھنے کے شائق مسلمان کو یہ شیطان نفس امارہ بہکا کر جماعت کے ثواب سے محروم کرنا چاہتا ہے۔ کہتا ہے: نماز ہی تو فرض ہے جماعت تو فرض نہیں ہے چلو آج بغیر جماعت کے ہی نماز پڑھ لو اتنی دور جانا آنا اور اتنا وقت برباد کرنا کون سی عقلمندی ہے لیکن وہ جماعت سے نماز پڑھنے کا پابند نمازی اس کی بات نہیں مانتا تو کہتا ہے کہ اچھا چلو گھر پر ہی جماعت کئے لیتے ہیں اور دو چار اپنے جیسے لوگوں کو ملا لیں گے مگر وہ جماعت سے نماز پڑھنے کا پابند نمازی کہتا ہے میں تیرے اس فریب میں بھی نہیں آؤں گا پتہ ہے اقامت صلوٰۃ کے معنی ہیں مسجد جا کر اور مسلمانوں کے ساتھ جماعت سے نماز پڑھنا اس طرح جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے پر ہی گونا گوں اجر و ثواب ملتا ہے اور یہ کہہ کر نماز با جماعت مسجد میں پڑھنے کے شوق میں مسجد کافی دور ہونے کے باوجود چلا جاتا ہے نفس امارہ کے سارے ہتھکنڈے اور ثواب سے محروم کرنے کے حربے بیکار ثابت ہوتے ہیں ذلیل و خوار ہو کر اپنا سا منہ لے کر رہ جاتا ہے اور وہ جماعت کا پابند نمازی اپنی نماز کو شیطان کی رخنہ اندازی سے محفوظ کر لیتا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق رب العالمین کی بارگاہ سے مراتب عالیہ کا پروانہ حاصل کر لیتا ہے اسی طرح

۳۔ **انتظار الصلوٰۃ بعد الصلوٰۃ** (ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا) اس کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ ایک نماز با جماعت ادا کرنے کے بعد اس خیال سے کہ گھر یا دوکان جا کر نہ معلوم کن دھندوں میں پھنس جاؤں دوسری نماز جماعت سے پڑھ سکوں یا نہ پڑھ سکوں گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ تو ہے ہی یہیں مسجد میں بیٹھ کر دوسری نماز کا انتظار کروں تو بہتر ہے دوسری نماز جماعت سے فوت نہ ہوگی اور اتنی دیر مسجد میں بیٹھ کر اللہ اللہ کرتا رہوں گا یا کلام اللہ کی تلاوت کرتا رہوں گا یا درود پڑھتا رہوں گا تو دوہرا ثواب ملے گا دشمن نفس امارہ پر نمازی کا یہ نماز کے انتظار

میں بیٹھنا سخت شاق اور نا گوار ہوتا ہے طرح طرح کے ضروری کام یاد دلا کر گھر یا دوکان چلنے کا تقاضا کرتا ہے فائدہ اور نفع کے سبز باغ دکھاتا ہے اور دوکان یا مکان پر موجود نہ رہنے کے بھیانک نقصان سے ڈراتا ہے اور انتہائی کوشش کرتا ہے کہ کسی نہ کسی طرح گھر یا دوکان چلنے پر آمادہ کروں اور دنیاوی دھندوں میں پھنسا کر اس گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ کے کارہائے ثواب سے محروم کروں نیز کوشش کروں کہ اگلی نماز جماعت سے نہ پڑھ سکے لیکن خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے وعدوں پر پختہ یقین رکھنے والا پابند جماعت نمازی نفس کی ایک نہیں سنتا اور دوسری نماز جماعت سے پڑھ کر ہی مسجد سے نکلتا ہے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ اگر مسجد سے گھر یا دکان آ تو جاتا ہے مگر فکر یہی لگی رہتی ہے کہ کب دوسری نماز کا وقت ہو یا اذان کی آواز آئے اور کب میں سب دھندے چھوڑ چھاڑ کر مسجد میں جا کر جماعت سے نماز پڑھوں نفس امارہ سب کاموں کو بیچ میں چھوڑ کر چلے جانے کے نقصانات بہت کچھ دکھاتا ہے مگر وہ ایک نہیں سنتا اور وقت ہوتے ہی مسجد میں پہنچ کر جماعت سے نماز پڑھتا ہے دونوں صورتوں میں اگلی نماز کا انتظار ہے مگر پہلی صورت میں انتظار کے دوران مسجد میں بیٹھ کر جو ثواب کے کام کرتا ہے وہ انتظار صلوٰۃ کے ثواب اس پر مستزاد ہیں اور دوہرا ثواب ملتا ہے اور دوسری نماز جماعت کے ساتھ یقینی ہو جاتی ہے اور دوسری صورت میں نہ کارہائے ثواب کا ثواب ملتا ہے نہ ہی دوسری نماز جماعت سے پڑھنے کا یقین ہوتا ہے حدیث کے الفاظ میں دونوں صورتیں آتی ہیں بہر حال نفس امارہ سے جنگ دونوں صورتوں میں کرنی پڑتی ہے۔

اسی دشمن نفس امارہ کی سرکوبی کی غرض سے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں

ذالکم الرباط ذالکم الرباط (یہی ہے تمہاری سرحدوں کی حفاظت یہی ہے تمہاری سرحدوں کی حفاظت)

''رباط'' کے اصل معنی ہیں اسلامی ملک کی دشمنوں سے حفاظت کرنا کہ وہ بے خبری میں ملک کے اندر نہ گھس آئیں یا اچانک حملہ نہ کر دیں آج کل کی اصطلاح میں اس حفاظتی دستہ کو ''رینجر فورس'' کہتے ہیں ظاہر ہے کہ سرحدوں کی حفاظتی تدابیر اسی وقت کی جاتی ہیں جب جنگ جاری ہو یا حالت جنگ ہو احادیث میں اس رباط کی بہت زیادہ فضیلت آئی ہے اور بڑے ثواب بیان ہوئے ہیں مگر ہر زمانے میں اور ہر شخص کو اس دین کا کام کرنے کی سعادت حاصل نہیں ہو سکتی اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عام مسلمانوں کو خطاب کر کے فرماتے ہیں کہ تمہارے لئے دین کی سرحدوں کو دشمن نفس امارہ کی رخنہ اندازیوں سے مذکورہ بالا احتیاطی تدابیر کے ذریعے محفوظ رکھنے میں وہی اجر و ثواب جو ملک کی سرحدوں کو کافروں کی رخنہ اندازیوں سے حفاظت کرنے والے مجاہدوں اور غازیوں کو ملتا ہے اس لئے کہ نفس امارہ تمہارا سب سے بڑا اور سب سے زیادہ خطرناک دشمن ہے۔

دُعا کیجئے: اے اللہ! آپ مجھے اپنے سے دعا مانگنے میں ناکام نہ کیجئے اور میرے حق میں بڑے مہربان نہایت رحیم ہو جایئے اے سب مانگے جانے والے سے بہتر۔ اے سب دینے والوں سے بہتر۔ اے اللہ! میں آپ سے اپنی ضعف قوت کم سامانی اور لوگوں کی نظر میں اپنی کم وقعتی کا شکوہ کرتا ہوں اے سب سے بڑھ کر رحم کرنے والے آپ مجھے کس کے سپرد کرتے ہیں؟ آیا کسی دشمن کے جو مجھے دبالے، یا کسی دوست کے قبضہ میں جو میرے سب کام دیجئے اگر آپ مجھ سے ناخوش نہ ہوں تو مجھے ان (میں سے کسی چیز) کی پرواہ نہیں۔ پھر بھی آپ کا دیا ہوا امن میرے لئے زیادہ گنجائش رکھتا ہے۔

چند اعمال صالحہ

عن ابی هریرة رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: الا ادلكم علی ما یمحو الله به الخطایا، ویرفع به الدرجات؟ ، قالوا: بلی یارسول الله، قال: اسباغ الوضو، علی المکاره و کثرة الخطا الی المساجد وانتظار الصلاة لکم الرباط (مسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا میں تم کو ایسی چیز نہ بتلاؤں جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ خطائیں معاف فرماتے ہیں اور جس کی وجہ سے درجے بلند فرماتے ہیں صحابہؓ نے عرض کیا: کیوں نہیں؟ ضرور بتلائیے اے اللہ کے رسول! آپ نے ارشاد فرمایا (۱) ناگواریوں کے باوجود کامل وضو کرنا (۲) مسجدوں کی طرف (نماز کے لئے) زیادہ قدم رکھنا (دور سے چل کر جانا) (۳) ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا پس یہی تمہاری (دین کی) سرحدوں کی حفاظت ہے۔ مسلم

تشریح: واقعہ: ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی غزوہ (کافروں کے ساتھ جنگ) سے مظفر و منصور تشریف لا رہے تھے غازی صحابہ اس فتح وظفر پر بے حد خوش تھے تو آپ نے ان سے خطاب فرمایا:

ہم چھوٹے جہاد سے (فارغ ہوکر) بڑے جہاد کی طرف واپس آ رہے ہیں اس لئے کہ تمہارا سب سے بڑا دشمن تمہارا وہ نفس ہے جو ہر وقت تمہارے پہلوؤں کے درمیان (چھپا بیٹھا) ہے اور ہر وقت دشمنی پر تیار ہے طرح طرح کے راحت وآسائش کے سبز باغ دکھا کر یا مضرت ونقصان کے بھیانک نتائج سے ڈرا کر دین کے فرائض سے غافل کرنے یا ان میں رخنے ڈالنے میں مصروف رہتا ہے۔

اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسی دشمن نفس امارہ کی دشمنی سے خبردار کر کے اس کے حربوں کو بیکار کرنے کے لئے مثال کے طور پر تین چیزوں کا ذکر فرماتے اور ان کی ترغیب دیتے ہیں کتنے مہربان ہیں نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت پر سبحان اللہ۔

اللہ تعالیٰ اسی رباط (دین کی سرحدوں کی دشمنوں سے حفاظت) کا ذکر ذیل کی آیت کریمہ میں فرماتے ہیں۔

اے ایمان والو! (دین پر) ثابت قدم رہو اور ثابت قدمی میں دشمنوں سے بڑھ جاؤ اور (دین کی) سرحدوں کی حفاظت میں دشمنوں پر غالب آ جاؤ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو تا کہ تم (دین و دنیا دونوں میں) فلاح پاؤ۔

اور نفس امارہ کے متعلق حضرت یوسف جیسے پاک دامن نبی علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبان سے ارشاد ہے۔

اور میں اپنے نفس کی برأت نہیں کرتا بلاشبہ نفس تو بری باتوں کا ہی حکم کرتا ہے بجز اس کے کہ میرا رب رحم فرمائے۔

اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے ہی اس نفس امارہ پر نفس مطمئنہ کو غلبہ عطا فرما دیں اور وہ اس کی سرکوبی کرے جیسا کہ نفس امارہ کی دشمنی اور نفس مطمئنہ کی سرکوبی کا کچھ حال تینوں عبادتوں کے ذیل میں بیان کر چکے ہیں یہ فرضی یا خیالی باتیں نہیں ہیں یہ وہ کشمکش ہے جس سے ہر انسان کو ہر وقت سابقہ پڑتا ہے اسی لئے نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

حفت الجنة بالمکارہ وحفت النار بالشہوات

جنت نفس کے مکروہات سے گھیر دی گئی ہے اور جہنم نفس کی خواہشات سے گھیر دی گئی ہے

جب تک انسان مکروہات کے خارزار سے نہ گزرے گا جنت میں نہیں پہنچ سکے گا اور جو شخص خواہشات نفس کے سبزہ زار میں پھنس کر رہ گیا وہ سیدھا جہنم جائے گا۔

صدق اللہ ورسولہ (اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بالکل سچ فرمایا) اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے دین پر عمل کرنے اور نفس امارہ کے دھوکے اور فریب سے بچنے کی توفیق عطا فرمائیں۔

دُعا کیجئے

اے اللہ! ہم آپ سے ایسے دل مانگتے ہیں جو بہت اثر قبول کرنے والے، بہت عاجزی کرنیوالے اور آپ کی راہ میں بہت رجوع کرنے والے ہوں۔ اے اللہ میں آپ سے وہ ایمان مانگتا ہوں جو میرے دل میں پیوست ہو جائے اور وہ پختہ یقین جس سے میں سمجھ لوں کہ مجھ تک کوئی چیز نہیں پہنچ سکتی۔ مگر وہی جو آپ میرے لئے لکھ چکے ہوں اور میں آپ سے اس معاش پر رضامندی کا سوال کرتا ہوں جو آپ نے میرے حصہ میں فرمادی ہے۔ اے اللہ تمام تعریف آپ کے واسطے ہے جیسے کہ آپ خود فرماتے ہیں اور اس سے بڑھ کر ہے جو ہم کہتے ہیں۔

اے اللہ! میں ناپسندیدہ اخلاق واعمال، نفسانی خواہشات اور بیماریوں سے آپ کی پناہ میں آتا ہوں۔ اور ہر اس چیز سے جس سے آپ کے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے پناہ مانگی آپ کی پناہ میں آتے ہیں۔ اور میں مستقل قیام گاہ میں بُرے پڑوسی سے آپ کی پناہ میں آتا ہوں (اس لئے کہ سفر کا ساتھی تو چلا ہی جاتا ہے) اور دشمن کے غلبہ، دشمنوں کے طعنہ، بھوک کہ وہ بری ہمخواہ ہے، خیانت کہ وہ بری ہمراز ہے (ان سب سے) آپ کی پناہ میں آتا ہوں۔ اور اس بات سے کہ ہم پچھلے پیروں لوٹ جائیں (العیاذ باللہ مرتد ہو جائیں) یا فتنہ میں پڑ کر دین سے الگ ہو جائیں اور تمام ظاہری یا باطنی فتنوں سے بُرے دن، بُری رات، بُری گھڑی اور بُرے ساتھی سے آپ کی پناہ مانگتا ہوں۔

اے اللہ! میری نماز، میری عبادت، اور میرا مرنا، جینا آپ ہی کے لئے ہے میرا رجوع کرنا آپ ہی کی طرف ہے اور میں جو کچھ چھوڑ جاؤں وہ آپ کا ہی ہے۔ اے اللہ میں آپ سے ان چیزوں کی جو ہوائیں لاتی ہیں بھلائی کا سوال کرتا ہوں۔

اے اللہ! مجھے ایسا بنا دیجئے کہ میں آپ کا بڑا شکر گزار اور آپ کا بہت ذکر کرتا رہوں آپ کی نصیحتوں کو مانتا رہوں اور آپ کی ہدایات کو یاد رکھوں۔ اے اللہ ہمارے دل اور ہم خود سرتاپا اور ہمارے اعضاء آپ کے ہی قبضہ میں ہیں۔ آپ نے ہمیں ان میں سے کسی چیز پر بھی اختیار (کامل) نہیں دیا ہے۔ پس جب آپ نے ہمارے ساتھ یہ کیا ہے تو آپ ہی ہمارے مددگار رہئے اور ہمیں سیدھی راہ کی طرف ہدایت دیجئے۔

فجر اور عصر کی نماز باجماعت پڑھنے کا خصوصی ثواب

عن ابی موسیٰ الاشعری رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: من صلی الردین دخل الجنة، (متفق علیه)

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس نے دو ٹھنڈی نمازیں (پابندی سے) پڑھ لیں وہ جنت میں داخل ہوگیا۔ دو ٹھنڈی نمازیں فجر اور عصر کی نمازیں ہیں۔

تشریح: دوسری احادیث میں من صلی کے بجائے من حافظ آیا ہے جس کے معنی ہیں (پابندی کی) یہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد ہے کہ جس مسلمان نے پابندی سے فجر اور عصر کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھیں وہ جنت میں ضرور جائے گا ان دو نمازوں کی خصوصیت خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمادی ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فرشتے باری باری تمہارے درمیان آتے ہیں رات کے فرشتے اور دن کے فرشتے اور وہ سب فجر کی نماز اور عصر کی نماز میں اکٹھے ہوتے ہیں رات کے فرشتے صبح کی نماز پڑھ کر جاتے ہیں دن کے فرشتے فجر کی نماز میں آتے ہیں اسی طرح دن کے فرشتے عصر کی نماز پڑھ کر جاتے اور رات کے فرشتے عصر کی نماز میں آتے ہیں اس طرح فجر اور عصر کی نمازوں میں دن اور رات کے فرشتے ان دو وقتوں میں جمع ہوتے ہیں تو فرشتوں کا رب ان (آنے اور جانے والے گروہوں سے) دریافت کرتا ہے حالانکہ وہ ان فرشتوں سے زیادہ (اپنے بندوں کا حال) جانتا ہے تم نے میرے بندوں کو کس حال میں چھوڑا (رات اور دن دونوں کے) فرشتے جواب دیتے ہیں ہم نے ان کو نماز پڑھتا ہوا ہی چھوڑا ہے اور جب ہم ان کے پاس پہنچے تھے جب بھی وہ نماز پڑھ رہے تھے۔

اس طرح دن کے نامہ اعمال کے اول و آخر میں بھی اور رات کے اعمال نامہ کے اول و آخر میں بھی ان دو نمازوں کی پابندی کی وجہ سے نمازی مسلمان نمازوں کے پابند لکھے جاتے ہیں نامہ اعمال میں اول آخر کو ہی دیکھا جاتا ہے یہی نامہ اعمال قیامت کے دن پیش ہونگے اور یہ نمازی جنت میں ضرور جائیں گے نیز اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو لوگ بغیر جماعت کے فجر عصر پڑھتے ہیں وہ فرشتوں کی اس گواہی سے محروم رہتے ہیں ان دو نمازوں کی تخصیص کی ایک وجہ تو یہ ہوئی دوسری وجہ مسلم ہی کی حدیث میں آیا ہے۔

حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ (رات کے وقت) ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے کہ اچانک آپ کی نگاہ چودھویں رات کے چاند پر پڑی تو آپ نے فرمایا: تم اپنے رب کو (جنت میں ایسے ہی دیکھو گے جیسے تم اس چاند کو دیکھ رہے ہو اس کے دیدار میں تمہیں ایسے ہی کوئی رکاوٹ اور مزاحمت نہ ہوگی جیسے اس کے دیکھنے میں نہیں ہے پس تم اگر (اپنے دنیاوی دھندوں سے) مغلوب نہ ہو اور پابندی سے طلوع آفتاب سے پہلے یعنی فجر کی نماز باجماعت اور غروب آفتاب سے پہلے یعنی عصر کی نماز باجماعت پڑھ سکو تو ان دونوں نمازوں کو باجماعت پابندی سے

پڑھا کرو (تاکہ جنت میں انہی دو وقتوں میں دیدار الٰہی کی سعادت حاصل کرسکو) اس کے بعد آپ نے قرآن کی آیت کریمہ پڑھی پس اپنے رب کی پاکیزگی بیان کرو اس کی حمد وثنا کے ساتھ آفتاب کے طلوع ہونے سے پہلے اور غروب ہونے سے پہلے (یعنی فجر اور عصر کی نماز) پڑھا کرو۔

حاصل اس حدیث کا یہ ہے کہ جنت میں روزانہ دو وقت اللہ تعالیٰ کا دیدار ہوا کرے گا ایک فجر کی نماز کے وقت یہ آفتاب کے طلوع ہونے سے پہلے ایک عصر کی نماز کے وقت آفتاب کے غروب ہونے سے پہلے اور اس دو وقتہ دیدار کی سعادت وہی لوگ حاصل کرسکیں گے جو دنیا میں پابندی کے ساتھ باجماعت فجر اور عصر کی نمازیں پڑھتے ہیں اسی لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم بھی خاص طور پر ان دو نمازوں کے پڑھنے کا حکم دیا ہے۔

ان دو نمازوں کی تخصیص کی تیسری وجہ سے مسلم ہی کی حدیث شریف میں آیا ہے۔

حضرت رویبہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جو کوئی بھی (پابندی کے ساتھ) طلوع آفتاب سے پہلے اور بعد نماز باجماعت پڑھے گا یعنی فجر اور عصر کی نمازیں پڑھے گا وہ ہرگز جہنم میں داخل نہ ہوگا۔

اس حدیث سے ایک طرف مذکورہ آیت کریمہ کی تفسیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمادی **فسبح بحمد ربک** (الآیہ) سے مراد نماز فجر اور نماز عصر ہیں دوسری طرف جہنم سے مطلق نجات پانے کی بشارت دی۔

ان دو نمازوں کو پابندی سے ادا کرنے کی خصوصیت احادیث میں یہ بھی بیان کی گئی ہے کہ پہلی امتوں پر صرف یہی دو نمازیں فرض کی گئی تھیں مگر انہوں نے ان دو نمازوں کو بھی پڑھ کر نہ دیا اسی لئے نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم ان دو نمازوں کی اس قدر تاکید فرما رہے ہیں اور ترغیب دے رہے ہیں چنانچہ لیلۃ الاسراء میں پانچ نمازیں فرض ہونے سے پہلے بھی آپ بعثت کے بعد اول دن سے برابر یہی دو نمازیں مسلمانوں کے ساتھ جماعت سے پڑھا کرتے تھے۔

ان خصوصیات کے علاوہ جو خصوصیات بیان کرتے ہیں وہ چنداں اہم نہیں اس لئے کہ وہ اور نمازوں میں بھی پائی جاتی ہیں۔

دُعا کیجئے

اے اللہ! آپ اپنی محبت کو میرے لئے تمام چیزوں سے محبوب تر اور اپنے ڈر کو میرے لئے تمام چیزوں سے خوفناک تر بنادیجئے اور مجھے اپنی ملاقات کا شوق دے کر دنیا کی حاجتیں مجھ سے ختم فرمادیجئے۔ اور جہاں آپ نے دنیا والوں کی آنکھیں ان کی دنیا سے ٹھنڈی کر رکھی ہیں آپ میری آنکھ اپنی عبادت سے ٹھنڈی فرمادیجئے۔

اے اللہ! میں آپ سے تندرستی، پاکبازی، امانت حسن خلق اور تقدیر پر راضی رہنے کا سوال کرتا ہوں۔

اے اللہ! آپ کے لئے ہی تعریف شکر کے ساتھ ہے اور آپ کا ہی فضل وکرم کے ساتھ ہر طرح احسان کرنا حصہ ہے۔

اے اللہ! میں آپ سے ان اعمال کی توفیق طلب کرتا ہوں جو آپ کو پسند ہوں اور میں آپ پر سچے توکل اور آپ کے ساتھ نیک گمان رکھنے کا سوال کرتا ہوں۔

بیماری اور سفر کی حالت میں اللہ تعالیٰ کی خصوصی رعایت

عن ابی موسی الاشعری رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: واذا مرض العبد او سافر کتب له مثل ما کان یعمل مقیما صحیحا، (بخاری)

ترجمہ: حضرت ابوموسیٰ اشعری سے مروی ہے کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جب مسلمان بندہ بیمار ہو جاتا ہے یا سفر میں چلا جاتا ہے (اور صحت یا قیام کی حالت میں جو نفل عبادتیں اور اذکار و اوراد کیا کرتا تھا وہ اب بیماری یا سفر کی وجہ سے نہیں ادا کر سکتا تو) اس کے لئے نامہ اعمال میں وہ تمام عبادات لکھ دی جاتی ہیں جو وہ صحت اور قیام کی حالت میں کیا کرتا تھا۔

تشریح: مرض اور سفر دو ایسی حالتیں ہیں کہ ان میں رب کریم و رحیم نے فرض عبادتوں میں بھی تخفیف فرما دی ہے شریعت کا حکم ہے کہ اگر سفر میں پانی تلاش کرنے کے باوجود نہ ملے یا بیماری میں پانی سے وضو کرنے یا ناپاکی کا غسل کرنے میں مرض کے بڑھ جانے کا اندیشہ ہو تو پانی کے بجائے پاک مٹی سے تیمّم کر لو اور اگر کھڑے ہو کر نماز نہیں پڑھ سکتے تو بیٹھ کر پڑھ لو اگر بیٹھ کر بھی نہیں پڑھ سکتے تو لیٹے لیٹے اشاروں ہی سے پڑھ لو چھوڑو مت جس طرح بھی بن پڑے پڑھ لو سفر میں تو اللہ تعالیٰ نے اپنے کرم سے خود ہی فرضوں میں چار کے بجائے دو فرض کر دیئے اور مرض و سفر دونوں حالتوں میں فرضوں کے علاوہ سنتوں کے ترک کرنے کا اختیار دے دیا اسی طرح رمضان کے فرض روزے بھی ترک کرنے کی اجازت دے دی کہ وطن پہنچ کر یا تندرست ہو کر اتنے دن کے روزے رکھ لینا۔

ایک پانچوں وقت کی نمازوں اور سنن و نوافل، اذکار و اوراد کے پابند نمازی کو اپنی اس حالت پر رونا آتا ہے اور سخت افسوس ہوتا ہے کہ فرض نمازیں بھی ادھوری سدھوری ادا ہو رہی ہیں سنن و نوافل اور اذکار و اوراد بھی سب چھوٹ گئے ہیں بڑی سخت محرومی محسوس کرتا ہے اللہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ایسے ہی عبادات کے شیدائی مسلمان بندے کو اس حدیث میں اطمینان دلاتے ہیں کہ گھبراؤ مت صبر و شکر سے کام لو اور بے فکر رہو تندرستی اور قیام کے زمانہ میں تم جس قدر عبادتیں خواہ فرض ہوں خواہ نفل روزانہ ادا کیا کرتے تھے اور تمہارے نامہ اعمال میں لکھی جاتی تھیں وہ سب بیماری اور سفر کی حالت میں بھی لکھی جا رہی ہیں تو بندہ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم، کی زبان مبارک سے یہ خوشخبری سن کر بے حد خوش اور مطمئن ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی شان کریمی سے میرا کچھ بھی نقصان نہیں ہونے دیا کچھ نہ کرنے کے باوجود سب کچھ لکھا گیا اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہے اور تندرست ہونے یا قیام کے بعد خوشی خوشی زیادہ سے زیادہ عبادتیں پورے اہتمام سے ادا کرتا ہے اس یقین کے ساتھ کہ اگر پھر بیمار ہوا یا سفر کرنا پڑا تو بغیر کئے یہ سب عبادتیں نامہ اعمال میں لکھی جائیں گی یہی ترغیب و تحریص نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم، کے اس خوشخبری سنانے کا مقصد ہے اللہ تعالیٰ اپنے محبوب نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم، کی امت کو زیادہ سے زیادہ حسن عمل کی توفیق عطا فرمائیں اور یہی مقصد ہے۔

ہر نیک کام ثواب کا کام ہے

عن جابر رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: كل معروف صدقة. (بخاری)

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: ہر (از روئے شریعت) بھلا کام ثواب کا کام ہے بخاری نے اس حدیث کو روایت کیا ہے۔ امام مسلم نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے۔

تشریح: گو حضرت جابر اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہما دونوں صحابی اس حدیث کے راوی ہیں باقی بھلے کاموں کی کافی تعداد اس باب کی حدیثوں کے ذیل میں بیان ہو چکی ہے صرف اتنا اضافہ کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ نہ نیک کام کرنے والے کی ذاتی خواہش کا اعتبار ہے نہ کسی دوسرے انسان کی خواہش کا نیک یا بھلا کام صرف وہی ہے جس کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم، نیک اور بھلا کام فرما دیں۔ اس لئے کہ انسانی خواہش اور محبت کا حال تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

کچھ بعید نہیں کہ تم کسی چیز کو ناپسند کرو حالانکہ وہ تمہارے حق میں اچھی ہو اور کچھ بعید نہیں کہ تم کسی چیز کو پسند کرو حالانکہ وہ چیز تمہارے حق میں بری ہو اور اللہ ہی (اچھی بری چیز کو) جانتا ہے تم نہیں جانتے (کہ کون سی چیز بری ہے، کون سی اچھی ہے)

اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم یعنی تمام انسانوں کی پسند اور ناپسند میں بیشتر دخل دشمن یعنی نفس امارہ کا دخل ہوتا ہے اور اس کی خواہشات تمام تر ہمارے حق میں مضر ہی ہوتی ہیں آپ اس سے پہلے ایک حدیث میں پڑھ چکے ہیں۔

حفت الجنة بالمكاره وحفت النار بالشهوات

جنت مکروہات نفس کے خارزار سے گھری ہوئی اور جہنم خواہشات نفس کے سبزہ زاروں میں گھری ہوئی ہے۔

اگر خواہشات نفس پر عمل کرو گے سیدھے جہنم میں جاؤ گے ہاں اگر نفس کی خواہشات کو ٹھکرا کر مکروہات نفس پر عمل کرو گے تو بیشک جنت میں جاؤ گے سبحان اللہ کتنا واضح معیار جہنم اور جنت میں جانے کا بیان فرمایا ہے نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم، نے کاش کہ امت اس پر عمل کرے واللہ الموفق۔

نقصان پر اجر و ثواب

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، نے ارشاد فرمایا جس کسی مسلمان نے کوئی درخت لگایا تو جو بھی اس کا پھل کسی نے کھایا اس کا ثواب اس کو ملے گا اور جو بھی اس کے پھل چوری گئے وہ بھی اس کے لئے ثواب کا موجب ہیں اور جو بھی کسی نے اس کا نقصان کیا اس کا بھی اس کو ثواب ملے گا امام مسلم نے اس حدیث کو روایت کیا۔

مسلم ہی کی ایک اور روایت میں ہے جس مسلمان نے بھی کوئی درخت لگایا اور کسی انسان نے یا چوپایہ نے یا پرندہ نے اس کا پھل کھالیا تو اس کو قیامت کے دن تک اس کا ثواب ملتا رہے گا۔

تشریح: مسلم ہی کی ایک اور روایت میں ہے جس مسلمان نے کوئی بھی درخت لگایا یا کوئی کھیت بویا اور کسی انسان نے یا کسی چوپایہ نے یا کسی نے بھی کچھ کھالیا تو اسکا ثواب مالک کو ملتا رہے گا۔ اور بخاری و مسلم دونوں نے اس حدیث کو حضرت

انس رضی اللہ عنہ سے بھی روایت کیا ہے۔

اس حدیث پاک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، باغوں اور کھیتوں کے مسلمان مالکان کو کرم اخلاق اور بلند حوصلگی کی تعلیم دینا چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے تمہیں باغ یا کھیت کا مالک بنایا ہے تمہیں اس قدر تنگدل اور بے حوصلہ نہ ہونا چاہئے کہ اگر کسی انسان نے یا جانور نے یا پرندہ نے باغ سے پھل کھا لئے یا کسی جانور نے کھیت میں منہ ڈال دیا تو لگے غصہ ہونے اور گالیاں دینے کیا خبر ہے وہ انسان یا حیوان بھوکا ہی ہو تو بھوکے کے پیٹ کو بھرنا تو بہر حال کار ثواب ہے اسی طرح باغ یا کھیت کا کسی اور قسم کا کوئی نقصان ہو گیا تو باغ یا کھیت کے رکھوالے کو برا بھلا کہنے لگے حاصل یہ ہے کہ باغ یا کھیت کا جو بھی نقصان ہو اس کو منجانب اللہ باور کر کے صبر کرنا چاہئے اور جو بچ گیا ہے اس کا شکر ادا کرنا چاہئے تو اللہ تعالیٰ ضرور اس کمی کو پورا کر دیں گے اور نقصان کی تلافی فرما دیں گے اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے۔

لئن شکرتم لازیدنکم (ابراھیم :۷)

بخدا اگر تم نے شکر ادا کیا تو تمہیں ضرور اور زیادہ دوں گا۔

زیادہ تر غصہ اس وقت آتا ہے جب بھوکا اپنے پیٹ کی آگ بجھانے کے لئے دو چار پکے پھلوں کے لئے دس بیس کچے پھل گرا دیتا ہے یا جانور کھیت میں گھس کر کھانے کے علاوہ اپنے قدموں سے کھیت کو روند دیتا ہے کھاتا کم ہے اور نقصان زیادہ کرتا ہے اسی کے پیش نظر ہر قسم کے نقصان کو بھی ثواب کا موجب فرمایا ہے۔

یہ تو وہ کام ہیں جنہیں بغیر کچھ کئے دھرے محض ثواب کی نیت کر لینے پر ثواب ملتا ہے بہر حال ثواب کی لگن ہونی چاہئے پھر کار ہائے ثواب تو بے حد و حساب ہیں اللہ تعالیٰ ہم سب کو یہ لگن عطا فرمائیں آمین۔

دُعا کیجئے

اے اللہ! میرے دل کے کان اپنے ذکر کے لئے کھول دیجئے اور مجھے اپنی اور اپنے رسول کی فرمانبرداری اور اپنی کتاب پر عمل نصیب فرمائیے۔ اے اللہ مجھے ایسا بنا دیجئے کہ میں آپ سے اس طرح ڈرا کروں گویا کہ میں ہر وقت آپ کو دیکھتا رہتا ہوں حتیٰ کہ میں آپ سے آملوں، اور مجھے تقویٰ سے سعادت دیجئے اور مجھے اپنی نافرمانی سے بدنصیب نہ فرمائیے۔ اے اللہ ہر مشکل کو آسان فرما کر مجھ پر فضل و کرم کیجئے آپ کے لئے ہر مشکل کو آسان کر دینا آسان ہی ہے۔ اور میں آپ سے دنیا و آخرت میں سہولت اور معافی کی درخواست کرتا ہوں

اے اللہ! مجھ سے درگزر فرمائیے آپ تو بڑے معاف کرنیوالے بڑے رحم کرنیوالے ہیں۔

اے اللہ! میرے دل کو نفاق سے، میرے عمل کو ریا سے، میری زبان کو جھوٹ سے اور میری آنکھ کو خیانت سے پاک کر دیجئے بے شک آپ آنکھوں کی خیانت اور جو کچھ دل چھپائے ہوئے ہیں وہ بھی جانتے ہیں۔

اے اللہ! مجھے برسنے والی آنکھیں نصیب فرمائیے کہ جو دل کو آپ کی خشیت کی بنا پر بہتے ہوئے آنسوؤں سے سیراب کر دیں بغیر اس کے کہ آنسو خون ہو جائیں اور داڑھیں انگارے بن جائیں۔

مسجد میں نماز کیلئے آنے جانے میں ہر قدم پر ثواب

عن جابر رضي الله عنه اراد بنو سلمة ان ينقلوا قرب المسجد فبلغ ذلك رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال لهم: انه قد بلغني انكم تريدون ان تنتقلوا قرب المسجد؟ فقالوا: نعم يارسول الله قد اردنا ذلك فقال: بني سلمة دياركم تكتب آثاركم دياركم تكتب آثاركم (مسلم)

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں قبیلہ بنو سلمہ نے ارادہ کیا کہ وہ (اپنی بستی سے) مسجد نبوی کے قریب منتقل ہو جائیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو (بنو سلمہ کے اس ارادہ کی) خبر ملی تو آپ نے (اس خبر کی تصدیق کی غرض سے) فرمایا: مجھے خبر ملی ہے کہ تم لوگ مسجد کے قریب منتقل ہونا چاہتے ہو؟ تو انہوں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! ہم نے یہ ارادہ کیا تو ہے تو آپ نے فرمایا: اے بنو سلمہ! اپنی بستی میں ہی رہو تمہارے قدموں کے نشان لکھے جاتے ہیں۔

تشریح: واقعہ! قبیلہ بنی سلمہ مدینہ طیبہ کی ایک نواحی بستی میں مدینہ سے دو تین میل فاصلہ پر آباد تھا مسجد نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے قرب وجوار میں کچھ رہائشی زمین کے قطعے خالی ہوئے تو اس قبیلہ نے اس خیال سے کہ ہماری بستی مسجد سے قریب ہو جائے گی پانچوں وقت جو اتنی دور سے چل کر آنا پڑتا ہے اس سے بچ جائیں گے منتقل ہونے کا ارادہ کیا مگر دراصل یہ خیال انسان کے پوشیدہ دشمن آسائش پسند نفس امارہ کا ایک فریب تھا وہ راحت وآسائش کا سبز باغ دکھا کر اس اجر عظیم اور رفع درجات سے محروم کرنا چاہتا تھا جو دور سے چل کر آنے کی بنا پر ان کو مل رہا تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے اس ارادہ کی اطلاع ہوئی تو آپ نے ان کو بلا کر ان سے دریافت کیا تو انہوں نے عرض کیا جی ہاں ارادہ تو کیا ہے تو نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے نام بنو سلمہ سے خطاب کر کے بتاکید اس ارادہ سے باز رکھا اور نفس امارہ کے اس فریب سے آگاہ کیا اور بتلایا کہ مسجد سے قریب ہو کر کتنے بڑے اجر وثواب سے محروم ہو جاؤ گے جو پانچوں وقت اتنی دور سے چل کر مسجد میں آنے کی مشقت پر تم کو مل رہا ہے کتنا بڑا خسارہ ہے چنانچہ بنو سلمہ نے دشمن نفس امارہ کے اس فریب سے آگاہ ہو کر منتقل ہونے کا ارادہ ترک کر دیا اور اپنے نام بنو سلمہ کے مطابق اس نقصان عظیم سے بچ گئے۔

یہ اس زمانہ کا واقعہ ہے جب نواحی بستیوں میں مسجدیں نہیں بنی تھیں ہر بستی والوں کو نماز باجماعت پڑھنے کے لئے مسجد نبوی میں آنا پڑتا تھا اس کے بعد بھی اگرچہ نواحی بستیوں میں مسجدیں بن گئی تھیں مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھنے کی سعادت اور دور سے چل کر آنے کے اس اجر عظیم کو حاصل کرنے کی غرض سے بیشتر لوگ دور دور سے چل کر آتے اور ثواب حاصل کرتے تھے اگر بنو سلمہ اس وقت منتقل ہو جاتے تو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اس اجر عظیم سے محروم ہو جاتے۔

اب بھی جبکہ قریب قریب ہر بستی میں مسجدیں بن گئی ہیں بڑی مسجد میں جہاں زیادہ نمازی ہوتے ہیں اور بڑی جماعت ہوتی ہے اگرچہ دور ہو چل کر جانا اجر وثواب کا موجب ہے الا یہ کہ محلہ کی مسجد کے ویران ہو جانے کا اندیشہ ہو یا وقت نکل جانے کا خوف ہو تو قریب کی مسجد میں ہی نماز پڑھ لینی چاہئے وقت پر نماز پڑھنے اور خدا کے گھر کو ویران ہونے سے بچانے کے اجر وثواب سے اس اجر وثواب کے نقصان کی مکافات ہو جائے گی جو دور سے چل کر مسجد جانے پر ملتا اگر کسی اور دنیوی غرض یا منفعت کی بنا پر کوئی بھی صورت اختیار کی گئی تو وہ غرض تو پوری ہو جائے گی منفعت حاصل ہو جائے گی مگر اجر وثواب مطلق نہیں ملے گا **انما الاعمال بالنیات** حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ عملوں کا مدار نیتوں پر ہے۔

گرمی سردی میں مسجد میں آنیوالے کا ثواب

عن ابی المنذر ابی بن کعب رضی الله عنه قال: کان رجل لا اعلم رجلا ابعد من المسجد منه، و کان لا تخطئه صلاة فقیل له او فقلت له: لو اشتریت حماراً ترکبه فی الظلماء وفی الرمضاء؟ فقال: ما یسرنی ان منزلی الی جنب المسجد انی ارید ان یکتب لی ممشای الی المسجد ورجوعی اذا رجعت الی اهلی فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم: وقد جمع الله لک ذلک کله(مسلم)

ترجمہ: حضرت ابوالمنذر رابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں ایک آدمی تھا میرے علم میں مسجد سے اس کے گھر سے زیادہ دور کسی اور کا گھر نہ تھا اور (جماعت کی پابندی کا یہ حال تھا کہ) کوئی نماز با جماعت اس سے نہیں چھوٹتی تھی تو اس سے کہا گیا یا میں نے اس سے کہا (راوی کو شک ہے کہ روایت میں پہلا لفظ ہے یا دوسرا) اگر تم ایک گدھا خرید لو اور اندھیری راتوں میں یا تپتی ہوئی دوپہر میں اس پر سوار ہو کر مسجد آ ؤ جاؤ (تو کتنا اچھا ہو) اس شخص نے جواب دیا (تکلیف سے بچنے کے لئے گدھا خریدنا تو دور کی بات ہے) مجھے تو یہ بھی پسند نہیں کہ میرا گھر مسجد کے پہلو میں ہو میں تو چاہتا ہوں کہ میرا یہ (مسجد) چل کر آنا اور جب گھر واپس جاؤں تو پیادہ لوٹنا میرے نامہ اعمال میں لکھا جائے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (اس کا یہ عاشقانہ جواب سن کر) فرمایا: (مبارک ہو) یقیناً اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے یہ سب جمع فرما دیا (آنے اور جانے کے ایک ایک قدم کا ثواب تمہیں ملے گا)

تشریح: سبحان اللہ! نماز با جماعت سے کس قدر والہانہ عشق ہے کہ اندھیری راتوں کے تمام خطرے اور شدید گرمی سے تپتی ہوئی زمین پر پاپیادہ چلنے کی تمام تکلیفیں سب گوارا ہیں مگر با جماعت نماز نہ چھوٹے سچ فرمایا ہے اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حفت الجنة بالمکارہ جنت مکروہات نفس سے گھری ہوئی ہے۔

ان مشقتوں کے خارزار سے گزرے اور قدموں کو فگار (زخمی) کئے بغیر جنت نہیں مل سکتی اللہ تعالیٰ ہم سب مسلمانوں کو نماز با جماعت کا عشق نہ سہی شوق ہی عطا فرمائیں آمین۔

اس باب کی سابقہ احادیث میں پاپیادہ مسجد جانے کے اجر و ثواب کی تفصیلات گزر چکی ہیں۔

خدمت خلق

حضرت ابو محمد عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے چالیس خصلتیں ہیں جن میں سب سے اعلیٰ خصلت دودھ والی بکری کا عطیہ ہے جو بھی کوئی عمل کرنے والا ان چالیس میں سے کسی بھی خصلت پر اس کے ثواب کی امید پر اور جس چیز کا وعدہ کیا گیا ہے اس وعدہ کو دل سے سچا جاننے اور ماننے کے بعد اس پر عمل کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کو ضرور جنت میں داخل فرمائیں گے۔

(بخاریؒ نے اس حدیث کو روایت کیا)

عربی میں منیحة اس دودھ دینے والی بکری کو کہتے ہیں

جسے مالک کسی حاجت مند کو دودھ پینے کے لئے عاریۃ دے دے اور جب دودھ ختم ہو جائے تو واپس لے لے۔

تشریح: حدیث شریف میں صرف دودھ کے اس معمولی سے عطیہ کو سب سے اعلیٰ خصلت قرار دیا ہے اس سے ظاہر ہے کہ باقی انتالیس خصلتیں اس سے بھی زیادہ معمولی اور ادنیٰ درجہ کے کام ہیں (جن کی تفصیل گذشتہ احادیث میں آچکی ہے) لہٰذا اس حدیث کا حاصل یہ ہے کہ کسی بھی حاجت مند کی کسی بھی حاجت کو پورا کر دینا اگر چہ کتنی ہی معمولی ہو عنداللہ اور عندالرسول اجر عظیم کا موجب ہے اور ان پر جنت میں داخل فرمانے کا وعدہ ہے مگر یہ اجر عظیم جب ہی ملتا ہے کہ جبکہ اجر کے وعدوں پر کامل یقین ہو اور نیت خالص ہو ورنہ اگر نام ونمود کے لئے یا حاجت مند پر احسان جتلانے کے لئے یہ کام کئے تو کچھ نہیں ملے گا نیز حدیث شریف میں ان چالیس کاموں کو خصائل سے تعبیر کیا ہے جس کے معنی ہیں عادتیں اس سے معلوم ہوا کہ اس اجر اور اس وعدے کے مستحق وہی لوگ ہیں جن کی عادت یہ ہو جائے کہ محتاج کو دیکھتے ہی جب تک اس کی حاجت پوری نہ کر دیں چین نہ آئے ظاہر ہے جب کسی مسلمان کے دل میں مخلوق خدا کی حاجت روائی کا یہ جذبہ پیدا ہو جائے تو یہ اس کے مقبول بارگاہ الٰہی ہونے کی روشن دلیل ہے اس لئے کہ حدیث شریف میں آتا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مخلوق اللہ تعالیٰ کی عیال (کنبہ) ہے لہٰذا اللہ سب سے زیادہ محبت اس سے فرماتا ہے جو اس کی عیال (کنبہ) کے ساتھ اچھا سلوک کرے۔

یہ تمام کارہائے خیر اسی وقت اجر وثواب کا موجب ہونگے جب کہ اللہ تعالیٰ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے وعدوں پر کامل یقین ہو اور خالصاً لوجہ اللہ انجام دیئے جائیں۔

دُعا کیجئے

اے اللہ! مجھے اپنی قدرت سے امن دیجئے اور مجھے اپنی رحمت میں داخل فرمالیجئے اور میری عمر اپنی فرمانبرداری میں صرف کرادیجئے اور میرا خاتمہ میرے بہترین عمل پر کیجئے اور اس کی جزا کو جنت بنادیجئے۔ اے اللہ فکر کے دور کرنے والے، غم کو زائل کرنے والے، بے قراروں کی دعا قبول فرمانے والے، دنیا کے رحمٰن ورحیم، آپ ہی مجھ پر رحم فرمائیں گے آپ میرے اوپر ایسی رحمت فرمائیے کہ آپ اس کی بنا پر مجھے اپنے سوا ہر ایک کی رحمت سے مستغنی فرمادیجئے۔

اے اللہ! میں آپ سے بھلائی غیر متوقع اور ناگہانی بُرائی سے پناہ مانگتا ہوں۔

اے اللہ! آپ کا نام ہی سلام ہے اور آپ سے ہی سلامتی کی ابتدا ہے اور آپ کی ہی طرف ہر سلامتی لوٹتی ہے۔

اے صاحب عزت وجلال میں آپ سے یہ درخواست کرتا ہوں کہ آپ ہمارے حق میں ہماری دعا قبول فرمالیجئے اور آپ ہماری (جائز) خواہشات کو پوری فرمادیجئے اور آپ نے اپنی مخلوق میں سے جن کو ہم سے غنی کر دیا ہے، ان سے ہم کو بھی غنی فرمادیجئے۔ اے اللہ آپ ہی میرے لئے (چیزوں کو) چھانٹ لیجئے اور پسند فرمالیجئے۔

ضرورت مند کو معمولی چیز دینے پر اجر وثواب

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم' کو یہ فرماتے ہوئے سنا (جہنم کی) آگ سے بچو اگرچہ کھجور کے ایک ٹکڑے سے ہی ہو (بخاری اور مسلم دونوں نے اس حدیث کو روایت کیا) اور بخاری اور مسلم ہی کی ایک روایت میں انہی عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے تم میں سے ہر ایک شخص سے اس کا رب (براہ راست) بات کرے گا (اس طرح کہ) اس کے اور اس کے رب کے درمیان کوئی (دوسرا) ترجمان نہ ہوگا پس (اس وقت) وہ اپنے دائیں جانب دیکھے گا تو اس کے کئے ہوئے اعمال کے سوا کچھ نہ ہوگا اور بائیں جانب دیکھے گا تو (ادھر بھی) اس کے کئے ہوئے اعمال کے سوا کچھ نہ ہوگا اور سامنے (کی طرف) دیکھے گا تو اس کے منہ کے سامنے آگ ہی آگ ہوگی اور کچھ نہ ہوگا پس (اس) آگ سے (جس طرح ہو سکے) بچو اگرچہ ایک کھجور کے ٹکڑے کے ذریعے ہی بچو اور اگر یہ بھی میسر نہ ہو تو اچھی بات (کے ذریعہ سے) ہی بچو۔ (ریاض الصالحین)

تشریح: قیامت کے دن اللہ تعالیٰ براہ راست ہر بندے سے اس کے کئے ہوئے اعمال کے متعلق سوال فرمائیں گے کہ میں نے عمر بھر تجھ پر بے شمار انعامات اور احسانات کئے بتلا تو نے اس کا شکریہ کس طرح ادا کیا بندے کے پاس اس وقت عمر بھر کئے ہوئے اعمال کے سوا کچھ نہ ہوگا دائیں طرف نیک اعمال ہوں گے اور بائیں طرف بد اور سامنے کی جانب ایک طرف جہنم کی بھڑکتی ہوئی آگ ہوگی اور دوسری طرف جنت لہلہاتی ہوگی حساب اعمال کے بعد جن کی بائیں جانب کے اعمال وزنی ہوئے وہ تو جہنم کی آگ میں ڈال دیئے جائیں گے اور جن کے دائیں جانب کے اعمال وزنی ہونگے وہ جنت میں بھیج دیئے جائیں گے قرآن کریم کی مذکورہ ذیل آیات اس پر روشنی ڈالتی ہیں۔

۱۔ اور جبکہ جہنم بھڑکا دی جائے گی اور جبکہ جنت بالکل قریب کر دی جائیگی اس وقت ہر ایک کو معلوم ہو جائے گا کہ وہ کیا لایا ہے۔

۲۔ اس دن انسان کو بتلایا جائے گا جو اس نے کیا یا نہ کیا ہوگا۔

۳۔ ہر شخص جان لے گا کہ اس نے کیا کیا اور کیا نہیں کیا۔

۴۔ اس دن لوگ مختلف گروہوں میں واپس ہوں گے تا کہ اپنے اعمال کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں پس جس نے ذرہ برابر بھی نیک کام کیا ہوگا اس کو دیکھ لے گا اور جس نے ذرہ برابر بھی کوئی برا کام کیا ہوگا اس کو دیکھ لے گا (حشر کے دن)

۵۔ پس جس کے وزن کئے ہوئے اعمال وزنی ہوں گے تو وہ پسندیدہ زندگی بسر کرے گا اور جس کے اعمال ہلکے اور کم وزن ہوں گے تو اسکا ٹھکانہ جہنم میں ہوگا۔

۶۔ اور جنت پرہیزگاروں کے بالکل قریب کر دی جائیگی اور جہنم گمراہوں اور کجراہوں کے سامنے بے نقاب کر دی جائے گی۔

مذکورہ بالا زیر بحث حدیث میں نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم 'اسی محاسبہ اعمال کا ذکر فرماتے ہیں اور ہر شخص کو زیادہ سے زیادہ نیک اعمال کر کے جہنم سے بچنے کی جدوجہد کی ترغیب دیتے ہیں کہ محتاج کو اور کچھ نہیں تو کھجور کا ایک ٹکڑا دے کر ہی جہنم سے بچو اگر یہ بھی میسر نہ ہو تو کسی کو بھلی بات بتا کر ہی جہنم سے بچو (اس میں تو کچھ خرچ بھی نہیں ہوتا)

اگرچہ شراح حدیث نے **اتقوا النار ولو بشق تمرة** کے دو مطلب بیان کئے ہیں۔

۱۔ایک یہ کہ اگر کسی کا ذرا سا حق بھی تمہارے ذمہ ہو تو اس کو بھی ادا کر کے جہنم کی آگ سے نجات حاصل کرو کیونکہ یہ حقوق العباد ہیں مطلق معاف نہیں ہوتے اگر کسی کا کھجور کا ایک ٹکڑا بھی تمہارے ذمہ رہ گیا تو جہنم میں جاؤ گے۔

۲۔دوسرا یہ کہ اپنے گناہوں اور نافرمانیوں کی سزا سے بچنے کے لئے کسی بھی نیک کام کرنے میں کوتاہی نہ کرو اگرچہ کتنا ہی معمولی کار خیر ہو اس دوسرے مطلب کی تائید ایک اور حدیث سے بھی ہوتی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

صدقہ (خیرات) خطاؤں (کی آگ) کو اس طرح بجھا دیتا ہے جیسے پانی آگ کو بجھا دیتا ہے۔

اسی طرح اسی باب کی آٹھویں حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسلمان عورتوں کو خطاب کر کے فرماتے ہیں۔

اے مسلمان عورتو! کوئی پڑوسن اپنی پڑوسن کے لئے (کسی بھی چیز کو حقیر نہ سمجھے اگرچہ بکری کا کھر ہی ہو۔

اور پانچویں حدیث میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو خطاب کر کے فرمایا ہے۔

حضرت ابوذر کہتے ہیں کہ (خاص طور پر) مجھ سے رسول اللہ نے فرمایا: اے (ابوذر) تم کسی بھی بھلے کام کو حقیر مت سمجھنا اگرچہ اپنے (مسلمان) بھائی سے خندہ پیشانی سے ملنا ہی ہو۔

اسی طرح زیر نظر حدیث میں **وان لم یجدفبکلمۃ طیبۃ** اگر نہ ہو تو بھلی بات کے ذریعے ہی بچو۔

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اور ہر مسلمان کو بھی زیادہ سے زیادہ کارہائے خیر کر کے جہنم سے بچنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین ثم آمین۔

دُعا کیجئے

اے اللہ! مجھے اپنی مشیت پر راضی رکھئے اور جو کچھ میرے لئے مقدر کر دیا گیا ہے اس میں مجھے برکت دیجئے تاکہ جو چیز آپ نے دے رکھی ہے اس کے لئے میں جلدی نہ چاہوں، اور جو چیز آپ نے جلد دے رکھی ہے اس میں میں دیر نہ چاہوں۔ اے اللہ عیش تو بس عیش آخرت ہی ہے اور (اسکے سوا) کوئی نہیں۔ اے اللہ مجھے خاکسار بنا کر زندہ رکھئے اور خاکساری ہی کی حالت میں موت دیجئے اور مجھے خاکساروں ہی سے (قیامت میں) اٹھائیے۔

اے اللہ! مجھے ان لوگوں میں سے فرما دیجئے جو جب کوئی نیک کام کرتے ہیں تو خوش ہوتے ہیں اور جب کوئی بُرائی کرتے ہیں تو مغفرت چاہنے لگتے ہیں۔

اے اللہ! میں آپ سے آپ خاص رحمت کی درخواست کرتا ہوں جس سے آپ میرے دل کو ہدایت میرے کاموں کو جمعیت اور میری ابتری کو درست کر دیجئے اور اس (خاص رحمت) سے میرے دین کو سنوار دیجئے۔ اور اس سے میرے قرضہ کو ادا کر دیجئے اور اس سے میری نظر سے غائب چیزوں کی نگہبانی فرمائیے اور اس سے میرے پیش نظر چیزوں کو بلندی عطا فرمائیے۔ اور اس سے میرے چہرے کو نورانی کر دیجئے اور اس سے میرا عمل پاکیزہ فرما دیجئے اور اس سے ہدایت میرے دل میں ڈال دیجئے۔ اور اس (خاص رحمت) سے میری (حالت) الفت کو لوٹا دیجئے۔ اور اس (رحمت خاص) کے واسطے آپ مجھے ہر برائی سے بچا لیجئے۔

نعمت رزق پر شکر

عن انس رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ لیرضی عن العبد ان یاکل الاکلۃ فیحمدہ علیھا او لیشرب الشربۃ فیحمدہ علیھا (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: بیشک اللہ تعالیٰ بندہ سے (اس پر) خوش ہوتا ہے کہ جو کھانا (صبح کا یا شام کا) وہ کھاتا ہے تو اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہے اور جو بھی پانی پیتا ہے اس پر بھی اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہے اکلۃ ہمزہ کے زبر کے ساتھ صبح کے یا شام کے کھانے کو کہتے ہیں (نہ کہ ہر لقمہ اور ہر گھونٹ کو)

تشریح: ظاہر ہے کہ دونوں وقت پیٹ بھر کر کھانا کھلانا اور پیاس پر پانی پینے کو دینا اللہ تعالیٰ کا اتنا بڑا انعام واحسان ہے کہ ہم اس کا شکریہ ادا کر ہی نہیں سکتے اس لئے کہ ہم اپنے گردوپیش میں دیکھتے ہیں کہ بے شمار لوگ ایسے ہیں کہ باوجود انتہائی محنت کرنے اور مشقت اٹھانے کے دووقت پیٹ بھر کر انہیں کھانا نصیب نہیں ہوتا اور ایسے بھی بہت سے لوگ ہیں کہ زیادہ سے زیادہ لذیذ اور عمدہ کھانے دسترخوان پر موجود ہیں مگر کسی مرض یا بیماری کے خوف سے یا کسی اور وجہ سے نہیں کھا سکتے اس لئے دونوں وقت شکم سیر ہو کر کھانا اور کھانے کی قدرت بھی دینا اتنا بڑا احسان ہے کہ ہم کسی بھی طرح اس کا شکر ادا نہیں کر سکتے تھے یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی کریمی ہے کہ انہوں نے نہایت آسان طریق پر شکر ادا کرنے اور اس پر اپنی رضامندی وپسندیدگی کا بھی اظہار فرمادیا اور قرآن کریم میں شکر ادا کرنے پر مزید نعمتیں دینے کا بھی وعدہ فرمایا ہے۔ جس کا ہم شب وروز مشاہدہ کرتے ہیں ہر روز نئی سے نئی نعمتیں کھانے کو ملتی ہیں۔

مگر وائے برماو برحال تا کہ ہم پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات سے اس قدر ناآشنا ہیں کہ نہ کھانا شروع کرنے کے وقت کبھی بسم اللہ کہنا نصیب ہوتا ہے نہ فارغ ہونے کے بعد **الحمد للہ الذی اطعمنا وسقانا وجعلنا من المسلمین** کہنے کی توفیق ہوئی ہے۔ اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ ہمیں بچپن میں نہ بتلایا گیا نہ عمل کرنے پر تنبیہ وتادیب کی گئی یہی وجہ ہے کہ ہماری نہ صرف نوجوان نسل بلکہ اچھے اچھے صوم وصلوٰۃ کے پابند گھرانے بھی کھانا کھانے کے اسلامی آداب سے بے بہرہ ہیں اس وقت ہمارا حال وہی ہے جو قرآن کریم نے کافروں کا بتلایا ہے **یاکلون کما تاکل الانعام** (جانوروں کی طرح کھانا کھاتے ہیں آج بڑی بڑی ضیافتوں میں میزوں پر رکھے ہوئے کھانے کی مختلف ڈشوں سے پلیٹوں میں کھانا لیکر جانوروں کی طرح کھڑے کھڑے کھانا اور کھاتے ہوئے ادھر سے ادھر گھومتے رہنا عین تہذیب سمجھا جاتا ہے اللہ تعالیٰ مسلمانوں پر رحم فرمائیں ہم ذیل میں مختصر طور پر آداب طعام لکھنا مناسب سمجھتے ہیں امید ہے کہ مسلمان خود بھی اس پر پابندی سے عمل کریں گے اور اپنے بچوں سے بھی عمل کرائیں گے۔

آداب طعام:

ا۔ کھانا کھانے کی نیت سے ہاتھ دھونا اگرچہ ہاتھ بالکل پاک وصاف ہوں۔

۲۔کھانا بسم اللہ پڑھ کر شروع کرنا' اگر شروع میں بسم اللہ کہنا یاد نہ رہے تو کھانے کے درمیان جب یاد آئے تو بسم اللہ اولہ واخرہ پڑھ لے اللہ تعالیٰ کے نام سے شروع میں بھی آخر میں بھی۔

۳۔گھر کے تمام افراد ایک دستر خوان پر بیٹھ کر کھانا کھائیں الگ الگ نہ کھائیں اگر ایک ایک قسم کا کھانا ہو تو ایک ہی بڑے برتن قاب (ڈش) وغیرہ میں سب کھائیں اگر کئی قسم کا ہو تو اپنی اپنی پسند کے مطابق علیحدہ علیحدہ پلیٹ میں لے کر کھائیں مگر ایک ہی دستر خوان پر ادب واحترام کے ساتھ بیٹھ کر کھائیں کھڑے ہو کر نہ کھائیں متکبروں کی طرح آلتی پالتی مار کر نہ بیٹھیں دستر خوان پر جو سب سے عمدہ کھانا ہو اسی کی طرف سب سے پہلے ہاتھ نہ بڑھائیں اگر بڑے برتن سینی یا قاب میں کھانا ہو تو کنارے سے لیں بیچ میں ہاتھ یا چمچہ نہ ماریں تین انگلیوں سے کھائیں حریص لوگوں کی طرح بڑے بڑے لقمے نہ لیں دوسرے کھانا کھانے والوں کی طرف نہ دیکھیں خاموش بیٹھ کر کھانا نہ کھائیں مناسب اور موزوں گفتگو کرتے رہیں بلند آواز سے ڈکار نہ لیں۔

۴۔کھانے سے فارغ ہو کر ہاتھ دھوئیں اور **الحمدلله الذی اطعمنا وسقانا وجعلنا من المسلمین** پڑھیں (شکر ہے اس اللہ تعالیٰ کا جس نے ہمیں کھانا کھلایا پانی پلایا اور ہمیں مسلمان بنایا)

دُعا کیجئے

اے اللہ! مجھے ایسا ایمان دیجئے جو پھر نہ پھرے اور ایسا یقین کہ اس کے بعد کفر نہ ہو، ایسی رحمت کہ اس کے ذریعے میں دنیا وآخرت میں آپ کے ہاں عزت کا شرف حاصل کروں۔ اے اللہ میں آپ سے قسمت میں کامیابی، شہداء جیسی مہمانی، سعیدوں جیسا عیش، انبیاء کی رفاقت اور دشمنوں پر فتح کا سوال کرتا ہوں بے شک آپ ہی دعاؤں کے سننے والے ہیں۔

اے اللہ! جو بھلائی بھی ایسی ہو کہ اس تک پہنچنے سے میری سمجھ قاصر رہ گئی ہو اور میرا عمل وہاں تک نہ ساتھ دے سکا ہو اور اس تک میری آرزو اور میرے سوال کی رسائی نہ ہو، اور آپ نے اس بھلائی کا وعدہ اپنی مخلوق میں سے کسی سے بھی کیا ہو یا جو ایسی بھلائی ہو کہ آپ اپنے بندوں میں سے کسی کو بھی وہ دینے والے ہوں تو میں آپ سے اس کی خواہش اور آپ سے آپ کی رحمت کے واسطہ سے طلب کرتا ہوں اے جہانوں کے پروردگار۔

اے اللہ! میں اپنی خواہش آپ کے ہی حوالہ کرتا ہوں گو میری سمجھ کوتاہی کرے اور میرا عمل ضعیف رہے میں آپ کی رحمت کا محتاج ہوں پس

اے سب کاموں کے پورا فرمانے والے اور دلوں کو شفاء دینے والے میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ جس طرح آپ نے سمندروں کے درمیان فاصلہ رکھا ہے آپ مجھے بھی دوزخ کے عذاب، جزع فزع اور فتنہ قبور سے (ایسے ہی) فاصلہ پر رکھئے گا۔

اے اللہ! مضبوط ڈور والے، درست حکم والے، میں آپ سے حشر میں امن اور آخرت میں وہ لوگ جو مقرب ہیں حاضر باش، بڑے رکوع کرنے والے، بڑے سجدہ کرنے والے اور اپنے اقراروں کو پورا کرنے والے ہیں ایسے لوگوں کے ساتھ میں جنت کا آپ سے سوال کرتا ہوں بے شک آپ بڑے مہربان بڑے شفیق ہیں اور آپ جو چاہیں کر سکتے ہیں۔

شکر خداوندی ادا کرنے کے طریقے

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: مسلمان کے پورے بدن پر صدقہ (اداء شکر کے لئے) واجب ہے (ابوموسیٰ نے عرض کیا آپ بتلائیے اگر کچھ میسر نہ ہو (کہ صدقہ کرے) آپ نے فرمایا: اپنے ہاتھوں سے محنت مزدوری کرے خود اپنے کو بھی نفع پہنچائے (اپنی ضروریات بھی پوری کرے) اور صدقہ بھی کرے عرض کیا آپ بتلائیے اگر اس کی قدرت نہ ہو؟ آپ نے فرمایا: مصیبت زدہ حاجتمندوں کی مدد کرے عرض کیا: آپ بتلائیے اگر مدد بھی نہ کر سکے؟ آپ نے فرمایا (شرعاً) بھلی بات کہے یا فرمایا: کلمہ خیر کہے عرض کیا: آپ بتلائیے اگر یہ بھی نہ کرے؟ آپ نے فرمایا (خود کو) برے کام سے باز رکھے اس لئے کہ یہ بھی ثواب کا کام ہے (بخاری و مسلم)

تشریح: اس حدیث میں دوسرے سوال کے جواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو جواب دیا ہے وہ صرف اسی حدیث میں مذکور ہے اور بہت غیرت انگیز ہے کہ ایک اچھے بھلے تندرست مسلمان کو ہاتھ پاؤں توڑ کر نہیں بیٹھنا چاہئے بلکہ محنت مزدوری کر کے اپنا اور اپنے اہل وعیال کا پیٹ بھی بھرنا چاہئے اور جو بچے اسے صدقہ کر کے آخرت کے لئے ذخیرہ بھی کرنا چاہئے اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام ذرائع معاش پر محنت مزدوری کر کے روزی کمانے کو ترجیح دی ہے۔

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، کون سا کسب (ذریعہ معاش) افضل ہے؟ آپ نے فرمایا: انسان کا اپنے ہاتھ سے کام کرنا۔

بدن اور اس کے تین سو ساٹھ جوڑوں کا شکریہ ادا کرنے کے لئے جن امور کا ان پچیس احادیث میں ذکر فرمایا ہے وہ بنیادی طور پر دو قسم کے ہیں (۱) ایک حقوق اللہ یعنی عبادات اور ان سے متعلق آداب یعنی مستحبات و مندوبات (۲) دوسرا حقوق العباد سے متعلق امور۔ ہم ان دونوں قسم کو الگ الگ بیان کر دینا مناسب سمجھتے ہیں تاکہ عمل کرتے وقت اسی کی نیت کی جائے۔

امور خیر کا تجزیہ

حقوق اللہ	حقوق العباد
۱۔ کلمہ سبحان اللہ کہنا	۱۔ ضرورت مند کاریگر کی مدد کرنا۔
۲۔ کلمہ الحمدللہ کہنا	۲۔ ناکارہ آدمی کے لئے کام کرنا۔
۳۔ کلمہ لاالہ الااللہ کہنا۔	۳۔ لوگوں کو اپنے شر سے محفوظ رکھنا۔
۴۔ کلمہ اللہ اکبر کہنا۔	۴۔ عام راستہ سے تکلیف دہ چیز کو ہٹا دینا۔
۵۔ کلمہ استغفراللہ کہنا۔	۵۔ مسجد میں سے تھوک یا ناک کی ریزش دور کرنا
۶۔ ایمان باللہ اور جہاد فی سبیل اللہ	۶۔ بیوی سے جماع کرنا۔

۷۔ نفیس ترین اور بیش قیمت غلام یا کنیز آزاد کرنا
۸۔ امر بالمعروف کرنا۔
۹۔ نہی عن المنکر کرنا۔
۱۰۔ نماز کے لئے دور سے پاپیادہ چل کر مسجد آنا
۱۱۔ خصوصاً ہر صبح شام یعنی فجر وعصر کی نماز باجماعت مسجد میں جاکر ادا کرنا۔
۱۲۔ تمام مستحبات ومندوبات کیساتھ پابندی کی نماز ادا کرنا۔
۱۳۔ شرم وحیا کرنا۔
۱۴۔ نیت کر کے پورا اور کامل وضو کرنا خصوصاً ناگوار حالات میں۔
۱۵۔ پانچوں نمازیں پابندی سے مسجد میں باجماعت ادا کرنا۔
۱۶۔ صحت اور قیام کے زمانہ میں زیادہ سے زیادہ عبادت کرنا تاکہ بیماری اور سفر کی حالت میں بھی وہ لکھی جائیں اور اس کا ثواب ملے۔
۱۷۔ ہر نیک کام اگرچہ کتنا ہی معمولی ہو جہنم سے بچنے کی غرض سے کرنا۔
۱۸۔ صبح وشام کھانے پر دونوں وقت اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا۔
۱۹۔ چاشت کی نماز ادا کرنا۔
۲۰۔ اپنے کو ایذا رسانی کے گناہ سے بچانا۔

۷۔ کتنی ہی حقیر اور معمولی چیز ہو حاجت مند کو دینے میں عار محسوس نہ کرنا۔
۸۔ مسلمان بھائی سے خندہ پیشانی سے پیش آنا۔
۹۔ لوگوں کے درمیان انصاف کرنا۔
۱۰۔ ضعیف یا کمزور انسان کو سواری پر سوار کر دینا
۱۱۔ یا اس کا سامان اٹھا کر سواری پر رکھ دینا۔
۱۲۔ اچھی بات کہنا۔
۱۳۔ عام گزرگاہ سے پتھر یا ہڈی یا کانٹا ہٹا دینا۔
۱۴۔ عام راستہ سے کانٹے یا کانٹے دار درخت کاٹ دینا۔
۱۵۔ پیاسے جانور کو پانی پلا دینا۔
۱۶۔ باغ یا کھیت والے کا جو بھی نقصان ہو یا انسان یا حیوان کھالے اس پر ثواب کی نیت کرنا۔
۱۷۔ دودھ والے جانور کو دودھ پینے کے لئے حاجت مند کو دے دینا۔
۱۸۔ محنت مزدوری کر کے اپنا اور اپنے بال بچوں کا پیٹ بھی بھرنا اور صدقہ بھی کرنا۔
۱۹۔ کسی مصیبت زدہ حاجت مند کی مدد کرنا۔
۲۰۔ اپنی ذات سے کسی کو نقصان یا ایذا نہ پہنچانا۔

کل چالیس کارہائے خیر اور موجب ثواب کام ان پچیس حدیثوں میں مذکور ہیں ان کے علاوہ شعب ایمان والی حدیث میں باقی ۷۲ کام اجمالاً مذکور ہوئے ہیں جو قرآن وحدیث سے ثابت ہیں۔

دُعا کیجئے

اے اللہ! آپ ہمیں راہ میں رہنما بنایئے نہ کہ بے راہ اور اپنے دوستوں کا دوست اور اپنے دشمنوں کا دشمن بنا دیجئے ہم آپ کی مخلوق میں سے اسی کو دوست رکھیں جو آپ کو دوست رکھتا ہو اور جو آپ کا نافرمان ہو ہم اسے دشمن رکھیں۔

اے اللہ! دعا تو یہ ہے اور قبول کرنا آپ کا کام ہے کوشش یہ ہے اور بھروسہ آپ پر ہی ہے۔

اے اللہ! آپ مجھے پلک جھپکنے کی مقدار بھی میرے نفس کے حوالہ نہ کیجئے اور جو بھی اچھی چیزیں آپ نے مجھے دی ہیں وہ مجھ سے واپس نہ لیجئے۔

عبادت میں اعتدال اور میانہ روی کا

۱ .قال الله تعالیٰ: طه مآانزلناعلیک القران لتشقی (سورۃ طه آیت ۱، ۲

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے طہٰ! ہم نے تمہارے اوپر قرآن اس لئے نازل نہیں کیا کہ تم مشقت میں پڑو۔

۲ .قال الله تعالیٰ: یرید الله بکم الیسر و لا یرید بکم العسر (سورۃ البقرہ آیت ۱۸۵)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اللہ تمہارے لئے سہولت پیدا کرنا چاہتا ہے تمہیں دشواری میں ڈالنا نہیں چاہتا۔

تشریح آیات:

آپ باب مجاہدہ کی چوتھی حدیث کے ذیل میں اس مشقت کا حال حضرت عائشہؓ کی حدیث میں تفصیل کے ساتھ پڑھ چکے ہیں جو آپ سورۃ مزمل میں قیام لیل کا حکم نازل ہونے کے بعد سال بھر تک اٹھاتے رہے ہیں اور آخر ایک سال بعد دوسرے رکوع میں قیام لیل کے اندر تخفیف نازل ہوئی ہے اسی مشقت کی اس آیت کریمہ میں نفی کی گئی ہے کہ یہ قرآن ہم نے اس لئے نازل نہیں کیا کہ تم مشقتیں برداشت کرتے رہو۔

نیز شب و روز کی مسلسل فہمائش کے باوجود معاندین کے ایمان نہ لانے پر آپ کو شدید روحانی کوفت اور تکلیف ہوتی تھی جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے آیت کریمہ ذیل میں فرمایا ہے۔

تو کیا تم غم کے مارے اپنے آپ کو ان معاندوں کے پیچھے ہلاک کر ڈالو گے اگر یہ اس قرآن پر ایمان نہیں لائیں گے۔

اس آیت کریمہ میں اس روحانی تکلیف اور مشقت کا ذکر فرمایا ہے جو آپ معاندین کے ایمان نہ لانے پر اٹھا رہے تھے جیسا کہ پہلی آیت میں جسمانی مشقت کا ذکر فرمایا ہے دونوں قسم کی مشقتوں کا باعث نزول قرآن بن رہا تھا اس لئے اللہ تعالیٰ نے دونوں قسم کی مشقتیں برداشت کرنے سے آپ کو منع فرمایا ہے اور نزول قرآن کے اصل مقصد سے آپ کو بھی اور آپ کی امت کو بھی آگاہ فرماتے ہیں:

لیکن (ہم نے اس قرآن کو اتارا ہے) ان لوگوں کی نصیحت کے لئے جن کے دل میں ڈر ہے اتارا ہے اس (رب العالمین) نے جس نے زمین اور بلند آسمانوں کو پیدا کیا ہے۔

جسمانی مشقت کے بجائے روحانی مشقت اور تکلیف مراد لینا زیادہ بہتر ہے اس لئے کہ جسمانی مشقت تو ایک سال بعد قیام لیل میں تخفیف فرمادیئے سے ختم ہوگئی تھی روحانی تکلیف آخر تک قائم رہی جس کا ازالہ قرآن کریم میں مختلف عنوان سے فرمایا ہے۔

اسی طرح آیت کریمہ **شهر رمضان الذی انزل فیه القران** کے ذریعہ سال کے باقی مہینوں کے مقابلہ میں ماہ رمضان کی عظمت واہمیت بیان فرمانے کے بعد حکم فرماتے ہیں **فمن شهد منکم الشهر فلیصمه** اور پورے ایک مہینہ کے روزے فرض فرمادیئے اور **من کان منکم مریضاً اوعلی سفر فعدة من ایام اخر** کے ذریعہ مریض اور مسافر کو ایام مرض وسفر میں رمضان کے روزے ترک کرنے اور سال کے دوسرے دنوں میں اتنے ہی دنوں کے روزے رکھ لینے اور رمضان کے روزے قضا کرنے کی سہولت عطا فرمانے کا ذکر مذکورہ آیت میں فرمایا ہے۔

اللہ تمہارے لئے آسانی پیدا کرنا چاہتا ہے تمہیں دشواری میں ڈالنا نہیں چاہتا اور تاکہ تم (رمضان کے روزوں کی تعداد بھی پوری کرلو اور تاکہ تم اللہ تعالیٰ کی بڑائی کا اظہار بھی کرو یعنی شکر یہ ادا کرو) اس پر کہ اس نے تمہیں اپنے احکام پر عمل کرنے کی ہدایت عطا فرمائی۔

بعض علماء نے ولتکبروا اللہ علی ما ھداکم کا مصداق عید الفطر کی نماز اور تکبیرات کے ساتھ ادا کرنا قرار دیا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

اللہ تعالیٰ نے اور بھی بعض ایسے احکام سے متعلق جن کو کوتاہ فہم اور ناعاقبت اندیش لوگ دشوار اور سخت احکام سمجھتے ہیں اس طرح غلط فہمی کا ازالہ کیا ہے اور بتلا دیا ہے کہ وہ انتہائی سہل اور آسان ہیں۔

مثلاً اللہ تعالیٰ نے کتب علیکم القصاص فی القتلیٰ کے ذریعہ امیر اور غریب شریف ورذیل مرد وعورت کا فرق کئے بغیر قصاص (جان کے بدلے جان لینے) کو فرض فرمایا تو اعداء اسلام نے اس حکم پر شدت اور سختی کا الزام لگایا حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اس قصاص کے حکم میں خود ہی اتنی آسانی فرمادی ہے کہ اگر ورثاء مقتول چاہیں تو قاتل کو بالکل ہی معاف کردیں چاہے قاتل سے دیت (خون بہا) لے لیں یا باہمی رضامندی سے جتنے مال پر چاہیں صلح کرلیں چنانچہ اس سہولت کا اظہار بھی فرمادیا ہے ذلک تخفیف من ربکم ورحمۃ کہ دیکھو ایک طرف یہودی مذہب میں اتنی سختی ہے کہ قصاص (جان کے بدلے جان) کے سوا اور کوئی صورت نہیں دوسری جانب عیسائی مذہب میں قاتل کو کسی صورت میں بھی قتل نہیں کیا جاسکتا دیت کے سوا اور کوئی بدلہ لینے کی سبیل ہی نہیں حالانکہ بعض قاتل اتنے خطرناک ہوتے ہیں کہ ان کو قتل کئے بغیر امن قائم ہی نہیں ہوسکتا اسی لئے اسلام نے ورثاء مقتول کو اختیار دے دیا کہ اگر وہ قاتل کے خطرناک ہونے کی بناء پر جان کے بدلے جان لینا ہی ضروری سمجھیں اور اس پر مصر ہوں تو بیشک قتل کرنا ضروری ہوگا اور آخر میں فرمادیا۔

ولکم فی القصاص حیوۃ یا اولی الالباب (اے عقلمند وقصاص لینے میں ہی تمہاری زندگیوں کا تحفظ ہے) قتل کا سدباب بدلہ لئے بغیر ممکن نہیں خواہ جان کے بدلے میں جان ہو خواہ خون بہا لینا اس لئے کہ قاتل سے ڈر کر یا مرعوب ہوکر یا ترس کھا کر اسے چھوڑ دینا انتہائی خطرناک ہے۔

۲۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے نماز وغیرہ عبادات کے لئے غسل یا وضو کو شرط قرار تو دیا مگر اسی کے ساتھ پانی نہ ملنے کے وقت تیمم کی سہولت عطا فرمادی جو صرف امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی خصوصیت ہے اور فرمادیا۔

مایرید اللہ لیجعل علیکم من حرج ولکن یرید لیطھرکم ولیتم نعمتہ علیکم لعلکم تشکرون (سورۃ المائدہ آیت ۶)

اللہ تم کو تنگی میں ڈالنا نہیں چاہتا بلکہ وہ تو چاہتا ہے کہ تم کو (ظاہری اور باطنی نجاستوں سے) پاک کردے اور تم پر اپنی نعمت کامل کردے تاکہ تم اس کا شکر ادا کرو۔

۳۔ اسی طرح پورے دین اسلام اور اس کے احکام سے تنگی اور سختی کی نفی فرماتے ہیں۔

وما جعل علیکم فی الدین من حرج (حج ع۱۷)

اور اللہ تعالیٰ نے تمہارے اوپر دین (کے احکام) میں مطلق تنگی نہیں رکھی۔

جب اللہ تعالیٰ نے اپنے احکام میں ہر طرح کی آسانی اور سہولت رکھی ہے اور تخفیف کا اعلان کیا ہے تو تم اپنے آپ کو ساری ساری رات عبادت گزاری کا اور بارہ مہینے روزے رکھنے کا عہد کرکے اپنے آپ کو مصیبت میں کیوں ڈالتے ہو اندیشہ ہے کہ یہ ناشکری میں شمار ہو اور تم بجائے اجر وثواب کے کفران نعمت کی سزا کے مستحق بن جاؤ لہٰذا خدا پرستی اور عبادت گزاری میں میانہ روی اور اعتدال کو اختیار کرو۔

علاوہ ازیں رات دن اس طرح عبادت میں بے تحاشا منہمک ہونے کی وجہ سے بہت سے ایسے خداوندی احکام جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے ذمے عائد کئے ہیں مثلاً حلال روزی کمانا اور اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق اس کو صحیح مصرف میں خرچ کرنا اولاد کی پرورش کرنا اور اہل وعیال کی خدا اور رسول کے فرمانے کے مطابق تربیت کرنا علم دین حاصل کرنا کرانا اسی طرح وہ تمام حقوق العباد جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے ذمے عائد کئے ہیں وہ سب ترک ہو جائیں گے اور قیامت کے دن شب وروز کی اس عبادت کے اجر وثواب اور گناہوں کی مغفرت کے بجائے ان تمام احکام الٰہیہ کے ترک کرنے کے مجرم بنو گے خصوصاً حقوق العباد کہ ان کو تو اللہ تعالیٰ بھی معاف نہ فرمائیں گے اس لئے اعتدال اور میانہ روی کو اختیار کئے بغیر اللہ تعالیٰ کے تمام احکام (مامورات ومنہیات) پر عمل ہو ہی نہیں سکتا۔

دُعا کیجئے

اے اللہ! آپ ایسے خدا تو نہیں ہیں جسے ہم نے گھڑ لیا ہو اور نہ آپ ایسے پروردگار ہیں جن کا ذکر نا پائیدار ہو کہ ہم نے اسے گھڑ لیا ہو اور نہ آپ کے اور ساتھی ہیں جو حکم میں آپ کے شریک ہوں اور نہ آپ سے پہلے ہی ہمارا کوئی معبود تھا جس سے ہم پناہ حاصل کرتے رہے ہوں اور آپ کو چھوڑ دیتے ہوں ورنہ کسی نے ہماری پیدائش میں آپ کی مدد کی ہے کہ ہم اسے آپ کے ساتھ شریک سمجھیں۔ آپ بابرکت اور برتر ہیں۔ پس ہم آپ سے سوال کرتے ہیں اے وہ کہ آپ کے سوا کوئی معبود نہیں آپ مجھے بخش دیجئے۔ اے اللہ آپ نے ہی میری جان کو پیدا کیا ہے۔ اور آپ ہی اسے موت دیں گے۔ آپ کے ہی ہاتھ میں اس (جان) کا مرنا اور جینا ہے۔ آپ اگر اسے زندہ رکھتے ہیں تو اس کی ایسی حفاظت فرمائیں جیسی کہ آپ اپنے نیک بندوں کی حفاظت کرتے ہیں اور اگر آپ اسے موت دے دیتے ہیں تو آپ اسے بخش دیجئے اور اس پر رحم فرمائیے۔ اے اللہ آپ مجھے علم کے ساتھ مدد دیجئے، وقار کے ساتھ آراستہ کیجئے۔ تقویٰ کے ساتھ بزرگی دیجئے اور امن چین کے ساتھ مجھے جمال دیجئے۔

اے اللہ! میں اور (دوسرے) لوگ اس زمانہ کو نہ پائیں جس میں نہ صاحب علم کی پیروی کی جائے اور نہ صاحب علم کا لحاظ کیا جائے اور ان کے دل عجمیوں کی طرح ہو جائیں اور ان کی زبانیں اہل عرب کی طرح ہو جائیں۔

اے اللہ! میں آپ سے وعدہ لیتا ہوں جسے آپ ہرگز نہ توڑیئے گا کہ میں بھی آخر بشر ہی ہوں سو جس کسی مسلمان کو میں تکلیف دوں یا اسے بُرا بھلا کہوں یا اسے ماروں پیٹوں یا اسے بددعا دوں تو آپ اس (سب) کو ان کے حق میں رحمت، پاکیزگی اور قربت کا ذریعہ بنا دیجئے جس سے آپ اس کو مقرب بنالیں۔

حد سے زیادہ مشقت اور حرص عبادت کا انجام

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ (ایک دن) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے اور اس وقت ایک عورت میرے پاس بیٹھی تھی آپ نے دریافت کیا یہ کون ہے؟ حضرت عائشہؓ نے عرض کیا یہ فلاں عورت (خولہ بنت تویت) ہے اس کے متعلق مشہور ہے کہ ساری رات نماز پڑھتی ہے آپ نے فرمایا باز آؤ تم پر لازم ہے کہ تم اتنی عبادت کرو جتنی طاقت ہے (یعنی جتنی برداشت کرسکو) اس لئے کہ خدا کی قسم اللہ نہیں اکتائے گا تم ہی اکتا جاؤ گے اللہ تعالیٰ کو وہی دین (عبادت) پسند ہے جس پر عبادت کرنے والا ہمیشہ قائم رہ سکے۔ بخاری و مسلم نے روایت کیا۔

کلمہ مہ (عربی میں) جھڑکنے اور منع کرنے کے لئے استعمال ہوتا ہے اور لا یمل اللہ (اللہ نہیں اکتاتا) کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ تمہیں ثواب دینا بند نہیں کرتا اور تمہارے اعمال کی جزا دینے سے بیزار نہیں ہوتا اور اکتا جانے والے کا سا معاملہ نہیں کرتا کہ بیزار ہو کر ثواب دینا موقوف کردے یہاں تک کہ تم ہی اکتا جاؤ اور عبادت ہی ترک کر بیٹھو (اور بالکل ہی ثواب سے محروم ہو جاؤ) پس تمہارے لئے مناسب یہ ہے کہ جتنی عبادت ہمیشہ برداشت کرسکو اتنی ہی عبادت کرو تا کہ اجر و ثواب (کا سلسلہ ہمیشہ جاری رہے اور اس کا فضل ہمیشہ تمہارے شامل حال رہے۔

تشریح: اس حدیث میں جو ملال کی نسبت اللہ تعالیٰ وتقدس کی طرف کی گئی ہے حالانکہ ملال ایک نقص اور کمزوری ہے اور اللہ تعالیٰ تمام نقائص اور عیوب سے پاک ہیں اس کی حقیقت بتلانا چاہتے ہیں کہ ملال کا لفظ اللہ تعالیٰ کی طرف اس کے نتیجہ یعنی ترک کے اعتبار سے منسوب کیا گیا ہے یا مشابہت ومشاکلت کے طور پر استعمال کیا گیا ہے ورنہ تو اللہ تعالیٰ ملال کے حقیقی معنی کے اعتبار سے ملال یا کسل سے بالکل پاک ہیں یہی دو توجیہیں ان تمام الفاظ کے بارے میں کی جاتی ہیں جو حدوث وتغیر پر دلالت کرتے ہیں اور انفعالی صفات ہیں مثلاً ان اللہ لا یستحی (الایۃ) کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی طرف حیا کی نسبت حیا کے نتیجہ یعنی ترک کے اعتبار سے کی گئی ہے اور لا یستحی کے معنی ہیں لا یترک اسی طرح اس حدیث میں لا یمل کے معنی ہیں لا یقطع اور یعاملکم معاملۃ الممال میں دوسری توجیہ مشاکلت کی طرف اشارہ ہے۔

بہرحال ہوتا یہ ہے کہ انسان خصوصاً جوانی میں عبادت گزاری اور پرہیزگاری کے فضائل اور عظیم اجر وثواب کے تذکرے واعظوں سے سن کر یا کتابوں میں پڑھ کر اپنی موجودہ قوت وفرصت اور آئندہ جسمانی طاقت کے انحطاط اور مصروفیت کے فرق کو نظرانداز کر کے نفلی عبادات صوم وصلوٰۃ اور نفلی صدقات کے شوق میں رات بھر جاگنا اور نمازیں پڑھنا اور مسلسل روزے رکھنا زیادہ سے زیادہ صدقہ وخیرات کرنا شروع کر دیتا ہے اور اپنی قوت برداشت سے بہت زیادہ کام کرنے لگتا ہے مگر کچھ عرصہ کے بعد جسمانی قوتیں اور مالی وسعت وفراوانی جواب دے دیتے ہیں اور وہ تمام نفلی عبادتیں اور صدقات وخیرات بادل ناخواستہ ترک کر دینے پر مجبور ہو جاتا ہے اور اس محبوب مشغلہ سے محروم ہو جاتا ہے اور اس محبوب مشغلہ سے محروم ہونے پر ایسی بے دلی اور بیزاری کی کیفیت طاری ہوتی ہے کہ فرائض میں بھی سستی یا ترک کرنے کی نوبت آجاتی ہے اور اجر وثواب کے بجائے

عذاب وعتاب کا مستحق بن جاتا ہے یہ نتیجہ اور ردعمل اس بے اعتدالی کا ہوتا ہے جو ابتداء میں اختیار کی جاتی ہے اس لئے فرض عبادتیں تو فرض ہیں انہیں تو بہر حال ادا کرنا ہے باقی ان میں بھی آسانیاں اور سہولتیں اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی ہیں ان سے ضرور فائدہ اٹھانا چاہئے کہ یہی شکر نعمت ہے باقی رہیں نفل عبادتیں ان میں خوب سوچ سمجھ کر رفتہ رفتہ اضافہ کرنا چاہئے اپنی صحت موجودہ اور آئندہ بدنی ومالی طاقت کو پیش نظر رکھ کر اس طرح بڑھنا چاہئے کہ جو قدم بڑھیں پیچھے نہ ہٹانا پڑیں یعنی جو نفل عبادت شروع کرے اسے ترک کرنے کی نوبت نہ آئے خواہ کتنی ہی کم ہو مگر بڑھنے کی یہ رفتار برابر جاری رہنی چاہئے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ سے زیادہ سے زیادہ قرب حاصل کرنے کا ذریعہ یہی نفل عبادتیں ہیں جیسا کہ آپ حدیث قدسی ماذال العبدیتقرب الی بالنوافل کی تشریح کے ذیل میں پڑھ چکے ہیں۔

بہر حال مداومت ضروری ہے ورنہ استقامت کے خلاف ہوگا اس کی تفصیل باب استقامت کے ذیل میں پڑھ چکے ہیں دوبارہ پڑھ لیجئے استقامت نہایت ضروری ہے۔

دُعا کیجئے

اے اللہ! میں برص، ضداضدی، نفاق، بُرے اخلاق اور ہر اس چیز کی بُرائی سے جو آپ کے علم میں ہے۔آپ کی پناہ میں آتا ہوں۔ اہل دوزخ کے حال سے اور (خود) دوزخ سے اور ہر اس چیز سے خواہ وہ قول ہو یا عمل جو اس (دوزخ) سے قریب کرے اور ہر اس چیز کی بُرائی سے جو آپ کے قبضہ میں ہے اور میں اس بُرائی سے جو آج کے دن میں ہے اور ہر اس بُرائی سے جو اس (دن) کے بعد ہے اور اپنے نفس کی بُرائی، شیطان کی بُرائی، شیطان کے شرک اور اس سے کہ ہم کسی شر کو اپنے اوپر لگائیں یا اسے کسی مسلمان تک پہنچائیں آپ کی پناہ میں آتا ہوں۔ میں کوئی ایسی خطا یا گناہ کروں جسے آپ نہ بخشیں اور قیامت کے دن تنگی سے آپ کی پناہ میں آتا ہوں۔

اے اللہ! میری شرم گاہ کی حفاظت فرمایئے اور مجھ پر میرے کام آسان کر دیجئے۔

اے اللہ! میں آپ سے وضو کا کمال، نماز کا کمال، آپ کی خوشنودی اور مغفرت کا کمال مانگتا ہوں۔

اے اللہ! مجھے میرا نامہ اعمال میرے داہنے ہاتھ میں دیجئے گا۔

اے اللہ! مجھے اپنی رحمت میں ڈھانپ لیجئے اور مجھے اپنے عذاب سے بچائے رکھئے گا۔اے اللہ میرے قدم ثابت رکھئے جس دن قدم ڈگمگانے لگیں۔ اے اللہ! ہمیں فلاح یاب بنا دیجئے۔

اے اللہ! اپنے ذکر سے ہمارے دلوں کے تالے کھول دیجئے اور ہم پر اپنی نعمت اور اپنے فضل کو پورا کیجئے اور ہمیں اپنے نیک بندوں میں سے فرما دیجئے۔

اے اللہ! مجھے اس سب سے بڑھ کر دے دیجئے جو آپ اپنے نیک بندوں کو عطا فرماتے ہیں۔

اے اللہ! مجھے مسلمان ہی زندہ رکھئے اور مسلمان ہی (رکھ کر) مجھے وفات دیجئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا میانہ روی پر مبنی اسوہ حسنہ

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ تین شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کے متعلق استفسار کرنے کی غرض سے ازواج مطہرات کی خدمت میں حاضر ہوئے تو جب ان کو (درون خانہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادات کی تفصیلات بتلائی گئیں) کہ آپ رات کو سوتے بھی ہیں حاجت بھی پوری کرتے ہیں اور تہجد کی نماز بھی پڑھتے ہیں ہر مہینہ میں روزے بھی رکھتے ہیں اور نہیں بھی رکھتے تو انہوں نے گویا اس عبادت کو بہت تھوڑا سمجھا اور کہا ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا نسبت آپ کے تو اگلے پچھلے کردہ ناکردہ سب گناہ معاف کردیئے گئے ہیں (اور ہم تو سراپا گناہ ہیں ہمیں تو اپنی پوری زندگی عبادت کے لئے وقف کر دینی چاہئے) چنانچہ ان میں سے ایک نے کہا: بھئی میں تو ہمیشہ ساری رات نماز پڑھا کروں گا (اور سونا یا آرام کرنا بالکل ترک کردوں گا) دوسرے نے کہا: میں ہمیشہ دن کو روزہ رکھا کروں گا (ایک دن بھی) روزہ ترک نہ کروں گا تیسرے نے کہا میں عمر بھر عورتوں سے الگ رہوں گا اور کبھی شادی نہ کروں گا اتنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے اور آپ نے فرمایا تم ہی نے ایسا اور ایسا کہا ہے (کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تو اگلے پچھلے اور کردہ ناکردہ سب گناہ معاف کردیئے گئے ہیں آپ کو عبادت کی کیا ضرورت ہے اور ہم تو سرتاپا گناہ گار ہیں ہمیں تو اپنی ساری زندگی عبادت میں صرف کردینی چاہئے چنانچہ تم نے عمر بھر ساری رات عبادت کرنے اور دن بھر ہمیشہ روزہ رکھنے اور عمر بھر شادی نہ کرنے کا عہد کیا ہے آپ نے فرمایا: سنو! میں خدا کی قسم تم سے بدرجہا زیادہ خدا سے ڈرتا ہوں اور تم سے بدرجہا زیادہ اللہ کی نافرمانی سے (ڈرتا اور) بچتا ہوں۔ اس کے باوجود میں دن میں کبھی روزے بھی رکھتا ہوں کبھی افطار بھی کرتا ہوں (روزے نہیں بھی رکھتا) رات میں سوتا بھی ہوں اور عبادت بھی کرتا ہوں اور عورتوں سے شادی بھی کی ہے اپنی اور ان کی حاجت بھی پوری کرتا ہوں پس جس نے میری سنت (اس طریق خدا پرستی) سے اعراض کیا اس کا مجھ سے کوئی علاقہ نہیں۔ (بخاری ومسلم دونوں نے روایت کیا)

تشریح: ان تینوں شخصوں نے عبادت اور پرہیزگاری کا مقصد صرف گناہوں کی مغفرت کو سمجھا تھا اسی غلط فہمی کی بنا پر آپ کو عبادت سے مستغنی اور اپنے کو زیادہ سے زیادہ عبادت کا محتاج سمجھا تھا آپ نے انی لاخشاکم للہ واتقاکم لہ فرما کر اس غلط فہمی کو دور فرمایا کہ عبادت کا اصلی محرک تو علماً خدا کی ذات وصفات کی معرفت اور اس کی عظمت وجلال کے اعتراف کی بنا پر دل میں پیدا شدہ خشوع وخضوع ہے اور عملاً اس کے تمام احکام (مامورات ومنہیات) کی اطاعت وفرمانبرداری ہے اول کمال علمی ہے اور دوسرا کمال عملی ہے گناہوں کی مغفرت تو ایک ثمرہ ہے جو اس علمی اور عملی کمال پر آپ سے آپ مرتب ہوتا ہے لہٰذا اللہ تعالیٰ کی عبادت اسی کے حکم کے تحت کرنی چاہئے گناہوں کا ہونا یا نہ ہونا یا مغفرت کا ہونا یا نہ ہونا عبادت کا مقصد ہرگز نہیں اگر گناہ ہوں گے تو معاف ہوجائیں گے نہ ہوں گے تو یہ خدا شناسی اور خداترسی یعنی عبادت اللہ تعالیٰ سے زیادہ سے زیادہ قرب اور رفع درجات کا موجب ہوگی یہی ہے میری سنت اور طریق خداپرستی

ان لوگوں پر گناہوں کا ہول اس قدر سوار تھا کہ انہوں نے ان تمام خدائی احکام کو نظر انداز کردیا تھا جو اللہ تعالیٰ نے دن اور رات میں حقوق العباد کے طور پر فرض کئے ہیں جس میں اہل

وعیال اعزہ واقربا کے علاوہ خود ان کے نفس اور اعضائے بدن کے تقاضے بھی شامل ہیں اگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے طرز عمل کو بیان فرما کر اور **فمن رغب عن سنتی فلیس منی** کی تنبیہ نہ فرماتے تو یقیناً ان تمام احکام پر عمل نہ کرنے کی بناء پر جو حقوق العباد سے متعلق ہیں مزید گنہگار ہوتے گناہوں کی مغفرت کے بجائے ایسے گناہوں کے مرتکب ہوتے جو اللہ تعالیٰ بھی معاف نہ فرمائیں گے۔

بہرحال دو چیزیں ہیں اللہ تعالیٰ کی عظمت اور جلالت کی معرفت یہ کمال علمی ہے دوسری چیز ہے اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور فرمانبرداری یہ کمال عملی ہے انہی دو چیزوں کا نام عبادت ہے اور ظاہر ہے کہ ان دونوں قسم کے کمالوں میں خدا کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر تو کیا برابر بھی بلکہ آپ کے آس پاس بھی کوئی نہیں پہنچ سکتا اس لئے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام فطری طور پر گناہوں سے معصوم ومحفوظ ہوتے ہیں ان سے کوئی گناہ یا معصیت سرزد ہو ہی نہیں سکتی ہاں بعض اوقات بتقاضائے بشریت منشائے خداوندی کو سمجھنے میں غفلت ہو جاتی ہے اور خلاف اولیٰ امور سرزد ہو جاتے ہیں جن پر اللہ تعالیٰ فوراً یا تاخیر سے متنبہ فرما دیتے ہیں یہی حقیقت ہے ان کے گناہوں کی اور گناہوں کو معاف کر دینے کی۔

اور زیادہ واضح الفاظ میں یوں کہئے کہ عام انسانوں کی خدا پرستی کا معیار تو یہ ہے کہ جن کاموں پر عمل کرنے کا حکم دیا ہے ان پر عمل کریں اگر عمل نہ کریں گے تو گنہگار ہوں گے اور جن کاموں سے منع کیا ہے ان کے پاس بھی نہ جائیں اگر ان کاموں کا ارتکاب کریں گے تو گنہگار ہوں گے لیکن انبیائے کرام کا فرض ہوتا ہے کہ وہ منشائے الٰہی کو سمجھیں اور اس پر عمل کریں اگر منشائے الٰہی کے خلاف کوئی کام کر بیٹھتے ہیں تو اس پر فوراً یا بتاخیر تنبیہ کر دی جاتی ہے اسی لئے عرفاء کا مقولہ ہے **حسنات الابرار سیئات المقربین** (نیک لوگوں کے بعض اچھے کام مقربین کی سیئات (خطائیں) ہوتی ہیں اسی حقیقت کو فارسی زبان میں اس طرح ادا کیا گیا ہے مقربان رابیش بود حیرانی مقربین کو بہت زیادہ حیرانی ہوتی ہے حقوق العباد کی اہمیت آگے آتی ہے۔

دُعا کیجئے

اے اللہ! کافروں کو عذاب دیجئے اور ان کے دلوں میں ہیبت بٹھا دیجئے اور ان کی بات میں اختلاف پیدا فرما دیجئے۔ اور ان پر اپنا قہر وعذاب نازل فرمائیے۔

اے اللہ! کافروں کو عذاب دیجئے چاہے وہ اہل کتاب ہوں یا مشرک، جو آپ کی آیتوں کا انکار کرتے ہیں اور آپ کے رسولوں کو جھٹلاتے ہیں اور آپ کی راہ سے (دوسروں کو) روکتے ہیں اور آپ کی (مقرر کی ہوئی) حدود سے تجاوز کرتے ہیں اور آپ کے ساتھ کسی اور معبود کو بھی پکارتے ہیں۔ حالانکہ آپ کے علاوہ کوئی بھی معبود نہیں آپ بابرکت ہیں اور ہر طرح نہایت درجہ برترہ ہیں اس سے جو یہ ظالم کہتے ہیں۔

اے اللہ! آپ ہمیں بخش دیجئے اور تمام اہل ایمان والے مرد وعورت اور تمام اسلام والے مرد وعورت کو بخش دیجئے اور انہیں سنوار دیجئے اور ان کی آپس میں صلح کر دیجئے اور ان کے دلوں میں الفت ڈال دیجئے اور ان کے دلوں میں حکمت وایمان رکھ دیجئے اور انہیں اپنے رسول کے دین پر ثابت رکھئے اور انہیں توفیق عطا فرمائیے کہ جو نعمت آپ نے انہیں نصیب فرمائی ہے وہ اس کا شکر ادا کرتے رہیں۔ اور جو عہد آپ نے ان سے لیا ہے وہ اسے پورا کرتے رہیں اور انہیں اپنے اور ان کے دشمنوں پر غالب رکھئے۔

سخت کوش عبادت گزار اور تشدد پسند لوگوں کو تنبیہ

وعن ابن مسعود رضی الله عنه ان النبی صلی الله علیه وسلم قال: هلک المتنطعون قالها ثلاثا (مسلم)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہلاک ہو گئے (اپنے اوپر) سختی کرنیوالے، ہلاک ہو گئے (اپنے اوپر) سختیاں کرنیوالے، ہلاک ہو گئے سختیاں اٹھانے والے، تین مرتبہ فرمایا۔

تشریح: بے جا اور بے محل سختیاں برداشت کرنے کی چند مثالیں اور ان کے ضرر رساں خطرناک نتائج۔

۱۔ اللہ تعالیٰ نے بیمار ہو جانے یا مرض بڑھ جانے کے خوف کی بنا پر پانی سے وضو کرنے کی بجائے پاک مٹی کے تیمم کر لینے کی اجازت فرمادی ہے اس کے باوجود کوئی شخص کہے میرا تو دل نہیں مانتا اور پانی سے غسل یا وضو کرے اور بیمار پڑ جائے یا مرض بڑھ جائے۔

۲۔ اللہ تعالیٰ نے سفر میں چار رکعت کے بجائے دو رکعت فرض نماز پڑھنے کا حکم دیا ہے کوئی شخص نہ صرف فرضوں میں دو کے بجائے چار رکعت پڑھے بلکہ فرضوں سے پہلے اور بعد کی سنتیں اور نفل بھی پڑھنے پر اصرار کرے چاہے اتنی دیر میں ریل چھوٹ جائے یا ہوائی جہاز پرواز کر جائے اور سفر سے رہ جائے۔

۳۔ رمضان المبارک میں اللہ تعالیٰ نے سفر یا مرض کی حالت میں روزے نہ رکھنے اور رمضان کے بعد سال بھر میں جس وقت بھی آسانی سے ممکن ہو ان روزوں کی قضا کر لینے کی اجازت عطا فرمائی ہے مگر اس اجازت سے فائدہ اٹھانے کے بجائے کوئی شخص کہے کہ میرا تو دل نہیں مانتا اور بیماری یا سفر کی حالت میں ہی روزے رکھے اور مرض بڑھ جائے یا لاعلاج ہو جائے سفر میں کتنی ہی نا قابل برداشت تکلیفیں اور مشقتیں اٹھانی پڑیں اور روزے رکھ کر گونا گوں مصیبتوں میں گرفتار ہو۔

۴۔ اللہ تعالیٰ نے قتل ناحق کا بدلہ لینے میں ورثاء مقتول کو اختیار دیا ہے کہ چاہیں تو ظالم قاتل سے قصاص لیں اور قتل کریں چاہیں بالکل معاف کر دیں اور چاہیں دیت (خون بہا) لیں اب اگر حکومت یا عدالت قاتل کی دولت مندی یا جاہ و منصب کی بنا پر یا قوم میں مقبولیت کی بنا پر ورثاء کو معاف کر دینے یا خون بہا لینے پر مجبور کریں یا اس کے برعکس ایک بھائی نے دوسرے بھائی کو قتل کر دیا ہے ورثاء مقتول یا باپ معاف کر دینا چاہیں مگر حکومت یا عدالت ورثاء یا باپ کو قصاص لینے یعنی دوسرے بیٹے کو بھی قتل کرنے پر مجبور کریں تو یہ دونوں صورتیں اس مقصد اور تخفیف کے بالکل خلاف ہوں گی جو اللہ تعالیٰ نے قصاص کے بارے میں تخفیف کا اعلان فرمایا ہے۔

یہ ہیں بے محل اور بے جا سختیوں کی چند مثالیں اور ان کے مضرت رساں اور خطرناک نتائج جو صرف اللہ تعالیٰ کی عطا کی ہوئی سہولتوں اور آسانیوں سے فائدہ نہ اٹھانے کی بناء پر برداشت کرنی پڑتی ہیں انہی کو حدیث شریف میں ہلاکت سے تعبیر کیا ہے۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے تقریباً تمام ہی شرعی احکام میں آسانیاں اور سہولتیں عطا فرمائی ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اعلان فرمایا ہے۔

ماجعل علیکم فی الدین من حرج اللہ نے دین میں تمہارے اوپر تنگی نہیں کی۔

ان سہولتوں سے فائدہ نہ اٹھانا کفران نعمت بھی ہے طرح طرح کی جسمانی اور مالی سختیاں برداشت کرنا اس ناشکری کی سزا ہے اسی لئے نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث شریف میں تین مرتبہ ایسے لوگوں کے متعلق فرمایا ہے! ہلاک ہو گئے ہلاک ہو گئے، ہلاک ہو گئے۔

دین آسان ہے دین سے زور آزمائی کرنے والوں کو نصیحت

عن ابی هريرة رضی الله عنه عن النبی صلى الله عليه وسلم قال: ان الدين يسر، ولن يشاد الدين الا غلبه، فسددوا وقاربوا وابشروا واستعينوا بالغدوة والروحة وشیء من الدلجة (بخاری)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بلاشبہ دین تو (بہت) آسان ہے لیکن دین پر (عمل کے بارے میں) جب بھی زور آزمائی کی جائے گی دین ہی غالب آ جائے گا لہٰذا (دین پر عمل کے بارے میں) راستی پر قائم رہو اور میانہ روی اختیار کرو اور خوشخبری حاصل کرو کہ (تم نے مقصد کو پالیا اور (دین کے احکام پر قائم رہنے کے بارے میں) صبح کے وقت سے اور شام کے وقت سے اور کسی قدر آخر شب سے مدد حاصل کرو۔

تشریح: بخاری ہی کی ایک اور روایت میں آیا ہے: راستی پر قائم رہو اور میانہ روی اختیار کرو اور صبح کا وقت اختیار کرو اور شام کا: اور کسی قدر آخر شب کا! اعتدال کو اختیار کرو اعتدال کو (افراط وتفریط سے بچو) تو مقصد کو پہنچ جاؤ گے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول لن یشاد الدین میں الدین مرفوع (پیش کے ساتھ) اور لن یشاد فعل مجہول کا نائب فاعل ہے اسی روایت میں لن یشاد الدین احد بھی آیا ہے اس روایت کے مطابق لن یشاد فعل معروف ہوگا اور الدین مفعول منصوب (زبر کے ساتھ) پڑھا جائے گا اور احد فاعل مرفوع (پیش کے ساتھ) ہوگا اور الا غلبہ کا مطلب یہ ہے کہ دین ہی غالب آئے گا اور یہ زور آزمائی کرنے والا دین کے مقابلہ سے عاجز آ جائے گا اس لئے کہ دین کے طریقے (اعمال) بہت زیادہ (بلکہ بے شمار ہیں) اور الغدوۃ کے معنی ہیں دن کے اول حصہ میں یعنی صبح کے وقت سفر کرنا اور الروحۃ کے معنی ہیں دن کے آخری حصہ میں یعنی شام کے وقت سفر کرنا اور الدلجۃ کے معنی ہیں رات کے آخری حصہ میں سفر کرنا سفر کے یہ تین وقت استعارہ ہیں اوقات نشاط کار سے اور مثال کے طور پر مطلب یہ ہے کہ تم خدائے بزرگ و برتر کی عبادت میں اپنے نشاط اور قلبی اطمینان کے اوقات سے مدد لو اس طرح کہ تم ان اطمینان کے اوقات میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو تا کہ تم کو اللہ تعالیٰ کی عبادت وطاعت میں لطف ولذت محسوس ہو اور تم عبادت سے دل برداشتہ اور بیزار نہ ہو اور اپنا مقصد (رضاء الٰہی) حاصل کرنے میں کامیاب ہو جیسا کہ ایک تجربہ کار مسافر صرف ان تین وقتوں میں (جو سب سے زیادہ موزوں ہیں) سفر کرتا ہے اور باقی اوقات میں خود بھی آرام کرتا ہے اور سواری کا اونٹ بھی اور بغیر تھکے ہارے اور بغیر مشقت اٹھائے اپنی منزل مقصود پر پہنچ جاتا ہے (اس کے برعکس ایک متشدد اور بے تحاشی عبادت گزار دیندار کی مثال اس ناتجربہ کار مسافر کی سی ہے جو اپنی اونٹنی کو بے تحاشا دوڑاتا ہے نہ خود آرام کرتا ہے نہ اونٹنی کو آرام لینے دیتا ہے آخر کار اونٹنی تھک کر چور اور نڈھال ہو جاتی ہے اور سفر ادھورا رہ جاتا ہے نہ راستہ طے ہوتا ہے نہ اونٹنی چلنے کے قابل رہتی ہے جیسا کہ بیہقی کی روایت میں ارشاد فرمایا ہے۔

فان السائر المنبت لا ارضاً قطع ولا ظهراً ابقى.

اس لئے کہ ایک بے تحاشا دوڑانے والا مسافر نہ مسافت ہی طے کر پاتا ہے نہ سواری کو ہی سفر کے قابل رہنے دیتا ہے۔

سادہ لفظوں میں حدیث کا مطلب یہ ہے کہ عبادت اور اجر وثواب کے کاموں کی جو توفیق اور ذوق شوق اللہ تعالیٰ

نے تمہیں عطا فرمایا ہے یہ بڑی قابل قدر نعمت ہے اس سے نہایت اعتدال اور میانہ روی سے کام لو اور رفتہ رفتہ اس طرح اعتدال کے ساتھ چلو کہ جو قدم اٹھے آگے بڑھے پیچھے نہ ہٹے تاکہ مرتے دم تک یہ عبادت وطاعت کا سلسلہ قائم رہے اور اجر وثواب ملتا رہے تم انسان ہو اور انسان کی فطرت خلقی طور پر ایسی واقع ہوئی ہے کہ وہ اچھی سے اچھی چیز سے کچھ عرصے کے بعد اکتا جاتا ہے اور بیزار ہو کر چھوڑ بیٹھتا ہے ایسا نہ ہو کہ یہ عبادت وطاعت کا جذبہ اور ذوق شوق جو تم کو نصیب ہوا ہے تمہارے غلط طریقے پر استعمال کرنے کی وجہ سے بالکل ہی ختم ہو جائے یا اس میں کچھ فتور آ جائے اور تم اس اجر وثواب سے جو مل رہا تھا محروم ہو جاؤ اس صورت میں اللہ تعالیٰ کا تو کچھ نقصان نہ ہوگا وہ بہر حال تمہاری عبادت سے بالکل بے نیاز ہے نقصان تمہارا ہوگا کہ تم سرتاپا اس کے فضل کے محتاج ہو تمہارا اس بے اعتدالی کی بنا پر بندگی کا وہ جذبہ اور ذوق وشوق ختم ہو جائے گا اور تم اجر وثواب سے محروم ہونے کے علاوہ ایک عظیم نعمت سے بھی محروم ہو جاؤ گے اس لئے دن میں کام کرنے کا بہترین وقت صبح کا ہے فجر کی نماز پڑھنے کے بعد سے اشراق کے وقت تک تسبیح وتہلیل یا ذکر اللہ میں یا تلاوت کلام اللہ میں مصروف رہا کرو اور سورج نکلنے اور کافی بلند ہونے کے بعد چار رکعت اشراق کی نماز پڑھ کر خواہ آرام کیا کرو خواہ اور دینی ودنیاوی معاشی کاروبار میں مصروف ہو جایا کرو فرصت ملے تو زوال سے پہلے چار رکعت نماز چاشت کی پڑھ لیا کرو ظہر کی نماز کے بعد کچھ دیر آرام (قیلولہ) کیا کرو اس کے بعد سے عصر کی نماز تک کام دھندوں میں لگے رہو عصر کی نماز کے بعد سے مغرب تک پھر ذکر اللہ یا تسبیح وتہلیل میں مصروف ہو جایا کرو کہ یہ شام کا وقت فراغت واطمینان سے کام کرنے کا وقت ہے رات اللہ تعالیٰ نے آرام کے لئے بنائی ہے عشاء کی نماز پڑھ کر سو جایا کرو شب کا آخری حصہ بھی عبادت کے لئے بے حد موزوں ہے اس میں جتنی میسر ہو تہجد کی نماز پڑھ لیا کرو۔

اس طرح کام کے بعد آرام اور آرام کے بعد کام کا سلسلہ برابر جاری رہے گا اور عبادت میں نشاط اور سرور وکیف بھی میسر آ جائے اور اجر وثواب کا سلسلہ بھی برابر جاری رہے گا اسکے برعکس اگر تم اس جذبہ عبادت وطاعت سے شب وروز بے تحاشا کام لوگے تو انسانی فطرت کے تقاضے کے مطابق لازمی طور پر یہ جذبہ فنا ہو جائے گا اور اس کے ردعمل کے طور پر سب کچھ چھوڑ بیٹھو گے حتیٰ کہ فرض عبادتیں بھی ترک ہونے لگیں گی اور اجر وثواب کے بجائے گناہ اور عذاب الٰہی کے سزاوار ہو جاؤ گے اور یہ نتیجہ صرف تمہارے غلط استعمال کا ہوگا اس برے انجام سے ہی حدیث شریف میں خبردار کیا گیا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک معجزہ یہ بھی تھا کہ آپ کا کلام نہایت مختصر مگر ہمہ گیر ہوتا تھا چنانچہ:

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم
اوتيت جوامع الكلم

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے جامع (ہمہ گیر) کلمات دیئے گئے ہیں۔

اسی کا یہ کرشمہ ہے کہ اس ڈیڑھ سطر کی حدیث کی تشریح میں ڈیڑھ دو صفحے صرف ہو گئے اور بفضلہ اس تشریح کی ایک سطر بھی آپ بیکار اور بھرتی کی نہ پائیں گے۔

دُعا کیجئے: اے معبود برحق! آپ پاک ہیں آپ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ میرے گناہ بخش دیجئے اور میرے عمل کو درست فرمائیے۔
بے شک آپ ہی گناہ جسے چاہتے ہیں بخش دیتے ہیں۔ اور آپ ہی مغفرت کرنیوالے، رحم کرنیوالے ہیں۔
اے بخشنے والے مجھے بخش دیجئے۔ اے توبہ قبول کرنے والے میری توبہ قبول کیجئے۔ اے بہت زیادہ رحم کرنیوالے مجھ پر رحم کیجئے۔ اے معاف کرنیوالے مجھے معاف کیجئے۔ اے مہربان مجھ پر مہربانی فرمائیے۔

دین میں رحمت اور آسانی

وعن انس رضی الله عنه قال: دخل النبی صلی الله علیه وسلم المسجد فاذا حبل ممدود بین الساریتین فقال: ما هذا الحبل؟قالوا: هذا حبل لزینب، فاذا فترت تعلقت به. فقال النبی صلی الله علیه وسلم حلوه لیصل احدکم نشاطه فاذا فتر فلیرقد (متفق علیہ)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں: (ایک مرتبہ) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، مسجد میں تشریف لائے تو اچانک ایک رسی دو ستونوں کے درمیان بندھی ہوئی دیکھی تو آپ نے دریافت کیا یہ (رسی) کیسی ہے؟ صحابہ نے عرض کیا: یہ رسی زینب کی ہے وہ جب رات کو نماز پڑھتے پڑھتے تھک جاتی ہیں اور نیند کا غلبہ ہوتا ہے تو اسی رسی سے لٹک کر (یعنی رسی کے سہارے) کھڑی ہوتی ہیں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، نے فرمایا رسی کو کھول دو (اور فرمایا) تم میں سے ہر شخص کو چاہئے کہ جب تک طبیعت میں نشاط باقی رہے (نماز پڑھے) جب نیند کے غلبہ کی وجہ سے) نشاط میں فتور آجائے تو اس کو سو جانا چاہئے۔

تشریح: جس عبادت میں لطف ولذت اور کیف وسرور حاصل نہ ہو وہ عبادت تو کیا بیگار اور زبردستی سر پڑے کا کام کا مصداق ہوگی اس سے رضا وقرب الٰہی حاصل نہیں ہوسکتا وہ آنکھوں کی ٹھنڈک دل کا سرور اور روح کے نشاط کا باعث نہیں ہوسکتی عبادت میں نشاط اور انہماک ایسا قوی ہونا چاہئے کہ تن بدن کا ہوش ہی باقی نہ رہے لیکن اس تغیر پذیر جسم اور اس کے قویٰ کے ساتھ تعلق رہتے ہوئے یہ مدہوشی کی کیفیت چند لمحوں یا چند ساعتوں تو باقی رہ سکتی ہے اس سے زیادہ دیر تک نہیں باقی رہ سکتی لہٰذا ان چند ساعتوں کو ہی حاصل زندگی سمجھ کر عبادت کے لئے مخصوص کر دینا چاہئے اور جونہی جسمانی عوارض نیند، تھکن یا اکتاہٹ وغیرہ کی وجہ سے اس نشاط میں فرق محسوس ہونے لگے عبادت ختم کر کے جسم کے ان ناگزیر تقاضوں کو پورا کرنا چاہئے نیند آرہی ہو تو سو جانا چاہئے تھکن محسوس ہو رہی ہو تو آرام کرنا چاہئے طبیعت اکتا گئی ہو تو کوئی دوسرا طبیعت کو مرغوب جائز مشغلہ اختیار کرنا چاہئے نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

جعلت قرة عینی فی الصلوٰة

میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں رکھی گئی ہے۔

اس حدیث میں نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم، نے ایسے ہی نشاط کے اوقات کی رہنمائی فرمائی ہے (واللہ اعلم)

نیند کی حالت میں نماز پڑھتے رہنے کا نقصان

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، نے فرمایا ہے: جب تم میں سے کوئی شخص نماز پڑھتے ہوئے اونگھنے لگے تو اسے نماز ختم کر کے اتنی دیر سو رہنا چاہئے کہ نیند کا اثر جاتا رہے اس لئے کہ تم میں سے جو شخص بھی اونگھتے اونگھتے نماز پڑھے گا تو کچھ بعید نہیں کہ وہ مغفرت کی دعا مانگنے کا قصد کرے (لیکن نیند کے غلبہ کی وجہ سے) زبان قابو میں نہ رہے تو (مغفرت کی بجائے) خود کو برا کہہ بیٹھے کو سنے لگے (مثلاً اے خدا تو مجھے معاف کردے کی بجائے اے خدا تو میرا ستیاناس کردے کہہ بیٹھے۔

تشریح: یہ حدیث پہلی حدیث کا تتمہ ہے کہ اگر نیند کے غلبے کے باوجود حرص عبادت کی بنا پر نماز پڑھتا رہے گا تو اس کا نقصان یہ ہوگا کہ پڑھنا کچھ چاہے گا اور زبان سے نکلے گا کچھ اور لہٰذا اس حالت میں نماز کے اندر اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ تو کیا اتنا بھی بھروسہ نہ رہے گا کہ نماز صحیح بھی ادا ہو رہی ہے یا نہیں ایسی نماز سے کیا فائدہ جس میں ثواب کے بجائے گنہگار ہونے کا اندیشہ ہو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا طریق کار

حضرت ابوعبداللہ جابر بن سمرہ سوائی سے روایت ہے کہتے ہیں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے (سب ہی) نمازیں پڑھا کرتا تھا تو آپ کی (جمعہ کی) نماز بھی متوسط ہوتی تھی اور (جمعہ کا) خطبہ بھی متوسط ہوتا تھا۔ مسلم

باوجودیکہ اس زمانہ میں ذریعہ ابلاغ صرف جمعہ کے خطبے ہی تھے کیونکہ مسلمان جمعہ کا بڑا اہتمام کرتے اور بیمار یا معذور لوگوں کے علاوہ سب ہی جمعہ کی نماز کے لئے مسجد نبوی میں حاضر ہوتے تھے بالفاظ دیگر مسلمانوں کا سب سے بڑا اجتماع کہئے جلسہ (جمعہ کے دن) ہی ہوتا تھا اس لئے تمام اجتماعی اور قومی ضرورتوں سے مسلمانوں کو جمعہ کے خطبے میں ہی آگاہ کیا جاتا تھا مگر آپ نے جمعہ کا خطبہ بھی نماز بھی نہ کبھی زیادہ دراز پڑھائی اور نہ زیادہ مختصر بالفاظ دیگر آپ نے خطبہ جمعہ کو سیاسی مقاصد کے لئے کبھی آلہ کار نہیں بنایا اس کے برعکس آپ کی وفات کے بعد امراء بنی امیہ نے اپنے عہد حکومت میں طویل سے طویل خطبے دینے اور مختصر سے مختصر نمازیں پڑھانی شروع کر دی تھیں اور جمعہ کے خطبے کو سیاسی اغراض و مقاصد کے لئے استعمال کرنا شروع کر دیا تھا اتنے لمبے لمبے خطبے دیتے کہ جمعہ کی نماز کا وقت ہی نکل جانے کا اندیشہ ہوتا اسی لئے نماز مختصر سے مختصر پڑھاتے اسی بے اعتدالی کے خلاف حضرت جابر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خطبوں اور نمازوں کا حال بیان کر رہے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تو نماز بھی متوسط ہوتی اور خطبہ بھی متوسط ہوتا تھا۔

دُعا کیجئے

اے پروردگار! مجھے توفیق دیجئے کہ آپ نے جو نعمت مجھے دی ہے میں اس کا شکر ادا کروں اور مجھے طاقت دیجئے کہ میں آپکی عبادت اچھی طرح کروں۔

اے پروردگار! میں آپ سے سب کی سب بھلائی مانگتا ہوں

اے پروردگار! میرا آغاز خیر سے فرمایئے اور میرا خاتمہ خیر کے ساتھ کیجئے۔ اور مجھے بُرائیوں سے بچا لیجئے اور جسے آپ نے بُرائیوں سے اس دن (قیامت) بچالیا بے شک آپ نے اس پر رحم ہی فرمایا اور یہی بڑی کامیابی ہے۔

اے اللہ! آپ ہی کیلئے سب کی سب تعریف ہے اور آپ ہی کیلئے سب کا سب شکر ہے اور آپ ہی کیلئے سب کی سب حکومت ہے اور سب کی سب مخلوق آپ ہی کیلئے ہے۔ آپ ہی کے ہاتھ میں سب کی سب بھلائی ہے اور سب کے سب اپنے امور میں آپ ہی کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ میں آپ سے سب کی سب بھلائی مانگتا ہوں اور تمام بُرائیوں سے آپ کی پناہ میں آتا ہوں۔ اس اللہ کے نام (کی برکت) سے جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔

اے اللہ! مجھ سے فکر و غم دور فرما دیجئے۔ اے اللہ! میں آپ ہی کی حمد کے ساتھ چلتا پھرتا ہوں اور اپنے گناہوں کا اعتراف کرتا ہوں۔

ایک صحابی اور ان کے خیر خواہ دوست کا طرز عمل

وعن ابی جحیفة وهب بن عبدالله رضی الله عنه قال: اخی النبی صلی الله علیه وسلم بین سلمان وابی الدرداء، فزار سلمان ابا الدرداء فرای ام الدرداء متبذلة فقال: ما شانک؟ قالت: اخوک ابو الدرداء لیس له حاجة فی الدنیا (بخاری)

ترجمہ: حضرت ابوجحیفہ وہب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلمان (فارسی) اور ابودرداء کے درمیان دینی بھائی بندی کا رشتہ قائم کر دیا تھا چنانچہ ایک مرتبہ اسی دینی اخوت کے رشتہ سے سلمان ابودرداء سے ملاقات کے لئے ان کے گھر آئے تو سلمان نے (ابودرداء کی بیوی ام درداء کو معمولی حالت میں بیوہ عورتوں کی طرح بغیر زینت و آرائش کے) دیکھا تو کہا یہ تم نے اپنا کیا حلیہ بنا رکھا ہے؟ انہوں نے جواب دیا تمہارے بھائی ابودرداء کو تو دنیاوی کاموں سے کوئی رغبت نہیں (پھر میں سنگھار کس کے لئے کروں میں تو شوہر ہونے کے باوجود بیوہ عورتوں کی طرح بے شوہر ہوں) تو (اتنے میں) ابودرداء آ گئے اور مہمان کے لئے کھانا تیار کرایا چنانچہ (دسترخوان پر کھانا رکھنے کے بعد) کہا آپ کھایئے میرا تو روزہ ہے سلمانؓ نے کہا میں اس وقت تک ہرگز نہ کھاؤں گا جب تک تم نہ کھاؤ گے (مجبوراً) ابودرداء نے بھی کھانا کھایا جب رات ہوئی تو ابودرداء (مصلیٰ سنبھال کے) نماز پڑھنے چلے تو سلمان نے کہا کہاں جاتے ہو (گھر میں جاؤ) آرام کرو (رات سونے کے لئے ہے) جب آخر شب کا وقت ہوا تو سلمان نے ابودرداء کو بلایا اور کہا اب نماز پڑھو چنانچہ دونوں نے (تہجد کی) نماز پڑھی اس کے بعد سلمان نے ابودرداء سے کہا بلاشبہ تمہارے رب کا تمہارے اوپر حق ہے (مگر) تمہارے نفس کا بھی تمہارے اوپر حق ہے اور تمہاری بیوی کا بھی تمہارے اوپر حق ہے لہٰذا (تمہارا فرض ہے کہ) تم ہر حق والے کا حق ادا کرو (اپنے رب کی عبادت بھی کرو آرام بھی کرو اور بیوی کی حاجت بھی پوری کرو) اس کے بعد ابودرداء (اور سلمان) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور پورا واقعہ بیان کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سلمان بالکل ٹھیک کہتے ہیں (ہر مسلمان کا فرض ہے کہ وہ ہر صاحب حق کا حق ادا کرے ورنہ قیامت کے دن جواب دہ ہوگا)

تشریح: اس حدیث سے شب و روز بے تحاشا عبادت کرنے کے نقصانات ظاہر ہوتے ہیں ان میں سب سے زیادہ اہم حقوق العباد کا ضیاع ہے جس سے رستگاری کی سوائے ان ارباب حقوق سے مرنے سے پہلے معاف کرانے کے اور کوئی سبیل نہیں اللہ تعالیٰ بھی حقوق العباد کو معاف نہیں فرمائیں گے عرفہ کے دن میدان عرفات میں ہی اللہ تعالیٰ نے حج مبرور ادا کرنے والوں کے سب ہی گناہوں کے معاف فرما دینے کا وعدہ فرمایا ہے مگر ردمظالم (یعنی بندے کی حق تلفیوں کے معاف کرنے کا وعدہ نہیں فرمایا اگرچہ ایک ضعیف روایت سے اتنا ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان ارباب حقوق سے حقوق معاف کرا دینے کا ذمہ لیا ہے بہرحال امت اس پر متفق ہے کہ حقوق العباد بڑی سے بڑی عبادت کرنے سے بھی معاف نہیں ہوتے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ایک حدیث میں آتا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے ہاں تین رجسٹر ہیں ایک رجسٹر تو ایسا ہے کہ جن لوگوں کے نام اس میں درج ہوں گے ان

کو اللہ ہرگز نہیں بخشے گا (اس رجسٹر میں شرک کرنے والوں کے نام درج ہوں گے اللہ تعالیٰ اعلان فرماتا ہے کہ بلاشک وشبہ شرک کرنے والوں کو ہرگز نہیں بخشے گا دوسرے رجسٹر میں جن کے نام درج ہوں گے ان کو اللہ تعالیٰ اس وقت تک چھوڑے گا نہیں جب تک کہ ان میں سے بعض کو (مظلوم کو) ظالم سے ظلم کا بدلہ نہ دلا دے گا اور تیسرے رجسٹر میں ان لوگوں کے نام ہوں گے جنہوں نے حقوق اللہ (نماز، روزہ، زکوٰۃ وغیرہ عبادتیں) ادا نہیں کیے اس رجسٹر کی اللہ تعالیٰ پرواہ نہیں کرے گا اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کو اختیار ہے چاہے سزا دے چاہے معاف کردے۔ (بیہقی نے شعب الایمان میں روایت کیا)

قیامت کے دن اس اقتصاص (بدلہ لینے کی) بھیا تک تفصیل حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث اس طرح بیان فرمائی ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ (ایک دن) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (صحابہ سے) دریافت کیا: کیا تم جانتے ہو مفلس کون ہوتا ہے؟ صحابہ نے عرض کیا ہم میں مفلس وہی ہوتا ہے جس کے پاس نہ روپیہ پیسہ ہو نہ کوئی سامان (زمین جائیداد وغیرہ ہو) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت میں (حقیقی) مفلس وہ شخص ہوگا جو قیامت کے دن نمازیں بھی لائے گا زکوٰتیں بھی، روزے بھی (لیکن) اس نے کسی کو (بے قصور) گالیاں دی ہوں گی کسی پر (ناحق) تہمتیں لگائی ہوں گی کسی کا (ناجائز طور پر) مال کھایا ہوگا کسی کا (ناحق) خون بہایا ہوگا کسی کو (بے قصور) مارا پیٹا ہوگا تو (ان تمام ظلموں اور حق تلفیوں کا اس طرح بدلہ دلایا جائے گا کہ اس ظلم اور حق تلفی کرنے والے کے تمام حسنات (عبادتیں) اس کو دے دی جائیں گی (جس پر ظلم کیا تھا یا حق تلفیاں کی تھیں) اگر نیکیاں (عبادتیں) ختم ہو جائیں گی (اور حقوق باقی رہ جائیں گے) تو اس کی برائیاں (گناہ) اس (ظلم اور حق تلفیاں کرنے والے) پر ڈال دیئے جائیں گے اور پھر اس کو جہنم کی آگ میں ڈال دیا جائے گا۔ (صحیح مسلم)

حقوق العباد اور ان کی اہمیت

ان دونوں حدیثوں کو پڑھنے کے بعد یہ نفل عبادات اور کارہائے خیر میں بے اعتدالیاں کرنے والے غور کریں کہ اجر وثواب اور قرب الٰہی حاصل کرنے کا شوق وذوق میں مست ہو کر عمر بھر دن کو روزے رکھنے رات بھر نمازیں پڑھنے کا عہد کرنے والے اپنے بیوی بچوں، قرابت داروں مہمانوں، پڑوسیوں اور عام مسلمانوں کی کس قدر حق تلفیوں کے مرتکب ہوتے ہیں اور بجائے اجر وثواب اور قرب الٰہی کے کس طرح ان حق تلفیوں کے بدلے میں جہنم کا ایندھن بنتے ہیں اعاذنا اللہ منہ اسی لئے نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم پہلی حدیث میں اپنا طریق کار اور اپنی سنت بیان کرنے کے بعد اعلان فرما دیا تھا۔

فمن رغب عن سنتی فلیس منی

پس جو شخص میری سنت سے اعراض (وانحراف) کرتا ہے اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں۔

ہمارا حال

بہرحال یہ تو ان عبادتوں میں بے اعتدالیاں کرنے والوں کا حشر ہوا ان کے پاس تو حقوق کے بدلے میں دینے کے لئے عبادات کا ذخیرہ تھا بھی جس سے کچھ نہ کچھ تلافی ہوگئی ہم تہی دامن لوگوں کے پاس تو یہ نفل عبادات کا ذخیرہ بھی نہیں ہم تو فرض عبادتیں بھی ادھوری سدھوری ادا کرتے ہیں نفل عبادتوں سے تو ہم بالکل ہی ناآشنا ہیں اور رات دن بے محابا لوگوں کی حق تلفیاں کر رہے ہیں بلا تکلف لوگوں پر تہمتیں لگاتے ہیں دھوکے اور فریب سے لوگوں کے اموال ہضم کر جانے کو تو ہم اپنا بڑا ہنر سمجھتے ہیں اور فخریہ کہتے ہیں ہم نے فلاں شخص یا تاجر یا

گاہک کو چکمہ دے کر خوب لوٹا اچھے خاصے روزہ نماز کے پابند لوگوں کا بھی معاملات اور کاروباری دنیا میں حال یہی ہے۔

حقوق العباد سے متعلق ان دو حدیثوں کو پڑھ کر ہماری آنکھیں تو کھل جانی چاہئیں خصوصاً معاملات اور کاروبار کے معاملہ میں خاص طور پر اس کا خیال رہنا چاہئے کہ کسی کا حق ہمارے ذمہ نہ رہے اس کے علاوہ عائلی (خاندانی) اور اجتماعی (معاشرتی) زندگی کے اندر بھی ہر شخص کا حق ادا کرنا چاہئے اس کوشش کے بعد بھی جن لوگوں کے حق ذمے رہ جائیں ان سے اور اگر وہ وفات پا گئے ہوں تو ان کے ورثاء سے معاف کرا لینے چاہئیں اور پھر بھی اگر کچھ حقوق رہ جائیں تو ان اصحاب حقوق کے لئے مغفرت کی دعا کرنی چاہئے اور اپنا نام دوسرے رجسٹر ردمظالم (ادائے حقوق العباد میں) نہ آنے دینا چاہئے اللہ تعالیٰ ہمیں اور آپ کو اس کی توفیق عطا فرمائیں۔

عبادات میں بے اعتدالی کا اور نقصان

عبادات میں بے اعتدالی کا ایک نقصان یہ بھی ہے کہ ایسی حالت میں لازمی طور پر اصحاب حقوق کے حقوق ذمہ رہ جاتے ہیں لیکن عام طور پر حقوق العباد کے ادا نہ کرنے کو ہم کوئی گناہ ہی نہیں سمجھتے اسی لئے ہم نہایت بے دردی سے اصحاب حقوق کے حق برباد کر رہے ہیں اور جن کے حقوق ادا بھی کرتے ہیں مثلاً بیوی کے بال بچوں کے ماں باپ کے مہمانوں اور پڑوسیوں کے وہ بھی محض روایتی خوش خلقی اور رواداری کی بنا پر ادا کرتے ہیں نہ کہ شریعت کی پابندی اور اللہ رسول کے حکم کی اطاعت کی بنا پر اس لئے کہ ہم اس کو کار ثواب سمجھتے ہی نہیں کتنی بڑی بدنصیبی اور محرومی ہے کہ سب کچھ کرتے ہیں مگر سب بیکار' آخرت میں ذرہ برابر کام نہ آئے گا اس لئے کہ حدیث میں نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے لکل امرء مانوی (ہر شخص کو وہی ملے گا جس کی اس نے نیت کی) ہم صرف دنیاداری اور منہ دکھاوے کے لئے کرتے ہیں آخرت سے تو ہم بالکل ہی غافل اور بے خبر ہیں اللہ تعالیٰ ہماری حالت پر رحم فرمائیں اس بے حسی' غفلت اور جہالت سے نجات دیں اسی تنبیہ کی غرض سے ہم نے حقوق العباد کے متعلق یہ تفصیل بیان کی ہے۔

گزارش اور معذرت

درج بالا احادیث کے ترجمہ سے ہمارا مقصد صرف یہ ہے کہ ہم نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کے آئینہ میں اپنی صورت دیکھیں اور اس آئینہ کی مدد سے اپنے چہرہ کے داغ دھبے یا کالک دور کرنے کی کوشش کریں تاکہ ہماری زندگی میں ان کی افادیت واضح ہو اور ہم محسوس بلکہ یقین کریں کہ گذرے ہوئے زمانوں کی بنسبت آج کی زندگی میں ان احادیث کی بے حد ضرورت ہے اور ان احادیث پر عمل کئے بغیر ہم صحیح معنی میں مسلمان اور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کہلانے کے مستحق ہرگز نہیں جب تک ان حدیثوں پر عمل نہ کریں اور اپنی شب و روز کی زندگی کو اسلامی زندگی نہ بنائیں اسی مقصد کے تحت احادیث کی تشریح میں طوالت ہو جاتی ہے امید ہے کہ پڑھنے والے معاف فرمائیں گے۔

دُعا کیجئے

اے اللہ! میرے معبود اور ابراہیم، اسحاق، یعقوب، جبرائیل، میکائیل اور اسرافیل کے معبود میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ میری عرض قبول فرمائیے کہ میں بے قرار ہوں اور آپ مجھے میرے دین کے باب میں محفوظ رکھئے کہ میں بلا میں پڑا رہوں۔ اور اپنی رحمت میرے شامل حال رکھئے کہ میں گناہ گار ہوں اور مجھ سے محتاجی دور رکھئے کہ میں بے کس ہوں۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کی عبادت کا واقعہ

وعن ابی محمد عبدالله بن عمرو بن العاص رضی الله عنهما قال: اخبر النبی صلی الله علیه وسلم انی اقول: والله لا صومن النهار، ولا قومن اللیل ما عشت، فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم: وانت الذی تقول ذلک؟ فقلت له: قد قلته بابی انت وامی یا رسول الله قال: فانک لا تستطیع ذلک؟ فصم وافطر، ونم وقم، وصم من الشهر ثلاثة ایام فان الحسنة بعشر امثالها

ترجمہ: حضرت ابومحمد عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بتلایا گیا کہ میں کہتا ہوں کہ میں جب تک زندہ ہوں ہمیشہ دن کو روزے رکھا کروں گا اور رات بھر نماز پڑھا کروں گا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم ہی یہ کہتے ہو؟ میں نے عرض کیا: میرے ماں باپ آپ پر قربان یارسول اللہ! بیشک میں نے ہی یہ کہا ہے تو آپ نے فرمایا: (یادرکھو) تم اس پر عمل ہرگز نہیں کرسکو گے (بہتر یہ ہے) تم (کچھ دن) روزے رکھو (کچھ دن) افطار کرو (روزے نہ رکھو) اور رات کو (کچھ حصہ میں) سوؤ اور (کچھ حصہ میں) نماز پڑھو اور ہر مہینہ میں تین دن روزے رکھو (مہینہ بھر کے روزوں کا ثواب ملے گا) اس لئے کہ ایک نیکی کا ثواب دس گنا ملتا ہے اور اس حساب سے یہی (ہر مہینہ میں تین روزے) پورے سال کے روزے ہو گئے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے عرض کیا میں اس سے زیادہ (روزوں) کی طاقت رکھتا ہوں آپ نے فرمایا تو ایک دن روزہ رکھو دو دن افطار کرو (روزہ نہ رکھو) میں نے عرض کیا میں اس سے زیادہ طاقت رکھتا ہوں تو آپ نے فرمایا ایک دن روزہ رکھو ایک دن افطار کرو۔ یہ حضرت داؤد علیہ السلام کے روزے ہیں اور یہی سب سے زیادہ معتدل روزے ہیں اور ایک روایت میں ہے سب سے زیادہ افضل روزے ہیں تو میں نے عرض کیا: میں تو اس سے زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں تو اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس سے زیادہ افضل روزے نہیں اور (آخر میں عبداللہ بن عمرو کہا کرتے تھے) بخدا اگر میں نے ہر مہینہ میں تین روزے قبول کر لئے ہوتے جن کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ابتداء) حکم فرمایا تھا تو یہ مجھے اپنے اہل وعیال اور مال سے بھی زیادہ محبوب ہوتا۔

تشریح: اور ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا مجھے یہ نہیں بتلایا گیا ہے کہ تم روزانہ دن کو روزے رکھتے ہو اور رات بھر قیام کرتے ہو (نماز پڑھتے ہو) میں نے عرض کیا جی ہاں یارسول اللہ! (صحیح بتلایا گیا ہے) تو آپ نے فرمایا تم ایسا مت کرو (بلکہ) کچھ دن روزے رکھو کچھ دن افطار کرو رات کا کچھ حصہ آرام کرو اور کچھ حصہ نماز پڑھو اس کے بعد فرمایا تحقیق تمہارے جسم کا بھی تمہارے اوپر حق ہے اور بلاشبہ تمہاری آنکھوں کا بھی تمہارے اوپر حق ہے اور بلاشبہ تمہارے آنے والوں (مہمانوں) کا بھی تمہارے اوپر حق ہے (ہمیشہ دن کو روزے رکھنے اور رات بھر قیام کرنے کی صورت میں بلاشبہ ان سب کے حقوق تلف ہوں گے) پھر فرمایا: بلاشبہ تمہارے لئے اتنا کافی ہے کہ تم ہر مہینہ میں تین روزے رکھ لیا کرو (مہینہ بھر کے

روزوں کا ثواب مل جائے گا) اس لئے کہ تمہارے ہر نیک کام (عبادت) کا تمہیں دس گنا ثواب ملے گا (تو اس حساب سے ہر مہینہ میں تین روزے پورے سال کے روزے ہو گئے عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کہتے ہیں تو میں نے خود ہی سختی کو اختیار کیا اس لئے مجھ پر سختی عائد ہوئی چنانچہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں تو اپنے اندر (اس سے زیادہ) طاقت پاتا ہوں آپ نے فرمایا (تو پھر تم اللہ کے نبی داؤد علیہ السلام) کے روزے رکھو اس سے زیادہ نہ رکھو میں نے عرض کیا: داؤد علیہ السلام کے روزے کیسے تھے؟ آپ نے فرمایا آدھے سال کے روزے (ایک دن روزہ ایک دن افطار کے حساب سے) تو عبداللہ بن عمرو بوڑھا ہو جانے کے بعد کہا کرتے تھے کاش کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تخفیف کو قبول کر لیتا (صیام داؤد ایک دن روزہ ایک دن افطار کی ذمہ داری نہ لیتا)

ایک روایت میں آیا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ناگواری کے طور پر) فرمایا: کیا مجھے یہ نہیں بتلایا گیا ہے کہ تم ہمیشہ روزے رکھتے ہو اور رات بھر (نماز میں) قرآن پڑھتے ہو؟ میں نے عرض کیا: جی ہاں یا رسول اللہ! آپ کو ٹھیک بتلایا گیا ہے مگر میرا ارادہ اس (شب و روز کی عبادت) سے خیر پر ہی مبنی ہے (یعنی نیک نیتی سے میں نے یہ ارادہ کیا ہے) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (نرمی سے) فرمایا: تو تم اللہ کے نبی داؤد (علیہ السلام) کے روزے رکھو اس لئے کہ وہ سب سے زیادہ عبادت گزار تھے اور ہر مہینہ میں ایک قرآن (رات میں) پڑھا کرو (ایک پارہ روزانہ) میں نے عرض کیا اے اللہ کے نبی میں اس سے زیادہ (قرآن پڑھنے کی) طاقت رکھتا ہوں تو آپ نے فرمایا: تو بیس دن میں ایک قرآن پڑھا کرو (ڈیڑھ پارہ روزانہ) میں نے عرض کیا اے اللہ کے نبی! میں اس سے زیادہ طاقت رکھتا ہوں تو آپ نے فرمایا: اچھا دس دن ایک قرآن (تین پارے روزانہ) پڑھا کرو میں نے عرض کیا اے اللہ کے نبی! میں اس سے زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں تو آپ نے فرمایا: اچھا سات دن میں ایک قرآن پڑھا کرو اس سے زیادہ مت پڑھو۔ عبداللہ بن عمرو (آخر عمر میں) کہتے ہیں (میں نے خود ہی سختی اختیار کی اس لئے مجھے سختی اٹھانی پڑ رہی ہے) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہیں کیا خبر تمہاری عمر زیادہ ہو؟ عبداللہ بن عمرو کہتے ہیں چنانچہ ایسا ہی ہوا جیسا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (اور میری عمر کافی دراز ہوئی) چنانچہ اب جب کہ میں بوڑھا ہو گیا ہوں تو میرا جی چاہتا ہے کہ کیا اچھا ہوتا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رخصت (یعنی ایک مہینہ میں ایک قرآن کو قبول کر لیتا ایک روایت میں ہے آپ نے فرمایا تمہاری اولاد کا بھی تمہارے اوپر حق ہے (وہ کیسے ادا کرو گے) اور ایک روایت میں ہے جس نے ہمیشہ (بارہ مہینے روزانہ) روزے رکھے اس نے روزے نہیں رکھے بلکہ ایک وقت کھانے پینے کی عادت ڈال لی اور ایک روایت میں ہے اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ محبوب روزے حضرت داؤد علیہ السلام کے روزے ہیں اور سب سے زیادہ محبوب نماز داؤد علیہ السلام کی نماز ہے وہ آدھی رات سوتے اور ایک تہائی رات نماز پڑھتے اور (آخری) چھٹے حصہ میں (پھر) سو جاتے ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن افطار کرتے اور جب دشمنوں سے مقابلہ ہوتا تو پیچھے نہ ہٹتے (اگر وہ روزانہ روزے رکھتے اور رات بھر نماز پڑھتے تو دشمنوں سے مقابلہ کی طاقت نہیں باقی رہ سکتی تھی)۔

ایک اور روایت میں ہے: (عبداللہ بن عمرو کہتے ہیں) میرے والد نے میرا نکاح ایک عالی خاندان خاتون سے کیا تھا اس لئے وہ اپنی بہو (بیٹے کی بیوی) کا خاص طور پر خیال رکھتے

تھے اور شوہر کے متعلق دریافت کرتے تو وہ ان کو جواب دیتی مرد ہونے کے اعتبار سے وہ بہت اچھے مرد ہیں لیکن انہوں نے کبھی ہمارے بستر کو پامال نہیں کیا نہ ہی کبھی ہمارے دل کو ٹٹول کر دیکھنے کی جستجو کی (کہ ہم پر کیا گزر رہی ہے) جب سے میں ان کے گھر آتی ہوں (ان کا طرز عمل یہی ہے) تو جب اس (بے توجہی اور بے خبری کی کیفیت کا زمانہ زیادہ دراز ہو گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا گیا تو آپ نے فرمایا: ان کو میرے پاس بھیج دو چنانچہ جب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے دریافت فرمایا: تم روزے کس طرح رکھتے ہو؟ تو میں نے عرض کیا ہر روز روزہ رکھتا ہوں آپ نے فرمایا: قرآن کس طرح پڑھتے ہو؟ میں نے عرض کیا: ہر رات کو ایک قرآن ختم کرتا ہوں تو آپ نے وہی ہدایت فرمائی جس کا بیان پہلے گزر چکا ہے (کہ ایک دن چھوڑ کر روزے رکھو اور سات راتوں میں ایک قرآن ختم کرو) چنانچہ دن میں اپنے کسی گھر والے کو (بیوی ہی ہوسکتی ہے) جو ساتواں حصہ (منزل) رات کو پڑھنا ہوتا سنالیا کرتے (دور کرتے) تاکہ رات کو پڑھنا آسان ہو اسی طرح ضعف کی وجہ سے جب دوسرے دن روزہ نہ رکھ پاتے تو جتنے دن کے روزے چھوٹتے ان کو یاد رکھتے اور قوت آ جانے کے بعد ان کی قضا کرتے تاکہ جو معمول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں تھا اور جو کام اپنے ذمہ لیا تھا اس میں فرق نہ آئے۔

(عبداللہ بن عمرو سے متعلق) یہ تمام روایتیں صحیح ہیں بیشتر روایتیں بخاری مسلم دونوں میں مذکور ہیں کچھ روایتیں صرف بخاری یا صرف مسلم میں مذکور ہیں

اس حد اعتدال سے متجاوز بے تحاشا عبادت گزاری سے حضرت عبداللہ بن عمرو کو منع کرنے کا موجب وہی حق تلفیاں ہیں۔

دُعا کیجئے

اے اللہ! میں آپ سے ہر اس حق سے مانگتا ہوں جو سائلوں کا آپ پر ہے کیونکہ بے شک سائلوں کا آپ پر حق ہے کہ خشکی وتری کے جس کسی بھی غلام یا باندی کی دعا آپ نے قبول فرمائی ہو تو آپ ہمیں بھی ان اچھی دعاؤں میں شریک کر دیجئے جو ہم آپ سے مانگیں۔ اور آپ ہمیں اور انہیں چین دیجئے اور آپ ہماری اور ان کی دعائیں قبول فرمائیے اور یہ کہ آپ ہم سے اور ان سے درگزر کیجئے۔ بے شک ہم اس پر جو آپ نے نازل فرمایا ایمان لائے اور ہم نے رسول کی پیروی کی پس آپ ہمیں بھی شہادت دینے والوں میں شمار فرما لیجئے۔ اے اللہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مقام وسیلہ عنایت فرمائیے اور برگزیدہ لوگوں میں آپ کی محبوبیت کر دیجئے اور آپ کا مرتبہ عالی لوگوں میں اور آپ کا ذکر اہل تقرب میں فرما دیجئے۔

اے اللہ! آپ مجھے اپنی طرف سے ہدایت نصیب فرمائیے اور اپنے فضل وکرم سے مستفید کیجئے اور مجھ پر اپنی رحمت کاملہ اور برکات نازل فرمائیے۔

اے اللہ! آپ مجھے بخش دیجئے اور مجھ پر رحم فرمائیے میری توبہ قبول کیجئے کہ آپ ہی بہت توبہ قبول کرنے والے اور بڑے رحم کرنے والے ہیں۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ذرا دیر کی غفلت کو بھی نفاق سمجھتے تھے

وعن ابی ربعی حنظلة بن الربیع الاسیدی الکاتب احد کتاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلمقال: لقینی ابوبکر رضی اللہ عنہ فقال: کیف انت یا حنظلة؟ قلت: نافق حنظلة قال: سبحان اللہ ما تقول؟ قلت: نکون عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یذکرنا بالجنة

ترجمہ: حضرت ابوربعی حنظلہ بن الربیع الاسیدی الکاتب سے روایت ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتبوں میں سے ایک تھے وہ کہتے ہیں (ایک دن راستہ میں) ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے میری ملاقات ہوئی تو انہوں نے دریافت کیا (کہو) حنظلہ کیا حال ہے؟ تو میں نے کہا: حنظلہ تو منافق ہو گیا تو انہوں نے (حیران ہوکر) کہا: سبحان اللہ یہ تم کیا کہتے ہو؟ میں نے کہا (جس وقت) ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہوتے ہیں آپ ہمیں جنت (اور جنت میں لے جانے والے اعمال وافعال) دوزخ (اور دوزخ میں لے جانے والے اعمال وافعال) یاددلاتے ہیں تو (ہم پر دنیا ومافیہا سے بے خبری اور خوف ورجا امید وبیم کی دوگونہ کیفیت کی وجہ سے ایسی حالت طاری ہو جاتی ہے جیسے جنت ودوزخ ہمارے سامنے ہیں اور ہم اپنی آنکھوں سے ان کو دیکھ رہے ہیں اور جب ہم آپ کے پاس سے آجاتے ہیں (اور گھر پہنچتے ہیں تو) بیوی بچوں میں اس طرح گھل مل جاتے ہیں یا معاشی مشغلوں میں اس طرح مصروف ہو جاتے ہیں کہ جنت ودوزخ کی بہت سی باتیں بھول جاتے ہیں تو (یہ سن کر) ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا تو خدا کی قسم ہمارا حال بھی بالکل ایسا ہی ہے تو میں اور ابوبکرؓ دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں روانہ ہوئے جب ہم دونوں حضور علیہ الصلوٰۃ السلام کی خدمت میں پہنچے تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! حنظلہ تو منافق ہو گیا فرمایا: یہ کیسے؟ میں نے عرض کیا ہم آپ کے پاس ہوتے ہیں آپ ہمیں جنت (اور جنت میں لے جانے والے اعمال وافعال) اور دوزخ (اور دوزخ میں لے جانے والے اعمال وافعال یاددلاتے ہیں تو ہم پر دنیا ومافیہا سے بے خبری وبیخودی اور امید وبیم کی ایسی دوگونہ حالت طاری ہو جاتی ہے جیسے جنت اور دوزخ ہمارے سامنے ہیں (اور ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں لیکن جب ہم آپ کے پاس سے جاتے ہیں تو بیوی بچوں میں گھل مل جاتے ہیں اور معاشی مشغلوں میں مصروف ہو جاتے ہیں اور جنت ودوزخ کی بیشتر باتیں بھول جاتے ہیں (دنیا اور دنیوی معاملات ہمارے دل ودماغ پر اس طرح مسلط ہو جاتے ہیں کہ ہم جنت ودوزخ سب کو بھول جاتے ہیں) یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلمنے فرمایا قسم ہے اس پروردگار کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ اگر تم اسی (دنیا ومافیہا سے بے خبری اور ذکر وفکر میں محویت کی) حالت میں ہمیشہ رہو جس میں میرے پاس ہوتے ہو تو فرشتے تمہارے بستروں پر اور راستوں میں (جاتے آتے) تم سے مصافحے کریں لیکن اے حنظلہ یہ بے خبری کسی کسی وقت اچھی ہے تین مرتبہ یہی فرمایا (ورنہ دنیا اور امور دنیا سے متعلق فرائض کیسے ادا کر سکتے ہو)

تشریح: حضرت حنظلہ اور ابوبکر صدیقؓ نے ظاہر اور باطن اور دل اور زبان کے اختلاف کی طرح قلب کی حالتوں اور کیفیتوں کے اختلاف کو بھی نفاق سمجھ کر اپنے کو منافق سمجھ لیا تھا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس غلط فہمی کو دور بھی فرمایا اور اس کی مصلحت بھی بیان فرمائی کہ اگر دنیا و مافیہا سے لاتعلقی اور بے خبری کی وہی کیفیت ہمہ وقت قائم رہے جو میرے پاس موجودگی کے وقت ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ نے تم پر دنیا اور امور و معاملات دنیویہ سے متعلق جو احکامات واجب اور فرائض عائد کئے ہیں وہ کیسے انجام دیئے جا سکتے ہیں؟ اس لحاظ سے یہ دنیا و مافیہا سے لاتعلقی اور بے خبری کی جستجو بھی حد سے بڑھی ہوئی خدا پرستی اور بے اعتدالی کا نتیجہ ہے اور اس کا نقصان بھی دنیا اور امور و معاملات دنیویہ سے متعلق احکام و فرائض سے محرومی ہے جیسا کہ عبادات میں بے اعتدالی کا نتیجہ حقوق العباد کی حق تلفی ہے جو انتہائی خطرناک ہے جس کی تفصیل آپ پڑھ چکے ہیں مزید وضاحت کے لئے یوں کہئے کہ بظاہر دنیا اور امور دنیویہ سے بے تعلقی اور بے خبری بڑی خوش آیند چیز ہے اور فنافی اللہ کی منزل تک پہنچانے میں بے حد ممد و معاون معلوم ہوتی ہے اور قرآن حکیم کے اعلان:

ففروا الی اللہ انی لکم منہ نذیر مبین
(سورۃ الذاریات ع:۳ آیت ۵۰)

پس بھاگو اللہ کی جانب بیشک میں اس کی جانب سے واضح طور پر خبردار کرنے والا ہوں

پر عمل کرنے کا پہلا قدم ہے مگر یہ کیفیت اور محویت اگر ہمہ وقت قائم اور کارفرما رہے گی تو وہ حقوق اللہ اور حقوق العباد کس طرح ادا کئے جا سکیں گے جو اللہ تعالیٰ نے انسان پر ان امور سے متعلق عائد کئے ہیں لیکن کسی کسی وقت اس کیفیت کا قلب پر طاری ہونا بھی بے انتہا ضروری ہے ورنہ انسان صرف سگ دنیا اور خالص دنیا پرست بن کر رہ جائے اور نفس و خواہشات نفس اس پر اس طرح مسلط ہو جائیں کہ حرام و حلال میں فرق اور جائز و ناجائز میں امتیاز کئے بغیر نفس کی اغراض و خواہشات پورا کرنے میں منہمک ہو کر خدا کے خوف اور آخرت کے محاسبہ اور جزاء و سزا سے بالکل بے پرواہ ہو کر نفس اور خواہشات نفس کا پرستار بن جائے۔

افمن اتخذ الٰھہ ھواہ واضلہ اللہ علی علم

تو کیا وہ شخص جس نے اپنی خواہشات نفس کو اپنا معبود بنا لیا ہو (اور اس بنا پر) اللہ نے اس کو جان کر گمراہ بنا دیا ہو (اس کو کوئی ہدایت کر سکتا ہے)

کا مصداق بن جائے اس لئے وقتاً فوقتاً اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آنا بھی انتہائی ضروری ہے تاکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تذکیر اور یاددہانی کے ذریعہ خدا کا خوف اور آخرت کے محاسبہ اور جزاء و سزا کا ڈر برقرار رہے یعنی خدا کا بندہ اور خدا پرست رہے اور آپ کے پاس سے جا کر ان تمام احکام پر عمل کرے اور ان تمام فرائض کو ادا کرے جو اللہ تعالیٰ نے اس پر عائد کئے ہیں۔

افسوس آج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی تو ہمارے درمیان نہیں ہے مگر آپ کے وہ تمام اقوال و افعال جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر سنتے اور دیکھتے تھے وہ سب حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت میں کتب حدیث کے اندر موجود و محفوظ ہیں۔ انہی کتب حدیث میں سے ایک کتاب یہ بھی ہے جو آپ پڑھ رہے ہیں یہ باور کیجئے اور اس یقین کے ساتھ پڑھئے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہیں اور جنت دوزخ سے متعلق جو تذکیر اور یاددہانی آپ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو فرمایا کرتے تھے ہمیں بھی فرما رہے ہیں اگر توفیق الٰہی ہمارے شامل حال ہوئی تو ہم بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرح اس تذکیر و یاددہانی سے

فائدہ اٹھا کر خدا اور رسول کے تمام احکام اور عائد کردہ تمام فرائض ادا کرنے لگیں گے یہ ہی وہ اقتصاد اور میانہ روی ہے۔

گویا نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے سابقہ احادیث میں عملی بے اعتدالی اور اس کی مضرتوں سے آگاہ فرما کر عملی میانہ روی کی تعلیم دی ہے اور اس حدیث میں ذہنی اور فکری بے اعتدالی اور اس کی مضرت سے آگاہ فرما کر ولکن یاحنظلہ ساعۃ فساعۃ کے ذریعہ فکری اور ذکری میانہ روی کی تعلیم دی ہے۔

احادیث اور کتب حدیث پڑھنے کی ضرورت

اس لئے ہمارا بھی فرض ہے کہ ہم بھی روزانہ دن میں یارات میں کسی کسی وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تذکیر اور یاددہانی سے متعلق احادیث اسی تصور اور یقین کے ساتھ مطالعہ کیا کریں اور پڑھا کریں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہیں اور آپ ہمیں نصیحت فرما رہے ہیں تو انشاء اللہ العزیز ان احادیث سے کما حقہ فائدہ اٹھا سکیں گے۔

دُعا کیجئے

اے اللہ! میں آپ سے اہل ہدایت کی سی توفیق، اہل یقین جیسا عمل، اہل توبہ جیسا اخلاص، اہل صبر کی سی ہمت اور اہل خوف کی سی کوشش، اہل شوق کی سی طلب، اہل تقویٰ کی سی عبادت اور اہل علم کی سی معرفت کا سوال کرتا ہوں یہاں تک کہ میں آپ سے ملاقات کروں۔ اے اللہ میں آپ سے وہ خوف مانگتا ہوں جو مجھے آپ کی نافرمانیوں سے روک دے تا کہ میں آپ کی اطاعت کے لئے ایسے عمل کروں جن سے میں آپ کی خوشنودی کا مستحق ہو جاؤں اور تا کہ میں آپ سے ڈر کر آپ کے سامنے خالص توبہ کروں۔ اور تا کہ آپ سے شرما کر میں آپ کے روبرو خلوص کو صاف کروں اور تا کہ میں تمام کاموں میں آپ پر بھروسہ کروں اور میں آپ کے ساتھ نیک گمان کو طلب کرتا ہوں آپ پاک ہیں۔ اے نور کو پیدا کرنے والے۔

اے اللہ! ہمیں ناگہاں ہلاک نہ کیجئے گا اور نہ ہمیں اچانک پکڑیئے گا اور نہ ہمیں کسی حق و وصیت میں غفلت میں رکھئے گا۔

اے اللہ! میری قبر میں وحشت کی جگہ انس پیدا فرما دیجئے۔

اے اللہ! مجھ پر قرآن عظیم کے طفیل رحم فرمائیے اور اسے میرے حق میں رہبر، نور ہدایت اور رحمت بنا دیجئے۔

اے اللہ! میں اس (قرآن) میں سے جو کچھ بھول گیا ہوں وہ مجھے یاد کرا دیجئے اور اس میں سے جو کچھ میں نہ جانتا ہوں وہ مجھے سکھا دیجئے اور مجھے اس کی تلاوت دن رات کے اوقات میں کرنے کی توفیق دیجئے اور

اے پروردگار عالم! اسے میرے لئے حجت بنا دیجئے گا۔

اے اللہ! میں آپ کا بندہ ہوں آپ کے بندہ اور بندی کا بیٹا ہوں۔ ہمہ تن آپ ہی کی مٹھی میں ہوں آپ کے قبضہ میں چلتا پھرتا ہوں آپ ہی کی ملاقات کی تصدیق کرتا ہوں۔ آپ کے وعدہ پر یقین رکھتا ہوں آپ نے مجھے حکم دیا لیکن میں نے نافرمانی کی، آپ نے مجھے روکا، لیکن میں نے اس کا ارتکاب کیا دوزخ سے پناہ لینے کی ہر جگہ آپ کے ذریعہ سے ہے آپ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ آپ پاک ہیں میں نے اپنی جان پر ظلم کیا۔ آپ ہمیں بخش دیجئے بے شک آپ کے علاوہ کوئی گناہوں کو نہیں بخش سکتا۔

شرعاً جائز اور ناجائز نذروں و منتوں کا حکم

وعن ابن عباس رضی الله عنهما قال: بینما النبی صلی الله علیه وسلم یخطب اذا هو بجرجل قائم فسال عنه فقالوا: ابو اسرائیل نذر ان یقوم فی الشمس ولا یقعد ولا یستظل ولا یتکلم ویصوم فقال النبی صلی الله علیه وسلم: مروه فلیتکلم ولیستظل ولیقعد ولیتم صومه (بخاری)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں (ایک دن) اس اثنا میں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دے رہے تھے اچانک ایک آدمی کو دیکھا کہ (وہ مسلسل کھڑا ہے تو آپ نے اس کے متعلق دریافت کیا (یہ کون ہے کھڑا کیوں ہے بیٹھتا کیوں نہیں) تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یہ ابو اسرائیل ہے اس نے نذر مانی ہے کہ دھوپ میں کھڑا رہے گا نہ بیٹھے گا نہ (کسی چیز کے) سایہ کے نیچے آئے گا نہ بات کرے گا اور روزہ رکھے گا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس سے کہو اس کو چاہئے کہ بات کرے اور (کسی چیز کے) سایہ میں آئے اور بیٹھ جائے اور روزے کو پورا کرے۔

تشریح: اس حدیث سے پہلی حدیثوں میں بے تحاشا عبادت کرنے کا جوش وخروش شرعی عبادات کے دائرہ میں تھا مثلاً مسلسل روزے رکھنا' ساری رات نمازیں پڑھنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان عبادات میں اعتدال اور میانہ روی کی تعلیم دی اور بے اعتدالی سے منع فرمایا۔

مگر اس شخص ابو اسرائیل نے محض جہالت کی بنا پر اپنے کو زیادہ سے زیادہ تکلیف پہنچانے کو ہی عبادت سمجھ لیا اس لئے مذکورہ نذر مانی جو پانچ چیزوں پر مشتمل ہے۔

(۱) دھوپ میں کھڑا رہنا (۲) کسی چیز کے سایہ کے نیچے نہ آنا (۳) نہ بیٹھنا (۴) بات نہ کرنا (۵) روزہ رکھنا

ان پانچ چیزوں کے اندر صرف ایک روزہ شرعاً عبادت ہے اس لئے روزے کو پورا کرنے کا حکم فرمایا: (۴) پہلی امتوں میں عبادت تھی اور خاموشی کا روزہ رکھا جاتا تھا شریعت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں چپ رہنا کوئی عبادت نہیں باقی تینوں چیزوں کا مقصد اپنے آپ کو زیادہ سے زیادہ ایذا پہنچانا ہے اس لئے ان چاروں باتوں سے منع فرمایا۔

شریعت محمدیہ میں نذر (یعنی منت صرف انہی چیزوں کی مانی جاسکتی ہے جو از قبیل عبادات ہوں مثلاً نمازیں پڑھنا' روزے رکھنا اللہ تعالیٰ کی راہ میں مال خرچ کرنا حج کرنا' قرآن کریم کی تلاوت کرنا' ہمارے اس جہالت کے دور میں بھی اس طرح کی منتیں مانی جاتی ہیں مثلاً کسی زندہ یا مردہ پیر کے نام پر جانور قربان کرنا یا زندہ جانور چھوڑنا وغیرہ اس قسم کی نذریں ماننے پر شدید وعید آئی ہے اور گناہ کبیرہ ہے بلکہ اندیشہ کافر ہوجانے کا بھی ہے۔ العیاذ بالله من تلک الجهالات (اللہ تعالیٰ اپنی پناہ میں رکھیں اس قسم کی جہالتوں سے) ناواقف شخص کو منت ماننے سے پہلے کسی عالم یا مفتی سے دریافت کرلینا چاہئے ورنہ ثواب کے بجائے گناہ ہوگا۔

دُعا کیجئے: اے اللہ! ہر تعریف آپ ہی کے لئے سزاوار ہے۔ اور آپ ہی سے شکایت اور فریاد چاہئے اور آپ ہی سے مدد طلب کئے جانے کے قابل ہے۔ اور آپ کے علاوہ (گناہ سے) نہ کوئی بچا سکتا ہے اور نہ کوئی قوت (عبادت کی) دے سکتا ہے۔

نماز تہجد کی قضا اور اس کا وقت

وعن عمر بن الخطاب رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من نام عن حزبه من اللیل او عن شیء منه فقراه ما بین صلاة الفجر و صلاة الظهر، کتب له کانما قراه من اللیل (مسلم)

ترجمہ: حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص (دکھ بیماری یا سفر وغیرہ ناگزیر وجوہات کی بنا پر) اپنا رات کا وظیفہ (تہجد کی نماز، قرآن کریم کی تلاوت، اسم ذات کا ذکر وغیرہ معمولات) سب کے سب یا اس میں سے بعض (رات کو نہ کرسکا اور) سو گیا پھر فجر کی نماز اور ظہر کی نماز کے درمیان (یعنی آفتاب بلند ہونے کے بعد سے زوال سے پہلے تک) اس کو پڑھ لیا (یعنی قضا کرلیا) تو اس کے نامۂ اعمال میں لکھ دیا جائے گا کہ گویا اس نے رات کو ہی پڑھا ہے۔

تشریح: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ایک عبادت گزار مسلمان کے لئے پنج وقتہ فرض نمازیں ادا کرنے کے علاوہ رات میں تہجد کی نماز، تلاوت قرآن کریم اللہ اللہ کا ذکر وغیرہ کچھ نہ کچھ معمولات بھی ضرور ہونے چاہئیں اور ان پر پابندی بھی ضرور کرنی چاہئے جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے۔

خیر العمل مادیم علیه وان قل

بہترین عمل وہ ہے جس کی پابندی کی جائے اگرچہ کتنا ہی تھوڑا ہو۔

اگر کسی ناگزیر مجبوری کی وجہ سے وہ معمولات یا ان میں سے کوئی معمول چھوٹ جائے تو ان کو ایک فرض نماز (فجر) کے بعد سے دوسری فرض نماز (ظہر) کا وقت آنے سے پہلے ادا کرلئے جائیں اللہ تعالیٰ اپنی کریمی سے اس بلا تاخیر قضا کو ادا ہی شمار فرمالیں گے اور مداومت و استقامت میں رخنہ نہ پڑے گا لیکن اگر مزید تاخیر کی یا یہ سمجھ کر کہ نفل ہی تو ہیں اگر ایک رات نہ پڑھیں تو کون سا گناہ ہو جائے گا تو سمجھ لینا چاہئے کہ یہ مکار نفس کا فریب ہے وہ ان معمولات کی عادت چھڑانا اور استقامت کے عظیم مرتبہ اور اجر و ثواب سے محروم کرنا چاہتا ہے اس کے دھوکے میں ہرگز نہ آنا چاہئے اور آفتاب بلند ہونے کے بعد سے زوال سے پہلے تک ضرور پڑھ لینا چاہئے تا کہ معمول میں فرق نہ آئے اور شب بیداری کی عادت نہ چھوٹے۔

قیام لیل (شب بیداری) کی اہمیت

سورۂ مزمل میں جو رات کے بیشتر حصہ قیام لیل کا حکم آپ کو دیا گیا تھا ایک سال تک اس حکم پر عمل کرنے کے بعد آیت کریمہ فاقرء واماتیسرمن القران (پس پڑھ لیا کرو جتنا قرآن آسان ہو) کے ذریعہ قیام لیل میں تخفیف فرمانے کے بعد بھی جس کی تفصیل باب مجاہدہ کے ذیل میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں آپ پڑھ چکے ہیں ارشاد ہے۔

علم ان سیکون منکم مرضی واخرون یضربون فی الارض یبتغون من فضل الله واخرون یقاتلون فی سبیل الله فاقرءوا ما تیسر منه

(سورۃ المزمل ع ۲ آیت ۲۰)

اللہ کو معلوم ہے کہ تم میں کچھ لوگ بیمار بھی ہوں گے اور کچھ لوگ اللہ کا فضل (رزق) حاصل کرنے کی غرض سے (معاشی) سفر بھی کریں گے اور کچھ لوگ اللہ کی راہ میں جنگ بھی کریں گے لہٰذا جتنا تم سے آسانی کے ساتھ ہو سکے (ہر حالت میں) قرآن پڑھ لیا کرو۔

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ اہل ایمان کو بیماری یا سفر تجارت یا سفر جہاد جیسے اعذار کے باوجود بھی کچھ نہ کچھ قیام لیل ضرور کرنا چاہئے اگر چہ چند رکعتیں ہی ہوں اور کتنی ہی مختصر قرأت ہو۔

چنانچہ نہ صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بلکہ صحابہ کرام اور صلحاء امت کا بھی معمول رہا ہے کہ وہ کچھ نہ کچھ قیام لیل ضرور کرتے تھے اور تہجد کی نماز پڑھتے تھے اگر کسی رات کو کسی ناگزیر شرعی عذر کی وجہ سے ترک ہو جاتا تو سورج نکلنے کے بعد سے زوال سے پہلے تک اس کی قضا کر لیا کرتے تھے تاکہ عادت نہ چھوٹے اور تساہل نہ پیدا ہو تجربہ شاہد ہے کہ اگر ایک دن بھی قیام لیل (رات میں قیام) یا اس کی قضا دن میں نہ کی جا سکے تو بڑے سے بڑے تہجد گزار مسلمان میں بھی سستی پیدا ہو جاتی ہے اور ہفتوں بلکہ مہینوں تہجد کی نماز کی توفیق نہیں ہوتی اور دوبارہ تہجد کی نماز شروع کرنے میں بڑی دشواری پیش آتی ہے۔

ہماری حالت

لیکن ہم ''وائے برما'' (افسوس ہمارے اوپر) تو باجماعت فرض نمازوں کی پابندی بھی ہم سے نہیں ہوتی اللہ تعالیٰ ہمارے حال پر رحم فرمائیں اور قیام لیل (شب بیداری) کی سعادت اور اس پر مداومت کی توفیق عطا فرمائیں امین ثم آمین۔

جن خوش نصیب مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ نے قیام لیل (شب بیداری) کی سعادت عطا فرمائی ہو ان کو اس کی قدر کرنی چاہئے اگر کسی مجبوری کی وجہ سے شب کا کوئی معمول چھوٹ جائے تو اس حدیث کے مطابق زوال سے پہلے اس کی قضا کر لینی چاہئے تاکہ مداومت اور استقامت کا مرتبہ حاصل ہو۔

دُعا کیجئے

اے اللہ! میں آپ کی رضا کی آپ کی ناخوشی سے اور آپ کے عفو کی پناہ میں آپ کے عذاب سے پناہ مانگتا ہوں۔ اور میں آپ سے خود آپ کی پناہ میں آتا ہوں۔ میں آپ کی تعریف پوری طرح کر ہی نہیں سکتا۔ آپ اسی تعریف کے لائق ہیں جو خود آپ نے اپنی ذات کی کی ہیں۔

اے اللہ! ہم اس سے آپ کی پناہ میں آتے ہیں کہ ہم کہیں پھسل جائیں یا کسی کو پھسلائیں یا ہم کسی کو گمراہ کریں، یا ہم کسی پر ظلم کریں یا کوئی ہم پر ظلم کرے یا ہم جہالت کریں یا کوئی ہم سے جہالت کرے یا میں گمراہ ہوں یا کوئی مجھے گمراہ کرے میں آپ کی ذات گرامی کے نور کی پناہ میں آتا ہوں جس نے آسمانوں کو روشن کر رکھا ہے اور اس سے اندھیرے چمک اٹھے ہیں۔ اور اس سے دنیا و آخرت کے کام درست ہیں۔ (پناہ) اس بات سے کہ آپ مجھ پر اپنا غصہ اتاریں یا آپ مجھ پر اپنی ناراضگی نازل کریں اور حق ہے کہ آپ ہی کو منایا جائے یہاں تک کہ آپ راضی ہو جائیں۔ (گناہ سے) نہ کوئی بچاؤ ہے اور (عبادت کی) نہ کوئی طاقت ہے مگر آپ ہی کی مدد سے (یہ ہو سکتا ہے) اے اللہ! میں آپ سے بچہ کی سی نگہبانی چاہتا ہوں۔

اے اللہ! میں دو اندھی برائیوں یعنی سیلاب اور حملہ آور اونٹ سے آپ کی پناہ میں آتا ہوں۔

قیام لیل اور نماز تہجد کے پابند لوگوں کو تنبیہ

وعن عبدالله بن عمرو بن العاص رضی الله عنهما قال: قال لی رسول الله صلی الله علیه وسلم : یا عبدالله لا تکن مثل فلان، کان یقوم اللیل فترک قیام اللیل (متفق علیه)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: اے عبداللہ تم فلاں شخص کی مانند مت ہو جانا کہ وہ قیام لیل کیا کرتا (اور تہجد کی نماز پڑھا کرتا) اس کے بعد اس نے قیام لیل چھوڑ دیا۔

تشریح: یہ وہی عبداللہ بن عمرو بن العاص ہیں جن کی حرص عبادت کا تفصیلی حال آپ چودھویں باب کی نویں حدیث میں پڑھ چکے ہیں کہ ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بمشکل سمجھا بجھا کر صیام داؤد (ایک دن روزہ ایک دن افطار) پر آمادہ کیا تھا اور داؤد علیہ السلام کے ہی قیام لیل (آدھی رات سونا اور دوسری آدھی رات کے ایک حصے میں نماز پڑھنے اور ایک حصہ میں سونے) پر آمادہ کیا تھا اور ہفتہ میں ایک قرآن ختم کرنے کی اجازت دی تھی اور یہی وہ عبداللہ بن عمرو بن العاص ہیں جو آخر عمر میں تمنا کیا کرتے تھے کہ کاش میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دی ہوئی تخفیف (مہینہ بھر میں تین روزے) کو قبول کر لیتا بے اعتدالی کا یہی انجام ہوتا ہے مگر تھے عہد کے پکے آخر عمر میں گو یہ تمنا کرتے تھے مگر جو عہد کیا تھا (ایک دن روزہ ایک دن افطار) اس پر مرتے دم تک قائم رہے اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خاص طور پر ان کو خطاب کر کے فرمایا ہے کہ تم نے یہ بے اعتدالی اختیار تو کی ہے مگر فلاں شخص کی طرح سب کچھ مت چھوڑ بیٹھنا۔ واللہ اعلم

تہجد کی کتنی رکعتیں قضا کی جائیں

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اگر کبھی بیماری کی وجہ سے رات میں کچھ نماز چھوٹ جاتی تو آپ دن میں (زوال سے پہلے) بارہ رکعات پڑھ لیا کرتے تھے۔ (مسلم)

تشریح: یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ عملی معمول ہے جس کی اسی باب کی دوسری حدیث میں تعلیم دی ہے فرض نماز اور واجب وتر تو جس طرح بھی پڑھے جاتے رات ہی میں پڑھتے تھے کبھی قضا نہیں کرتے تھے نماز تہجد اگر آپ پر واجب بھی ہو تب بھی نفل (زائد) ہے تہجد کی زیادہ سے زیادہ تیرہ رکعتیں پڑھنا آپ سے ثابت ہے اس لئے بارہ رکعتیں دن میں پڑھ لیا کرتے تھے تیرھویں رکعت نہیں پڑھتے اس لئے کہ پھر ساری نماز وتر (طاق) ہو جاتی اور دن میں بجز مغرب کے وتر (طاق) نماز ثابت نہیں ہے وتر (طاق) نماز تو رات میں ہی پڑھی جاتی ہے واللہ اعلم۔ بہر حال نماز تہجد کی اہمیت اس حدیث سے ثابت ہے اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔

فضول سوالات کرنے کی ممانعت

عن ابی هريرة رضی الله عنه عن النبی صلی الله عليه وسلم قال: دعونی ما تركتكم انما اهلك من كان قبلكم كثرة سوالهم، واختلافهم علی انبيائهم فاذا نهيتكم عن شیء فاجتنبوه واذا امرتكم بامر فاتوا منه ما استطعتم (متفق علیہ)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: جب تک میں تمہیں چھوڑوں (یعنی تم سے کچھ نہ کہوں) تم بھی اس وقت تک مجھے چھوڑے رہو (یعنی کسی بھی چیز یا کام کے متعلق مجھ سے سوال نہ کرو) اس لئے کہ تم سے پہلی امتوں کو صرف اسی چیز نے ہلاک کیا ہے کہ وہ اپنے نبیوں سے طرح طرح کے سوالات کثرت سے کیا کرتے تھے (اوران پر عمل نہیں کرتے تھے) لہٰذا جب میں تم کو کسی چیز (یا کام) سے منع کروں تو تم اس سے دور رہو (اس کے پاس بھی نہ جاؤ) اور جب میں کسی چیز (یا کام) کا حکم دوں تو جہاں تک تم سے ہو سکے اس پر عمل کرو۔

تشریح: اس حدیث کے دو جزو ہیں ایک کثرت سوال سے ممانعت' دوسرے منہیات یعنی ممنوعات ومحرمات سے کلی طور پر احتراز کرنا یعنی دور رہنا اور پاس بھی نہ جانا اور مامورات یعنی جن کاموں کے کرنے کا حکم دوں (مثلاً عبادات) جہاں تک تم سے ہو سکے اس پر عمل کرو اس لئے تشریح بھی ہر جزو کی الگ الگ مناسب اور مفید ہے۔

پہلا جزو: نبی دنیا میں بھیجا ہی اس لئے جاتا ہے کہ اپنی امت کو خداوندی احکام بتلائے اوران پر عمل کرائے وہ دن رات اپنے منصب رسالت وتبلیغ احکام الٰہیہ کی ذمہ داری سے سبکدوش ہونے میں مصروف رہتا ہے لہٰذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جب تک میں تم کو کسی کام کا حکم نہ دوں تم خاموش رہو اور یقین رکھو کہ اگر کوئی حکم خداوندی ہوتا تو میں ضرور اس سے آگاہ کرتا اور اس پر عمل کراتا تم محض اپنی ذہنی خارش اور عقلی چون وچرا کی بنا پر طرح طرح کے امکانی امور واحتمالات سے متعلق سوالات کہ اگر ایسا ہو تو کیا حکم ہے مت کیا کرو اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحیح حدیث میں فرمایا ہے۔

''مسلمانوں کے حق میں سب سے بڑا مجرم وہ شخص ہے جس کے احمقانہ سوال اور کھود کرید کرنے کی وجہ سے کوئی چیز حرام ہوگئی اگر وہ شخص کھود کرید نہ کرتا اور نہ پوچھتا تو حرام نہ ہوتی''

اس حدیث کا مقصد صرف احمقانہ سوالات اور کھود کرید کرنے والوں کا منہ بند کرنا ہے ورنہ شریعت میں جہاں تک ہمارا علم ہے کوئی بھی ایسی چیز نہیں جو کسی شخص کے دریافت کرنے کی وجہ سے حرام ہوئی ہو اگر وہ دریافت نہ کرتا تو حرام نہ ہوتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس چیز کو بھی حرام یا حلال کیا ہے صرف اللہ تعالیٰ کے حکم سے بذات خود حرام یا حلال کیا ہے. جس کے آپ مامور تھے۔

اس کے برعکس آپ نے ایسے سوالات کا جواب دینے سے گریز کیا ہے اور بار بار کے اصرار پر تنبیہ کی ہے اور جواب نہ دینے کی وجہ بھی بیان کی ہے چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیا (تقریر کی) اور فرمایا۔

اے لوگو! بیشک اللہ تعالیٰ نے تمہارے اوپر حج فرض کیا ہے لہٰذا تم حج کیا کرو تو ایک شخص نے دریافت کیا ہر سال

؟(حج کیا کریں) آپ خاموش رہے (اور کوئی جواب نہیں دیا) یہاں تک کہ اس شخص نے تین مرتبہ یہی سوال کیا تو تیسری مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر میں (تمہارے سوال کے جواب) میں ہاں کہہ دیتا تو (ہر سال) حج فرض ہو جاتا اور یقیناً تم (دور دراز ملکوں سے ہر سال سفر کر کے مکہ نہیں آ سکتے تم (ہر سال) حج نہیں کر سکتے اور حکم خداوندی پر عمل کرنے کی پاداش میں پہلی امتوں کی طرح ہلاک ہوتے''

اس کے بعد آپ نے وہی پہلی امتوں کا حشر بیان کیا جو اس باب کی پہلی حدیث میں مذکور ہے۔ اس شخص کا سوال تو پھر بھی کسی درجہ میں دریافت طلب ہے اس لئے کہ یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ جیسے پنجوقتہ نماز میں ہر رزو ادا کرنا فرض ہیں رمضان کے روزے رکھنا ہر سال فرض ہے شاید ایسے ہی ہر سال حج ادا کرنا بھی فرض ہو آپ نے سکوت کی وجہ بیان کر دی کہ اللہ تعالیٰ نے عمر میں ایک مرتبہ حج فرض کیا ہے ہر سال نہیں اس سے زیادہ لایعنی اور بیکار سوالات کی مثالیں جن پر آپ کو غصہ بھی آیا ہے آنے والی حدیث میں مذکور ہیں:

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ ''ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی بھی چیز کے متعلق سوال کرنے سے منع کر دیا گیا تھا اس لئے ہمیں اچھا معلوم ہوتا تھا کہ دیہاتیوں میں سے کوئی عقلمند آدمی بطور وفد اپنے قبیلہ کی طرف سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور آپ سے سوالات کرے اور ہم سنیں چنانچہ اس کے بعد ضمام بن ثعلبہ کا قصہ بیان کیا ہے۔ مسلم ج اول۔

یہاں تک کہ ایک مرتبہ حضرت جبرائیل علیہ السلام ایک غیر معروف اور ناقابل شناخت انسان کی شکل میں صحابہ کی موجودگی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور آپ سے ایمان، اسلام احسان وغیرہ سے متعلق صحابہ کے سامنے نہایت اہم اور دقیق سوالات کئے اور آپ نے ان کے نہایت واضح محکم اور تسلی بخش جوابات دیئے اور ان کے جانے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ جبرئیل علیہ السلام تھے تم تو سوال کرتے نہیں یہ تم کو دین (کے متعلق سوال کرنے کا طریقہ سکھلانے کے لئے آئے تھے (کہ دین کے متعلق اس طرح سوال کیا کرتے ہیں)

حدیث کے دوسرے جزو کی تشریح

حدیث کا دوسرا جزو نہایت اہم ہے ہر مسلمان کو ہر حالت میں اس کو پیش نظر رکھنا چاہئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں تو جس چیز (یا کام) سے میں تم کو منع کروں اس کو تو بالکل چھوڑ دو (پاس بھی نہ جاؤ) اور جس چیز (یا کام) کا میں حکم دوں اس پر جس قدر تم سے ہو سکے عمل کیا کرو اس سے معلوم ہوا کہ منہیات (یعنی ممنوعات ومحرمات) میں ہو سکنے یا نہ ہو سکنے کا کوئی سوال نہیں ان کو تو کلی طور پر ترک کر دو اور مامورات (وہ کام جن کے کرنے کا آپ نے حکم دیا مثلاً نماز، روزہ، زکوٰۃ حج وغیرہ عبادات) ان پر جس قدر تم سے ہو سکے عمل کیا کرو۔

مامورات اور منہیات میں فرق کی وجہ

اس فرق کی وجہ یہ ہے کہ اگر ممنوع اور حرام چیزوں یا کاموں کو بالکل ترک نہ کیا تو جو بھی مامور عبادات ادا کی جائیں گی اور مامورات پر جتنا بھی عمل کیا جائے گا سب بیکار جائے گا مثلاً ایک شخص ہے جو نہ صرف پنجگانہ فرض نمازیں بلکہ سنتیں اور نوافل بھی تہجد و اشراق کی نمازیں بھی پڑھتا ہے مگر اسی کے ساتھ سود لیتا بھی ہے اور دیتا بھی ہے تمام کاروبار سودی کرتا ہے یا یتیموں کا مال بے دریغ کھاتا ہے یا شراب پیتا بھی ہے پلاتا بھی ہے یا رشوت لیتا ہے غرض حرام وحلال کی پرواہ کئے بغیر روپیہ کماتا ہے یا اسمگلنگ کرتا ہے چور بازاری کرتا ہے یا جوا کھیلتا ہے یا ریس (گھوڑ دوڑ)

میں حصہ لیتا ہے اس کی نمازیں، روزے، صدقہ خیرات، حج وغیرہ غرض کوئی بھی بڑی سے بڑی عبادت وطاعت اس کو حرام خوری کے عذاب سے نہ بچاسکے گی جب تک ان حرام کاموں کو کلی طور پر ترک نہ کرے اور آئندہ نہ کرنے کا پختہ عہد نہ کرے جس کو شریعت میں توبہ کہتے ہیں یہ تمام محرمات وہ نجاستیں ہیں جن کے باقی رہتے نماز پڑھنا ایسا ہی بیکار ہے جیسے ناپاک کپڑے پہنے یا بغیر وضو یا غسل کے ناپاکی کی حالت میں نماز پڑھے ایسی نماز نماز نہیں بلکہ نماز کا مذاق اڑانے کے مترادف ہے بالکل یہی صورت محرمات کو کلی طور پر ترک کئے بغیر عبادت کرنے کی ہے جو حرام خوری یا حرام نوشی یا حرام پوشی کے عذاب سے نہیں بچاسکتی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: پھر آپ نے ایک شخص کا ذکر فرمایا جو (جہاد یا حج وعمرہ کے لئے) دور دراز سفر کرتا ہے سر کے بال پراگندہ ہیں جسم غبار آلود ہے ہاتھ آسمان کی طرف اٹھا کر دعا مانگتا ہے اے پروردگار! اے پروردگار! حالانکہ جو کھایا ہے وہ حرام ہے جو پیا ہے وہ حرام ہے جو پہنے ہوئے ہے وہ حرام ہے جو غذا ملی ہے وہ حرام ہے تو اس کی دعائیں کہاں قبول ہوسکتی ہیں۔

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ جب تک حرام خوری اور حرام پوشی اور گناہوں اور معصیتوں کو کلی طور پر ترک کرکے اور ان تمام غلاظتوں اور ناپاکیوں سے خود کو پاک وصاف کرکے ہی اللہ تعالیٰ کی عبادت وطاعت نہ کی جائے گی اللہ تعالیٰ کے ہاں ہرگز قابل قبول نہ ہوگی اور جہنم کی آگ سے نہیں بچاسکے گی تھوڑی ہو یا بہت صرف فرائض ہوں یا نوافل ومستحبات سمیت، اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جن کاموں کے کرنے کا میں تمہیں حکم دوں ان پر جتنا تم سے ہوسکے عمل کرو یعنی تم حرام کاموں یا چیزوں سے اور گناہوں اور نافرمانیوں سے کلی طور پر دور رہ کر جتنا بھی مامورات (عبادات وطاعات) پر عمل کروگے قابل قبول اور مفید ہوگا تھوڑا ہو یا بہت۔ تقویٰ کے باب میں بیان کیا جاچکا ہے کہ تخلی عن الرذائل کے بغیر تحلی بالفضائل ممکن نہیں یعنی رذیلتوں سے پاک وصاف ہوئے بغیر فضیلتوں سے آراستہ ہونا ممکن نہیں یہی تقویٰ کے معنی ہیں اسی کتاب میں باب تقویٰ کو دوبارہ پڑھ لیجئے تاکہ ہر وقت پیش نظر رہے۔

دُعا کیجئے: اے اللہ! بہ طفیل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے جو آپ کے نبی ہیں بہ طفیل ابراہیم علیہ السلام کے جو آپ کے خلیل ہیں اور بہ طفیل موسیٰ علیہ السلام کے جو آپ کے کلیم ہیں۔ بہ طفیل عیسیٰ علیہ السلام کے جو روح اللہ اور کلمۃ اللہ ہیں۔ بہ طفیل کلام حضرت موسیٰ علیہ السلام اور انجیل حضرت عیسیٰ علیہ السلام زبور حضرت داؤد علیہ السلام اور فرقان حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اور بہ طفیل ہر اس وحی کے جسے آپ نے بھیجا ہو یا ہر حکم کے جسے آپ نے جاری فرمایا ہو۔ اور بہ طفیل ہر سائل کے جس کو آپ نے دیا ہو، بہ طفیل ہر محتاج کے جس کو آپ نے غنی کیا ہو۔ بہ طفیل ہر غنی کے جسے آپ نے محتاج کیا ہو اور ہر گمراہ کے طفیل جسے آپ نے ہدایت دی ہو اور میں آپ سے بہ طفیل آپ کے اس نام کے جس کو آپ نے زمین پر رکھا تو وہ ٹھہر گئی آسمانوں پر رکھا تو وہ قرار پکڑ گئے۔ پہاڑوں پر رکھا تو وہ جم گئے اور میں آپ سے بہ طفیل اس نام کے کہ وہ پاک ہے اور ستھرا ہے اور آپ کی کتاب میں آپ کی طرف سے نازل ہوا ہے بہ طفیل آپ کے اس نام کے جسے آپ نے دن پر رکھا تو وہ روشن ہوگیا۔ رات پر رکھا تو وہ اندھیری ہوگئی بہ طفیل آپ کی عظمت آپ کی بڑائی، اور آپ کے نور ذات کے درخواست کرتا ہوں آپ مجھے قرآن عظیم نصیب فرمائیں اور اسے میرے گوشت، خون، میری قوت سماعت وبصارت میں پیوست فرمادیجئے اور میرے جسم کو اس پر اپنی قدرت وقوت سے عامل بنادیجئے پس بے شک (گناہ سے) بچاؤ اور (نیکی) کی کوئی قوت نہیں مگر آپ ہی کے ذریعے سے (یہ ہوسکتا ہے)

سنت کی پیروی اور بدعتوں سے بچنے کی تاکید

عن ابی نجیح العرباض بن سارية رضى الله عنه قال: وعظنا رسول الله صلى الله عليه وسلم موعظة بليغة وجلت منها القلوب وذرفت منها العيون فقلنا: يارسول الله كانها موعظة مودع فاوصنا قال: اوصيكم بتقوى الله والسمع والطاعة وان تامر عليكم عبد

ترجمہ: حضرت ابو نجیح عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں وعظ فرمایا جس سے ہمارے دل لرز گئے اور آنکھیں اشک ریز ہو گئیں تو ہم نے عرض کیا اے اللہ کے رسول یہ (وعظ) تو گویا ایک (دنیا سے) رخصت ہونے والے کا سا وعظ ہے لہٰذا آپ ہمیں وصیت فرمائیے آپ نے ارشاد فرمایا میں تمہیں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنے کی وصیت کرتا ہوں اور مسلمانوں کے امیر (حکمران) کی بات سننے اور اس کی اطاعت کرنے کی وصیت کرتا ہوں اگرچہ کوئی حبشی غلام ہی تم پر مسلط ہو جائے (تب بھی تم اس کی اطاعت کرنا) اور بلاشبہ تم میں سے جو شخص (میرے بعد) زندہ رہے گا وہ (امت میں) بکثرت اختلاف دیکھے گا تو تم میری سنت (کی پیروی) کو اور میرے ہدایت یافتہ خلفاء راشدین (کی سنت کی پیروی) کو اپنے اوپر لازم کر لینا اور اس سنت کو دانتوں سے پکڑے رہنا اور تم (دین میں) نئے نئے امور (بدعتوں) سے بے حد بچنا (اور دور رہنا) اس لئے کہ ہر بدعت (دین میں نئی چیز) گمراہی ہے۔

تشریح: اس حدیث کے بھی کئی جزو ہیں ا۔ اول یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بعد مسلمانوں کو تقویٰ اللہ کی وصیت فرماتے ہیں تقویٰ کی حقیقت گذشتہ حدیث کے ذیل میں آپ پڑھ چکے ہیں اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں ہر قسم کی عبادات کی قبولیت کو صرف متقین کے اندر منحصر فرماتے ہیں گویا تقویٰ کے بغیر کوئی عبادت مقبول نہیں ارشاد ہے۔

انما يتقبل الله من المتقين (المائدہ: ۲۷)

اس کے سوا نہیں کہ اللہ پاک تو صرف متقین کی (عبادتیں) قبول فرماتے ہیں۔

۲۔ دوسری وصیت: امیر المسلمین کی اطاعت سے متعلق ہے کہ اگرچہ کوئی امیر شریعت کے اصول کے خلاف محض اپنی قبائلی یا افرادی طاقت یا فوجی طاقت کے زور سے تم پر مسلط ہو جائے تب بھی تم اس کی اطاعت کرو بشرطیکہ وہ مسلمانوں کو خلاف شرع کاموں پر مجبور نہ کرے اس لئے کہ ایسے متغلب (زبردستی امیر) کے خلاف محاذ آرائی خانہ جنگی کے مترادف ہے جو مسلمانوں کے جان و مال کی تباہی کا موجب ہے ہاں اگر وہ شریعت کے قطعی امور کے خلاف کام کرنے پر مسلمانوں کو مجبور کرے تو اس کے خلاف مسلمانوں کو متحد و متفق ہو کر بغاوت کرنا جائز ہے۔

بہر حال امیر المسلمین جیسا بھی ہو اس کی اطاعت نہ کرنا حکم نہ ماننا اپنی اور قوم کی تباہی کو دعوت دینے کے مترادف ہے اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت کے مطابق امیر المسلمین کی ''سول نافرمانی'' ناجائز ہے۔

۳۔ تیسری وصیت میں اول آپ امت کے داخلی اختلافات کی پیشنگوئی فرماتے ہیں جس سے حضرت ابو بکر صدیقؓ کی وفات اور حضرت عمرؓ کی شہادت کے بعد ہی امت مسلمہ کو سابقہ پڑا ہے اور آدھی صدی بھی نہ گزری تھی کہ عالم اسلام انہی

اختلافات اور باہمی خانہ جنگیوں میں تباہ ہونا شروع ہو گیا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت اور حضرت علی کے خلاف محاذ آرائی اور جنگ جمل جنگ صفین جیسی ہولناک لڑائیاں ہوئیں جن کے نتیجہ میں دوطرفہ ہزاروں صحابہ شہید ہوئے۔

ایسے پرآشوب اور پرفتن زمانہ میں اللہ کے رسول امت کو اپنی سنت کی پیروی اور اپنے خلفائے راشدین کی سنت کی پیروی پر مضبوطی کے ساتھ قائم رہنے کی وصیت فرماتے ہیں کہ ایسے افراتفری کے زمانہ میں بھی قطعی طور پر دنیا اور آخرت کی فلاح کا واحد راستہ یہی ہے اس لئے کہ کتاب اللہ کے بعد سنت رسول اللہ واجب العمل ہے اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سنت خلفائے راشدین بھی باجماع اہل سنت والجماعت واجب العمل ہے۔

اور چودہ صدیاں گزر جانے کے بعد ہمارے اس خدانا آشنا اور خدا فراموش زمانہ میں بھی ہمارا فرض ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اور دنیا و آخرت کی فلاح کے معاملہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے ساتھ ہی خلفائے راشدین اور صحابہ کرام کی سنت کو بھی دانتوں سے پکڑے رہیں اس لئے کہ انہی حضرات کے سامنے قرآن نازل ہوا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق انہی حضرات کو قرآن کے معانی، حقائق ودقائق اور احکام بتلائے اور سمجھائے جو حدیث کی کتابوں میں بحمد اللہ محفوظ وموجود ہیں اور ہم نظام شریعت کے لئے ادھر ادھر بھٹک رہے ہیں اور ہماری اس حالت پر تعجب کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

وكيف تكفرون وانتم تتلىٰ عليكم ايت الله وفيكم رسوله (النسا:۱۰۱)

اور تم کیسے کافر ہوئے جا رہے ہو درآں حالیکہ اللہ تعالیٰ کی آیتیں تمہارے سامنے پڑھی جا رہی ہیں اور اس کا رسول تمہارے درمیان موجود ہے (اس کا ہر قول وفعل کتب حدیث میں موجود ہے) اللہ تعالیٰ ہماری حالت پر رحم فرمائیں آمین ثم آمین۔

دُعا کیجئے

اے اللہ! آپ ہمیں اپنی خفیہ گرفت کی طرف سے بے فکر نہ کردیں اور نہ ہمیں اپنی یاد سے غافل ہونے دیں اور نہ ہماری پردہ دری کریں اور نہ ہمیں غافلوں میں سے کیجئے۔

اے اللہ! میں آپ سے عافیت عاجلہ، بلائے دفعیہ اور دنیا میں آپ کی طرف منتقل ہونے کی درخواست کرتا ہوں۔

اے وہ (ذات) کہ سب کے عوض کافی ہے اور اس کے عوض کوئی بھی کافی نہیں اے بیکسوں کے والی، اے بے سہاروں کا سہارا۔ (سب سے) امیدیں ختم ہو چکی ہیں مگر آپ سے (باقی ہیں) مجھے اس حال سے جس میں کہ میں ہوں نجات دیجئے اور جو بلا کہ نازل ہو چکی ہے اس کے مقابلہ میں میری مدد فرمائیے اپنی ذات پاک اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اس حق کے طفیل میں جو آپ پر ہے۔ آمین۔ اے اللہ! میری نگہبانی اس آنکھ سے کیجئے جو کبھی سوتی نہیں۔ اور مجھے اپنی اس قوت کی آڑ میں لے لیجئے جس کے پاس کوئی بھٹک نہیں سکتا۔ مجھ پر اپنی اس قدرت سے رحم فرمائیے جو آپ کو مجھ پر حاصل ہے تاکہ میں ہلاک نہ ہو جاؤں اور آپ ہی میری امید گاہ ہیں آپ نے کتنی ہی نعمتیں مجھے دیں اور میرا شکران کے لئے کم ہی رہا۔ اور کتنی مصیبتیں ہیں جن میں آپ نے مجھے مبتلا کیا اور میرا صبران پر کم ہی رہا۔ پس اے وہ کہ اس کی نعمت کے وقت میرا شکر کم رہا پھر بھی مجھے محروم نہ کیا اور اے وہ کہ اس کے ابتلا کے وقت میرا صبر کم رہا پھر بھی اس نے میرا ساتھ نہ چھوڑا اور اے وہ کہ مجھے گناہوں پر دیکھا پھر بھی مجھے رسوا نہ کیا۔

سنت سے انکار جنت سے انکار کے مترادف ہے

عن ابی هريرة رضی الله عنه ان رسول الله صلی الله عليه وسلم قال: كل امتی يدخلون الجنة الا من ابی قيل: ومن يابی يارسول الله؟ قال: من اطاعنی دخل الجنة، ومن عصانی فقد ابی (بخاری)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت تمام امتوں سے پہلے جنت میں داخل ہوگی سوائے اس شخص کے جو (جنت میں داخل ہونے سے ہی) انکار کرے صحابہ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! جنت میں داخل ہونے سے بھی کوئی شخص انکار کرے گا؟ آپ نے فرمایا: جس نے میری اطاعت کی (حکم مانا) جنت میں داخل ہوگیا اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے جنت میں داخل ہونے سے انکار کردیا۔

تشریح: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

ومآ ارسلنا من رسول الا ليطاع باذن الله (النساء:۶۴)

ہم نے ہر رسول کو اسی لئے بھیجا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اذن سے (حکم سے) اس کی اطاعت کی جائے۔

گویا جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت سے انکار کرتا ہے وہ مقصد خداوندی کو چیلنج کرتا ہے کہ دیکھ میں تیرے رسول کی اطاعت سے انکار کرتا ہوں قہر خداوندی ایسے فرعون بے سامان کو کب چھوڑ سکتا ہے اگر کسی مصلحت کے تحت اس دنیا میں اس کی گردن نہ توڑے تو آخرت میں تو اسے ایسا عذاب دے گا کہ **لایعذب عذابه احد** (اس کے عذاب جیسا عذاب کوئی (کسی کو) نہ دے گا۔

واضح رہے کہ عربی زبان میں ابا ذلت کو قبول کرنے سے انکار کو کہتے ہیں گویا اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کرنے والا آپ کی فرمانبرداری کو اپنی توہین سمجھتا ہے اس لئے انکار کرتا ہے اسی طرح جنت میں داخل ہونے کو بھی اپنی شان کے خلاف سمجھتا ہے اسی لئے اس سے بھی انکار کرتا ہے ایسے مغرور وسرکش کی سزا یہی ہے کہ ان پر آگ کے کوڑے برسائے جائیں **فصب عليهم ربک سوط عذاب** (سورۃ الفجر آیت ۱۳) (پس تیرے رب نے ان پر عذاب کے کوڑے برسائے) اسی لئے قرآن کریم کی آیات میں سے نویں آیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے خلاف کرنے والوں کو فتنہ یا عذاب الیم سے خبردار کیا گیا ہے۔

دُعا کیجئے

اے ایسے احسان کرنیوالے جس کا احسان کبھی ختم نہ ہو اور اے ایسے نعمتوں والے کہ جس کی نعمتیں کبھی شمار نہ ہوسکیں میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی آل پر رحمت کاملہ نازل فرمائیے میں آپ ہی کے زور پر دشمنوں اور زورآوروں کے مقابلہ میں بھڑ جاتا ہوں۔

سنت پر ازراہ تکبر ونخوت عمل نہ کرنے والے کی سزا

عن ابی مسلم وقیل: ابی ایاس سلمة بن عمر بن الاکوع رضی الله عنه ان رجلا اکل عند رسول اللهصلی الله علیه وسلم بشماله فقال: کل بیمینک قال: لا استطیع قال: لا استطعت ما منعه الا اکبر فما رفعها

ترجمہ: حضرت ابومسلم خولانی رضی اللہ عنہ سے یا بقول بعض حضرت ابوایاس سلمہ بن عمرو بن الاکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم (کے دستر خوان پر) بائیں ہاتھ سے کھانا شروع کیا تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے کہا ''دائیں ہاتھ سے کھاؤ'' اس نے کہا میں (دائیں ہاتھ سے) نہیں کھا سکتا آپ نے فرمایا (خدا کرے) تو نہ کھا سکے (یہ بددعا آپ نے اس لئے دی) کہ صرف اس کے غرور اور تکبر نے اس کو (آپ کی سنت پر عمل کرنے اور آپ کی بات ماننے سے) منع کیا تھا اور نہ وہ اس وقت دائیں ہاتھ سے کھا سکتا تھا) چنانچہ (آپ کی بددعا کے بعد) اس کو مرتے دم تک) دائیں ہاتھ کو اٹھانا نصیب نہ ہوا (دایاں ہاتھ شل ہو کر رہ گیا)

تشریح: رسول اللہ کی سنت پر عمل کرنے کو اپنی شان کے خلاف اور اپنی توہین سمجھ کر انکار کرنے کا مصداق آپ کے زمانہ میں یہ شخص تھا چنانچہ اس پر ایسی مار پڑی کہ ہاتھ شل ہو کر رہ گیا اور مرتے دم تک نہ اٹھا سکا۔

ہمارا زمانہ:

ہمارے اس خدا ناشناس زمانہ میں تو ایسے سر پھرے سرکش لوگ بے شمار ہیں خاص کر جدید تہذیب (یورپین تہذیب) کے پرستار اگران سے کہا جائے ''کھانا بیٹھ کر کھانا سنت ہے سنت کا خلاف نہ کرو بیٹھ کر کھاؤ بسم اللہ کہہ کر کھاؤ پلیٹ کو صاف کرو'' یا بھرا ہوا ٹھنڈے پانی کا گلاس پھینک دیں گے صرف اس لئے کہ اس میں سے ایک دو گھونٹ کسی مسلمان نے یا ان کے والد بزرگوار نے پی لئے پیالی میں دو گھونٹ چائے یا لیمن وغیرہ کی بوتل میں دو چار گھونٹ ضرور چھوڑ دیں گے لاکھ ان کو سمجھایئے کہ ''خلاف سنت ہے ایسا مت کرو'' انتہائی متکبرانہ انداز میں اونھ کہہ کر منہ پھیر لیں گے گردن موڑ لیں گے بڑبڑائیں گے ''یہ سب پرانے خیالات اور دقیانوسی تہذیب ہے آج کل اسلامی تہذیب یہ ہے جو ہمیں یورپین قوموں کی خوشہ چینی (بوٹ چاٹنے) سے ملی ہے'' انگریز کے بچے بنے ہوئے ہیں پوری نئی تعلیم یافتہ اور تہذیب آموختہ نسل انگریز کی نقالی میں سنن وآداب نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل کرنے کو اپنی شان کے خلاف اور اپنی توہین سمجھ رہی ہے یہ سب اس حدیث کا مصداق ہیں خدا ان پر رحم کرے کسی آفت یا دردناک عذاب میں مبتلا نہ ہو جائیں۔

حضرت ابوعبداللہ نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے سنا آپ فرما رہے تھے تم اپنی (نماز کی) صفوں کو ضرور سیدھا (برابر) کر لو ورنہ اللہ تعالیٰ تمہارے چہروں (یعنی دلوں) کے درمیان (ایسی ہی) مخالفت ڈال دیں گے (جیسی تمہاری صفوں میں ہے) بخاری ومسلم

اور مسلم کی ایک روایت میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (نماز شروع کرنے سے پہلے) ہماری صفوں کو اس طرح برابر کیا کرتے تھے کہ گویا آپ ان صفوں سے تیر کی لکڑیاں سیدھی کر رہے ہیں یہاں تک کہ جب آپ نے محسوس کیا کہ ہم (صفوں کو سیدھا کرنا) سمجھ گئے ہیں (تو یہ اہتمام ترک کر دیا) پھر ایک دن (نماز پڑھانے کے لئے) باہر تشریف لائے اور (مصلے پر) کھڑے ہوئے اور قریب تھا کہ آپ اللہ اکبر کہیں تو دیکھا کہ ایک شخص کا سینہ آگے کو نکلا ہوا ہے اس لئے کہ وہ صف میں برابر نہیں کھڑا تھا تو آپ نے (بطور تنبیہ) فرمایا اے اللہ کے بندو! یا تم اپنی صفوں کو برابر کر لو ورنہ اللہ تعالیٰ تمہارے چہروں (یعنی دلوں) کے درمیان مخالفت ڈال دیں گے۔

نماز میں صفوں کو سیدھا رکھنا سنت ہے اور پروردگار کے حضور میں خشوع وخضوع کے ساتھ صف بستہ کھڑے ہونا آداب صلوٰۃ میں سے ہے اگرچہ بظاہر یہ صرف ایک ظاہری اور جسمانی عمل ہے مگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ تمہارے اس ظاہری عمل کا باطنی اثر یہ ہے کہ نماز کا یہ اتحاد واتفاق مسلمانوں کی تمام تر اسلامی اور اجتماعی زندگی پر اثر انداز بلکہ سنگ بنیاد ہے جو لوگ رب العالمین کے حضور میں باہمی اختلاف کا مظاہرہ کرنے سے باز نہیں آ سکتے تو یاد رکھو تمہاری قومی اور اجتماعی زندگی باہمی اختلافات اور باہمی مخالفتوں سے محفوظ نہیں رہ سکتی جب تم خدا کے گھر میں خدا کے سامنے باہمی اجتماع کے وقت باہمی اختلافات اور باہمی مخالفت کا مظاہرہ کر رہے ہو تو کیسے ممکن ہے کہ تم مسجد سے باہر اس سے باز آ سکو اس کے معنی یہ ہیں کہ تمہارے دلوں میں خدا کا خوف مطلق نہیں پھر تمہارے دلوں میں اسلامی اخوت ومحبت اور اتحاد واتفاق کیسے اور کون پیدا کر سکتا ہے۔ بہر حال اس حدیث سے ثابت ہوا کہ ظاہر کا اثر باطن پر ضرور پڑتا ہے۔

ہماری نمازیں

ہم تو مسجد کو خدا کا گھر اور نماز میں کھڑے ہونے کو احکم الحاکمین کے حضور میں پیش ہونا سمجھتے ہی نہیں بچپن سے جو عادت پڑی ہوئی ہے اس کے تحت ایک رسمی چیز سمجھ کر حسب عادت مسجد میں چلے جاتے ہیں اور امام کے پیچھے اللہ اکبر کہہ کر ہاتھ باندھ کر کھڑے ہو جاتے ہیں نہ ہمیں یہ خبر ہوتی ہے کہ امام کیا پڑھ رہا ہے اور ہم کیا کر رہے ہیں بے روح اور بے جان رکوع سجدے کرتے رہتے ہیں صحیح معنی میں کہئے ٹکریں مارتے رہتے ہیں سلام پھیرنے کے بعد دنیا بھر کے افکار وخیالات جیسے لے کر گئے تھے ویسے ہی لئے ہوئے مسجد سے باہر آ جاتے ہیں اور سمجھ لیتے ہیں کہ ہم نماز پڑھ آئے ایسی بے جان اور بے روح نمازیں ہماری انفرادی اور اجتماعی زندگی میں کوئی انقلاب نہیں پیدا کر سکتیں۔

ہماری یہ حالت صرف نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعلیمات اور نمازوں کے آداب وسنن سے ناواقف اور بے بہرہ ہونے کا نتیجہ ہے۔

دُعا کیجئے: اے اللہ! دنیا کو میرے دین پر مددگار بنا دیجئے اور تقویٰ کو میری آخرت پر مددگار بنا دیجئے میری ان چیزوں کا جو میری آنکھوں سے دور ہیں آپ ہی محافظ رہئے اور ان چیزوں میں جو میرے پیش نظر ہیں تو مجھے میرے نفس کے حوالہ نہ کیجئے۔

اے وہ کہ نہ اسے گناہ نقصان پہنچا سکتے ہیں اور نہ اسکے ہاں مغفرت کی کوئی کمی ہے۔ مجھے وہ چیز عنایت فرمایئے جو آپ کے ہاں کمی نہیں کرتی۔ مجھے وہ چیز معاف کر دیجئے جو آپ کو نقصان نہیں پہنچاتی۔ بے شک آپ ہی بڑے دینے والے ہیں۔ میں آپ سے فوری کشائش، صبر جمیل، رزق وسیع اور جملہ بلاؤں سے امن کی درخواست کرتا ہوں اور میں آپ سے عافیت کی ہمیشگی اور اس عافیت پر توفیق شکر کا سوال کرتا ہوں اور میں آپ سے مخلوق کی طرف سے بے احتیاجی مانگتا ہوں آپ بزرگ وبرتر کے علاوہ نہ کوئی (گناہوں سے) بچاؤ ہے اور نہ کوئی (اطاعت کی) قوت ہے۔

سونے کے وقت آگ بجھادیا کرو

عن ابی موسی رضی الله عنه قال: احترق بیت بالمدینة علی اهله من اللیل فلما حدث رسول الله صلی الله علیه وسلمبشانهم قال: ان هذه النار عدو لکم فاذا نمتم فاطفؤها عنکم(متفق علیه)

ترجمہ: حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ (ایک مرتبہ) مدینہ میں ایک گھر میں آگ لگی گھر والوں سمیت سب کچھ جل گیا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ان لوگوں کا حال بیان کیا گیا تو آپ نے ارشاد فرمایا یہ آگ تمہاری دشمن ہے لہٰذا جب تم سویا کرو تو اس کو بجھا دیا کرو۔

تشریح: یہ حدیث ان آداب وتعلیمات نبوی میں سے ہے جن کی رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ازراہ شفقت اپنی امت کو تعلیم دی ہے گویا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم صرف احکام الٰہی (مامورات ومنہیات) ہی کی تعلیم نہیں دیتے اور جہنم کی آگ سے ہی نہیں بچاتے ہیں بلکہ دنیاوی فلاح و بہبود کی تعلیم بھی دیتے ہیں تمام دنیا اس پر متفق ہے کہ آگ انسان کی ایسی دشمن ہے کہ چشم زدن میں انسانوں کے جان ومال اور املاک کو پھونک کر رکھ دیتی ہے اس کی ایذا رسانی اور مضرت ونقصان رسانی سے بچنے کا واحد راستہ یہ ہے کہ اسے جلد از جلد بجھا دیا جائے اسی لئے دنیا کے تمام چھوٹے بڑے ملکوں کی حکومتوں نے بڑے بڑے کوہ شکن فائر بریگیڈر (آگ بجھانے والے انجن) اور عملہ کے ہروقت تیار رہنے کا اہتمام کیا ہوا ہے اطلاع ملتے ہی چند منٹ میں پہنچ کر گھنٹوں یا دنوں میں آگ کو بجھا دیتے ہیں مگر آگ لگنے سے بچانے کا واحد راستہ یہ ہے کہ ان حکیمانہ آداب وتعلیمات نبوت پر عمل کیا جائے اور ضرورت پوری ہونے کے بعد بجھادی جائے تو نہ آگ لگے گی نہ جان ومال کا نقصان ہوگا۔

امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے تین طبقے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو ہدایت اور علم دے کر اللہ تعالیٰ نے مجھے بھیجا ہے (اور میں نے اس کو لوگوں تک پہنچایا ہے) اس کی مثال ایسی ہے جیسے زمین پر خوب (موسلا دھار بارش ہوتی ہے تو زمین کے کچھ قطعے ایسے عمدہ اور حاصل خیز ہوتے ہیں کہ بارش کا سارا پانی جذب کر لیتے ہیں اور ان میں ہر طرح کی خشک وتر پیداوار (غلہ پھول اور پھل) اور گھاس چارہ خوب فراوانی کے ساتھ پیدا ہوتا ہے اور کچھ ایسے شورنشیبی خطے ہوتے ہیں کہ بارش کے پانی کو اپنے اندر صرف روک لیتے ہیں (اور پانی بڑے بڑے تالابوں اور جھیلوں کی شکل میں جمع ہوجاتا ہے) جس سے اللہ لوگوں کو نفع پہنچاتا ہے لوگ خود بھی پیتے ہیں مویشیوں کو بھی پلاتے ہیں اور کھیتیوں کو بھی سیراب کرتے ہیں اور کچھ قطعے ایسے سنگلاخ چٹیل میدان ہوتے ہیں کہ نہ بارش کے پانی کو روکتے اور جمع کرتے ہیں اور نہ شور ہونے کی وجہ سے ان میں کچھ اگتا ہے۔

پس یہ (پہلی) مثال ہے ان لوگوں کی جو اللہ کے دین میں سمجھ پیدا کرتے ہیں اور جو ہدایت اور علم ان کو میرے ذریعہ پہنچا اس کو خود بھی حاصل کرتے ہیں اور دوسروں کو بھی اس کی تعلیم دیتے ہیں اور یہ (آخری) مثال ہے ان لوگوں کی جنہوں نے

(از راہ تکبر) نہ اس علم وہدایت کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھا جو اللہ تعالیٰ نے میرے ذریعہ بھیجا اور نہ اس کو قبول کیا۔

تشریح: حدیث کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ بہت بڑا احسان وانعام ہے کہ اس نے رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو (حسب وعدہ ہدایت وعلم لے کر اپنے بندوں کے پاس بھیجا لیکن آپ کی ہدایت سے نفع اٹھانے والے دو قسم کے لوگ ہیں ایک وہ علماء عاملین جنھوں نے اس علم وہدایت پر خود بھی عمل کیا اور اپنے اعمال صالحہ کے ذریعہ اپنی زندگی کو بھی سرسبز وشاداب بنایا اور دوسروں کی زندگی کو بھی تعلیم وتربیت کے ذریعہ سرسبز وشاداب بنایا بالکل اسی طرح جیسے باران رحمت خداوندی ہے مگر اس بارش سے نفع اٹھانے والے زمین کے خطے اپنی صلاحیتوں کے اعتبار سے مختلف قسم کے ہوتے ہیں بعض خطوں کی زمین نہایت عمدہ اور حاصل خیز ہوتی ہے وہ اس بارش سے خوب پھولتے پھلتے اور سرسبز وشاداب ہوتے ہیں اور خلق خدا کو ان سے جسمانی غذا حاصل ہوتی ہے اور بعض خطوں کی زمین شور اور بنجر ہونے کی وجہ سے خود تو کچھ نہیں اگاتی مگر وہ خطے اس بارش کو ضائع نہیں ہونے دیتے بلکہ ندی نالوں اور بڑے بڑے تالابوں اور جھیلوں کی شکل میں بارش کے تمام پانی کو جمع کر لیتے ہیں اور لوگ اس پانی کو پیتے پلاتے اور کھیتوں کو سیراب کرتے ہیں خلق خدا اس پانی سے حسب ضرورت منتفع ہوتی رہتی ہے (یہ وہ علماء اور واعظین ہیں جو خود تو عمل نہیں کرتے مگر دوسروں کو اپنے علم سے فائدہ پہنچاتے ہیں) اور کچھ خطے ایسے سنگلاخ اور چٹیل میدان ہوتے ہیں کہ نہ خود اس پانی سے نفع اٹھاتے ہیں نہ ہی پانی کو روکتے اور جمع کرتے ہیں تمام پانی ضائع جاتا ہے یہ وہ مغرور ومتکبر اور سرکش لوگ ہوتے ہیں جو بر بنا عناد نہ خود اس علم ہدایت سے فائدہ اٹھاتے ہیں نہ دوسروں کو فائدہ پہنچاتے ہیں۔

بہر حال لوگوں کے تین طبقے ہیں ایک علماء عاملین اور دوسرے وہ حاملین علم جو اپنے علم سے خود تو فائدہ نہیں اٹھاتے مگر مسلمانوں کو اپنے علم سے فائدہ ضرور پہنچاتے ہیں تیسرے وہ منکرین ومتکبرین جو ازراہ عناد نہ خود ایمان لاتے ہیں نہ دوسروں کو ایمان لانے دیتے ہیں۔

یہ علم وہدایت جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لے کر قرآن وحدیث کی صورت میں موجود ومحفوظ ہے علم اور عمل کے ذریعہ اس کی حفاظت مسلمانوں کا فرض ہے کہ خود بھی عمل کریں دوسروں سے بھی عمل کرائیں۔

دُعا کیجئے: اے اللہ! میرے باطن کو میرے ظاہر سے بہتر بنا دیجئے اور میرے ظاہر کو اچھا بنا دیجئے۔

اے اللہ! میں آپ سے ان اچھی چیزوں کا سوال کرتا ہوں جو آپ لوگوں کو مال اور بیوی بچے میں سے عطا فرماتے ہیں اور اس بات کا سوال کرتا ہوں کہ میں نہ گمراہ ہوں اور نہ گمراہ کرنے والا ہوں۔

اے اللہ! ہمیں اپنے منتخب بندوں سے کر دیجئے جن کے چہرے اور اعضاء روشن ہونگے اور جو مقبول مہمان ہوں گے

اے اللہ! میں آپ سے ایسا نفس مانگتا ہوں جو آپ پر اطمینان رکھے، آپ کے ملنے کا یقین، آپ کی مشیت پر راضی اور آپ کے عطیہ پر قناعت کرنے والا ہو۔ اے اللہ! آپ ہی کے لئے حمد ہے ایسی حمد جو آپکی ہیشگی کے ساتھ وہ بھی ہمیشہ رہے اور آپ ہی کے لئے حمد ہے جو آپ کے دوام کے ساتھ وہ بھی دائم رہے اور آپ ہی کے لئے ایسی حمد ہے جس کی آپ کی مشیت کے ادھر اس کی انتہا نہیں۔ اور آپ ہی کے لئے ایسی حمد ہے کہ اسکے قائل کا تمام تر مقصود آپ ہی کی خوشنودی ہے اور آپ ہی کے لئے ایسی حمد ہے جو ہر پلک جھپکانے اور ہر سانس لینے کے ساتھ ہو۔

امت کو جہنم میں سے بچانے والے نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میری اور تمہاری مثال ایسی ہے جیسے کسی شخص نے آگ جلائی تو (روشنی کو دیکھ کر) جھینگر اور پروانے آگ میں گرنے لگے اور وہ شخص ان کو (آگ میں گرنے سے بچاتا اور ہٹاتا ہے) اسی طرح میں تمہاری کمر پکڑے ہوئے ہوں (اور تمہیں آگ میں گرنے سے بچا رہا ہوں) اور تم میرے ہاتھ سے نکلے جا رہے ہو اور آگ میں گرے پڑتے ہو) مسلم نے اس حدیث کو روایت کیا۔

تشریح: یہ آگ لذات و خواہشات کی مقناطیسی کشش رکھنے والی حرام کاریوں' نافرمانیوں اور کبیرہ گناہوں کی آگ ہے جس میں گرنے کے لئے نفس امارہ کے پرستار بے تاب ہیں قابو سے باہر ہوئے جا رہے ہیں اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم رات دن ممنوعہ چیزوں اور کاموں سے بلا استثناء دور رہنے کی تاکید فرما رہے ہیں کہ **الا ما نھیکم عنہ فاجتنبوا** اور ارشاد ہے: **ان اعدی عدوک نفسک التی بین جنبیک** (تمہارا سب سے بڑا دشمن تمہارا نفس ہے جو تمہارے پہلو میں (بیٹھا ہوا ہے) لیکن اس مکار نفس کی دعوت پر لبیک کہنے والے نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس شدید ممانعت کے باوجود پروانوں کی طرح اس آگ میں گرنے کے لئے بے تاب ہیں قابو سے باہر ہوئے جا رہے ہیں مکار نفس نے لذتوں اور خواہشات نفسانی کا ایسا سبز باغ دکھایا ہے کہ ہادی رحمت کی تنبیہ **حفت النار بالشھوات** کے باوجود اس دشمن نفس کا بچھایا ہوا جال ایسا ہم رنگ زمین ہے کہ بے ساختہ اس میں گرفتار ہوئے چلے جا رہے ہیں اور کہتے ہیں دام ہمرنگ زمین بود گرفتار شدم' بجز ان پاکباز نیکوکار اہل ایمان کے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی رحمت سے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات پر عمل کرنے کی سعادت حاصل کر لی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بہ تحقیق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (کھانے کے وقت) انگلیوں کو چاٹنے اور پلیٹ صاف کرنے کا حکم دیا اور فرمایا تم نہیں جانتے کہ (کھانے کے) کون سے جزو میں برکت ہے (اگر تم نے انگلیوں کو نہ چاٹا اور پلیٹ کو صاف نہ کیا اور اس جزو میں برکت ہوئی تو تم برکت سے محروم ہو گئے حالانکہ پیٹ اللہ کی رکھی ہوئی برکت ہی سے بھرتا ہے۔ مسلم

اور مسلم ہی کی ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (کھاتے وقت) جب تم میں سے کسی کا لقمہ (زمین پر) گر جائے تو اس کو چاہئے کہ اس کو اٹھا لے اور جو ناگوار چیز اس پر لگی ہو اس کو دور کر دے اور کھا لے اور اس کو شیطان کے لئے نہ چھوڑے اور ہاتھوں کو جب تک انگلیاں چاٹ نہ لے تولیہ سے نہ پونچھے اس لئے کہ وہ نہیں جانتا کہ اس کے کھانے کے کون سے جزو میں برکت ہے (اگر برکت اسی جزو میں ہوئی جو اس نے تولئے سے پونچھ دیا تو وہ برکت سے محروم ہو گیا)

اور مسلم ہی کی ایک روایت میں آیا ہے بلاشبہ شیطان تم میں سے ہر ایک کے ساتھ ہوتا ہے ہر چیز کے وقت اور ہر حالت میں حتیٰ کہ کھانے کے وقت بھی موجود ہوتا ہے لہٰذا جب تم میں سے کسی کے ہاتھ سے لقمہ گر جائے تو جو ناگوار چیز اس پر لگی ہو اسے دور کر دینا چاہئے پھر لقمہ کو کھا لینا چاہئے شیطان کے لئے نہ چھوڑنا چاہئے۔

تشریح: یہ شیطان خود انسان کا نفس **لوامہ** (ملامت

کرنے والا نفس) یہ جو اللہ تعالیٰ کے عطا کئے ہوئے رزق کی ہم سے توہین کرانا چاہتا ہے اور کہتا ہے کہ شان کے خلاف ہے کہ فقیروں کی طرح ہر گری پڑی چیز کو اٹھا کر کھاؤ یا پلیٹوں میں بچا ہوا کھانا کھاؤ انگلیوں میں لگا ہوا کھانا چاٹو لوگ کہیں گے کیسا ندیدہ ہے کہ ایک آدھ لقمہ بھی نہیں چھوڑا اور پلیٹ یا انگلیوں کو چاٹنا تو پرلے درجے کی بدتہذیبی ہے مہذب لوگ تمہارے ساتھ دسترخوان پر بیٹھنا بھی گوارانہ کریں گے یہ سب مکار نفس لوامہ کا فریب ہے وہ ہمیں اس طرح بہکا کر اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے رزق کی توہین اور ناشکری کا مرتکب بنانا چاہتا ہے اس کے فریب میں کسی بھی مسلمان کو نہ آنا چاہئے اور نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے فرمودہ آداب و بلا جھجک عمل کرنا چاہئے اور کھانے میں شریک لوگوں کو بتلانا چاہئے کہ یہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے مسلمانوں کا مقصد اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات پر عمل کرنے کی سعادت حاصل کرنا ہونا چاہئے نہ ہی آج کل کے فرعون صفت نام نہاد مہذب لوگوں میں سرخروئی اسی باب کی چوتھی حدیث کی تشریح کے ذیل میں ہم آج کل کے مہذب لوگوں کی حالت پر تفصیل کے ساتھ روشنی ڈال چکے ہیں اس مقام پر تو صرف اس شیطان سے تعارف کرانا ہے جو ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمودہ آداب وسنن سے باغی اور منحرف بنانے پر تلا ہوا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو آداب وسنن نبی علیہ الصلوۃ والسلام پر عمل کرنے کی خصوصاً اس زمانہ میں توفیق عطا فرمائیں۔

دُعا کیجئے

اے اللہ! میرے دل کو اپنے دین کی طرف متوجہ کر دیجئے اور اپنی رحمت کے ساتھ ادھر ادھر سے حفاظت رکھئے اے اللہ! مجھے ثابت قدم رکھئے کہیں میں پھسل نہ جاؤں اور مجھے ہدایت پر رکھئے کہ کہیں میں گمراہ نہ ہو جاؤں۔ اے اللہ جس طرح آپ مجھ میں اور میرے دل میں حائل ہیں تو شیطان اس کے عمل اور مجھ میں حائل رہئے۔

اے اللہ! ہمیں اپنا فضل نصیب کیجئے اور ہمیں اپنے رزق سے محروم نہ کیجئے اور جو رزق آپ نے ہمیں دیا ہے اس میں برکت فرمائیے ہمارے دلوں کو غنی کر دیجئے اور جو کچھ آپ کے پاس ہے ہمیں اس کی طرف رغبت دے دیجئے۔

اے اللہ! آپ مجھے ان لوگوں میں سے کر دیجئے جنہوں نے آپ پر توکل کیا پس آپ ان کیلئے کافی ہو گئے انہوں نے آپ سے ہدایت طلب کی سو آپ نے انہیں ہدایت نصیب فرما دی انہوں نے آپ سے مدد چاہی سو آپ نے انہیں مدد عطا فرما دی۔ اے اللہ میرے دل کے وسوسوں کو اپنی خشیت اور اپنی یاد بنا دیجئے اور میرے شوق وہمت کی چیز کو وہی کر دیجئے جسے آپ اچھا سمجھتے اور پسند کرتے ہیں۔

اے اللہ! آپ میرا امتحان نرمی یا سختی غرض جس چیز سے بھی کریں مجھے طریق حق وشریعت اسلام پر جمائے رکھئے۔

اے اللہ! میں آپ سے جملہ اشیاء میں نعمت کے پورے ہونے اور ان پر آپ کے شکر کی توفیق پانے کی درخواست کرتا ہوں یہاں تک کہ آپ خوش ہو جائیں اور خوش ہونے کے بعد آپ میرے لئے تمام ایسی چیزوں میں جن میں انتخاب ہوتا ہے میرے لئے انتخاب فرما دیجئے۔ اور اے کریم انتخاب بھی سب ہی آسان کاموں کا نہ کہ دشوار کاموں کا فرمائیے۔

اے اللہ! صبح کے نکالنے والے، رات کو آرام کا وقت بنانے والے، سورج چاند کو وقت کا مقیاس بنانے والے مجھے اپنی راہ میں جہاد کی قوت عطا فرمائیے۔

بدعات پر عمل کا شرمناک نتیجہ

عن ابن عباس رضی الله عنهما قال: قام فينا رسول الله صلى الله عليه وسلم بموعظة فقال: ياايها الناس انكم محشورون الى الله تعالىٰ حفاة عراة غرلا ﴿كما بدانا اول خلق نعيده وعدا علينا انا كنا فاعلين﴾ (متفق عليه)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ (ایک دن) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان وعظ فرمانے کھڑے ہوئے تو آپ نے فرمایا: اے لوگو! تم سب (حشر کے میدان) میں جمع کئے جاؤ گے (اور) اللہ تعالیٰ کے حضور میں ننگے پاؤں، تن برہنہ غیر مختون (پیش ہوگے) اللہ تعالیٰ کے فرمان کے مطابق: ''جیسے ہم نے پہلی مرتبہ مخلوق کو (عدم سے وجود میں لاکر) پیدا کیا ہے ایسے ہی ہم دوبارہ پیدا کریں گے یہ وعدہ ہے ہمارے ذمہ بلاشبہ ہم ایسا ضرور کریں گے'' اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سن لو! سب سے پہلے قیامت کے دن جس کو لباس پہنایا جائے گا (اور خلعت اصطفاء وخلت سے سرفراز کیا جائے گا) وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہوں گے (آپ فرماتے ہیں اور) سن لو! میری امت میں سے کچھ لوگوں کو لایا جائے گا تو ان کو پکڑ کر بائیں جانب (جہنم کی طرف) لے جایا جائے گا تو میں کہوں گا یہ تو میری امت کے لوگ ہیں؟ (ان کو بائیں جانب کیوں لے جایا جا رہا ہے؟) تو کہا جائے گا ''بلاشبہ تم نہیں جانتے کہ انہوں نے تمہارے بعد (دین میں) کیسی کیسی نئی نئی (اعتقادی اور عملی) گمراہیاں پیدا کی ہیں تو میں وہی کہوں گا جو ایک صالح بندے (عیسیٰ السلام) نے کہا تھا۔

وكنت عليهم شهيداً مادمت فيهم فلماتوفيتني كنت انت الرقيب عليهم وانت على كل شيء شهيد. ان تعذبهم فانهم عبادک وان تغفرلهم فانک انت العزيز الحكيم. (مائدہ ع ۱۶)

اور میں ان سے باخبر تھا جب تک میں ان میں رہا پھر جب تو نے مجھے اٹھایا تو تو ہی تھا ان کا نگران اور ہر چیز تیرے سامنے حاضر ہے اگر تو ان کو عذاب دے تو وہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو ان کو معاف کر دے تو تو زبردست حکمتوں والا ہے۔ تو مجھے بتلایا جائے گا جب سے تم ان سے جدا ہوئے ہو یہ لوگ برابر (دین سے) الٹے پاؤں لوٹتے رہے ہیں (یعنی دین سے پھرتے رہے ہیں)

تشریح: اس حدیث میں چند چیزیں محتاج تشریح ہیں:

۱۔ قیامت کے دن تمام انسانوں کے پابرہنہ تن برہنہ اور بغیر ختنہ اٹھائے جانے کی وجہ خود اللہ تعالیٰ نے بیان فرمادی کہ دوسری پیدائش بالکل پہلی پیدائش کی طرح طبعی ہوگی انسانی صنعت کا اس میں مطلق دخل نہ ہوگا۔

۲۔ سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو لباس پہنانے کی وجہ بظاہر یہ معلوم ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء میں سب سے پہلے اصطفاء اجتباء اور خلت سے انہی کو سرفراز فرمایا ہے اس لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام تمام انبیاء میں ایسے موحد اعظم ہوئے ہیں کہ انہوں نے نہ صرف صنم پرستی بلکہ ارواح

پرستی کواکب پرستی غرض ہر غیر اللہ کی پرستش کی تردید فرما کر خدا کی وحدانیت کا جھنڈا بلند کیا ہے اسی لئے ان کا خصوصی لقب ابراہیم خلیل اللہ ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے واتخذ اللہ ابراھیم خلیلاً

۳- علماء محققین اس بات پر متفق ہیں کہ ہر سنت کے مقابلہ پر بدعت ہے اور احیائے سنت بدعت کی اماتت ہے۔

اسلامی آداب

زندگی کے ہر شعبہ اور ہر حالت مثلاً کھانے پینے، اٹھنے بیٹھنے، سونے جاگنے، ملنے ملانے اور لباس پہننے وغیرہ سے متعلق جو طور طریقے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے تعامل سے ثابت ہوں اور وہ کسی دوسری غیر مسلم قوم کا شعار (امتیازی نشان) نہ ہوں وہ سب اسلامی آداب ہیں تاہم مسلمانوں کو حتی الامکان انہی آداب کو اختیار کرنا چاہئے جو احادیث سے ثابت ہیں کسی دوسری غیر مسلم قوم کے شعار (امتیازی نشان) ہرگز اختیار نہ کرنا چاہئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

من تشبه بقوم فهو منهم

جس نے کسی قوم کے ساتھ (کسی بھی چیز میں) مشابہت اختیار کی وہ انہی میں سے ہے۔

ہماری حالت

ہم اس زمانہ میں بدعات سے بدرجہا زیادہ غیر قوموں کی نقالی میں سرتاپا مبتلا ہیں لہٰذا جس طرح بدعات سے نجات پانے کے لئے احیا سنت کی بے حد ضرورت ہے اسی طرح غیر اسلامی طور طریقوں سے نجات پانے کے لئے اسلامی آداب کی ترویج واشاعت کی اس سے بھی زیادہ ضرورت ہے چنانچہ جس قدر ہماری معاشرت میں آداب نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام اور مسنون طریقے رائج ہوتے جائیں گے اسی قدر غیر قوموں خصوصاً یورپین قوموں کے طور طریقے ختم ہوتے چلے جائیں گے ایک آداب طعام ہی کو لے لیجئے اگر ہم پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بیان کردہ طریق پر فرش پر بیٹھ کر دستر خوان بچھا کر بسم اللہ کہہ کر کھانا کھانے کو رواج دیں تو میز کرسیوں پر بیٹھ کر جانوروں کی طرح کھڑے کھڑے ہاتھوں میں گداؤں کی طرح کاسۂ گدائی لئے بغیر پلیٹ ہاتھ میں لے کر ادھر ادھر ڈشوں میں سے کھانا لے کر کھانے کے مروجہ غیر اسلامی طور طریقے آہستہ آہستہ سب چھوٹ جائیں گے اسی پر بقیہ زندگی کے تمام شعبوں کو قیاس کر لیجئے اور للہ زیادہ سے زیادہ احیا سنت اور اسلامی آداب کی ترویج کی کوشش کیجئے تاکہ ہم خود اور ہماری آئندہ نسلیں مسلمان رہ سکیں ورنہ ہم خود بھی گنہگار ہوں گے اور آنے والی نسلوں کے گناہ بھی ہم پر ہوں گے اللہ تعالیٰ ہم پر رحم فرمائیں۔

غرض اس حدیث کا حاصل صرف اس ہولناک انجام سے خبردار کرنا ہے جب قیامت کے دن ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو اپنی طرف بلائیں گے مگر ہم اپنے خلاف سنت عقائد واعمال کی بنا پر جن کا حال فرشتوں کی زبان سے سن کر فرمائیں گے دور ہوں دور ہوں جہنم میں جائیں گے اور آپ کی شفاعت سے بھی محروم ہوں گے۔ العیاذ باللہ

دُعا کیجئے: اے اللہ! آپ کے ابتلاء اور مخلوق کے ساتھ آپ کے برتاؤ میں آپ ہی کیلئے حمد ہے اور آپکے ابتلا اور ہمارے گھر والوں کیساتھ برتاؤ میں آپ ہی کیلئے حمد ہے۔ اور آپکے ابتلاء اور خاص ہماری جانوں کیساتھ برتاؤ میں آپ ہی کیلئے حمد ہے۔ اور آپ ہی کے لئے حمد ہے اس پر کہ آپ نے ہمیں ہدایت دی اور آپ ہی کیلئے حمد ہے اس پر کہ آپ نے ہمیں عزت دی اور آپ ہی کے لئے حمد ہے کہ آپ نے ہماری پردہ پوشی فرمائی اور آپ ہی کیلئے قرآن پر حمد ہے، اور آپ ہی کے لئے اہل ومال پر حمد ہے، اور آپ ہی کے لئے درگزر پر حمد ہے اور آپ ہی کے لئے حمد ہے یہاں تک کہ آپ خوش ہو جائیں۔ اور آپ ہی کیلئے حمد ہے جب تک کہ آپ خوش ہو جائیں۔

بلاضرورت اور بے مقصد کام کرنے کی ممانعت

عن ابی سعید عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ قال: نھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن الخذف وقال: انہ لا یقتل الصید، ولا ینکا العدو (متفق علیہ)

ترجمہ: حضرت ابوسعید عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (بے مقصد ادھر ادھر) کنکریں پھینکنے سے منع کیا اور فرمایا: یہ کنکریں نہ تو شکار کو مارتی ہیں نہ ہی دشمن کو زخمی کرتی ہیں (ہاں گزرنے والے کی) آنکھ بیشک پھوڑ دیتی ہیں (سامنے کوئی ہوتو اس کے) دانت کو بیشک توڑ دیتی ہیں۔

تشریح: اور ایک روایت میں ہے کہ ابن مغفل صحابیؓ کے ایک رشتہ دار نے (یوں ہی) کنکر پھینکی تو ابن مغفلؓ نے اس کو منع کیا اور کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کنکر پھینکنے سے منع کیا ہے اور فرمایا ہے کنکر شکار کو نہیں مارتی (یہ سننے کے باوجود) اس نے پھر کنکر پھینکی تو ابن مغفلؓ نے کہا میں تم سے حدیث بیان کر چکا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع کیا ہے اور تم پھر بھی کنکریں پھینکتے ہو (جاؤ) میں تم سے کبھی بات نہ کروں گا۔

اس ممانعت کا مقصد ان تمام بے مقصد حرکات اور کاموں سے منع کرنا ہے جو (نادانستہ طور پر) دوسرے شخص کو ضرر پہنچا سکتے ہیں ورنہ نشانہ درست کرنے کی غرض سے نشانہ بازی خواہ تیر کمان سے ہو خواہ غلہ اور غلیل سے خواہ اس زمانہ میں چھرہ دار بندوق سے نشانہ کی مشق کرنا اور مخصوص جگہ پر تیر یا غلہ یا چھرے مارنا بالکل جائز ہے بلکہ دشمنوں سے لڑنے کی غرض سے اس قسم کی مشقیں نہایت ضروری ہیں خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف احادیث میں اس کی ترغیب دی ہے **واعدوا لھم ما استطعتم من قوۃ** کا مصداق آپ نے تیراندازی ہی کو بتلایا ہے اور اس کی تعریف کی ہے۔

ہماری آج کی زندگی میں تو اس قسم کی احمقانہ حرکتوں کے نتیجہ میں بڑے بڑے جھگڑے سماجی نزاعات رونما ہو جاتے ہیں اور ان کے خمیازے بھگتنے پڑتے ہیں اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حکیمانہ ممانعت پر عمل کرنا علاوہ عمل بالسنہ کے اجر وثواب کے اس زندگی میں سلامتی اور عافیت کا ذریعہ بھی ہے خود بھی عمل کرنا چاہئے اور دوسروں سے بھی عمل کرانا چاہئے حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ کی یہ غیرت ایمانی ہے کہ حدیث رسول اللہ سن لینے کے باوجود دیدہ ودانستہ اس کے خلاف کرنے والے رشتہ دار سے سلام وکلام ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ختم کر دیا اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اس کی توفیق عطا فرمائیں کہ دیدہ دانستہ سنت کا خلاف کرنے والوں سے تعلقات کی پرواہ کئے بغیر سلام وکلام اسی طرح ختم کر دیں اور جتلا دیں کہ ہم تم سے قطع تعلق اس وجہ سے کر رہے ہیں کہ تم دیدہ ودانستہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے خلاف کرتے ہو

حجر اسود کے احترام کی وجہ

حضرت عابس بن ربیعہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب حجر اسود کو بوسہ دے رہے تھے اور کہتے جا رہے تھے میں خوب اچھی طرح جانتا ہوں کہ تو ایک پتھر ہے نہ نفع پہنچاتا ہے نہ ضرر اگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تجھے بوسہ دیتے نہ دیکھا ہوتا تو کبھی نہیں بوسہ دیتا

تشریح: حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اس اعلان سے

ایک طرف ان دریدہ دہنوں کو دندان شکن جواب دینا چاہتے ہیں جو مسلمانوں کے حجر اسود کے استلام (چومنے) کو کھلی ہوئی صنم پرستی کا طعنہ دیتے ہیں دوسری طرف یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع بھی صرف اس لئے کرتے ہیں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں آپ اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر کوئی کام نہیں کرتے۔

لہٰذا اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر فعل خواہ وہ انسانی عقل کے اعتبار سے معقول ہو یا نہ ہو ہمارے خیال میں مستحسن ہو یا نہ ہو ہم خدا کے حکم کے مطابق اس کی پیروی کریں گے درحقیقت ہم حجر اسود کو نہیں چومتے بلکہ اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرتے ہیں انہوں نے بذریعہ وحی (خفی ہو یا جلی) ہم کو بتلایا ہے۔

الحجر الاسود یمین اللہ

حجر اسود اللہ تعالیٰ کا دایاں ہاتھ ہے۔

اللہ تعالیٰ **لبیک اللھم لبیک** کہنے والے حاجی سے اللہ کے گھر پہنچنے پر اس کا تلبیہ (حاضری) قبول فرماتے ہیں اور ہاتھ ملاتے ہیں (مصافحہ کرتے ہیں) اور بندہ رب العالمین کی اس ذرہ نوازی اور عزت افزائی پر زاروقطار روتا ہے اور خوشی کے آنسو بہاتا ہے کون عقل کا دشمن ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس اتباع کو صنم پرستی کہتا ہو۔

ایک اور روایت میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حجر اسود کو چوم رہے تھے اور زاروقطار رو رہے تھے اور خوشی کے آنسو بہا رہے تھے حضرت عمر فاروقؓ آپ کے پیچھے کھڑے رو رہے تھے حضرت عمر کو روتے دیکھ کر فرمایا:

یا عمر ھھنا تسکب الدموع

اے عمر یہی تو جگہ ہے جہاں آنسو بہائے جاتے ہیں۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا یہ اتباع رسول کا اعلان ایسا ہی ہے جیسے بیت اللہ کے طواف کے متعلق اللہ تعالیٰ کا اعلان ہے۔

فلیعبدوا رب ھذا لبیت (القریش:۳)

پس چاہئے کہ وہ اس گھر کے رب کی عبادت کریں (نہ کہ) اس گھر کی (یعنی اس گھر کے رب کی عبادت کریں طواف کریں نمازیں پڑھیں اس گھر کی نہیں)

اس لئے کہ بیت اللہ اس پتھروں کی چار گوشہ عمارت کا نام نہیں ہے بلکہ وہ محدود فضا جو عرش سے فرش تک ایک بقعہ نور کی شکل میں قائم ہے جن کے دل کی آنکھیں کھلی ہیں وہ دیکھتے بھی ہیں اس فضا کا نام بیت اللہ ہے اسی کی طرف رخ کر کے مسلمان دنیا کے ہر گوشہ میں نمازیں پڑھتے ہیں مشرق میں ہوں یا مغرب میں شمال میں ہوں یا جنوب میں مکہ مکرمہ کی سطح کی بنسبت نشیب میں ہوں یا فراز میں پہاڑوں کے اوپر آباد ہوں یا غاروں میں۔ ظاہر ہے کہ مکہ مکرمہ میں مسجد کے صحن میں بنی ہوئی پتھروں کی عمارت تو پہاڑوں کی بلندی کی بنسبت بہت زیادہ نشیب میں واقع ہے مگر نمازیں اسی فضا نور کی طرف رخ کر کے پڑھی جاتیں ہیں جدید سعودی تعمیر حرم کے اندر دوسری اور تیسری منزلوں پر بھی اور زمین دوز تہہ خانوں کے اندر بھی نماز اسی بقعہ نور کی طرف پڑھی جاتی ہے طواف اوپر کی منزلوں پر بھی اسی طرح ہوتے ہیں جیسے حرم کے ہموار فرش پر خانہ کعبہ کا طواف کیا جاتا ہے اور نمازیں پڑھی جاتی ہیں اس سے معلوم ہوا کہ بیت اللہ اس پتھروں کی بنی ہوئی چار گوشہ عمارت کا نام نہیں ہے اور مسلمان نہ اس عمارت کا طواف کرتے ہیں نہ اس کی طرف نماز پڑھتے ہیں بلکہ بیت اللہ اور خانہ کعبہ اس فضا اور بقعہ نور کا نام ہے جس کی بلندی رب العالمین کے عرش سے فرش یعنی زمین کی نچلی سطح تک ہے اسی کا طواف کرتے ہیں اسی کی طرف نمازیں پڑھتے ہیں وہی

مسلمانوں کا قبلہ ہے اسی کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنے کا حکم۔

باقی یہ فضا محدود اور بقعہ نور بھی صرف اس وحدہ لاشریک لہ کی عبادت میں ایک گونہ وحدت کی شان (یعنی اتحاد یکجہتی اور یکسوئی) پیدا کرنے کے لئے ہے ورنہ اس بیت اللہ کا رب جو ہمارا معبود ہے وہ تو جسم وجسمانیات یا کیف وکم اور جہت وسمت سے وراء الوراء ہے وہی سبحانہ تعالیٰ شانہ (پاک ہے وہ اور عقل وفہم کی رسائی سے اس کی شان بلند وبرتر ہے) وہی اس بیت (گھر) کا رب ہے وہی ہمارا معبود ہے اسی کے ہم بندے ہیں اسی کی عبادت کرتے ہیں لیکن چونکہ ہم اس کے بندے عالم اجسام سے تعلق رکھتے ہیں زمین پر رہتے اور بستے ہیں ہم اس کی عبادت میں وحدت کی شان (یکجہتی' یکسوئی بغیر جہت اور سمت کی تعیین کے) نہیں قائم رکھ سکتے اس لئے صرف ہماری ضرورت سے احکم الحاکمین اس بقعہ نور اور فضا محدود کو نماز میں قبلہ اور طواف میں بیت اللہ قرار دے دیا اسی کے حکم کی تعمیل میں ہم بیت اللہ اور خانہ کعبہ کے چاروں طرف نمازیں پڑھتے ہیں اور طواف کرتے ہیں۔

بہرحال ہم مسلمان تو اس رب العالمین وحدہ لا شریک لہ کے فرمانبردار ہیں اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کے مامور ہیں۔

معذرت

عام طور پر مسلمان لاعلمی کی بنا پر عبادات کی حقیقت اور روح سے ناواقف ہیں خصوصاً نماز میں قبلہ اور طواف میں خانہ کعبہ اور اس کی تقبیل (بوسہ دینے) سے اس لئے ہم نے ذرا تفصیل سے اس پر روشنی ڈالنی مناسب سمجھی اس دراز نویسی کی ہم معذرت چاہتے ہیں اور قارئین سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ طواف کرتے وقت اور نماز پڑھنے کے وقت اس بیان کو اپنے ذہن میں رکھیں اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے احکام اور اپنے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت کی حقیقت سمجھ کر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔

دُعا کیجئے

اے وہ ذات کہ جس سے ڈرنا چاہئے اور اے وہ کہ آپ ہی مغفرت فرما سکتے ہیں۔

اے اللہ! آپ مجھے اس چیز کی توفیق عطا فرمائیں جسے آپ اچھا سمجھیں خواہ وہ قول ہو، عمل یا فعل یا نیت یا طریق ہو بے شک آپ ہی ہر چیز پر قادر ہیں۔ اے اللہ میں آپ کی پناہ میں آتا ہوں ایسے مکار دوست سے جس کی آنکھیں تو مجھے دیکھتی ہوں اور اس کا دل مجھے چیرے لیتا ہو اگر وہ بھلائی دیکھے تو اسے دبا دے اور برائی دیکھے تو اس کا چرچا کر دے

اے اللہ! میں شدت فقر، شدت محتاجی سے آپ کی پناہ میں آتا ہوں۔

اے اللہ! میں ابلیس اور اس کے لشکر سے آپ کی پناہ میں آتا ہوں

اے اللہ! میں عورتوں کے فتنہ سے آپ کی پناہ میں آتا ہوں

اے اللہ! میں اس بات سے کہ آپ قیامت کے دن مجھ سے منہ پھیر لیں میں آپ کی پناہ میں آتا ہوں

اے اللہ! میں ہر اس عمل سے جو مجھے رسوا کر دے آپ کی پناہ میں آتا ہوں اور ہر ایسے منصوبہ سے جو مجھے غافل کر دے آپ کی پناہ میں آتا ہوں ہر ایسے فقر سے جو مجھے ہول میں ڈال دے آپ کی پناہ میں آتا ہوں۔ ہر ایسی دولت سے جو میرا دماغ چلا دے آپ کی پناہ میں آتا ہوں۔ اے اللہ! میں فکر کی موت اور غم کی موت سے آپ کی پناہ میں آتا ہوں۔

بدعت کی تعریف، تشخیص اور اس کا حکم

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہتی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے بھی ہمارے اس دین میں کوئی بھی ایسی نئی بات (عقیدہ یا عمل) نکالی (اور اختراع کی) جو دین کی نہیں تو وہ مردود ہے (بخاری)

بدعت کی جگہ جہنم ہے

صحیح مسلم کی ایک روایت میں ہے جس شخص نے کوئی بھی ایسا عمل کیا جس پر ہمارا عمل نہیں ہے وہ مردود ہے۔

یہ حدیث مزید تشریح کی محتاج نہیں بالکل واضح طور پر بدعات کی تشخیص اور ان کی قطعی تردید کرتی ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت تھی کہ جب آپ منبر پر کھڑے ہو کر جمعہ کا خطبہ دیتے تو آپ کا چہرہ سرخ ہو جاتا آنکھیں لال ہو جاتیں آواز بلند ہو جاتی اور غصہ بے حد بڑھ جاتا یہاں تک کہ ایسا معلوم ہوتا جیسے آپ (غافل لوگوں کو) دشمن (کے حملے) سے خبردار کر رہے ہیں اور فرماتے: صبح کو تم پر حملہ ہوا یا شام کو اور فرماتے: بیشک میں اور قیامت ان دو انگلیوں کی طرح (آگے پیچھے) بھیجا گیا ہوں اور اپنی کلمہ کی انگلی اور درمیانی انگلی کو ملا کر دکھلاتے (کہ میری بعثت اور قیامت کے درمیان اتنا ذرا سا فاصلہ ہے تم کس خواب غفلت میں گہری نیند سو رہے ہو اب آئی قیامت اور اب آئی) اور فرماتے: امابعد پس بیشک بہترین کلام کتاب اللہ ہے اور بہترین سیرت محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سیرت ہے اور بدترین امور (عقائد واعمال) وہ ہیں جو نئے ایجاد کئے گئے ہیں اور ہر بدعت (نیا عقیدہ یا عمل) گمراہی ہے اور ہر گمراہی (کی جگہ) جہنم میں ہے۔

پھر (اس کے بعد) فرماتے: ہر مومن کی جان سے اس کی بنسبت میں قریب ہوں (یعنی مجھے اس کے جان و مال پر اس سے زیادہ اختیار ہے لہٰذا) جس مسلمان مرنے والے) نے مال چھوڑا وہ اس کے اہل یعنی وارثوں کا ہے اور جس نے کوئی قرض چھوڑا یا ضائع ہونے والے (بال بچے) چھوڑے (جن کا کوئی سرپرست نہیں) وہ میرے حوالے ہیں (ان کی کفالت میں کروں گا) اور وہ قرض مجھ پر ہے (میں ادا کروں گا)

تشریح: اس حدیث کے تین جزو ہیں ایک ان دنیا کے دھندوں میں گرفتار آخرت سے غافل لوگوں کو قرب قیامت سے خبردار کرنا ہے کہ آپ آخری نبی ہیں آپ کے بعد بس قیامت ہی آئے گی اور اس کے آنے میں کچھ زیادہ دیر نہیں ہے اب آئی اور تب آئی اور دو انگلیوں سے اس آگے پیچھے آنے کی کیفیت کو بیان فرمایا ہے۔

دوسرے جزو میں دین کے دو بنیادی ستونوں کا بیان ہے ایک یہ کہ قرآن کریم بہترین کتاب ہے اس سے بہتر کوئی کتاب نہیں دوسرے یہ کہ اللہ تعالیٰ کے محبوب نبی محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سیرت وسنت، بہترین سیرت وسنت ہے جو امور (عقائد واعمال) ان دونوں کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں وہی امور دین ہیں وہی عبادات ہیں انہیں پر اجر وثواب ملتا ہے اور جو امور عقائد واعمال ان دونوں سے ثابت نہ ہوں وہ نئی ایجاد ہیں اور گناہ وعذاب کا موجب ہیں انہی کا نام بدعت ہے اور سراسر گمراہی (جن کی جگہ جہنم میں ہے) یہی دوسرا جزو عنوان باب کو ثابت کرتا ہے۔

حدیث کے تیسرے حصہ میں مومنین کے جان ومال پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولایت عامہ کا بیان ہے کہ خود اہل ایمان کو اپنے نفسوں پر وہ اختیار حاصل نہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے جس کا اعلان اللہ تعالیٰ نے قرآن میں بھی فرمایا ہے ارشاد ہے۔

النبی اولی بالمؤمنین من انفسھم (الاحزاب: ۶)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم مومنوں کے نفسوں پر خود ان سے زیادہ قریب اور بااختیار ہیں۔

چنانچہ اسی ولایت عامہ کی بنا پر آپ اعلان فرماتے ہیں کہ جو مسلمان مرنے کے بعد اپنے ذمہ قرض چھوڑ گیا وہ بھی میں (بیت المال سے) ادا کروں گا اور جس کے بال بچوں کا کوئی سرپرست نہیں ان کی کفالت بھی میں (بیت المال سے) کروں گا۔

گذشتہ حدیث کا حوالہ

حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ کی وہ حدیث ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے تم دور رہو اور پاس بھی نہ جاؤ (دین میں) نئی نئی باتوں (عقائد واعمال) کے اس لئے کہ ہر بدعت (نیا ایجاد کردہ عقیدہ یا عمل) گمراہی ہے۔ اس حدیث کی تشریح بھی گزر چکی ہے دوبارہ دیکھ لیجئے۔

عبرتناک جائزہ

کلام اللہ کی ان آیات کریمہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ان احادیث صحیحہ کی روشنی میں ذرا غور کیجئے اور جائزہ لیجئے کہ جن رسوم وبدعات میں ہم عام طور پر گرفتار ہیں اور عبادت سمجھ کر ان کو کرتے اور موجب اجر وثواب سمجھتے ہیں ان کا نہ صرف قرون خیر بلکہ اسلام کے تمام ادوار میں کہیں پتہ نشان ہے۔ کیا صحابہ کرام نے اپنے محبوب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر یا اہل بیت کی وفات پر یا صحابہؓ نے خلفائے راشدین کی وفات پر یا ایک دوسرے کی وفات پر تیجہ چالیسواں یا سالانہ عرس کیا تھا یا آپ کی تاریخ ولادت پر یا اہل بیت میں سے کسی کی تاریخ ولادت پر یا صحابہؓ میں سے کسی کی بھی تاریخ ولادت پر محفل میلاد منعقد کی تھی اور عمدہ ولذیذ کھانوں کی دیگیں پکوائی تھیں اور بے دریغ فضول خرچیاں کی تھیں؟ اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یا آپ کے صحابہؓ کبار یا تابعین نے کبھی دسترخوان پر کھانا رکھ کر فاتحہ پڑھی تھی؟ یا آپ نے اور کسی بھی عہد کے مسلمانوں نے فرض نمازوں کے بعد دوسری دعا اور بیک آواز زور زور سے درود شریف پڑھا تھا؟ پاکستان بننے اور کراچی آنے سے پہلے اسلام کے تیرہ سو سالہ عہد میں کسی نے بھی اذان کے بعد اذان کی طرح بلند آواز سے **الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ** کسی بھی زمانہ میں کسی بھی موذن نے کہا ہے؟ یا عشرہ محرم میں تعزیہ داری جو بت پرستی کی حد کو پہنچ چکی ہے یا یہ سیاہ اور سبز لباس اور دوپٹے کسی نے بھی پہنے تھے؟ اور یہ لکھنؤ کے شاعروں کے گھڑے ہوئے مرثیے اور ان پر ماتم اور سینہ کوبی کسی نے کی تھی؟ کہیں بھی یہ سب کچھ نہیں ہوتا جو ہندوستان و پاکستان میں ہوتا ہے حتیٰ کہ ایران کی حکومت نے جس کا مذہب تشیع ہے ان تمام لغویات کو حکماً ممنوع قرار دے دیا ہے یا رجب کے مہینہ میں بی بی فاطمہ کے نام کے کونڈے عہد اول کے مسلمانوں میں سے کسی نے بھی کئے ہیں۔

دُعا کیجئے

اے اللہ! میرے پروردگار! اے میرے پروردگار! اے اللہ! اے بڑائی والے، اے سننے والے، اے دیکھنے والے، اے وہ کہ جس کا کوئی شریک ہے اور نہ مشیر، اے آفتاب و ماہتاب روشن پیدا کرنے والے اور اے مصیبت زدہ، ترساں و پناہ جو کے پناہ۔ اور اے ننھے بچے کی روزی پہنچانے والے اور اے ٹوٹی ہوئی ہڈی کے جوڑنے والے میں آپ سے درخواست کرتا ہوں مصیبت زدہ محتاج کی سی درخواست بے قرار آفت زدہ کی سی درخواست۔ میں آپ سے سوال کرتا ہوں آپ کے عرش کے بند ہائے عزت کے واسطہ سے اور آپکی کتاب کی کلید ہائے رحمت کے واسطہ سے اور ان آٹھ ناموں کے واسطہ سے جو رخ آفتاب پر لکھے ہوئے ہیں کہ قرآن کو میرے دل کی بہار اور میرے غم کی کشائش فرمادیجئے۔

کسی کو نیک کام کی راہ بتلانا بھی ثواب کا موجب ہے

ترجمہ: حضرت ابو مسعود عقبہ بن عمرو انصاری بدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے نیک کام کی راہ (کسی کو) بتلائی اس کو اس نیک کام کرنے والے کی مانند اجر ملے گا۔ (مسلم)

تشریح: اس لئے کہ یہ بتلانا بھی ایک نیک کام اور موجب ثواب عمل ہے جیسے اس نیک کام پر عمل کرنے والوں کا عمل ان کے لئے موجب ثواب ہے اور ظاہر ہے کہ یہ بتلانا دعوت دینے کے معنی میں ہے اس لئے حدیث باب کے مطابق ہے۔

جس طرح نیکی کی طرف دعوت دینے والا عمل کرنے والوں کے ثواب میں شریک ہے اسی طرح بدی کی طرف دعوت دینے والا عمل کرنے والے کے عذاب میں شریک ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے ہدایت کی جانب (لوگوں کو) دعوت دی اس کو ان تمام لوگوں کے ثواب کے مانند ثواب ملے گا جنہوں نے اس کی پیروی کی اس ثواب دینے سے ان پیروی کرنے والوں کے ثواب میں کوئی کمی نہ ہوگی اور جس نے گمراہی کی جانب (لوگوں کو) دعوت دی اور بلایا اس پر ان تمام لوگوں کے گناہوں کے مانند گناہ اور عذاب ہوگا جنہوں نے اس کی پیروی کی اس عذاب سے پیروی کرنے والوں کے گناہ اور عذاب میں مطلق کمی نہ ہوگی۔ (صحیح مسلم)

پہلی حدیث میں صرف دعوت الی الخیر کا حکم مذکور تھا اس حدیث میں دعوت الی الخیر اور دعوت الی الشر دونوں کا حکم مذکور ہے۔

جہاد کا مقصد

حضرت ابو العباس سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ خیبر میں (ایک دن) فرمایا: میں کل (اسلامی) جھنڈا ایسے شخص کو دوں گا جس کے ہاتھ پر (خیبر) فتح ہوگا یہ (خوشخبری) سن کر تمام لوگوں نے سخت اضطراب اور چہ میگوئیوں میں رات گزاری (کہ دیکھئے کس خوش نصیب کو جھنڈا ملتا ہے) جب صبح ہوئی تو (امیدوار) صحابہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوئے ہر شخص امید کرتا تھا کہ جھنڈا اس کو دیا جائے گا تو آپ نے فرمایا: علی بن ابی طالبؓ کہاں ہیں؟ لوگوں نے عرض کیا: وہ بیمار ہیں ان کی آنکھیں دکھ رہی ہیں (اسی لئے وہ آئے نہیں) آپ نے فرمایا: ان کے پاس (کسی کو) بھیجو (بلالائے) تو حضرت علی کو (ہاتھ پکڑ کر) لایا گیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ان کی آنکھوں میں اپنا لعاب دہن ڈالا اور دعا فرمائی تو وہ ایسے اچھے ہو گئے جیسے ان کی آنکھوں میں درد تھا ہی نہیں، پھر ان کو جھنڈا دیا تو (اس پر) حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کیا میں ان سے برابر جنگ کرتا رہوں یہاں تک کہ وہ ہماری طرح مسلمان ہو جائیں؟ آپ نے فرمایا تم اسی وقت (مجاہدوں کو ساتھ لے کر) روانہ ہو جاؤ یہاں تک کہ ان کے میدان میں جا اترو۔ جنگ کرنے سے پہلے ان کو اسلام کی دعوت دو اور اسلام کی رو سے جو اللہ کے حقوق ان پر واجب ہیں ان سے آگاہ کرو پس (اے علی) خدا کی قسم اگر اللہ تعالیٰ نے ان میں سے ایک آدمی کو بھی تمہارے ذریعہ ہدایت فرمادی تو یہ تمہارے حق میں سرخ اونٹنیوں سے بدرجہا بہتر ہے۔ (بخاری و مسلم)

اہل خیبر کو اسلام کی دعوت پہنچ چکی تھی شرعی قاعدہ کے اعتبار سے ان کو دعوت دینے کی ضرورت نہ تھی اس کے باوجود رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کو اسلام کی دعوت دینے کا حکم دینا صرف یہ بتلانے کے لئے تھا کہ اگر بغیر لڑے بھڑے تمہاری دعوت پر ایک شخص بھی اسلام قبول کرلے تو یہ تمہاری انتہائی سعادت ہے اور سرخ اونٹنیوں سے (جو عرب میں بہت قیمتی مال سمجھا جاتا تھا) بدرجہا زیادہ قیمتی سرمایہ ہے علاوہ ازیں چونکہ حضرت علی انتہائی جنگجو اور کفار سے جنگ کرنے کے لئے بے چین تھے آپ کو یقین تھا کہ یہ جاتے ہی جنگ شروع کر دیں گے اور خون کی ندیاں بہادیں گے اس لئے ان کو یہ بتلانا کے لئے کہ اسلام کا مقصد صرف خونریزی نہیں ہے بلکہ اسلام قبول کرنے پر آمادہ کرنا ہے اگر بغیر لڑے بھڑے ہی وہ اسلام قبول کر لیتے ہیں تو سبحان اللہ ہاں اگر وہ اسلام قبول کرنے پر آمادہ ہی نہیں اور کفر پر اڑے رہیں تو بدرجہ مجبوری ایسے سرکشوں سے نمٹنے کا واحد راستہ جنگ ہے تاکہ اللہ تعالیٰ کی زمین کفر وشرک کے فتنے سے پاک ہوجائے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وقاتلوهم حتى لاتكون فتنة ويكون الدين لله

اور ان (کافروں) سے جنگ کرو یہاں تک کہ فتنہ (کفر وشرک) باقی نہ رہے اور اطاعت اللہ تعالیٰ کے لئے ہوجائے۔

یہی اسلامی جہاد کا مقصد ہے (یعنی اسلامی احکام (مان لیں) اسکی دلیل یہ ہے کہ غیر مسلم اسلامی ملک میں جزیہ دے کر رہ سکتے ہیں۔

دُعا کیجئے

اے ہمارے پروردگار! ہمیں دنیا میں فلاں فلاں (حسب ضرورت جائز خواہشات کا یہاں تصور کیجئے) چیزیں عطا فرمائیے اے ہر اکیلے کے غمگسار اور ہر تنہا کے رفیق اور ایسے قریب جو بعید نہیں اور اے حاضر جو غائب نہیں اور اے ایسے غالب جو مغلوب نہیں اور اے حی وقیوم اے بزرگی وعظمت والے اور اے آسمانوں اور زمین کے نور اور اے آسمانوں اور زمین کی زینت اے آسمانوں اور زمینوں کے انتظام رکھنے والے، اے آسمانوں اور زمین کے تھامنے والے، اور اے آسمان وزمین کے مُوجد اور اے آسمان وزمین کے قائم رکھنے والے اور اے بزرگی وعظمت والے اے فریادیوں کے دادرس اور پناہ مانگنے والوں کی آخری دوڑ، اور بے چینیوں کے کشائش دینے والے، اور غمزدوں کے راحت دینے والے، اور بے قراروں کی دعا قبول کرنے والے اور اے صاحب کرب کو شفا دینے والے اے الٰہ العالمین اور اے ارحم الراحمین آپ ہی کے سامنے ہر حاجت پیش ہے۔

اے اللہ! آپ خالق اعظم ہیں آپ سب کچھ سنتے سب کچھ جانتے ہیں۔ آپ غفور، رحیم ہیں آپ ہی عرش عظیم کے مالک ہیں۔

اے اللہ! آپ محسن ہیں۔ صاحب جود، صاحب کرم ہیں آپ مجھے بخش دیجئے اور مجھ پر رحم کیجئے اور مجھے عافیت اور روزی دیجئے اور میری پردہ پوشی فرمائیے اور میرے نقصان کو پورا کردیجئے مجھے بلندی وہدایت دیجئے اور مجھے گمراہ نہ کیجئے اور مجھے جنت میں اپنی رحمت سے داخل کردیجئے۔

نیک کام میں کوتاہی نہ کرنا خود نہ کر سکے تو سفارش کرنا بھی کارِ خیر ہے

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ قبیلہ اسلم کے ایک نوجوان نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں جہاد میں جانا چاہتا ہوں لیکن میرے پاس اتنا مال نہیں ہے کہ میں سامان جنگ مہیا کرسکوں تو آپ نے فرمایا: تم فلاں شخص کے پاس جاؤ اس نے سامان جنگ تیار کیا تھا مگر وہ بیمار ہوگیا (اس لئے نہیں جارہا) تو وہ نوجوان اس شخص کے پاس آیا اور کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہیں سلام کہا اور فرمایا ہے تم نے جو سامان جہاد کیلئے تیار کیا تھا وہ مجھے دے دو (میں جہاد میں جارہا ہوں اور میرے پاس سامان جنگ مطلق نہیں ہے) تو اس شخص نے اپنی بیوی کا نام لے کر کہا: اے فلانی جو سامان میں نے لڑائی کے لئے تیار کیا تھا وہ سب کا سب ان کو دے دے اس میں سے کوئی چیز بھی مت رکھیو اس لئے جو چیز بھی تو نے اس میں سے روکی (اور نہ دی) تو خدا کی قسم اس میں تیرے لئے کوئی خیر و برکت نہ ہوگی۔ (صحیح مسلم)

تشریح: حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حکم کی تعمیل تمام قیمتی سامان دے دینے کی تاکید کے ساتھ اس اہمیت کا اظہار ہوتا ہے جو صحابہ کرامؓ آپ کے حکم کی تعمیل میں کیا کرتے تھے (عورتیں طبعاً بخیل ہوتی ہیں قیمتی سامان دینے میں بخل سے کام لیتی اور زیادہ قیمتی چیز روک لیا کرتی ہیں اس لئے بیوی کو خطاب کر کے کہتا ہے اگر تو نے کوئی ذرا سی چیز روکی اور نہ دی تو یاد رکھ اس میں خیر و برکت مطلق نہ ہوگی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اس بے سروسامانی غازی کی سفارش کرنا اور اس کو معذور مجاہد کے پاس بھیجنا یقیناً دعوت الی الخیر کا مصداق ہے اس سے معلوم ہوا کہ کسی شخص کو بھی کارِ خیر کے لئے اسی طرح دعوت دینا دعوت الی الخیر کا مصداق ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق عطا فرمائیں اسی پر قیاس کر کے کہا جاسکتا ہے کہ کسی برے کام کے لئے کہنا دعوت الی الشر ہے اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے محفوظ اور اپنی پناہ میں رکھیں۔

دُعا کیجئے

اے ارحم الراحمین! اے میرے پروردگار! مجھے اپنا بنا لیجئے اور میرے دل میں اپنے مقابلہ میں فرمانبرداری ڈال دیجئے اور لوگوں کی نظر میں مجھے معزز کر دیجئے اور میرے (برے) اخلاق سے مجھے بچا لیجئے۔

اے اللہ! آپ ہی نے ہماری ذات سے ان اعمال کو طلب کیا ہے، جن پر ہم کوئی اختیار آپ کی توفیق کے بغیر نہیں رکھتے تو آپ ہمیں ان میں سے اس عمل کی توفیق عطا فرمائیے جو آپکو ہم سے رضامند کر دے۔

اے اللہ! میں آپ سے ہمیشہ رہنے والا ایمان، خشوع والا دل، سچا یقین، دین مستقیم پر بلا سے امن طلب کرتا ہوں اور میں آپ سے ہر بلا سے امن، امن کی ہمیشگی طلب کرتا ہوں اور میں آپ سے امن پر (توفیق) شکر کا سوال کرتا ہوں میں آپ سے خلق کی طرف سے بے نیازی طلب کرتا ہوں۔

عام فہم تعلیمات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا
ایک سدا بہار مبارک سلسلہ

درسِ حدیث

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

اللہ تعالیٰ اس شخص کو تروتازہ رکھے جس نے میری بات سنی اور اسکو یاد کیا اور اسکو محفوظ رکھا اور پھر دوسروں کو پہنچادیا۔ (ترمذی)
نیز فرمایا سب سے افضل صدقہ یہ ہے کہ مسلمان علم دین کی بات سیکھے پھر اپنے مسلمان بھائی کو سکھادے۔ (ابن ماجہ)

زیرنگرانی

فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی عبدالستار صاحب رحمہ اللہ

رئیس دارالافتاء جامعہ خیر المدارس ملتان

ادارۂ تالیفاتِ اشرفیہ
چوک فوارہ ملتان پاکستان
(061-4540513-4519240

سلسلہ درس حدیث-۱۲

عام فہم تعلیمات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا
ایک سدابہار مبارک سلسلہ

درسِ حدیث

۱۲

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

اللہ تعالیٰ اس شخص کوتروتازہ رکھے جس نے میری بات سنی اور اسکو یاد کیا اور اسکو محفوظ رکھا اور پھر دوسروں کو پہنچا دیا۔ (ترمذی)
نیز فرمایا سب سے افضل صدقہ یہ ہے کہ مسلمان علم دین کی بات سیکھے پھر اپنے مسلمان بھائی کو سکھا دے۔ (ابن ماجہ)

از افادات
اُستاذالمحدثین حضرت مولانا ادریس میرٹھی صاحب رحمہ اللہ

اِدارۂ تالیفاتِ اشرفیہ
چوک فوارہ ملتان پاکستان
(061-4540513-4519240

بسم الله الرحمن الرحيم

اللّٰهمّ

صلّ على محمّد وعلى آل محمّد

كما صلّيت على ابراهيم وعلى آل ابراهيم

إنّك حميدٌ مجيدٌ

اللّٰهمّ

بارك على محمّد وعلى آل محمّد

كما باركت على ابراهيم وعلى آل ابراهيم

إنّك حميدٌ مجيدٌ

كتبه الفقير نفيس الحسيني اللاهوري غفر الله له ولوالديه وعفا عنه في رمضان المبارك سنة ١٤١٣

نیکی اور حسن سلوک

عن ابی هريرة رضی الله عنه عن رسول الله صلی الله عليه وسلم قال: (ان العبد اذا اخطا خطيئة نكتت فی قلبه نكتة سوداء، فان هو نزع واستغفرصقلت فان عاد زيدفيها حتی تعلوا قلبه، فهو الران الذی ذكر الله تعالیٰ: (كلابل ران علی قلوبهم ماكانوا يكسبون) (المطففين:۱۴)

ترجمہ: ''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ''جب کوئی شخص گناہ کرتا ہے تو اس کے دل میں ایک سیاہ نقطہ لگ جاتا ہے پھر اگر وہ گناہ چھوڑ کر توبہ واستغفار کر لے تو دل پاک وصاف ہو جاتا ہے۔ اگر دوبارہ گناہ کرتا ہے تو سیاہ نقطے بڑھتے بڑھتے پورے دل کو سیاہ کر دیتا ہے۔ یہ وہی ران اور زنگ ہے جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک کی اس آیت میں فرمایا ''**كلابل ران علیٰ قلوبهم ماكانوا يكسبون**'' جس کا ترجمہ یہ ہے کوئی نہیں پر زنگ پکڑ گیا ہے ان کے دلوں پر جو وہ کماتے تھے''۔ (ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، صحیح ابن حبان، حاکم)

تشریح: ''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: ان گناہوں سے خاص طور پر بچنے کی کوشش کرو جن کو حقیر اور معمولی سمجھا جاتا ہے۔ کیونکہ وہ سب مل کر آدمی کو ہلاک و برباد کر دیتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انکی مثال بیان فرمائی کہ کچھ لوگ وسیع بیابان میں اترے انکا کھانا آ گیا (لیکن اس کو پکانا ہے) چنانچہ ایک شخص ایک لکڑی لاتا ہے۔ دوسرا شخص بھی لکڑی لاتا ہے یہاں تک کہ ایک ایک لکڑی جمع کرتے کرتے بہت سی لکڑیوں کا ایندھن جمع کر لیتے ہیں اور پھر انہی لکڑیوں کے ایندھن میں آگ لگا کر کھانا اس پر پکاتے ہیں۔ (ایک لکڑی پر آگ لگا کر کھانا نہیں پک سکتا تھا لیکن چھوٹی چھوٹی لکڑیوں کا ڈھیر لگا کر اسکی آگ میں کھانا پکا لیا جاتا ہے اسی طرح چھوٹے چھوٹے گناہ جمع ہوتے ہوتے انسان کی تباہی اور ہلاکت کا سامان بن جاتے ہیں۔ (احمد طبرانی، ابو یعلی) البتہ ابو یعلی کی روایت کے شروع میں ہے کہ شیطان اس سے تو مایوس ہو گیا کہ جزیرہ عرب میں اسکی پرستش کی جائے گی۔ لیکن اسکے بغیر ہی ان گناہوں کو تم سے کرا کر خوش ہو جائے گا جن کو حقیر اور معمولی سمجھا جاتا ہے اور حقیقت میں وہی گناہ قیامت کے دن انسان کو ہلاک کرنیوالے ہونگے''۔ (طبرانی، بیہقی)

''حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اے عائشہ! اپنے کو ان گناہوں سے بچانے کی خاص طور سے کوشش اور فکر کرو جن کو حقیر اور معمولی سمجھا جاتا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کی بھی باز پرس ہونے والی ہے''۔ (نسائی، ابن ماجہ، صحیح ابن حبان)۔

تشریح:۔ جن لوگوں کو آخرت اور حساب کتاب کی کچھ فکر ہوتی ہے اور جو اللہ تعالیٰ کے عذاب اور اس کی پکڑ سے ڈرتے ہیں اور کبیرہ یعنی بڑے گناہوں سے بچنے کا تو عام طور پر اہتمام کرتے ہیں لیکن جو گناہ ہلکے اور صغیرہ سمجھے جاتے ہیں ان کو خفیف اور معمولی سمجھنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے بہت سے خدا ترس بندے بھی ان سے بچنے کی فکر زیادہ نہیں کرتے۔ حالانکہ

اس حیثیت سے کہ وہ گناہ ہیں اور ان کے کرنے میں بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھی ان کی باز پرس ہونی ہے۔ ہمیں ان سے بچنے کی بھی پوری پوری کوشش کرنی چاہئے۔

اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو یہی نصیحت فرمائی ہے اگرچہ اس کی خاص مخاطب حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں لیکن درحقیقت یہ انتباہ اور یہ ہدایت و نصیحت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اپنی امت کے سب مردوں اور عورتوں کے لئے ہے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص گھر والوں کو بھی اس فکر اور احتیاط کی ضرورت ہے تو آپ کے اور ہمارے لئے اس میں غفلت اور بے پروائی کی کیا گنجائش ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ صغیرہ گناہ اگرچہ کبیرہ کے مقابلہ میں صغیرہ ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا باعث ہونے کی حیثیت سے اور اس حیثیت سے کہ آخرت میں اس کی بھی باز پرس ہونے والی ہے ہرگز صغیرہ اور ہلکا نہیں ہے۔ دونوں میں بس اتنا فرق ہے جتنا کہ زہریلے اور کم زہریلے سانپوں میں ہوتا ہے۔ پس جس طرح کم زہر والے سانپ سے بھی ہم بچتے اور بھاگتے ہیں اسی طرح ہمیں صغیرہ گناہوں سے بھی اپنے کو بچانے اور محفوظ رکھنے کی پوری کوشش کرنی چاہئے۔

یہی اس حدیث کا منشاء اور مقصد ہے۔ (از معارف الحدیث)

''حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: بلاشبہ انسان گناہ کی وجہ سے روزی سے محروم کردیا جاتا ہے''۔ (نسائی، صحیح ابن حبان، حاکم)

تشریح:۔ مطلب یہ ہے کہ آدمی کے گناہوں کی سزا میں حق تعالیٰ شانہ اس سے روزی کو روک لیتے ہیں اور اس پر روزی کو تنگ کردیتے ہیں اس کے برخلاف شریعت پر چلنے اور دین پر عمل کرنے اور اس پر جمنے کی برکت سے روزی کا دروازہ کھول دیا جاتا ہے جس کو حق تعالیٰ نے بیان فرمایا:

''اور یہ حکم آیا کہ اگر لوگ سیدھے رہتے راہ پر تو ہم پلاتے ان کو پانی بھرپور''۔ اور دوسری جگہ فرمایا:

''اور بستیوں والے ایمان لاتے اور پرہیزگاری کرتے تو ہم کھول دیتے ان پر نعمتیں''۔

حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو گناہوں سے استغفار کرنے کی ترغیب دیتے ہوئے استغفار کے فوائد بتلائے جیسا کہ سورۂ نوح میں ذکر ہے:

''تو میں نے کہا گناہ بخشواؤ اپنے رب سے بے شک وہ ہے بخشنے والا چھوڑ دے گا آسمان کی تم پر دھاریں اور بڑھادے گا تم کو مال اور بیٹوں سے اور بنادے گا تمہارے واسطے باغ اور بنادے گا تمہارے لئے نہریں''۔

اور ایک اور حدیث پاک میں وارد ہے کہ جو استغفار کو لازم پکڑ لیتا ہے حق تعالیٰ شانہ ہر مشکل میں سے راستہ دیتا ہے اور ہر غم سے نجات دیتا ہے اور ایسی جگہ سے روزی دیتا ہے جہاں سے وہم و گمان نہ ہو۔

معلوم ہوا کہ اعمال صالحہ سے روزی کے دروازے کھلتے ہیں اور گناہوں کی وجہ سے روزی سے محرومی ہوتی ہے۔ اور بے برکتی ہوتی ہے۔

دُعا کیجئے

اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو رزق حلال عطا فرمائے اور رزق حلال کو اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے طریقہ کے مطابق کھانے کی توفیق عطا فرمائے۔

گناہوں کے اثرات

وعن ابن مسعود رضی الله عنه قال: انی لاحسب الرجل ینسی العلم کما تعلمه للخطیئة یعملها. رواه الطبرانی موقوفاً ورواته ثقات الا ان القاسم لم یسمع من جده عبدالله.

ترجمہ: ''حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میرا یہ گمان ہے کہ ایک آدمی علم سیکھ کر جو بھول جاتا ہے اس کی وجہ کوئی گناہ اور غلطی ولغزش ہوتی ہے جو اس سے سرزد ہوتی ہے''۔ (طبرانی فی کبیر)

تشریح:۔ اس سے معلوم ہوا کہ گناہ کی ایک نحوست یہ ہوتی ہے کہ آدمی میں بھول کا مادہ پیدا ہو جاتا ہے اور علم دین سے محرومی ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے استاذ امام وکیع رحمۃ اللہ علیہ سے حافظہ کی کمزوری کی شکایت کی۔ انہوں نے جواب دیا کہ اس کا علاج یہ ہے کہ گناہوں کو چھوڑ دو۔ کیونکہ علم حق تعالیٰ کا ایک نور ہے جو گنا ہگار کے دل میں نہیں ڈالا جاتا۔

''حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے (اپنے زمانے کے مسلمانوں کو مخاطب کر کے) فرمایا: تم ایسے کام کرتے ہو جو تمہاری نظر میں بال سے بھی زیادہ باریک ہیں لیکن ہم ان کاموں کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں موبقات یعنی ہلاک کرنے والے کاموں میں شمار کرتے تھے''۔ (بخاری، احمد)

تشریح:۔ مطلب یہ ہے کہ تم لوگ ایسے ایسے کام کرتے ہو اور ایسی ایسی چیزیں اختیار کرتے ہو جو تمہاری نظر میں بہت معمولی درجہ کی اور بہت حقیر ہیں۔ زیادہ سے زیادہ تم ان کو مکروہات میں شمار کرتے ہو لیکن حقیقت یہ ہے کہ وہ کام اور وہ چیزیں بڑی نقصان دہ ہیں اور بڑی تباہی کی طرف لے جانے والی ہیں۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہم لوگ ایسے کاموں کو بھی ان کاموں میں شمار کرتے تھے جو اخروی انجام کے اعتبار سے ہلاکت میں ڈالنے والے ہیں۔ (از مظاہر حق)

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: اگر اللہ جل شانہ مجھ کو اور عیسیٰ علیہ السلام سے ہماری لغزشوں کے بارے میں مواخذہ کرے یقیناً ہمیں بھی عذاب دے گا اور ہم پر ذرا بھی ظلم نہیں کرے گا اور آپ نے شہادت کی اور اس کے ساتھ کی انگلی سے اشارہ فرمایا''۔

''ایک روایت میں ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ مجھ سے اور ابن مریم (عیسیٰ علیہ السلام) سے ان غلطیوں کے بارے میں مواخذہ کرلے جو ان شہادت کی اس کے ساتھ کی انگلی نے کی ہیں تو ہمیں ضرور عذاب دے پھر ہم پر ذرا بھی ظلم نہ کرے''۔ (صحیح ابن حبان)

تشریح:۔ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات معصوم ہوتے ہیں ان سے کوئی گناہ سرزد نہیں ہوتا۔ حدیث بالا میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد گرامی کا مقصد یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کسی کے گناہوں پر پکڑ فرمائیں تو اس کو ضرور عذاب و سزا دیں خواہ وہ کوئی بھی ہو عربی ہو یا عجمی فقیر ہو یا تو نگر، عورت ہو یا مرد حتیٰ کہ بالفرض مجھ سے اور عیسیٰ علیہ السلام سے بھی گناہ سرزد ہوں (حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور عیسیٰ علیہ السلام سے گناہ سرزد نہیں ہوئے) تو بھی اللہ تعالیٰ کا ضابطہ اتنا سخت ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے ضابطہ کی اتنی رعایت فرماتے ہیں کہ ہمارے گناہوں پر ہمیں بھی عذاب دیں۔ تو دوسرے عام لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈر کر

بطریقہ اولیٰ گناہوں سے بچنا چاہئے۔(صحیح ابن حبان)

''حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: جو تم جانوروں کے ساتھ برا سلوک کرتے ہو اور ان پر ظلم کرتے ہو (کہ ان کو مارتے ہو اور ان پر ان کی طاقت سے زیادہ بوجھ لادتے ہو) اگر یہ تمہیں معاف کر دیا جائے تو یہ سمجھ لو کہ بہت زیادہ گناہوں کو اللہ تعالیٰ نے معاف کر دیا''۔(احمد بیہقی)

تشریح:۔ مطلب یہ ہے کہ تمہارے بہت سے گناہ تو ان جانوروں سے ہی متعلق ہیں جن کو عموماً گناہ ہی نہیں سمجھا جاتا اگر جانوروں پر ظلم وغیرہ کے گناہ بھی معاف ہو گئے تو بہت سے معاف ہو گئے۔

حسن سلوک اور صلہ رحمی

والدین کے ساتھ حسن سلوک کی ترغیب اور ان کی فرمانبرداری اور ان کے ساتھ اچھا سلوک کرنے اور ان کے انتقال کے بعد ان کے دوستوں سے اچھا سلوک کرنے کی تاکید۔

''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ کون سا عمل حق تعالیٰ شانہ کے نزدیک محبوب اور پسندیدہ ہے؟ ارشاد فرمایا وقت پر نماز پڑھنا' میں نے عرض کیا کہ پھر کون سا عمل؟ فرمایا والدین کے ساتھ اچھا سلوک۔ میں نے عرض کیا پھر کون سا عمل؟ فرمایا اللہ کی راہ میں جہاد''۔(بخاری مسلم)

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کوئی لڑکا اپنے والد کو اس سے بہتر بدلہ نہیں دے سکتا کہ اس کو غلام کسی کا مملوک پائے پھر اس کو خرید کر آزاد کر دے''۔(مسلم' ابوداؤد' ترمذی' نسائی' ابن ماجہ)

دُعا کیجئے

یا اللہ: اس درس کے ذریعے حضور علیہ السلام کی جو مبارک تعلیمات کا ہمیں علم ہوا ہے اپنی خاص توفیق سے اس پر عمل کرنے کی بھی ہمت وقوت عطا فرما۔

یا اللہ! اس درس حدیث کے ذریعے ہمیں اسلام کی جن بنیادی باتوں کا علم ہوا ہے اس پر صدق دل سے عمل کرنے کی توفیق عطا فرما۔

یا اللہ! اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم سے صحابہ کرام کو جو محبت تھی ہمیں بھی اس کا ذرہ عطا فرما کہ آپ کے محبوب کے طریقوں پر چلنا ہمارے لئے آسان ہو جائے۔

یا اللہ! حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک تعلیمات' نورانی اعمال سے ہمیں بھی اپنی زندگیوں کو آراستہ کرنے کی توفیق عطا فرما۔ آمین

حقوق والدین

وعن عبدالله بن عمرو بن العاص رضی الله عنهما قال: جاء رجل الی نبی الله صلی الله علیه وسلم فاستاذنه فی الجهاد فقال: (احی والداک) ؟ قال: نعم ' قال: (فیهما فجاهد) رواه البخاری و مسلم و ابوداؤد والترمذی والنسائی.

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر جہاد پر جانے کی اجازت چاہی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے دریافت فرمایا کہ کیا تمہارے ماں باپ زندہ ہیں؟ اس نے عرض کیا جی ہاں! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر تم انہیں کے درمیان رہ کر جہاد کرو۔ (یعنی پوری محنت وتندہی کے ساتھ ان کی خدمت کرو کہ تمہارے حق میں یہی جہاد ہے)۔'' (بخاری' مسلم' ابوداؤد' ترمذی' نسائی)

تشریح: شرح السنۃ میں لکھا ہے کہ اس حدیث سے جو حکم ثابت ہوتا ہے اس کا تعلق نفلی جہاد سے ہے کہ جس شخص کے والدین زندہ ہوں اور مسلمان ہوں وہ ان کی اجازت کے بغیر نفلی جہاد میں شرکت کے لئے گھر سے نہ جائے۔ ہاں اگر جہاد فرض ہو تو پھر اس صورت میں ان کی اجازت کی حاجت نہیں بلکہ اگر وہ منع بھی کریں اور جہاد میں جانے سے روکیں تو ان کا حکم نہ مانا جائے اور جہاد میں جایا جائے۔ اسی طرح علماء نے لکھا ہے کہ اگر مسلمان ماں باپ یا ان میں سے کسی ایک کو ناگوار خاطر ہو تو ان کی اجازت کے بغیر کسی بھی نفل عبادت جیسے نفل حج وعمرہ کے لئے نہ جائے اور نہ نفل روزہ رکھے۔ (از مظاہر حق جدید)

''مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا میں آپ سے ہجرت اور جہاد پر بیعت کے لئے حاضر ہوا ہوں۔ اور میں اجر کا اللہ جل شانہ سے طلب گار ہوں۔ آپ نے دریافت فرمایا کیا تمہارے والدین میں سے کوئی زندہ ہے۔ اس نے عرض کیا جی ہاں! بلکہ دونوں ہی زندہ ہیں۔ ارشاد فرمایا تم اللہ تعالیٰ سے اجر چاہتے ہو؟ اس نے کہا جی ہاں! ارشاد فرمایا پھر اپنے والدین کے پاس واپس جاؤ اور ان کے ساتھ اچھی طرح رہو۔ (یعنی ان کی خدمت اور حقوق کی ادائیگی اچھی طرح کرو)''۔ (مسلم)

''حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کیا میں آپ سے ہجرت پر بیعت کرنے کے لئے حاضر ہوا ہوں اور میں اپنے والدین کو روتا ہوا چھوڑ کر آیا ہوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ واپس انہی کے پاس جاؤ۔ اور ان کو ویسے ہی ہنسا کر آؤ یعنی ان کو راضی کر کے آؤ جیسا کہ تم ان کو روتا چھوڑ کر آئے تھے''۔ (ابوداؤد)

''حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ یمن کا ایک شخص ہجرت کر کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں پہنچا تو آپ نے اس سے پوچھا: کیا یمن میں تمہارا کوئی ہے؟ اس نے عرض کیا کہ ہاں میرے والدین ہیں۔ آپ نے دریافت فرمایا کہ کیا انہوں نے تم کو اجازت دی ہے؟ (اور تم ان کی اجازت سے یہاں آئے ہو)؟ اس نے عرض کیا کہ: ایسا تو نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا تو پھر ماں باپ کے پاس واپس جاؤ۔ اور یہاں آنے کی (اور جہاد اور دین کی محنت میں لگنے کی) ان

سے اجازت مانگو پھر وہ اگر تمہیں اجازت دے دیں تو آ ؤ اور جہاد میں لگ جاؤ اور اگر وہ اجازت نہ دیں تو ان کی خدمت اور ان کے ساتھ حسن سلوک کرتے رہو"۔ (ابوداؤد)

تشریح: ہجرت کر کے آنے والوں اور جہاد میں شرکت کرنے والوں کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جو عام مستقل رویہ اور اسوہ حسنہ تھا اس کی روشنی میں اس قسم کی تمام احادیث کے بارے میں یہی کہا جا سکتا ہے کہ ان کا تعلق اس صورت سے ہے جب ماں باپ خدمت کے سخت محتاج ہوں اور کوئی دوسرا ان کی خبر گیری کرنے والا نہ ہو اور اس وجہ سے وہ اجازت بھی نہ دیں تو پھر بلاشبہ ان کی خدمت اور خبر گیری ہجرت اور جہاد سے بھی مقدم ہوگی۔

البتہ اس حدیث سے یہ نتیجہ نکالنا غلط ہوگا کہ جس کسی کے ماں باپ ہوں وہ جہاد اور دین کی کسی خدمت کے لئے بھی گھر سے نہ نکلے اور صرف وہی لوگ جہاد اور دین کی خدمت میں لگیں جن کے ماں باپ نہ ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کرتے تھے ان میں بڑی تعداد انہی کی ہوتی تھی جن کے ماں باپ زندہ ہوتے تھے۔ (از معارف الحدیث)

"حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں ایک شخص حاصر ہوا اس نے عرض کیا میں جہاد کرنا چاہتا ہوں لیکن مجھے اس پر قدرت نہیں ہے آپ نے دریافت فرمایا کہ کیا تمہارے والدین میں سے کوئی زندہ ہے؟ اس نے کہا میری ماں ہے آپ نے ارشاد فرمایا ان کے ساتھ اچھا سلوک کر کے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرو جب تم یہ کرلو گے تو تم حج کرنے والے عمرہ کرنے والے، جہاد کرنے والے ہو گئے (یعنی ماں کو خوش کرنے پر حج وعمرہ اور جہاد سب کا ثواب مل جائے گا)"۔ (ابو یعلی، طبرانی صغیر واوسط)

"حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ: اولاد پر ماں باپ کا کتنا حق ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا کہ: وہ تمہاری جنت و دوزخ ہیں۔" (ابن ماجہ)

تشریح: مطلب یہ ہے کہ اگر تم ماں باپ کو راضی رکھو گے ان کی خدمت کرو گے تو جنت پالو گے۔ اور اگر اس کے برعکس ان کی نافرمانی اور ایذاء رسانی کر کے انہیں ناراض کرو گے اور ان کا دل دکھاؤ گے تو پھر تمہارا ٹھکانا دوزخ ہوگا۔ (از معارف الحدیث)

"حضرت معاویہ بن جاہمہ سے روایت ہے کہ میرے والد جاہمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ: میرا ارادہ جہاد میں جانے کا ہے اور میں آپ سے اس بارے میں مشورہ لینے کے لئے حاضر ہوا ہوں آپ نے ان سے پوچھا کیا تمہاری ماں ہیں؟ انہوں نے عرض کیا: "ہاں! ہیں" آپ نے فرمایا: تو پھر انہی کے پاس انہی کی خدمت میں رہو ان کے قدموں میں تمہاری جنت ہے۔" (ابن ماجہ، نسائی، حاکم)

"طبرانی کی روایت میں مذکورہ بالا واقعہ یوں ہے کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا تا کہ جہاد کا اپنے بارے میں مشورہ کروں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کیا تمہارے ماں باپ ہیں؟ میں نے کہا جی ہاں! ارشاد فرمایا پھر تو انہی کے پاس انہی کی خدمت میں رہو ماں باپ دونوں کے قدموں میں تمہاری جنت ہے"۔ (طبرانی)

دُعا کیجئے: اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سچا پیروکار بنائے، سب کو جنت کا داخلہ نصیب فرمائے اور ہر ہر کام میں سنت نبوی پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

والدین کی شفقت

وعن ابی الدرداء رضی الله عنه ان رجلااتاه فقال: ان لی امراة وان امی تامرنی بطلاقها؟ فقال. سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول:(الوالد اوسط ابواب الجنة ' فان شئت فاضع هذا الباب او احفظه) . رواه ابن ماجه والترمذی واللفظ له' وقال: ربما قال سفیان امی' و ربما قال ابی' قال الترمذی: حدیث صحیح.

ترجمہ: ”حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے ان کے پاس آ کر عرض کیا کہ میری ایک بیوی ہے اور میری ماں مجھے اسے طلاق دینے کو کہتی ہیں؟ (میں کیا کروں؟) ابودرداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ والد جنت کے دروازوں میں سے سب سے بہتر اور عمدہ دروازہ ہے تمہیں اختیار ہے کہ چاہو تو اس کو ضائع کر دو یا اس کی حفاظت رکھو۔ (ابن ماجہ' ترمذی) ایک روایت میں ماں کے بجائے باپ کا ذکر ہے کہ وہ طلاق دینے کو کہتے ہیں“

تشریح: ”ایک روایت میں ہے کہ ایک شخص نے ابودرداء رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آ کر عرض کیا میرے باپ نے میری شادی اصرار کر کے کسی سے کرائی۔ اب وہ مجھے اسے طلاق دینے کو کہتے ہیں؟ (اس صورت میں میرے لئے کیا حکم ہے؟) حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ: نہ تو میں ماں باپ کی نافرمانی کا تمہیں کہوں گا اور نہ ہی تمہیں بیوی کو طلاق دینے کو کہوں گا البتہ اتنی بات ہے کہ اگر تم چاہو تو میں تمہیں وہ حدیث سنا دوں جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے میں نے آپ کو یہ ارشاد فرماتے سنا ہے کہ والد جنت کا سب سے بہتر دروازہ ہے۔ (اس کی فرمانبرداری کر کے) چاہو تو اس دروازہ کی حفاظت رکھو اور یا (اس کی نافرمانی کر کے) اس دروازہ کو چھوڑ دو جو جنت میں داخلہ کے لئے تھا۔ راوی کہتے ہیں میرا گمان ہے کہ عطاء رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اس کو طلاق دے دو“۔ (صحیح ابن حبان)

”حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ میرے نکاح میں ایک عورت تھی جس سے مجھے محبت تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس کو (کسی وجہ سے) پسند نہ فرماتے تھے مجھ سے فرمایا اس کو طلاق دے دو۔ میں نے انکار کر دیا چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور اس بات کا تذکرہ آپ کے سامنے کیا مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم اسے طلاق دے دو“۔ (ابوداؤد' ترمذی' نسائی' ابن ماجہ)

تشریح: ماں باپ کی شفقت اولاد پر حد سے زیادہ ہوتی ہے وہ ہمیشہ اولاد کے لئے خیر اور بھلا ہی سوچتے ہیں پھر باپ بھی جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہوں جن کی فراست معروف و مشہور ہے۔ آخر انہوں نے اپنے بیٹے کو جو طلاق دینے کے لئے فرمایا ضرور اس میں کوئی مصلحت ہو گی تب ہی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ابن عمر رضی اللہ عنہ کو وہی فرمایا جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا تھا۔ واللہ اعلم۔

''حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: جو یہ چاہتا ہو کہ اس کی عمر بڑھا دی جائے اور اس کی روزی کو بڑھا دیا جائے اسے چاہئے کہ اپنے والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرے اور رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کرے''۔ (احمد)

تشریح: اس طرح کی احادیث کا تقدیر کی احادیث سے کوئی ٹکراؤ نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کو ازل سے معلوم تھا اور معلوم ہے کہ فلاں آدمی ماں باپ کی خدمت اور فرمانبرداری کرے گا اسی لحاظ سے اس کی عمر اس سے زیادہ مقرر فرمائی گئی جتنی کہ اس کو ماں باپ کی خدمت اور فرمانبرداری نہ کرنے کی صورت میں دی جاتی۔ اسی طرح سب حدیثوں کو سمجھنا چاہئے جن میں کسی اچھے عمل پر رزق میں وسعت اور برکت وغیرہ کی خوشخبری سنائی گئی ہے حالانکہ رزق کی تنگی اور وسعت بھی مقدر ہے۔ (از معارف الحدیث)

''حضرت معاذ بن انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: جو اپنے والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرے گا اس کے لئے جنت میں طوبیٰ نامی بہت عمدہ درخت ہوگا اور حق تعالیٰ شانہ اس کی عمر بڑھا دیں گے''۔ (ابویعلیٰ، طبرانی، حاکم، اصبہانی)

''حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: تم اپنے آباء (ماں باپ) کی خدمت و فرمانبرداری کرو، تمہاری اولاد تمہاری فرمانبردار اور خدمت گزار ہوگی تم پاکدامنی کے ساتھ رہو تمہاری عورتیں پاکدامن رہیں گی''۔ (طبرانی)

تشریح: مطلب یہ ہے کہ جو اولاد ماں باپ کی فرمانبرداری اور خدمت کرے گی اللہ تعالیٰ اس کی اولاد کو اس کا فرمانبردار اور خدمت گزار بنا دے گا اسی طرح جو لوگ پاکدامنی کی زندگی گزاریں گے اللہ تعالیٰ ان کی بیویوں کو پاکدامنی کی توفیق دے گا۔ (از معارف الحدیث)

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: وہ آدمی ذلیل ہو، وہ خوار ہو، وہ رسوا ہو، عرض کیا گیا یا رسول اللہ کون؟ (یعنی کس کے بارے میں ارشاد فرمایا گیا ہے) آپ نے فرمایا وہ (بدنصیب) جو ماں باپ کو یا دونوں میں سے کسی ایک کو بڑھاپے کی حالت میں پائے، پھر (ان کی خدمت اور ان کا دل خوش کر کے) جنت حاصل نہ کرے''۔ (مسلم)

دُعا کیجئے

یا اللہ! ان احادیث میں آج ہم نے جو کچھ سنا اور سمجھا محض اپنے فضل و کرم سے اس پر عمل کرنا ہمارے لئے آسان فرما دیجئے۔

یا اللہ! آج کے اس پرفتن دور میں ہمارے لئے دین پر چلنا آسان فرما۔ اور ہمیں حقیقی فکر آخرت نصیب فرما۔

یا اللہ! ہمیں اپنی ایسی محبت عطا فرما کہ ہمارے لئے نیکیاں کرنا آسان ہو جائے اور اپنی ذات کا اتنا خوف و خشیت نصیب فرما کہ ہمارے لئے تمام گناہوں کو چھوڑنا آسان ہو جائے۔

یا اللہ! ہمیں ہر روز موت کو یاد رکھنے اور آپ سے ملاقات کیلئے خود کو تیار کرنے کی توفیق نصیب فرما۔ آمین یارب العالمین

اطاعت والدین

وعن ابی هریرة رضی الله عنه قال: جاء رجل الیٰ رسول الله صلی الله علیه وسلم فقال: یا رسول الله من احق الناس بحسن صحابتی ؟ قال: (امک) . قال : ثم من ؟ قال: (امک). قال: ثم من؟ قال: (امک). قال: ثم من ؟ قال: (ابوک). رواه البخاری و مسلم.

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوکر دریافت کیا کہ مجھ پر خدمت اور حسن سلوک کا سب سے زیادہ حق کس کا ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا کہ:تمہاری ماں کا'اس نے دریافت کیا اس کے بعد کس کا حق زیادہ ہے؟ آپ نے ارشادفرمایا کہ: میں پھر کہتا ہوں تمہاری ماں کا۔اس نے عرض کیا پھرکس کا؟ آپ نے ارشادفرمایا پھر میں کہتا ہوں تمہاری ماں کا۔اس نے عرض کیا اس کے بعد کس کا؟ آپ نے ارشادفرمایا پھراس کے بعد تمہارے باپ کا حق ہے''۔(بخاری'مسلم)

''حضرت اسماءرضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور قریش مکہ کے (حدیبیہ والے) معاہدے کے زمانے میں' میری ماں جو اپنے مشرکانہ مذہب پر قائم تھی (سفر کر کے مدینہ میں) میرے پاس آئی تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا یارسول اللہ! میری ماں میرے پاس آئی ہے اور وہ خدمت کی خواہش مند ہے تو کیا میں اس کی خدمت کروں؟ آپ نے فرمایا: جی ہاں! اس کی خدمت کرو (اور اس کے ساتھ وہ سلوک کرو جو بیٹی کو ماں کے ساتھ کرنا چاہئے)''۔(بخاری'مسلم'ابوداؤد)

تشریح: حضرت اسماءصدیق اکبررضی اللہ عنہ کی صاحبزادی اور دوسری ماں سے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی بڑی بہن تھیں ان کی ماں کا نام روایات میں قتیلہ بنت عبدالعزی ذکر کیا گیا ہے۔(جن کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے زمانہ جاہلیت میں طلاق دے کر الگ کردیا تھا!) بہرحال اسلام کے دور میں یہ ان کی بیوی نہیں رہیں اور اپنے مشرکانہ طریقے ہی پر قائم رہیں۔ صلح حدیبیہ کے زمانہ میں جب مشرکین مکہ کو مدینہ آنے کی اور مدینہ کے مسلمانوں کو مکہ جانے کی آزادی حاصل ہوگئی تو حضرت اسماء کی یہ ماں اپنی بیٹی کے پاس مدینہ آئیں حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ: مجھے ان کے بارے میں کیا رویہ اختیار کرنا چاہئے۔کیا ان کے کافرومشرک ہونے کی وجہ سے میں ان سے ''ترک موالات'' کروں'یا ماں کے رشتہ کا لحاظ کر کے ان کی خدمت اور ان کے ساتھ اچھا سلوک کروں؟ آپ نے حکم فرمایا کہ: ان کی خدمت کرو۔اور ان کے ساتھ وہی سلوک کرو جو ماں کا حق ہے جیسا کہ سورۂ لقمان میں ہے کہ ماں باپ اگر بالفرض مشرک ہوں اور اولاد کو بھی کفروشرک کے لئے مجبور کریں تو اولاد کو چاہئے کہ ان کے کہنے سے کفروشرک تو نہ کرے لیکن دنیا میں ان کے ساتھ اچھا سلوک اور ان کی خدمت پھر بھی کرتی رہے۔(ازمعارف الحدیث)

''حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا کہ: اللہ کی رضامندی

والد کی رضامندی میں ہے اور اللہ کی ناراضگی والد کی ناراضگی میں ہے۔ (ترمذی، صحیح ابن حبان، حاکم) طبرانی کی روایت میں ہے اللہ تعالیٰ کی اطاعت وفرمانبرداری باپ کی اطاعت وفرمانبرداری میں ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی باپ کی نافرمانی ہے"۔

تشریح: حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جو اپنے مالک اور مولیٰ کو راضی کرنا چاہے وہ اپنے والد کو راضی اور خوش رکھے، اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہونے کے لئے والد کی رضا جوئی شرط ہے اور والد کی ناراضگی کا لازمی نتیجہ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی ہے لہٰذا جو کوئی والد کو ناراض کرے گا وہ رضاء الٰہی سے محروم رہے گا۔ اس حدیث میں والد کا لفظ آیا ہے جو عربی زبان میں باپ ہی کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ (ماں کے لئے والدہ کا لفظ بولا جاتا ہے) اس بناء پر اس حدیث میں ماں کا ذکر صراحۃً نہیں آیا ہے۔ لیکن چونکہ دوسری احادیث میں ماں کا درجہ باپ سے بھی بلند اور بالاتر بیان کیا گیا ہے اس لئے ماں کی خوشی اور ناخوشی کی بھی وہی اہمیت ہوگی اور اس کا بھی وہی درجہ ہوگا جو اس حدیث میں باپ کی رضامندی اور ناراضگی کا بتایا گیا ہے۔ (از معارف الحدیث)

"حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ: ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ: میں نے ایک بہت بڑا گناہ کیا ہے تو کیا میری توبہ بھی قبول ہو سکتی ہے۔ (اور مجھے معافی مل سکتی ہے) آپ نے پوچھا تمہاری ماں زندہ ہے؟ اس نے عرض کیا ماں تو نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا تو کیا تمہاری کوئی خالہ ہے؟ اس نے عرض کیا کہ: ہاں خالہ موجود ہے، آپ نے فرمایا: تو اس کی خدمت اور اس کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔ (اللہ تعالیٰ اس کی برکت سے تمہاری توبہ قبول فرمالے گا اور تمہیں معاف فرمادے گا) ایک روایت میں آپ نے والدین کے متعلق سوال فرمایا کہ وہ زندہ ہیں؟" (ترمذی، صحیح ابن حبان، حاکم)

تشریح: یوں تو سارے ہی اعمال صالحہ میں یہ خاصیت ہے کہ وہ گناہوں کے گندے اثرات کو مٹاتے اور اللہ تعالیٰ کی رضا ورحمت کو کھینچتے ہیں "ان الحسنات یذهبن السيئات" لیکن بعض اعمال صالحہ اس بارے میں غیر معمولی امتیازی شان رکھتے ہیں۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ماں باپ کی خدمت اور اسی طرح خالہ کی خدمت بھی انہی اعمال میں سے ہے جن کی برکت سے اللہ تعالیٰ بڑے بڑے گناہ گاروں اور سیاہ کاروں کی توبہ قبول فرمالیتا ہے اور ان سے راضی ہو جاتا ہے۔ (از معارف)

دُعا کیجئے

یا اللہ! ان احادیث میں آج ہم نے جو کچھ سنا اور سمجھا محض اپنے فضل وکرم سے اس پر عمل کرنا ہمارے لئے آسان فرمادیجئے۔

یا اللہ! آج کے اس پرفتن دور میں ہمارے لئے دین پر چلنا آسان فرما۔ اور ہمیں حقیقی فکر آخرت نصیب فرما۔

یا اللہ! ہمیں اپنی ایسی محبت عطا فرما کہ ہمارے لئے نیکیاں کرنا آسان ہو جائے اور اپنی ذات کا اتنا خوف وخشیت نصیب فرما کہ ہمارے لئے تمام گناہوں کو چھوڑنا آسان ہو جائے۔

والدین کی نافرمانی پر وعید

وعن ابی اسید مالک بن ربیعة الساعدی رضی الله عنه قال: بینا نحن جلوس عند رسول الله صلی الله علیه وسلم اذجاء رجل من بنی سلمة فقال: یا رسول الله هل بقی من برابوی شئ ابرهما به بعد موتهما؟ قال: (نعم' الصلاة علیهما' والاستغفارلهما' وانفاذ عهدهما من بعدهما' و صلةالرحم التی لاتوصل الابهما' و اکرام صدیقهما). رواه ابوداؤد و ابن ماجه و ابن حبان فی صحیحه' وزاد فی آخره: قال الرجل: ما اکثرهذا یا رسول الله واطیبه' قال: (فاعمل به)

ترجمہ: ''حضرت ابواسید ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک وقت جب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے بنی سلمہ میں سے ایک شخص آئے اور انہوں نے دریافت کیا کہ یارسول اللہ! کیا میرے ماں باپ کے مجھ پر کچھ ایسے حقوق بھی ہیں جوان کے مرنے کے بعد مجھے ادا کرنے چاہئیں؟ آپ نے فرمایا کہ جی ہاں ان کے لئے خیر و برکت کی دعا کرتے رہنا' ان کے واسطے اللہ تعالیٰ سے مغفرت اور بخشش مانگنا' ان کا اگر کوئی معاہدہ کسی سے ہو اس کو پورا کرنا۔ ان کے تعلق سے جو رشتے ہیں ان کا لحاظ رکھنا اور ان کا حق ادا کرنا اور ان کے دوستوں کا اکرام و احترام کرنا۔ (ابوداؤد' ابن ماجہ' صحیح ابن حبان)

تشریح: ایک روایت میں یہ بھی اضافہ ہے کہ انہوں نے سن کر عرض کیا یارسول اللہ! کیسی بہترین اور بڑھیا بات ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا پھر اس پر عمل کرو''۔

''عبداللہ بن دینار سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مکہ کے راستہ میں ایک دیہات کا شخص ملا۔ اس کو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سلام کیا اور اس کو گدھے کی سواری دے دی جس پر خود سوار ہوتے تھے اور اپنے سر کا عمامہ اتار کر اسے عنایت فرمایا۔ (مسلم)

''حضرت ابو بردہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں مدینہ منورہ حاضر ہوا میرے پاس حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما تشریف لائے اور فرمایا معلوم ہے کہ میں کیوں تمہارے پاس آیا ہوں؟ میں نے عرض کیا مجھے تو معلوم نہیں فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے سنا ہے کہ جو کوئی یہ چاہے کہ قبر میں اپنے باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرے تو باپ کے انتقال کے بعد اس کے بھائیوں (دوستوں) کے ساتھ اچھا برتاؤ رکھے۔ (جو برتاؤ رکھنا چاہئے) اور میرے باپ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں اور تمہارے والد میں دوستی اور محبت تھی اس لئے میں نے یہ سلوک کرنے کو پسند کیا۔ (اور تمہارے پاس آیا)''۔ (صحیح ابن حبان)

والدین کی نافرمانی اور ایذارسانی پر وعید

''حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: اپنے ماں باپ کو گالی دینا بھی کبیرہ گناہوں میں سے ہے عرض کیا گیا کہ یارسول اللہ! کیا

کوئی اپنے ماں باپ کو بھی گالی دے سکتا ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا ہاں! اس کی صورت یہ ہے کہ کوئی آدمی کسی کے ماں باپ کو گالی دے پھر وہ جواب میں اس کے ماں باپ کو گالی دے (تو گویا اس نے خود ہی اپنے ماں باپ کو گالی دلوائی)''۔ (بخاری' مسلم' ابوداؤد' ترمذی)

تشریح: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کسی آدمی کا کسی دوسرے کو ایسی بات کہنا یا ایسی حرکت کرنا جس کے نتیجہ میں دوسرا آدمی اس کے ماں باپ کو گالی دینے لگے' اتنی ہی بری بات ہے جتنی کہ خود اپنے ماں باپ کو گالی دینا اور یہ گناہ کبیرہ کے درجہ کی چیز ہے۔

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ کبیرہ گناہوں میں سے بڑا کبیرہ گناہ یہ ہے کہ آدمی اپنے والدین پر لعنت کرے۔ عرض کیا گیا یا رسول اللہ! آدمی اپنے والدین پر کیسے لعنت کر سکتا ہے؟ ارشاد فرمایا کہ ہاں اس کی صورت یہ ہے کہ کوئی آدمی کسی کے باپ کو گالی دے وہ جواب میں اس کے باپ کو گالی دے''۔ (بخاری و مسلم)

''حضرت عمرو بن مرہ الجہنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ! میں نے اس بات کی گواہی دی کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ آپ اللہ کے رسول ہیں اور پانچ نمازیں پڑھیں اور اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کی اور رمضان کے روزے رکھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: جو شخص اس حال میں انتقال کر جائے وہ قیامت کے دن انبیاء صدیقین شہداء کے ساتھ ایسے اٹھے گا جیسا کہ دو انگلیاں قریب قریب ہیں آپ نے اپنی دو انگلیوں کو کھڑا کر کے دکھایا۔ جب تک کہ ماں باپ کی نافرمانی نہ کرے''۔ (طبرانی' ابن خزیمہ' صحیح ابن حبان)

''حضرت ابوبکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ جل شانہ تمام گناہوں کی سزا جو چاہتے ہیں قیامت تک موخر کر دیتے ہیں' البتہ والدین کی نافرمانی اور ایذاء رسانی کا گناہ ایسا ہے کہ حق تعالیٰ شانہ موت سے پہلے زندگی میں بہت جلد اس کی سزا دے دیتے ہیں''۔ (حاکم اصبہانی)

''عوام بن حوشب اپنا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ کسی محلّہ میں پہنچا اور اس محلّہ میں ایک طرف قبرستان تھا۔ چنانچہ عصر کی نماز کے بعد کیا دیکھتا ہوں کہ ایک قبر پھٹی اس میں سے ایک شخص نکلا جس کا سر گدھے کا تھا اور جسم انسان کا وہ تین مرتبہ گدھے کی طرح چیخا پھر قبر بند ہوگئی۔ اس جگہ ایک بوڑھی عورت بیٹھی سوت کات رہی تھی۔ ایک عورت نے کہا تم اس بوڑھی کو دیکھتے ہو؟ میں نے کہا کہ اس کو کیا ہوا ہے؟ اس نے کہا کہ قبر سے نکلنے والے شخص کی یہ ماں ہے میں نے کہا اس کا کیا واقعہ ہے؟ اس نے بتایا کہ یہ شخص شراب کا عادی تھا جب یہ شراب پینے جاتا تو اس کی ماں کہتی اللہ سے ڈر! کب تک شراب پیے گا؟ وہ جواب میں کہتا کہ تو ایسی چیختی ہے کہ گدھا چیختا ہے اس شخص کا عصر کی نماز کے بعد انتقال ہوگیا۔ اب (اس کی سزا اللہ تعالیٰ نے یہ دی کہ) روزانہ عصر کے بعد اس کی قبر پھٹتی ہے' یہ تین مرتبہ گدھے کی طرح رینگتا اور چیختا ہے پھر قبر بند ہو جاتی ہے۔ (اصبہانی وغیرہ) اور اصبہانی رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ابو عباس اصم نے نیسا پور میں حفاظت حدیث کے مجمع میں یہ واقعہ سنایا کسی نے اس کا انکار نہ کیا۔ (معلوم ہوا واقعہ صحیح ہے)''۔

دُعا کیجئے: یا الہ العالمین ہمیں اپنے محبوب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت عطا فرما کہ ہمارے لئے اتباع سنت آسان ہو جائے۔

چند اعمال صالحہ

وعن ابی هریرة رضی الله عنه ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال: (من کان یومن بالله والیوم الآخر فلیکرم ضیفة ' و من کان یومن بالله والیوم الآخر فلیصل رحمه' ومن کان یومن بالله والیوم الآخر فلیقل خیراً اولیصمت) . رواه البخاری و مسلم.

ترجمہ: ''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: جو اللہ تعالیٰ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو اس کو چاہئے کہ اپنے مہمان کا اکرام کرے اور جو اللہ تعالیٰ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو اسے چاہئے کہ صلہ رحمی کرے اور جو اللہ تعالیٰ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو اسے چاہئے کہ خیر کی بات کہے یا پھر خاموش ہو جائے''۔ (بخاری، مسلم)

''حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو کوئی یہ چاہے کہ اس کے رزق میں فراخی اور کشادگی ہو۔ اور دنیا میں اس کے آثار قدم تادیر رہیں (یعنی اس کی عمر دراز ہو) تو وہ (اہل قرابت کے ساتھ) صلہ رحمی کرے''۔ (بخاری، مسلم)

تشریح: ۔ صلہ رحمی کی دو ہی صورتیں ہیں ایک یہ کہ آدمی اپنی کمائی سے اہل قرابت کی مالی خدمت کرے، دوسرے یہ کہ اپنے وقت اور اپنی زندگی کا کچھ حصہ ان کے کاموں میں لگائے اس کے صلہ میں رزق و مال میں وسعت اور زندگی میں اضافہ اور برکت بالکل قرین قیاس اور اللہ تعالیٰ کی حکمت و رحمت کے عین مطابق ہے۔ (از معارف الحدیث)

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ: جو شخص یہ چاہے کہ اس کی روزی میں فراخی اور کشادگی ہو اور اس کی عمر دراز ہو تو اس کو چاہئے کہ صلہ رحمی کرے۔ (بخاری) اور ترمذیؒ میں ہے کہ اپنے نسب سیکھو معلوم کرو تاکہ اس کے ذریعہ (رشتہ معلوم کرکے) قرابت داروں کے ساتھ صلہ رحمی کرو۔ کیونکہ صلہ رحمی گھر والوں میں محبت کا ذریعہ ہے مال کے بڑھنے کا ذریعہ ہے عمر میں برکت کا ذریعہ ہے''۔ (ترمذی)

''حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: جو چاہتا ہو کہ اس کی عمر لمبی ہو اور اس کی روزی کشادہ ہو اور وہ بری موت مرنے سے بچے تو اسے چاہئے کہ (ہر حال میں) اللہ تعالیٰ سے ڈرے تقویٰ اختیار کرے اور صلہ رحمی کرے''۔ (احمد، بزار، حاکم)

''قبیلہ خثعم کے ایک شخص سے روایت ہے کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا آپ اس وقت اپنے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ایک مجمع میں بیٹھے تھے، میں نے عرض کیا کیا آپ ہی کا گمان ہے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں؟ فرمایا جی ہاں! میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! تمام اعمال میں اللہ تعالیٰ کو کون سا عمل محبوب ہے۔ ارشاد فرمایا صلہ رحمی میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! پھر کون سا عمل؟ ارشاد فرمایا امر بالمعروف و نہی عن المنکر میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! اعمال میں کون سا عمل اللہ تعالیٰ کو زیادہ مبغوض اور ناپسندیدہ ہے؟ ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! پھر کون سا

عمل؟ ارشاد فرمایا پھر قطع رحمی (رشتہ توڑنا) میں نے عرض کیا پھر کون سا عمل اللہ تعالیٰ کو مبغوض اور ناپسندیدہ ہے ارشاد فرمایا پھر منکر و گناہ کا حکم کرنا اور معروف و نیکی سے روکنا''۔ (ابویعلیٰ)

''حضرت ابوایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سفر پر تھے کہ ایک بدو سامنے آ گیا اور آپ کی اونٹنی مبارکہ کی لگام پکڑ کر کہنے لگا یا رسول اللہ! مجھے وہ عمل بتائیں جو جنت سے مجھے قریب کردے اور دوزخ سے دور کردے۔ راوی کہتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یہ سن کر کچھ دیر رک گئے۔ پھر اپنے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو دیکھا پھر ارشاد فرمایا اسے اچھی بات پوچھنے کی توفیق ہوئی ہے یا اسے خیر و رشد کی ہدایت دی گئی ہے۔ ارشاد فرمایا تم نے کیسے کہا تھا چنانچہ اس نے اپنا سوال دہرایا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ اور نماز قائم کرو۔ اور زکوٰۃ ادا کرو اور صلہ رحمی کرو یہ جواب دے کر اس اعرابی کو فرمایا (اب) میری اونٹنی کی لگام چھوڑ (تاکہ میں آگے سفر کروں)''۔

''ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا اپنے رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کرو۔ چنانچہ جب وہ شخص واپس چلا گیا تو آپ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا اگر یہ شخص اس عمل کو جس کا میں نے اسے حکم کیا مضبوطی سے تھام لے تو جنت میں داخل ہو جائے''۔ (بخاری، مسلم)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کچھ لوگوں کی وجہ سے اللہ جل شانہ شہروں کو آباد رکھتا ہے اور ان کا مال و دولت خوب بڑھتا ہے اس میں برکت دیتا ہے اور جب سے ان کو پیدا کیا کبھی ان کی طرف ناپسندیدگی و ناگواری سے نہیں دیکھا۔ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ انعامات ان کو کس وجہ سے دیئے جاتے ہیں؟ ارشاد فرمایا ان کی قرابت داروں و رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کی وجہ سے۔'' (طبرانی، حاکم)

''حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: جس کو نرمی کا حصہ دیا گیا اسے دنیا و آخرت کی بھلائی میں سے اس کا حصہ دے دیا گیا اور صلہ رحمی اور پڑوس کے ساتھ اچھا برتاؤ یا ارشاد فرمایا اچھے اخلاق شہروں کی آبادی اور عمر میں اضافہ کا ذریعہ ہیں''۔ (احمد)

دُعا کیجئے

یا اللہ ہمیں اس دنیا کی زندگی میں اپنی آخرت کی فکر نصیب فرما اور ہمیں اپنی حقیقی منزل کی تیاری اور فکر نصیب فرما۔

یا اللہ ہمیں حقوق اللہ و حقوق العباد کی ادائیگی کی توفیق نصیب فرما اور ہمارے لئے اپنی شریعت مطہرہ پر چلنا آسان فرما دے۔

یا اللہ ہماری حفاظت فرمایئے اور دنیا و آخرت میں اپنے فضل و کرم کا معاملہ فرمایئے۔

آمین یارب العالمین

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نصیحتیں

وعن ابی ذر رضی الله عنه قال: او صانی خلیلی صلی الله علیه وسلم بخصال من الخیر اوصانی ان لاانظرالیٰ من هو فوقی' و ان انظرالی من هو دونی' واوصانی بحب المساکین ' والذنوب منهم' و اوصانی ان اصل رحمی و ان ادبرت ' و اوصانی ان لااخاف فی الله لومة لائم' و اوصانی ان اقول الحق و ان کان مرا' و اوصانی ان اکثر من لاحول ولاقوة الا بالله فانها کنز من کنوز الجنة)

رواه الطبرانی و ابن حبان فی صحیحه واللفظ له.

ترجمہ: ''حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ مجھے میرے خلیل یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چند خیر کی باتوں اور عادتوں کی نصیحت فرمائی (پہلی) وصیت یہ فرمائی کہ میں ان لوگوں کی طرف نہ دیکھو جو مال و دولت وغیرہ میں مجھ سے زیادہ حیثیت والے ہیں۔ (تا کہ دنیا کی حرص پیدا نہ ہو) بلکہ جو دنیا کے اعتبار سے مجھ سے کم درجہ کے ہیں ان کو دیکھوں (تا کہ قناعت اور شکر پیدا ہو) (دوسری) وصیت یہ فرمائی کہ میں مساکین وفقراء سے محبت کروں اوران سے قریب رہوں۔ (تیسری) وصیت یہ فرمائی کہ اپنے رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کروں اگر چہ وہ قطع رحمی کریں۔ (چوتھی) وصیت یہ فرمائی کہ اللہ جل شانہٗ کے معاملہ میں کسی ملامت کرنے والے کی پرواہ نہ کروں۔ (پانچویں) وصیت یہ فرمائی کہ میں حق بات کہوں خواہ کڑوی ہی ہو (چھٹی) وصیت یہ فرمائی کہ ''لاحول ولاقوۃ الا باللہ'' کی کثرت رکھوں۔ کیونکہ یہ جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے''۔ (طبرانی، صحیح ابن حبان)

''حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے اپنی ایک لونڈی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھے بغیر آزاد کر دی۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کی باری والے دن تشریف لائے تو انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا آپ کو خبر ہے کہ میں نے اپنی لونڈی کو آزاد کر دیا۔ آپ نے فرمایا واقعی تم نے آزاد کر دیا؟ انہوں نے عرض کیا جی ہاں؟ ارشاد فرمایا اگر تم اپنے ماموؤں کو دے دیتیں تو تمہارے لئے بڑے اجر کا باعث تھا''۔ (بخاری، مسلم، ابوداؤد، نسائی)

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: رشتہ داری عرش الٰہی سے چمٹی رہتی ہے اور کہتی ہے کہ جو مجھے جوڑے گا اللہ تعالیٰ اسے اپنی رحمت سے ملائے اور جو مجھے توڑے اللہ اسے توڑے''۔ (بخاری، مسلم)

تشریح: مطلب یہ ہے کہ رشتہ داری اللہ تعالیٰ سے دعا کرتی ہے جو مجھے جوڑے اے اللہ! تو اسے اپنے سے جوڑ دے یعنی اپنا بنا لے اور جو مجھے توڑے اور قطع رحمی کا رویہ اختیار کرے اے اللہ! اسے اپنے سے کاٹ دے اور اپنے سے دور اور بے تعلق کر دے۔ اسی ایک حدیث سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ صلہ رحمی کی کتنی اہمیت ہے اور اس میں کوتاہی کرنا کتنا سنگین جرم اور کتنی بڑی محرومی ہے۔

''حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے سنا ہے

کہ: اللہ عزوجل نے فرمایا میں اللہ ہوں۔ میں الرحمٰن ہوں میں نے رشتہ قرابت کو پیدا کیا ہے۔ اور اپنے نام رحمٰن کے مادہ سے نکال کر اس کو رحم کا نام دیا ہے۔ لہذا جو اسے جوڑے گا میں اسکو جوڑوں گا اور جو اس کو توڑے گا میں اس کو توڑ دوں گا۔" (ابوداؤد، ترمذی)

تشریح:۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت اور مشیت سے پیدائش کا ایسا نظام بنایا ہے کہ ہر پیدا ہونے والا رشتوں کے بندھن میں بندھا ہوتا ہے پھر ان رشتوں کے کچھ فطری تقاضے اور حقوق ہیں جن کا عنوان اللہ تعالیٰ نے رحم مقرر فرمایا ہے جو اس پاک نام رحمٰن سے گویا مشتق ہے۔ (یعنی دونوں کا مادہ ایک ہی ہے) لہذا جو بندہ انسان کی فطرت میں رکھے ہوئے اور اللہ تعالیٰ کے مقرر کیے ہوئے ان حقوق اور تقاضوں کو پورا کرے گا (یعنی صلہ رحمی کرے گا اس کے لئے اللہ کا اعلان ہے کہ وہ اس کو جوڑے گا) یعنی اس کو اپنا بنائے گا اور فضل و کرم سے نوازے گا) اور اس کے برعکس جو کوئی قطع رحمی کا رویہ اختیار کرے گا اور قرابت کے ان حقوق کو پامال کرے گا جو اللہ تعالیٰ نے مقرر فرمائے ہیں اور انسان کی فطرت میں رکھے ہوئے ہیں تو اللہ تعالیٰ اس کو توڑ دے گا۔ یعنی اپنے قرب اور اپنی رحمت و کرم سے محروم کردے گا۔ آج جتنی مسلمانوں پر پریشانیاں ہیں بلاشبہ وہ زندگی کے مختلف شعبوں سے تعلق رکھنے والی ہماری بہت سی بداعمالیوں کا نتیجہ ہے لیکن ان احادیث کی روشنی میں یقین کے ساتھ کہا جاسکتا ہے کہ اس بربادی اور محرومی میں بڑا دخل ہمارے اس جرم کو بھی ہے کہ صلہ رحمی کی تعلیم و ہدایت کو ہماری غالب اکثریت نے بالکل ہی بھلا دیا ہے۔ (از معارف بتغیر یسیر)

"حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: بلاشبہ حق تعالیٰ شانہ جب مخلوق کو پیدا کر چکے (یعنی تمام بنی آدم کی روح کو عالم ارواح میں پیدا کر چکے) تو رشتہ داری قرابت داری نے اٹھ کر کہا کہ میں آپ سے اس کی پناہ چاہتی ہوں کہ کوئی مجھے کاٹے اور توڑے اللہ جل شانہ نے ارشاد فرمایا کہ جی ہاں! کیا تو اس بات پر خوش نہیں کہ جو تجھے ملائے گا (صلہ رحمی کرے گا) میں اسے (اپنی رحمت سے) ملاؤں گا اور جو تجھے توڑے گا میں اسے اپنی رحمت سے دور کردوں گا۔ رشتہ داری نے کہا ہاں اس پر خوش ہوں۔ اللہ جل شانہ نے ارشاد فرمایا اچھا تو وعدہ تیرے لئے ثابت و برقرار ہے' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اگر چاہو تو یہ آیت پڑھ لو "فهل عسيتم ان توليتم ان تفسدوا في الارض وتقطعوا ارحامكم اولئك الذين لعنهم الله فاصمهم و اعمىٰ ابصارهم" (ترجمہ) پھر تم سے یہ بھی توقع ہے کہ اگر تم کو حکومت مل جائے تو خرابی ڈالو ملک میں اور قطع کرو اپنی قرابتیں"۔ (بخاری، مسلم)

"حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے سنا کہ: رحم (یعنی قرابت) رحمٰن سے مشتق ہے۔ (یعنی اللہ تعالیٰ کی رحمت کی ایک شاخ ہے) اللہ تعالیٰ سے یہ رحم (رشتہ داری) شکایت کرتی ہے کہ اے میرے رب! مجھے توڑا گیا۔ اے میرے رب! (جیسا کہ دوسری روایت میں ہے کہ رحم کو فصیح و بلیغ زبان دی گئی) اللہ تعالیٰ جواباً اسے فرماتے ہیں کہ کیا تو اس پر راضی نہیں کہ جو تجھے جوڑے میں اسے اپنی رحمت سے ملاؤں اور جو تجھے توڑے میں اسے اپنی رحمت سے توڑوں اور دور کروں"۔ (احمد، صحیح ابن حبان)

تشریح:۔ مطلب یہ ہے کہ انسانوں کی باہمی قرابت اور رشتہ داری کے متعلق اللہ تعالیٰ کے اسم پاک رحمٰن سے اور اس کی صفت رحمت سے خاص نسبت ہے اور وہی اس کا سرچشمہ ہے۔ اور اسی لئے اس کا عنوان رحم مقرر کیا گیا ہے۔ (از معارف)

صلہ رحمی کی اہمیت

وعن عبدالله بن عمرو بن العاص رضی الله عنهما عن النبی صلی الله علیه وسلم قال: (لیس الواصل بالمکافی ' ولکن الواصل الذی اذا قطعت رحمه وصلها). رواه البخاری واللفظ له وابوداؤد والترمذی.

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: وہ آدمی صلہ رحمی کا حق ادا نہیں کرتا جو (صلہ رحمی کرنے والے اپنے اقرباء کے ساتھ) بدلہ کے طور پر صلہ رحمی کرتا ہے۔ صلہ رحمی کا حق ادا کرنے والا دراصل وہ ہے جو اس حالت میں بھی صلہ رحمی کرے (اور قرابت داروں کا حق ادا کرے) جب وہ اس کے ساتھ قطع رحمی (اور حق تلفی) کا معاملہ کریں''۔ (بخاری' ابوداؤد' ترمذی)

تشریح: بالکل ظاہر اور بدیہی امر ہے کہ جب آپ ہر بات میں یہ دیکھ رہے ہیں کہ جیسا برتاؤ دوسرا کرے گا ویسا ہی میں بھی کروں گا تو آپ نے صلہ رحمی کیا کی۔ یہ بات تو ہر اجنبی کے ساتھ بھی ہوتی ہے کہ جب دوسرا شخص آپ پر احسان کرے گا تو آپ خود اس پر احسان کرنے پر مجبور ہیں۔ صلہ رحمی تو درحقیقت یہی ہے کہ اگر دوسرے کی طرف سے بے التفاتی' بے نیازی' قطع تعلق ہو تو آپ اس کے جوڑنے کی فکر میں رہو۔ اس کو مت دیکھو کہ وہ کیا برتاؤ کرتا ہے۔ اس کو ہر وقت سوچو کہ میرے ذمہ کیا حق ہے مجھے کیا کرنا چاہئے دوسرے کے حقوق ادا کرتے رہو۔ ایسا نہ ہو کہ اس کا کوئی حق اپنے ذمہ رہ جائے جس کا قیامت میں اپنے سے مطالبہ ہو جائے اور اپنے حقوق کے پورا کرنے کا واہمہ بھی دل میں نہ ہو۔ بلکہ اگر وہ پورے نہیں ہوتے تو اور بھی زیادہ مسرور اور خوش ہو کہ دوسرے عالم میں جو اجر و ثواب اس پر ملے گا وہ اس سے بہت زیادہ ہوگا جو یہاں اس کے ادا کرنے سے وصول ہوتا۔ (از فضائل صدقات)

''حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: ایسے کم عقل نہ بنو کہ تم لوگوں کی دیکھا دیکھی کہنے لگو کہ اگر لوگ ہم پر احسان کریں تو ہم بھی ان کے ساتھ احسان کریں گے اگر وہ ظلم کریں گے تو ہم بھی ظلم کریں گے بلکہ تم اپنے آپ کو اس بات پر قائم رکھو اگر لوگ اچھا برتاؤ کریں تو تم ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو اگر وہ برا سلوک کریں تو (تب بھی ان پر ظلم نہ کرو''۔ (ترمذی)

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میرے رشتہ دار ہیں میں ان کے ساتھ صلہ رحمی کرتا ہوں وہ قطع رحمی کرتے ہیں میں ان پر احسان کرتا ہوں وہ میرے ساتھ برائی کرتے ہیں میں ہر معاملہ میں تحمل سے کام لیتا ہوں وہ جہالت پر اترے رہتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اگر یہ سب کچھ صحیح ہے تو ان کے منہ میں گرم خاک ڈال رہا ہے (یعنی خود ذلیل ہوں گے) اور تیرے ساتھ اللہ کی مدد شامل حال رہے گی۔ جب تک تو اس عادت پر جما رہے گا''۔ (مسلم)

تشریح: جب تک اللہ جل شانہ کی مدد کسی کے شامل حال

رہے نہ کسی کی برائی سے نقصان پہنچ سکتا ہے نہ کسی کا قطع تعلق نفع پہنچنے سے مانع ہوسکتا ہے۔

تو نہ چھوٹے مجھ سے یارب تیرا چھٹنا ہے غضب
یوں میں راضی ہوں مجھ چاہے زمانہ چھوڑ دے

حدیث بالا میں "ان کے منہ میں گرم خاک ڈال رہا ہے" سے مراد یہ ہے کہ تمہارے وہ قرابت دار چونکہ تمہارے نیک سلوک کے قدر دان ہیں اور تمہاری نیکی کا شکریہ ادا نہیں کرتے اس لئے تم ان کو جو دیتے ہو وہ ان کے حق میں حرام مال کا حکم رکھتا ہے اور تمہاری دی ہوئی چیزیں ان کے پیٹ میں آگ کی طرح ہیں گویا اپنے ان قرابت داروں کے اس گناہ کو گرم راکھ کے ساتھ تشبیہ دی جو ان چیزوں کے کھانے کی وجہ سے ان کو لاحق ہوتا ہے۔

بعض حضرات نے اس کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ جیسے کوئی اگر گرم گرم راکھ منہ میں ڈالے اور اس کو پیٹ میں اتارے تو اس کا نفس خود اسے لعنت ملامت کرتا ہے ایسے ہی تم ان کے غلط برتاؤ کے باوجود ان کے ساتھ احسان وسلوک کر کے ان کو خود اپنے نفس کے سامنے ذلیل ورسوا کرتے ہو۔

بعض شارحین نے یہ مطلب بتایا کہ ان کے ساتھ تمہارا احسان گویا ان کے حق میں گرم راکھ ہے جو ان کو جلاتا اور ہلاک کرتا ہے۔ بعض شارحین نے یہ کہا کہ تمہارا احسان ان کا منہ کالا کرتا ہے جیسا کہ گرم راکھ کسی کے چہرے کو جلا کر سیاہ کردے۔ (از مظاہر حق)

"حضرت ام کلثوم بنت عقبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: سب سے افضل صدقہ وہ ہے جو کاشح رشتہ دار کو دیا جائے"۔ (طبرانی، صحیح ابن خزیمہ، حاکم)

تشریح: کاشح اس شخص کو کہتے ہیں جو دل میں کسی سے بغض وکینہ رکھے۔

"حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: جس میں تین خوبیاں ہوں گی حق تعالیٰ شانہ اس سے آسان حساب لیں گے اور اسے اپنی مہربانی ورحمت سے جنت میں داخل فرمادیں گے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں سے بعض نے عرض کیا کہ میرے ماں باپ آپ پر قربان! یا رسول اللہ وہ خوبیاں کیا ہیں؟ ارشاد فرمایا (۱) جو تمہیں نہ دے محروم رکھے اسے دو۔ (۲) جو تم سے توڑے تم اس سے جوڑو۔ (۳) جو تم پر ظلم کرے اسے معاف کر دو۔ جب تم یہ تین کام کرلو گے اللہ تعالیٰ تمہیں جنت میں داخل فرمادے گا"۔ (بزار، طبرانی، حاکم)

"حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملا میں نے آپ کا دست مبارک پکڑ کر عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے سب سے افضل اعمال بتائیے؟ ارشاد فرمایا اے عقبہ! جو تم سے رشتہ توڑے تم اس سے جوڑو اور جو تم سے روکے تم اس کو دو۔ اور جو تم پر ظلم کرے اس سے اعراض کرلو۔ (بدلہ نہ لو) ایک روایت میں ہے کہ جو تم پر ظلم کرے اسے معاف کر دو۔ احمد اور حاکم کی روایت میں اس کے بعد یہ بھی اضافہ ہے کہ خبردار! توجہ سے سنو! جو چاہتا ہو کہ اس کی عمر لمبی ہو اور اس کے رزق میں وسعت ہو۔ اس کو چاہئے کہ صلہ رحمی کرے"۔

دُعا کیجئے

یا اللہ ہمارے تمام معاملات اپنی رضا کے مطابق فرمادیجئے اور ہمیں ہر وقت اپنا معاملہ اپنے ساتھ اور بندوں کے ساتھ صحیح رکھنے کی توفیق عطا فرمائیے۔

چند اخلاق حسنہ

وعن علی رضی الله عنه قال: قال النبی صلی الله علیه وسلم :(الاادلک علی اکرم اخلاق الدنیا والآخرة: ان تصل من قطعک، و تعطی من حرمک، و ان تعفو عمن ظلمک) رواه الطبرانی فی الاوسط من روایة الحارث الاعور عنه.

ترجمہ: ”حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: کیا میں تم کو دنیا وآخرت کے عمدہ اخلاق نہ بتاؤں۔ وہ یہ ہیں کہ تم صلہ رحمی کرو اور محروم کرنے والے کو دو اور ظلم کرنے والے کو معاف کردو“۔ (طبرانی فی الاوسط)

”حضرت معاذ بن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: فضیلت والے کاموں میں سے افضل کام یہ ہیں کہ تم سے جو رشتہ توڑے تم اس سے جوڑو! اور جو تم سے روکے تم اس کو دو۔ اور جو تم کو برا بھلا کہے اس سے درگزر کرو“۔ (طبرانی)

”حضرت ابوبکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دو گناہوں کے علاوہ کوئی گناہ ایسا نہیں ہے جو اس بات کا زیادہ مستحق ہو کہ اس کا وبال آخرت میں ذخیرہ ہونے کے باوجود دنیا میں اس کی سزا بہت جلد بھگتنی پڑے وہ دو گناہ ہیں ایک ظلم، دوسرا قطع رحمی“۔ (ابن ماجہ، ترمذی، حاکم)

تشریح: یعنی دو گناہ ظلم اور قطع رحمی ایسے ہیں کہ آخرت میں تو ان پر جو کچھ وبال ہوگا وہ ہو ہی گا آخرت کے علاوہ دنیا میں بھی اس کی سزا بہت جلد ملتی ہے۔ (از فضائل صدقات)

”طبرانی کی روایت میں ان دو گناہوں کے ساتھ دو اور گناہوں کا ذکر ہے (جن کا وبال آخرت کے ساتھ دنیا میں بہت جلد بھگتنا پڑتا ہے) وہ قطع رحمی کے علاوہ خیانت، اور جھوٹ ہے۔ (یہ بھی ذکر ہے) اور بلاشبہ وہ نیکی جس کا بدلہ بہت جلد (دنیا ہی میں) مل جاتا ہے وہ صلہ رحمی ہے حتیٰ کہ ایک گھرانا گنہگار رہتا ہے لیکن ان کا مال بڑھتا ہے اور اولاد میں اضافہ ہوتا ہے جب وہ صلہ رحمی کرتے ہیں اور ایک روایت میں یہ بھی اضافہ ہے کہ ایسا نہیں ہوسکتا کہ کوئی گھرانہ صلہ رحمی کرے اور پھر وہ محتاج رہے۔ (بلکہ اللہ تعالیٰ غنی کردیتے ہیں)“۔

”حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے سنا ہے کہ بلاشبہ! بنی آدم (انسانوں) کے اعمال حق تعالیٰ شانہ کے یہاں ہر جمعرات کو شب جمعہ میں پیش کئے جاتے ہیں، قطع رحمی کرنے والے کا کوئی عمل قبول نہیں ہوتا“۔ (احمد)

”حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی کریم کو یہ ارشاد فرماتے سنا ہے کہ جنت میں قطع رحمی کرنے والا داخل نہ ہوگا“۔ (بخاری، مسلم، ترمذی)

تشریح: حدیث بالا کا مطلب یہ ہے کہ قطع رحمی یعنی رشتہ داروں کے ساتھ برا سلوک کرنا اللہ تعالیٰ کے نزدیک اتنا سخت گناہ ہے کہ اس گناہ کی گندگی کے ساتھ کوئی جنت میں نہیں جاسکے گا ہاں جب اس کو سزا دے کر پاک کردیا جائے گا یا کسی وجہ سے اس کو معاف کردیا جائے گا تو جاسکے گا جب تک ان دونوں میں سے کوئی بات نہ ہو جنت کا دروازہ اس کے لئے بند

رہے گا۔ (از معارف)

''اعمش رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فجر کی نماز کے بعد ایک حلقہ میں تشریف فرما تھے فرمانے لگے میں تم لوگوں کو قسم دیتا ہوں کہ اگر مجمع میں کوئی شخص قطع رحمی کرنے والا ہو تو وہ چلا جائے' ہم لوگ اللہ جل شانہ سے ایک دعا کرنا چاہتے ہیں اور آسمان کے دروازے قطع رحمی کرنے والے کے لئے بند ہو جاتے ہیں'' (طبرانی)

تشریح: یعنی اس کی دعا آسمان پر نہیں جاتی اس سے پہلے ہی دروازہ بند کر دیا جاتا ہے اور جب اس کے ساتھ ہماری دعا ہو گی تو وہ دروازہ بند ہو جانے کی وجہ سے رہ جائے گی۔ (از فضائل صدقات)

''حضرت عبداللہ بن اوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے رویت ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس (ایک دن) بیٹھے تھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا آج ہمارے ساتھ ھوئی ایسا شخص نہ بیٹھے جو قطع رحمی کرنے والا ہو۔ (دوسری رویت سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ عرفہ کا دن تھا) سارے حلقہ میں سے ایک نوجوان اٹھے اور اپنی خالہ کے پاس گئے ان کے اور ان کی خالہ کے درمیان کچھ نا اتفاقی و نا چاقی تھی۔ چنانچہ انہوں نے اپنی خالہ کے لئے دعا مغفرت کی اور ان کی خالہ نے ان کے لئے دعا مغفرت کی۔ (اور آپس میں صلح کر کے) پھر مجلس میں حاضر ہو گئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: (انہوں نے بہت اچھا کام کیا) اس قوم پر اللہ کی رحمت نازل نہیں ہوتی جس میں کوئی قطع رحمی کرنے والا ہو''۔ (اصبہانی)

''ایک روایت میں یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: رحمت کے فرشتے اس قوم پر نہیں نازل ہوتے جس میں کوئی قطع رحمی کرنے والا ہو''۔ (طبرانی)

تشریح: فقیہ ابواللیث فرماتے ہیں اس قصہ سے یہ معلوم ہوا کہ قطع رحمی اتنا سخت گناہ ہے کہ اس کی وجہ سے پاس بیٹھنے والے بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت سے محروم ہو جاتے ہیں اس لئے ضروری ہے کہ جو اس میں مبتلا ہو اس سے توبہ کرے اور صلہ رحمی کا اہتمام کرے۔ (از فضائل صدقات)

''حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: میں اور (اپنے یا پرائے) یتیم کی کفالت کرنے والا آدمی جنت میں اس طرح قریب قریب ہوں گے اور آپ نے اپنی انگشت شہادت اور بیچ والی انگلی سے اشارہ کر کے بتلایا اور ان کے درمیان تھوڑی سی کشادگی رکھی''۔ (بخاری' ابوداؤد' ترمذی)

تشریح: حدیث بالا میں یتیم سے عام یتیم مراد ہے خواہ اپنا قریبی رشتہ دار ہو جیسے پوتا اور بھتیجا وغیرہ یا کوئی غیر رشتہ دار ہو جیسا کہ اس روایت کے دوسرے طریق میں اس کی وضاحت ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی شہادت کی انگلی اور درمیانی انگلی کے ذریعہ اشارہ کر کے واضح طور پر بتلایا کہ جنت میں میرے اور یتیم کی پرورش کرنے والے کے درمیان اتنا قریبی علاقہ اور تعلق ہوگا جتنا کہ ان دو انگلیوں کے درمیان ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں انگلیوں کی کشادگی کے ذریعہ اس طرف بھی اشارہ فرمایا کہ مرتبہ نبوت جو سب سے اعلیٰ درجہ ہے اس کے اور اس کے مرتبہ کے درمیان زیادہ فاصلہ نہیں ہے۔ (از مظاہر حق)

دُعا کیجئے

یا اللہ ہم سے راضی ہو جایئے اور ہمیں اپنی رضا والے اعمال صالحہ کرنے کی اور اپنی ناراضگی والے کاموں سے بچنے کی توفیق عطا فرمایئے۔

یتیموں کی پرورش کا اجروثواب

وعنه رضى الله عنه ايضا ان نبى الله صلى الله عليه وسلم قال :(من قبض يتيما من بين مسلمين الى طعامه و شرابه ادخله الله الجنة البتة الا ان يعمل ذنبا لايغفر) رواه الترمذى، وقال: حديث حسن صحيح.

ترجمہ: ''حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: اللہ کے جس بندے نے مسلمانوں میں کسی یتیم بچے کو لے لیا۔ اور اپنے کھانے پینے میں شریک کرلیا تو اللہ تعالیٰ اس کو ضرور بالضرور جنت میں داخل فرمائیں گے البتہ اگر اس نے کوئی ایسا جرم کیا ہو جو نا قابل معافی ہو تو دوسری بات ہے''۔(ترمذی)

تشریح: اس حدیث سے صراحۃً معلوم ہوا کہ یتیم کی کفالت و پرورش پر داخلہ جنت کی قطعی بشارت اس شرط کے ساتھ مشروط ہے کہ وہ آدمی کسی ایسے سخت گناہ کا مرتکب نہ ہو جو اللہ کے نزدیک نا قابل معافی ہو۔ (جیسے شرک و کفر و ناحق خون وغیرہ) دراصل یہ شرط اس طرح کی تمام بشارت والی حدیثوں میں ملحوظ ہوتی ہے۔ اگر چہ الفاظ میں مذکور نہ ہو لہذا یہ شرط بطور قاعدہ کلیہ کے ہے۔ اسے ہر بشارت والی حدیث میں ملحوظ رکھنا چاہئے۔(از معارف)

''حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جن لوگوں کے ساتھ کوئی یتیم ان کے برتن میں کھانے کے لئے بیٹھے تو شیطان ان کے برتن کے قریب نہیں آتا''۔(طبرانی فی الاوسط، اصبہانی)

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: مسلمانوں کے گھرانوں میں بہترین گھرانہ وہ ہے جس میں کوئی یتیم ہو اور اس کے ساتھ اچھا سلوک کیا جاتا ہے اور مسلمانوں کے گھروں میں بدترین گھر وہ ہے جس میں کوئی یتیم ہو اور اس کے ساتھ برا سلوک کیا جائے''۔(ابن ماجہ)

''حضرت عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں اور وہ عورت کہ جس کا چہرہ (اپنی اولاد کی پرورش، دیکھ بھال اور محنت و مشقت کی وجہ سے) سیاہ پڑ گیا ہو قیامت کے دن اس طرح ہوں گے حدیث کے راوی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ حدیث بیان کرنے کے بعد شہادت کی انگلی اور بیچ کی انگلی سے اشارہ کیا (مطلب یہ تھا کہ جس طرح یہ دونوں انگلیاں ایک دوسرے کے قریب ہیں اسی طرح قیامت کے دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور وہ عورت قریب ہوں گے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیاہ چہرہ والی عورت کی تشریح کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اس سے مراد) وہ عورت ہے جو بیوہ ہوگئی ہو اور حسن و جمال، عزت و منصب والی ہونے کے باوجود اپنے یتیم بچوں (کی پرورش) کی خاطر دوسرا نکاح نہ کرے یہاں تک کہ وہ بچے بالغ ہونے کی وجہ سے اپنی ماں کے محتاج نہ رہیں یا انہیں موت آجائے''۔(ابوداؤد)

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: میں سب سے پہلے جنت کا دروازہ کھولوں گا البتہ ایک عورت کو دیکھوں گا جو مجھ سے آگے جا رہی ہوگی میں اس کو کہوں گا کہ تو کون ہے کہ مجھ سے آگے جارہی ہے؟ وہ کہے گی میں وہ عورت ہوں جو اپنے یتیم بچوں کی پرورش

کے خاطر (دوسرا نکاح کرنے سے) رکی رہی"۔ (ابو یعلی)

"حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے یتیم کے سر پر صرف اللہ تعالیٰ کے لئے ہاتھ پھیرا تو سر کے جتنے بالوں پر اس کا ہاتھ پھرا تو ہر ہر بال کے حساب سے اس کی نیکیاں ثابت ہوں گی اور جس نے اپنے پاس رہنے والی کسی یتیم بچی یا یتیم بچے کے ساتھ بہتر سلوک کیا تو میں اور وہ آدمی جنت میں ان دو انگلیوں کی طرح قریب قریب ہوں گے اور آپ نے اپنی دونوں انگلیوں کو ملا کر بتایا اور دکھایا (کہ ان دو انگلیوں کی طرح بالکل پاس پاس ہوں گے)۔" (احمد)

"حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص حاضر ہوا اپنے دل کی سختی کی شکایت کر رہا تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: کیا تم پسند کرتے ہو کہ تمہارا دل نرم پڑ جائے اور تمہاری ضرورت پوری ہو جائے؟ یتیم پر رحم و شفقت کرو اور اس کے سر پر ہاتھ پھیرو اور اپنے کھانے میں سے اس کو کھلاؤ تمہارا دل نرم ہو جائے گا اور تمہاری ضرورت پوری ہو جائے گی"۔ (طبرانی)

"حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی سخت دلی کی شکایت کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرا کرو اور مسکین کو کھانا کھلایا کرو"۔ (احمد)

"حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: بے شوہر والی عورت اور مسکین و حاجت مند کے لئے دوڑ دھوپ کرنے والا شخص حق تعالیٰ شانہ کے نزدیک (اجر و ثواب میں) اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے شخص کے مثل ہے اور میرا گمان ہے کہ یہ بھی فرمایا تھا کہ اس قائم اللیل (یعنی شب بیدار) شخص کی طرح ہے جو (عبادت اور شب خیزی میں سستی نہ کرتا ہو۔ اور اس صائم الدہر (مسلسل روزے رکھنے والے) شخص کی طرح ہے جو کبھی ناغہ نہ کرتا ہو"۔ (بخاری، مسلم)

تشریح:۔ مطلب یہ ہے کہ جو شخص کسی حاجت مند مسکین یا کسی ایسی لاوارث عورت کی خدمت و اعانت کرنے کے لئے جس کے سر شوہر کا سایہ نہ ہو دوڑ دھوپ کرے اس کا ثواب مجاہد اور مسلسل روزے اور رات بھر عبادت کرنیوالے کے برابر ہے۔ جس کی صورت یہ بھی ہو سکتی ہے کہ خود محنت کر کے کمائیں اور ان پر خرچ کریں اور یہ بھی ہو سکتی ہے کہ دوسرے لوگوں کو ان کی خبر گیری اور اعانت کی طرف متوجہ کرنے کے لئے دوڑ دھوپ کریں۔ (از معارف)

ضروری ملاحظہ: مذکورہ بالا روایت الترغیب میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے جب کہ بخاری باب فضل النفقہ علی الاہل میں اور جدید الترغیب میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔

دُعا کیجئے

یا اللہ ہمیں ایمان کامل نصیب فرما دیجئے۔ اور اپنی ذات عالی پر یقین کامل نصیب فرمائیے۔

یا اللہ اس پر فتن دور میں ہمارے اور ہمارے بچوں کے ایمان کی حفاظت فرمائیے۔ اور ہمیں دنیا و آخرت کی تمام منزلوں میں محض اپنے کرم سے کامیاب فرمائیے۔ آمین یا رب العالمین

ایمان کے تقاضے

عن ابی هریرة رضی الله عنه ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال: من کان یومن بالله والیوم الآخر فلا یوذجارة ، و من کان یومن بالله والیوم الآخر فلیکرم ضیفه، و من کان یؤمن بالله والیوم الآخر فلیقل خیرا اولیسکت. (رواه البخاری و مسلم)

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: جو شخص اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو وہ اپنے پڑوسی کو (کسی بھی قسم کی) تکلیف نہ پہنچائے اور جو اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو اس کے لئے لازم ہے کہ اپنے مہمان کا اکرام کرے اور جو اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو اسے لازم ہے کہ اچھی بات بولے یا پھر چپ رہے''۔ (بخاری، مسلم)

تشریح: خیر میں ہر وہ چیز داخل ہے جن کا کہنا مطلوب ہے فرض ہو یا مستحب اس کے علاوہ جو رہ گیا وہ شر ہے یعنی اگر کوئی ایسی بات ہو جو بظاہر نہ خیر معلوم ہوتی ہو نہ شر حافظ کے کلام کے موافق شر میں داخل ہو جائے گی۔ (فتح الباری)

''مسلم کی روایت میں ہے کہ جو اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو تو وہ اپنے پڑوسی کے ساتھ اچھا برتاؤ کرے''۔ (مسلم)

تشریح:۔ انسان کا اپنے ماں باپ اپنی اولاد اور قریب رشتہ داروں کے علاوہ ایک مستقل واسطہ اور تعلق ہمسایوں اور پڑوسیوں سے بھی ہوتا ہے اور اس کی خوشگواری اور ناخوشگواری کا زندگی کے چین و سکون پر اور اخلاق کے بناؤ بگاڑ پر بہت زیادہ اثر پڑتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تعلیم و ہدایت میں ہمسائے گی اور پڑوس کے اس تعلق کو بڑی عظمت بخشی ہے اور اس کے احترام اور رعایت کی بڑی تاکید فرمائی ہے یہاں تک کہ اس کو ایمان کا جزء اور جنت کے داخلہ کی شرط اور اللہ و رسول کی محبت کا معیار قرار دیا ہے۔ جیسا کہ روایات سے واضح ہے۔ (از معارف تفسیر)

''حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے دریافت فرمایا کہ: زنا کے بارے میں تم کیا کہتے ہو؟ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا کہ وہ تو حرام ہے اللہ اور اس کے رسول نے اس کو حرام قرار دیا ہے لہٰذا وہ قیامت تک حرام ہی رہے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر ارشاد فرمایا کہ: کوئی شخص (اللہ نہ کرے) دس عورتوں کے ساتھ بدکاری کرے یہ (گناہ میں) زیادہ ہلکا ہے بنسبت اس کے کہ وہ اپنے پڑوسی کی عورت کے ساتھ (العیاذ باللہ) بدکاری کرے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (پھر) دریافت فرمایا کہ: تم چوری کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا کہ اللہ اور اس کے رسول نے تو اسے حرام قرار دیا ہے لہٰذا وہ تو حرام ہی ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: آدمی کا دس گھروں سے چوری کرنا (گناہ کے اعتبار سے) زیادہ ہلکا ہے بنسبت اس کے کہ وہ اپنے پڑوسی کی چوری کرے''۔ (احمد، طبرانی، کبیر اوسط)

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ایک دن) ارشاد فرمایا کہ: اللہ کی قسم! وہ شخص مومن نہیں، اللہ کی قسم! اس میں ایمان نہیں اللہ کی قسم! وہ صاحب ایمان نہیں عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ! کون شخص؟ (یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کس بدنصیب شخص کے متعلق قسم کے ساتھ ارشاد فرما رہے ہیں کہ وہ مومن نہیں، اور اس میں ایمان نہیں)؟ آپ نے ارشاد فرمایا کہ: وہ

آدمی جس کے پڑوسی اس کی شرارتوں اور مفسدہ پردازیوں سے مامون اور بے خوف نہ ہوں۔ (یعنی ایسا آدمی ایمان سے محروم ہے) (احمد، بخاری، مسلم) احمد کی روایت میں اس کا بھی اضافہ ہے کہ عرض کیا یا رسول اللہ! بوائق جس کا ذکر آپ نے فرمایا یہ کیا ہے ارشاد فرمایا اس سے مراد پڑوسی کا شر اور اس کی شرارتیں ہیں"

"حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کوئی بندہ اس وقت تک کامل ایمان والا نہیں ہوسکتا جب تک اپنے پڑوسی کے لئے یا فرمایا اپنے بھائی کے لئے اس چیز کو پسند نہ کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے"۔ (مسلم)

"حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: کسی بندہ کا ایمان اس وقت تک درست نہیں ہوسکتا جب تک کہ اس کا دل درست نہ ہو اور اس کا دل اس وقت تک درست نہیں ہوسکتا جب تک زبان درست نہ ہو اور وہ آدمی جنت میں داخل نہ ہوگا جس کی شرارتوں اور ایذارسانیوں سے اس کے پڑوسی مامون و بے خوف نہ ہوں"۔ (احمد، ابن ابی الدنیا)

"حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا کیا کرتے تھے "**اللھم انی اعوذبک من جار السوء فی دار المقامۃ فان جار البادیۃ یتحول**"۔ ترجمہ (اے اللہ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں برے پڑوس سے اپنے سکونت کے گھر میں کیونکہ جنگل (یعنی سفر) کا پڑوسی تو چلا بھی جاتا ہے (اور سکونت کے گھر والا دیرپا ہوتا ہے)۔" (صحیح ابن حبان)

"حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: قیامت کے دن سب سے پہلے (اللہ کی عدالت میں جنکا مقدمہ پیش ہوگا) وہ دو پڑوسی ہونگے"۔ (احمد)

"حضرت ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر اپنے پڑوسی (سے تکلیف پہنچنے) کی شکایت کی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو (اس کا حل) یہ بتایا کہ تم اپنا سامان (گھر سے نکال کر) راستہ پر ڈال دو۔ چنانچہ اس نے گھر سے (سامان نکال کر) راستہ پر پھینک دیا لوگوں کا جب وہاں سے گزر ہوتا تو لوگ اس کے پڑوسی پر لعنت کرتے (کہ اس نے ایسا ستایا ہے کہ اس شخص نے مجبور ہوکر گھر سے سامان نکال کر باہر پھینک دیا) چنانچہ اس کا پڑوسی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ! لوگوں سے مجھے تکلیف پہنچی ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا تمہیں لوگوں سے کیا تکلیف پہنچی ہے؟ اس نے کہا لوگ مجھ پر لعنت کرتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ؟ اللہ تجھ پر لوگوں سے پہلے لعنت کرے (اپنی رحمت سے دور کرے) اس نے کہا اب میں کبھی اپنے پڑوسی کو دوبارہ تکلیف نہیں دوں گا۔ اس کے بعد وہ شخص حاضر خدمت ہوا جس نے پہلے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پڑوسی کو ستانے کی شکایت کی تھی آپ نے ارشاد فرمایا کہ اب اپنا سامان اٹھا کر (گھر لے جاؤ) تمہاری کفایت کی گئی (اور اس تدبیر کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے تمہاری تکلیف دور کرنے کا بندوبست کردیا)۔ (طبرانی، بزار)

البتہ بزار کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ؟ اپنا سامان راستہ پر یا فرمایا بیچ راستہ پر رکھ دو۔ چنانچہ اس نے رکھ دیا تو جو کوئی گزرتا وہ پوچھتا کیا بات ہے؟ یہ شخص بتاتا کہ میرا پڑوسی مجھے ستاتا ہے تو وہ اسے بددعا دیتا پھر اس کا پڑوسی آیا اور کہا اپنا سامان گھر میں واپس لے جاؤ اب کبھی بھی تمہیں نہیں ستاؤں گا"۔ (بزار)

دُعا کیجئے

یا اللہ آج کے اس پرفتن دور میں ہمارے لئے دین پر چلنا آسان فرما۔ اور ہمیں حقیقی فکر آخرت نصیب فرما۔

پڑوسیوں کے حقوق

وعن ابی هريرة رضی الله عنه قال: قال رجل: يا رسول الله ان فلانة تكثير من صلاتها و صدقتها و صيامها غير انها تؤذی جيرانها بلسانها. قال:هی فی النار قالوا: يا رسول الله فلانة تصوم النار' و تقوم الليل' و توذی جيرانها' قال:هی فی النار.قالوا: يا رسول الله فلانة تصلی المكتوبات ' و تصدق بالاثوار من الاقط ولاتؤذی جيرانها' قال: هی فی الجنة.

ترجمہ: ''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر) عرض کیا یا رسول اللہ! فلاں ایک عورت نماز' صدقات' روزوں کی کثرت کرتی ہے لیکن اپنی زبان سے پڑوسیوں کو تکلیف پہنچاتی ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا کہ: وہ جہنم میں داخل ہوگی (چاہے پھر سزا بھگت کر نکل آئے) اس نے پھر عرض کیا یا رسول اللہ! فلاں ایک عورت کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ وہ نماز' روزے کی کثرت نہیں کرتی البتہ پنیر وغیرہ) صدقہ کرتی ہے اور اپنے پڑوسیوں کو نہیں ستاتی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: وہ جنت میں جائے گی''۔ (احمد' بزار' صحیح ابن حبان' حاکم ابوبکر بن ابی شیبہ)

''حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: جو شخص پڑوسی سے اپنے گھر کا دروازہ اہل وعیال پر ڈر کی وجہ سے بند رکھے وہ کامل مومن نہیں اور وہ بھی کامل مومن نہیں جس کے پڑوسی اس کی شرارتوں سے بے خوف اور مطمئن نہ ہوں جانتے ہو پڑوسی کا حق کیا ہے؟ اگر تم سے مدد چاہے تو اس کی مدد کرو اگر قرض مانگے تو اس کو قرض دو اگر محتاج ہو تو اس کی اعانت کرو اگر بیمار ہو تو عیادت کرو اگر اس کو خوشی اور بھلائی حاصل ہو تو مبارک باد دو اگر مصیبت پہنچے تو تعزیت کرو اگر وہ مر جائے تو اس کے جنازے کے ساتھ جاؤ بغیر اس کی اجازت کے اس کی عمارت سے اپنی عمارت اس طرح بلند نہ کرو کہ اس کے گھر کی ہوا بند ہو جائے۔ (جب تمہارے گھر کوئی اچھا کھانا پکے تو اس کی کوشش کرو کہ (تمہاری ہانڈی کی مہک اس کے لئے (اور اس کے بچوں کے لئے) باعث ایذا اور تکلیف کا سبب نہ ہو (یعنی اس کا اہتمام کرو کہ ہانڈی کی خوشبو اس کے گھر تک نہ جائے) مگر یہ کہ جو پکے اس میں سے کچھ حصہ پڑوسی کو بھی نکال کر دے دو۔ (اس صورت میں کھانے کی خوشبو اس کے گھر تک جانے میں کوئی مضائقہ نہیں) اگر کوئی پھول خریدو تو اس کو بھی ہدیہ دو اور اگر یہ نہ ہو سکے تو اس پھل کو اس طرح پوشیدہ اور چھپا کر گھر لاؤ کہ وہ نہ دیکھے اور اس کو تمہاری اولاد باہر لے کر نہ نکلے کہ پڑوسی کے بچے کے دل میں اسے دیکھ کر جلن پیدا ہو''۔

''حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: تین چیزیں کمر توڑ دینے والی مصیبتیں ہیں ایک وہ بادشاہ' حاکم کہ اگر تم اس کے ساتھ احسان کا معاملہ کرو تو شکر گزاری نہ کرے اور اگر تم سے کوئی برائی یا غلطی ہو جائے تو معاف نہ کرے۔ دوسرے برا پڑوسی کہ

اگر تم میں کوئی بھلائی دیکھے تو اس کو دفن کر دے (چھپا دے کسی کو حسد کی وجہ سے نہ بتائے) اور اگر پاس جاؤ تو تمہیں تکلیف پہنچائے اور اگر تم اس سے غائب ہو (اس کے پاس موجود نہ ہو) تو اپنی جان اور تمہارے مال میں) خیانت کرے۔ (اس کی حفاظت نہ کرے۔'' (طبرانی)

''حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: وہ آدمی مجھ پر ایمان نہیں لایا (اور وہ میری جماعت میں نہیں ہے) جو ایسی حالت میں اپنا پیٹ بھر کے رات کو (بے فکری سے) سو جائے کہ اس کے برابر رہنے والا پڑوسی بھوکا ہو۔ اور اس آدمی کو اس کے بھوکا ہونے کی خبر ہو''۔ (طبرانی' بزار)

تشریح:۔ یہ بات بھی ملحوظ رکھنے کے قابل ہے کہ ان تمام احادیث میں مسلم اور غیر مسلم پڑوسی کی کوئی تخصیص نہیں کی گئی ہے۔ (از معارف)

''حضرت ابوشریح خزاعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: جو اللہ تعالیٰ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو تو اس کو چاہئے کہ اپنے پڑوسی کے ساتھ احسان کا معاملہ کرے (یعنی جس چیز کا وہ محتاج ہو اس میں اس کی اعانت کرے اس سے برائی کو دور کرے) اور جو شخص اللہ تعالیٰ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو اس کو چاہئے کہ اپنے مہمان کا اکرام کرے اور جو اللہ تعالیٰ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو اسے لازم ہے کہ اچھی بات بولے یا پھر چپ رہے''۔ (مسلم)

''حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: جو اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتا ہے اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اس کو چاہئے کہ زبان سے کوئی بات نکالے تو بھلائی کی بات نکالے ورنہ چپ رہے اور جو اللہ تعالیٰ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو تو اس کو چاہئے کہ اپنے مہمان کا اکرام کرے''۔ (احمد)

تشریح: ان احادیث سے تین باتوں کی تاکید معلوم ہوتی ہے:

(۱) پڑوسی کا اکرام (۲) پڑوسی کیساتھ احسان کا معاملہ

(۳) اور پڑوسی کو ایذا دینے سے بچنا۔

تینوں ہی باتیں مذکورہ روایات میں ذکر کی گئی ہیں۔

دُعا کیجئے

یا اللہ ان احادیث میں آج ہم نے جو کچھ سنا اور سمجھا محض اپنے فضل و کرم سے اس پر عمل کرنا ہمارے لئے آسان فرما دیجئے۔

یا اللہ آج کے اس پرفتن دور میں ہمارے لئے دین پر چلنا آسان فرما۔ اور ہمیں حقیقی فکر آخرت نصیب فرما۔

یا اللہ ہمیں اپنی ایسی محبت عطا فرما کہ ہمارے لئے نیکیاں کرنا آسان ہو جائے اور اپنی ذات کا اتنا خوف وخشیت نصیب فرما کہ ہمارے لئے تمام گناہوں کو چھوڑنا آسان ہو جائے۔

یا اللہ ہمیں ہر روز موت کو یاد رکھنے اور آپ سے ملاقات کیلئے خود کو تیار کرنے کی توفیق نصیب فرما۔

آمین یا رب العالمین

اچھے اور برے لوگ

وعن عبدالله بن عمرو رضی الله عنهما قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: (خیر الاصحاب عندالله خیرهم لصاحبه، و خیر الجیران عندالله خیرهم لجاره) رواه الترمذی وقال: حدیث حسن غریب، و ابن خزیمة و ابن حبان فی صحیحهما والحاکم، وقال: صحیح علی شرط مسلم.

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: حق تعالیٰ شانہ کے ہاں دوستوں اور ساتھیوں میں بہتر وہ ہے جو اپنے ساتھی کے لئے بہتر ہو (اس کی راحت رسانی کی اسے فکر ہو) اور پڑوسیوں میں وہ حق تعالیٰ شانہ کے ہاں بہتر ہے جو اپنے پڑوسی کے لئے بہتر ہو (کہ اسے راحت رسانی کی فکر ہو)''۔ (ترمذی، صحیح ابن خزیمہ، صحیح ابن حبان، حاکم)

''حضرت مطرف بن عبداللہ کہتے ہیں کہ مجھے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث پہنچی تھی اس لئے میں ان سے ملاقات کا خواہش مند تھا۔ چنانچہ میں نے ان سے ملاقات کی میں نے عرض کیا اے ابوذر (رضی اللہ عنہا) آپ کی طرف سے مجھے ایک حدیث پہنچی تھی اور میں (اسی لئے) آپ سے ملاقات کا خواہش مند تھا حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ واہ جی واہ (بہت اچھا کیا آئے) مجھ سے تمہاری ملاقات ہوگئی ہے اب پوچھو کیا بات ہے؟ میں نے عرض کیا ایک حدیث ہے جو مجھے پہنچی ہے کہ آپ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان کی ہے کہ اللہ عزوجل تین قسم کے لوگوں کو پسند فرماتے ہیں اور تین قسم کے لوگوں کو ناپسند کرتے ہیں انہوں نے کہا کہ میرا گمان یہ ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ایسی بات کی نسبت نہیں کرسکتا جو آپ نے ارشاد نہ فرمائی ہو۔ میں نے دریافت کیا کہ وہ تین قسم کے لوگ کون ہیں جن سے اللہ عزوجل محبت کرتے ہیں؟ انہوں نے فرمایا ایک تو وہ شخص جو اللہ کے راستہ میں صبر اور ثواب کی امید کرتے ہوئے جہاد کرے اور لڑتا رہے یہاں تک کہ شہید ہو جائے اور تم اس کا ذکر اللہ کی کتاب میں پاتے ہو پھر یہ آیت تلاوت کی جس کا ترجمہ یہ ہے (اللہ چاہتا ہے ان لوگوں کو جو لڑتے ہیں اس کی راہ میں قطار باندھ کر گویا وہ دیوار ہیں سیسہ پلائی ہوئی) میں نے کہا دوسرا کون شخص ہے (جس سے اللہ تعالیٰ محبت کرتے ہیں؟) فرمایا وہ شخص جس کا کوئی برا پڑوسی ہو جو اسے ستاتا ہو اور وہ اس کی تکلیف پر صبر کرے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس کی اس برے پڑوسی سے زندگی میں یا موت کے ذریعے اس کی کفایت کردے پھر پوری حدیث ذکر کی''۔ (احمد، طبرانی، حاکم)

''حضرت ابن عمر و حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: پڑوسیوں کے ساتھ حسن سلوک کے بارے میں مجھے جبرئیل علیہ السلام (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) برابر وصیت اور تاکید کرتے رہے یہاں تک کہ مجھے خیال ہونے لگا کہ وہ اس کو وارث تک بھی قرار دے دیں گے''۔ (بخاری، مسلم)

''ایک انصاری صحابی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں

اپنے گھر والوں کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کرنے کی غرض سے گھر سے نکلا تو دیکھا کہ ایک شخص آپ کی طرف متوجہ ہے۔ میرا گمان تھا کہ اس کی کوئی ضرورت آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق ہے اس لئے میں بیٹھ گیا (اور اس کے اور آپ کے درمیان خلل انداز نہ ہوا) اللہ کی قسم! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے رہے یہاں تک کہ آپ کے اتنی زیادہ دیر تک کھڑے رہنے سے رحم آنے لگا پھر وہ چلا گیا تو میں آپ کے پاس اٹھ کر گیا اور عرض کیا یا رسول اللہ! اس شخص نے آپ کو اتنی دیر تک کھڑا رکھا کہ مجھے آپ کے اتنی دیر تک کھڑے رہنے کی وجہ سے رحم آنے لگا۔ آپ نے فرمایا کیا تمہیں پتہ ہے کہ یہ کون تھے میں نے عرض کیا مجھے تو معلوم نہیں۔ ارشاد فرمایا جبرئیل علیہ السلام تھے مجھے پڑوسیوں کے ساتھ حسن سلوک کے بارے میں (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) برابر وصیت اور تاکید کرتے رہے یہاں تک کہ مجھے خیال ہونے لگا کہ وہ اس کو وارث تک بھی قرار دے دیں گے"۔ (احمد)

"حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے سنا جب کہ آپ حجۃ الوداع میں اپنی کان کٹی ہوئی اونٹنی پر سوار تھے اور یہ ارشاد فرما رہے تھے میں تم کو پڑوسی کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی وصیت اور تاکید کرتا ہوں آپ نے بہت بار یہ فرمایا میں اپنے جی میں کہنے لگا کہ آپ تو پڑوسی کو وارث بنا کر ہی رہیں گے"۔ (طبرانی)

"حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے گھر بکری ذبح ہوئی جب وہ تشریف لائے تو انہوں نے گھر والوں سے کہا تم لوگوں نے ہمارے یہودی پڑوسی کے لئے بھی گوشت کا ہدیہ بھیجا؟ تم لوگوں نے ہمارے یہودی پڑوسی کے لئے بھی ہدیہ بھیجا؟ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا: آپ فرماتے تھے کہ پڑوسیوں کے ساتھ حسن سلوک کے بارے میں مجھے جبرئیل علیہ السلام برابر وصیت اور تاکید کرتے رہے یہاں تک کہ مجھے خیال ہونے لگا کہ وہ اس کو وارث بھی قرار دے دیں گے"۔ (ابوداؤد، ترمذی)

دُعا کیجئے

یا الہ العالمین ہمیں اپنے محبوب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت عطا فرما کہ ہمارے لئے اتباع سنت آسان ہو جائے۔

یا اللہ ہمیں اس دنیا کی زندگی میں اپنی آخرت کی فکر نصیب فرما اور ہمیں اپنی حقیقی منزل کی تیاری اور فکر نصیب فرما۔

یا اللہ ہمیں حقوق اللہ و حقوق العباد کی ادائیگی کی توفیق نصیب فرما اور ہمارے لئے اپنی شریعت مطہرہ پر چلنا آسان فرما دے۔

سعادت کی علامات

وعن نافع بن الحارث رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: (من سعادة المرء: الجار الصالح' والمرکب الهنی' والمسکن الواسع) (رواه احمد)

ترجمہ: ''حضرت نافع بن حارث رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: آدمی کی سعادت اور خوش بختی کی ایک بات یہ ہے کہ اس کا پڑوسی نیک اور اچھا ہو۔ دوسرے اچھی سواری ہو (پریشان نہ کرتی ہو) تیسرے کشادہ گھر ہو''۔ (احمد)

''حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ چار چیزیں آدمی کی سعادت میں سے ہیں ایک نیک بیوی ہے دوسرے کشادہ گھر' تیسرے نیک اور اچھا پڑوسی' چوتھے اچھی سواری ہے اور چار چیزیں آدمی کی بدنصیبی کی ہیں ایک برا پڑوسی۔ دوسرے بری بیوی (جس کے اخلاق برے ہوں) تیسرے بری سواری (جو پریشان کرتی رہتی ہو) چوتھے تنگ گھر (جو ضرورت کو پورا نہ کرتا ہو)''۔ (صحیح ابن حبان)

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک شخص اپنے بھائی سے جو دوسری بستی میں رہتا تھا۔ ملاقات کے لئے چلا تو اللہ تعالیٰ نے اس کی راہ گزر پر ایک فرشتہ کو منتظر بنا کے بٹھا دیا (جب وہ شخص اس جگہ سے گزرا تو) فرشتہ نے اس سے پوچھا: تمہارا کہاں کا ارادہ ہے؟ اس نے کہا میں اس بستی میں رہنے والے اپنے ایک بھائی سے ملنے جا رہا ہوں' فرشتہ نے کہا کہ: کیا اس پر تمہارا کوئی احسان ہے اور کوئی حق نعمت ہے۔ جس کو تم پورا اور پختہ کرنے جا رہے ہو۔ اس شخص نے کہا: نہیں! میرے جانے کی وجہ صرف یہی ہے کہ اللہ کے لئے مجھے اس بھائی سے محبت ہے فرشتہ نے کہا کہ: میں تمہیں بتاتا ہوں کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے تمہارے پاس یہ بتانے کے لئے بھیجا ہے کہ اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرتا ہے جیسا کہ تم اللہ کے لئے اس بندہ سے محبت کرتے ہو''۔ (مسلم)

تشریح: یہ واقعہ جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں بیان فرمایا ہے بظاہر کسی اگلی امت کے کسی فرد کا ہے اور اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ کبھی کبھی فرشتے اللہ تعالیٰ کے حکم سے کسی غیر نبی کے پاس بھی آ سکتے ہیں اور اس سے اس طرح کی باتیں دوبدو کر سکتے ہیں۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام کا اللہ کے حکم سے حضرت مریم صدیقہ کے پاس آنا اور ان سے باتیں کرنا قرآن مجید میں بھی مذکور ہے حالانکہ معلوم ہے کہ حضرت مریم نبی نہ تھیں۔

بہر حال واقعہ کا مقصود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث مبارکہ میں یہ ہے کہ کسی بندہ سے محض رضا الٰہی کی خاطر محبت کرنا اللہ تعالیٰ کی محبت کو واجب کرنے اور اس کا مستحق بنانے والا ہے۔ (از معارف بتغیر واختصار)

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: جو کسی بیمار کی عیادت یا مسلمان بھائی کی ملاقات کی خاطر اس کے ہاں جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ (بلاواسطہ یا فرشتوں کی زبانی) فرماتے ہیں کہ (دنیا و آخرت میں) تیری زندگی خوشگوار ہوئی اور تیرا چلنا مبارک رہا (کہ تو چل کر یہاں تک آیا) اور تجھ کو جنت میں ایک بڑا اور عالی مرتبہ رتبہ جگہ حاصل ہوئی''۔ (ابن ماجہ' ترمذی' ابن حبان)

تشریح: دنیا میں زندگی کو خوشی اور اطمینان ملنے کا تعلق جن چیزوں سے ہے وہ یہ ہیں کہ قناعت وتوکل کی دولت نصیب ہو جائے رضائے الٰہی کی سعادت ملے رزق میں برکت قلب میں وسعت وحوصلہ عادات واطوار میں تہذیب وشائستگی اور علم وعمل کی توفیق نصیب ہو۔

حدیث بالا کا ایک مطلب یہ بھی ہے کہ یہ تینوں جملے دعائیہ ہوں۔ اس صورت میں الفاظ کے معنی یہ ہوں گے کہ تیری زندگی کو خوشی وراحت نصیب ہو۔ تیرا راہ چلنا مبارک ثابت ہو اور تجھے جنت میں اعلیٰ مقام حاصل ہو۔ (از مظاہر حق)

''حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: جو کوئی بندہ اللہ کے لئے اپنے بھائی کی ملاقات کے لئے آتا ہے فرشتہ ضرور آسمان سے یہ اعلان کرتا ہے کہ تمہاری زندگی اچھی ہو اور تمہیں جنت مبارک ہو اور اللہ تعالیٰ اپنے عرش کی سلطنت میں (فرشتوں سے) فرماتے ہیں کہ میرے بندہ نے میری خاطر ملاقات کی ہے اور مجھ پر اس کی میزبانی ہے۔ لہٰذا جنت سے کم چیز بدلہ میں دینے پر راضی نہیں ہوتے''۔ (بزار،ابویعلی)

''حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: کیا میں تم کو جنت کے لوگ نہ بتاؤں؟ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! ضرور بتایئے! ارشاد فرمایا کہ: نبی جنت میں، صدیق جنت میں اور جو شخص اپنے مسلمان بھائی سے ملاقات کے لئے شہر کی ایک جانب سے دوسری جانب محض اللہ کی خوشنودی کی خاطر جائے وہ جنت میں''۔ (طبرانی، اوسط،صغیر)

''حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ: اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میری محبت واجب ہے ان لوگوں کے لئے جو آپس میں میری وجہ سے محبت کریں اور میری وجہ سے اور میرے تعلق سے کہیں جڑ کر بیٹھیں اور میری وجہ سے آپس میں ملاقات کریں اور میری وجہ سے ایک دوسرے پر خرچ کریں''۔ (موطا امام مالک)

''حضرت عون رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ساتھی ایک مرتبہ ان کے پاس آئے تو انہوں نے دریافت فرمایا کہ کیا آپ لوگ ایک دوسرے کے پاس جڑ کر بیٹھتے ہیں؟ انہوں نے کہا ہم اس کو نہیں چھوڑتے فرمایا کیا آپ ایک دوسرے سے ملاقات کرتے ہیں؟ انہوں نے عرض کیا کہ اے ابوعبدالرحمٰن! (حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی کنیت ہے) جی ہاں! یہاں تک کہ اگر کوئی شخص ہم میں سے اپنے دینی بھائی کو نہیں پاتا تو وہ پیدل کوفہ شہر کے آخری کنارے تک اس کی تلاش میں چل دیتا ہے یہاں تک کہ اس سے ملاقات کر لیتا ہے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم جب تک یہ کرتے رہو گے خیر اور بھلائی سے رہو گے''۔ (طبرانی)

دعا کیجئے

یا اللہ ان احادیث میں آج ہم نے جو کچھ سنا اور سمجھا محض اپنے فضل وکرم سے اس پر عمل کرنا ہمارے لئے آسان فرما دیجئے۔

یا اللہ آج کے اس پرفتن دور میں ہمارے لئے دین پر چلنا آسان فرما۔ اور ہمیں حقیقی فکر آخرت نصیب فرما۔

یا اللہ ہمیں ہر روز موت کو یاد رکھنے اور آپ سے ملاقات کیلئے خود کو تیار کرنے کی توفیق نصیب فرما۔ آمین یارب العالمین

صحبت صالح کی ضرورت

وعن جبیر بن مطعم رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم (انطلقوا بنا الی بنی واقف نزور البصیر). رجل کان کفیف البصر' رواہ البزار باسناد جید.

ترجمہ: ''حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: ہمارے ساتھ بنو واقف کے پاس چلو وہاں چل کر ایک شخص سے ہم ملاقات کریں جو بینا ہے (دل کے لحاظ سے) اور وہ ظاہری بینائی سے محروم تھے''۔(بزار)

تشریح: معلوم ہوا کہ کسی سے ملاقات کیلئے جانا سنت ہے۔

''حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ (وقفہ وقفہ سے ملا کرو تمہاری محبت بڑھ جائے گی''۔(طبرانی' بزار)

''حضرت عطاء رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ ایک مرتبہ میں اور عبید بن عمیر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس آئے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عبید بن عمیر سے فرمایا کہ ہماری آپ کی ملاقات کا وقت آ گیا تھا (پھر بھی تاخیر کی) انہوں نے جواب میں عرض کیا اماں جان! میں وہی کہتا ہوں جو پہلے میں نے کہا تھا۔ وقفہ وقفہ سے ملو محبت بڑھ جائے گی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ہمارے سامنے یہ بے کار باتیں نہ کرو (یعنی ملاقات میں خود سستی کی اور اس سستی کے عذر کو حدیث سنا کر چھپا رہے ہو یہ بطور دل لگی کے فرمایا واللہ اعلم) ابن عمیر نے عرض کیا سب سے عجیب بات جو آپ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میں دیکھی ہو اس کے متعلق فرمادیں۔ پھر وہ ساری حدیث ذکر کی جو ''ان فی خلق السموات والارض'' کے نزول کے متعلق ہے''۔(صحیح ابن حبان)

''حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہمارے لئے مجلس اور بیٹھک ٹھیک اور درست کردو کیونکہ زمین میں وہ فرشتہ اتر رہا ہے جو آج تک زمین پر نہیں آیا۔(احمد)

حضرت ام بجید حواء بنت یزید انصاریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس قبیلہ بنو عمرو بن عوف کے پاس تشریف لاتے میں آپ کے لئے پیالہ میں ستو بنا کر رکھتی جب آپ تشریف لاتے تو میں آپ کو وہ ستو پلاتی''۔(احمد)

''ابراہیم بن نشیط سے روایت ہے کہ وہ حضرت عبداللہ بن حارث زبیدی رضی اللہ عنہ کے پاس گئے انہوں نے اپنے نیچے کا تکیہ ان کی طرف پھینکا اور یہ ارشاد فرمایا کہ جو اپنے ہم نشین کا اکرام نہیں کرتا اس کا احمد صلی اللہ علیہ وسلم سے اور نہ ابراہیم علیہ السلام سے کوئی تعلق ہے''۔(طبرانی)

''حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے اور آپ نے ارشاد فرمایا کیا مجھے یہ نہیں بتلایا گیا کہ تم رات بھر عبادت کرتے ہو اور دن بھر روزہ سے رہتے ہو؟ میں نے کہا جی ہاں! ارشاد فرمایا ایسا نہ کرو بلکہ رات کو عبادت بھی کرو اور آرام بھی' بعض دن روزہ رکھو اور بعض دن روزہ نہ بھی رکھو۔ کیونکہ تمہارے جسم کا تم پر حق ہے اور تمہاری آنکھ کا تم پر حق ہے اور تمہارے ملاقاتی مہمان کا تم پر حق ہے اور تمہاری بیوی کا تم پر حق ہے''۔(بخاری' مسلم)

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور بھوک اور پریشانی کی اطلاع دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے گھروں میں سے ایک آدمی بھیجا۔ گھر سے پیغام آیا قسم ہے اس ذات کی جس نے آپکو حق دے کر بھیجا ہے میرے پاس سوائے پانی کے کچھ نہیں پھر دوسری زوجہ کے پاس آدمی بھیجا وہاں سے بھی یہی جواب آیا یہاں تک کہ سب نے یہی جواب دیا کہ قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو دین حق دے کر بھیجا ہے پانی کے سوا کچھ نہیں۔ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ارشاد فرمایا کہ کون شخص انکی ایک رات کی مہمانی قبول کرتا ہے اللہ اس پر رحم فرمائے۔ ایک انصاری صحابی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میں مہمانی کروں گا۔ انکو اپنے گھر لے گئے اپنی بیوی سے پوچھا کہ کیا تمہارے پاس کچھ کھانے کو ہے؟ بیوی نے کہا کہ بچوں کا تھوڑا سا کھانا ہے اسکے علاوہ کچھ بھی گھر میں نہیں ہے۔ صحابی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کسی چیز سے بچوں کو بہلاتی رہنا۔ جب وہ رات کا کھانا چاہیں تو سلا دینا۔ جب وہ مہمان آجائے تو چراغ (درست کرنے کے بہانے سے اٹھ کر) اسکو بجھا دینا اور مہمان کو یہ دکھانا کہ ہم اسکے ساتھ کھا رہے ہیں۔ چنانچہ وہ مہمان کے ساتھ بیٹھ گئے اور مہمان نے (پیٹ بھر کر) کھا لیا اور دونوں میاں بیوی نے بھوکے رات گزاری (اور بچوں کو بھی بہلا کر بغیر کھلائے سلا دیا تھا) (صبح کو جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تم دونوں میاں بیوی کے اس عمل سے جو مہمان نوازی کا تم دونوں نے مہمان کے ساتھ کیا راضی اور خوش ہوا ایک روایت میں ہے کہ اس بارے میں یہ آیت اتری جس کا ترجمہ یہ ہے: اور ترجیح دیتے ہیں اپنی جانوں پر اگر چہ ان پر فاقہ ہی ہو"۔ (مسلم وغیرہ)

"حضرت ابو شریح خویلد بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: جو شخص اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اس کو چاہئے کہ اپنے مہمان کی خاطر داری کرے مہمان کے ساتھ تکلف و احسان کرنے کا زمانہ ایک دن ایک رات ہے اور مہمان داری کا زمانہ تین دن ہے اس (تین دن) کے بعد جو دیا جائے گا وہ ہدیہ و خیرات ہوگا اور مہمان کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ میزبان کے ہاں (تین دن کے بعد اس کی ٹھہرنے کی درخواست کے بغیر) ہے کہ وہ میزبان کے ہاں (تین دن کے بعد اس کی ٹھہرنے کی درخواست کے بغیر) ٹھہرے کہ وہ تنگی میں مبتلا ہو جائے"۔ (مالک، بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ)

حدیث میں "جائزہ" کا جو لفظ آیا ہے اسکا مفہوم یہی ہے ویسے لغت کے اعتبار سے "جائزہ" کے معنی بخشش تحفہ اور انعام کے ہیں۔ لیکن یہاں وہ چیز مراد ہے جو ایک دن کی غذا کی ضرورت کے بقدر ہو اور اسکے سہارے منزل تک پہنچ جائے مہمان کو "جائزہ" کے بعد جو کچھ دیا جائیگا وہ ایک زائد چیز ہوگی اور صدقہ و بھلائی اور احسان کے حکم میں ہوگا۔

یہ احتمال بھی ہو سکتا ہے کہ یہ "جائزہ" تین دن مہمان داری کرنے سے کوئی زائد چیز نہ ہو۔ بلکہ حدیث پاک میں اس کا ذکر اس تکلف و اہتمام اور الطاف و عنایات کی وضاحت کے طور پر ہے جو میزبان مہمان داری کے تین دنوں میں سے پہلے دن اپنے مہمان کے لئے کرتا ہے۔ چنانچہ ابوداؤد کی عبارت سے بھی یہی واضح ہوتا ہے کہ "جائزہ مہمان کی خاطر داری اور تواضع و مدارات کو کہا گیا ہے جو پہلے دن کی جاتی ہے۔ اسی طرح حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ بھی یہی فرماتے تھے کہ ہمارا علم بھی یہی ہے کہ "جائزہ" کے معنی یہی ہیں "مہمان کے لئے یہ جائز نہیں ہے...... الخ سے معلوم ہوا کہ جو شخص کسی کے ہاں مہمان جائے اس کے لئے مطلقاً یہ مناسب نہیں ہے کہ وہ اپنے میزبان کے ہاں تین دن سے زیادہ ٹھہرے ہاں اگر خود میزبان کی خواہش ہو اور وہ درخواست کرے تو اس کی استدعا پر تین دن سے زائد ٹھہرے میں کوئی مضائقہ نہ ہوگا۔ اسی لئے علماء نے لکھا ہے کہ اگر کوئی مسافر (مہمان) کسی کے یہاں ٹھہرے اور کسی عذر مثلاً بیماری وغیرہ کے سبب اس کو تین دن سے زائد قیام کرنا پڑ جائے تو وہ تین دن کے بعد اپنے پاس سے کھائے پیئے صاحب خانہ کو تنگی و کلفت میں نہ ڈالے۔ (از مظاہر حق)

مہمان کا اکرام

وعن ابی ہریرة رضی الله عنه ان النبی صلی الله علیه وسلم قال: (ایما نزل بقوم فاصبح الضیف محروما' فله ان یاخذ بقدر قراه ولاحرج علیه) رواه احمد' ورواته ثقات والحاکم' وقال: صحیح الاسناد.

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: جو کوئی شخص کسی قوم میں (کسی کے ہاں) مہمان ہوا اور صبح تک وہ مہمان (کھانے سے) محروم رہا یعنی اس کے میزبان نے رات میں اس کی مہمان داری نہیں کی تو مہمان کے لئے جائز ہے کہ اپنی مہمانی کی مقدار وصول کرلے اور اس میں مہمان پر کوئی گناہ نہیں''۔ (احمد' حاکم)

''حضرت مقدام ابو کریمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: جو شخص کسی قوم میں (کسی کے ہاں) مہمان ہوا اور صبح تک وہ مہمان (کھانے سے) محروم رہا تو اس کی مدد کرنا ہر مسلمان کے ذمہ ہے یہاں تک کہ یہ مہمان اپنے میزبان کے مال اور کھیتی سے اپنی رات کی مہمانی کے مقدار وصول کرلے''۔ (ابوداؤد' حاکم)

''حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: جو اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو اس کو چاہئے کہ اپنے مہمان کا اکرام کرے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات تین مرتبہ ارشاد فرمائی ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ! مہمان کا اکرام کیا ہے؟ ارشاد فرمایا (مہمان کا اکرام) تین دن ہے تین دن کے بعد میزبان کا مہمان کو کھلانا اس پر احسان ہے۔ (یعنی تین دن کے بعد کھانا نہ کھلانا بے مروتی میں داخل نہیں)''۔ (احمد' بزار' ابویعلی)

تشریح: مذکورہ بالا احادیث مبارکہ کا ظاہری مفہوم اس پر دلالت کرتا ہے کہ اگر میزبان مہمان داری کے حقوق ادا نہ کرے تو مہمان اس سے اپنا حق زبردستی لے سکتا ہے اس اعتبار سے یہ احادیث ان حضرات کے مسلک کی دلیل بھی ہے کہ جو ضیافت یعنی مہمان کو کھلانا پلانا ایک واجب حق قرار دیتے ہیں لیکن جمہور علماء کا مسلک چونکہ یہ نہیں ہے اس لئے ان کی طرف سے اس حدیث کی کئی تاویلیں کی جاتی ہیں ایک تو یہ کہ یہ احادیث اصل میں مخمصہ (خالی پیٹ ہونے) اور اضطرار (بھوک کی وجہ سے بے تاب و مضطر ہونے) کی صورت پر محمول ہیں اور ایسی صورت میں جب کہ مہمان سخت بھوکا اور مضطر ہو اس کی ضیافت کرنا بلاشبہ میزبان پر واجب ہوگا کہ اگر وہ (میزبان) اس حق کو ادا نہ کرے تو یہ حق اس سے زبردستی لیا جاسکتا ہے۔

دوسرے یہ کہ حکم ابتداء اسلام میں تھا اس وقت محتاج اور فقراء کی خبر گیری کرنی واجب تھی مگر جب بعد میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں میں عام طور پر فقر و احتیاج کی جگہ وسعت و فراخی پیدا فرمادی تو یہ حکم منسوخ قرار دیا گیا۔

تیسرے یہ کہ ان ارشادات کا تعلق اہل ذمہ (وہ غیر مسلم جن کا مسلمانوں سے جان و مال کی مصالحت کا معاہدہ ہو چکا ہو) کے یہاں قیام کرنے سے تھا جب کہ ان کے ساتھ معاہدہ کی ایک شرط یہ بھی تھی کہ اگر مسلمان ان کے ہاں قیام کریں تو

ان مسلمانوں کی ضیافت کرنا ان اہل ذمہ کے لئے ضروری ہوگا چنانچہ اس شرط کی بنا پر مسلمانوں کی مہمان داری کرنا ان پر واجب تھا اور جو حق واجب ہو اس کو زبردستی بھی لیا جا سکتا ہے۔

چوتھے یہ کہ یہ احادیث مبارکہ ''معاوضہ اور بدلہ'' کی صورت پر محمول ہیں یعنی اگر کچھ لوگ (مثلاً مسافر کسی جگہ قیام کریں اور وہاں کے لوگ نہ صرف یہ کہ ان کی ضیافت نہ کریں بلکہ) ان کے ہاتھ ایسی چیز فروخت کرنے سے انکار کریں جو ان (مہمان مسافروں) کے پاس نہیں ہے نیز وہ اضطرار (بے تابی) کی حالت میں ہوں تو ان کے لئے جائز ہے کہ وہاں کے لوگوں سے اس چیز کو زبردستی خرید لیں۔ (از مظاہر)

''حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: جس گھر میں (مہمانوں کو) کھانا کھلایا جاتا ہے وہاں خیر یعنی رزق برکت اور بھلائی اتنی تیزی سے پہنچتی ہے جتنی تیزی سے چھری بھی اونٹ کے کوہان کی طرف نہیں پہنچتی''۔ (ابن ماجہ، ابن ابی الدنیا)

تشریح: جب اونٹ کا گوشت کاٹا جاتا ہے تو اس کے سب اعضاء سے پہلے اس کے کوہان کو کاٹتے ہیں اور چونکہ کوہان کا گوشت زیادہ لذیذ ہوتا ہے اس لئے وہ شوق سے کھایا بھی جاتا ہے۔ حدیث بالا میں ارشاد فرمایا کہ جس طرح کوہان پر چھری جلد پہنچتی ہے اس سے بھی زیادہ جلد اس گھر میں خیر اور بھلائی پہنچتی ہے جس میں مہمانوں کو کھانا کھلایا جاتا ہے۔ (از مظاہر حق)

''حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: جو مسلمان درخت لگاتا ہے پھر اس میں سے جتنا حصہ کھا لیا جائے وہ درخت لگانے والے کے لئے صدقہ ہو جاتا ہے اور جو اس میں سے چرا لیا جائے وہ بھی صدقہ ہو جاتا ہے (یعنی اس پر بھی مالک کو صدقہ کا ثواب ملتا ہے (غرض یہ کہ) جو کوئی اس درخت میں سے کچھ (بھی پھل وغیرہ) لے کر کم کر دیتا ہے تو وہ اس (درخت لگانے والے) کے لئے (قیامت تک کے لئے) صدقہ ہو جاتا ہے''۔

''حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو کوئی مسلمان درخت کا پودا لگائے یا کاشت کرے پھر اس میں سے پرندے کھائیں یا کوئی آدمی کھائے تو وہ اس کے حق میں ضرور صدقہ ہوگا''۔ (بخاری، مسلم، ترمذی)

تشریح: اس حدیث پاک میں باغبانی اور کاشتکاری کے لئے جن پر انسانوں کی ضرورتوں کا دارومدار ہے کتنی بڑی ترغیب اور ہمت افزائی ہے۔

دُعا کیجئے

یا اللہ ہمارے تمام معاملات اپنی رضا کے مطابق فرما دیجئے اور ہمیں ہر وقت اپنا معاملہ اپنے ساتھ اور بندوں کے ساتھ صحیح رکھنے کی توفیق عطا فرمائیے۔

یا اللہ ہم سے راضی ہو جایئے اور ہمیں اپنی رضا والے اعمال صالحہ کرنے کی اور اپنی ناراضگی والے کاموں سے بچنے کی توفیق عطا فرمائیے۔

یا اللہ ہمیں ایمان کامل نصیب فرما دیجئے۔ اور اپنی ذات عالی پر یقین کامل نصیب فرمائیے۔

نیکیوں کے ثمرات

وعن معاذ بن انس رضی الله عنه عن رسول الله صلی الله علیه وسلم قال: (من بنی بنیانا فی غیرظلم ولااعتداء او غرس غرسا فی غیر ظلم' ولا اعتداء کان له اجر جاریاً ما انتفع به من خلق الرحمٰن تبارک و تعالیٰ). رواه احمد من طریق زبان.

ترجمہ: ''حضرت معاذ بن انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: جو شخص کوئی عمارت بنائے بغیر ظلم اور زیادتی کے (یعنی عمارت کی زمین لوٹ کر' چھین کر' دبا کر' ناحق نہ لی ہو) یا بغیر ظلم و زیادتی کے درخت کا پودا لگائے تو اس کے لئے اس کا اجر وثواب اس وقت تک جاری رہے جب تک کہ رحمٰن تبارک و تعالیٰ کی مخلوق سے نفع وفائدہ اٹھاتی رہے گی۔'' (احمد)

''ایک صحابی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میرے ان دو کانوں نے سنا جو کوئی شخص درخت لگا کر اس کی دیکھ بھال' اور حفاظت کرے یہاں تک کہ وہ پھل دینے لگ جائے تو اس کے لئے ہر اس پھل میں صدقہ کا ثواب ہوگا جو کوئی اس سے فائدہ اٹھائے''۔ (احمد)

''حضرت قاسم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ) حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کے پاس سے دمشق میں ایک شخص کا گزر ہوا اس وقت حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کوئی پودا لگا رہے تھے اس شخص نے ابودرداء رضی اللہ عنہ سے کہا: کیا آپ بھی یہ (دنیاوی) کام کر رہے ہیں حالانکہ آپ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں۔ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا مجھے ملامت کرنے میں جلدی نہ کرو۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے سنا کہ: جو شخص پودا لگاتا ہے اور اس میں سے کوئی انسان یا اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے کوئی مخلوق کھاتی ہے تو وہ اس (پودا لگانے والے کے لئے) صدقہ ہوتا ہے''۔ (احمد)

''حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: جو شخص پودا لگاتا ہے پھر اس درخت سے جتنا پھل پیدا ہوتا ہے اللہ تعالیٰ پھل کی پیداوار کے بقدر پودا لگانے والے کے لئے اجر لکھ دیتے ہیں''۔ (احمد)

''حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ بدھ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبیلہ بنی عمرو بن عوف کے پاس تشریف لائے سلسلہ کلام میں ارشاد فرمایا: اے انصار کی جماعت! انصار نے جواب میں عرض کیا یا رسول اللہ! ہم حاضر ہیں۔ ارشاد فرمایا: زمانہ جاہلیت میں جب کہ تم اللہ تعالیٰ کی عبادت بھی نہ کرتے تھے تم لوگوں کے بوجھ اٹھاتے اور اپنے مالوں کو نیکی اور بھلائی کے کاموں میں لگاتے اور مسافروں کے ساتھ اچھا سلوک واحسان کرتے تھے یہاں تک کہ حق تعالیٰ شانہ نے تم پر اسلام اور اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ احسان فرمایا تو (تم نے بجائے اور زیادہ مالوں کو خرچ کرنے کے جو اسلام کی تعلیم ہے) اپنے مالوں کو ذخیرہ کرنا اور روکنا شروع کر دیا (پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خرچ کی ترغیب دیتے ہوئے فرمایا) انسان جو کھاتا ہے اس میں (کھلانے والے کے لئے) اجر ہے۔ اور جو درندے اور پرندے کھالیں

اس میں اجر ہے۔ راوی کا بیان ہے کہ انصار واپس گئے اور ان میں سے ہر ایک نے اپنے باغ کے تیس دروازوں کو توڑ دیا۔ (تاکہ فقراء و مساکین و ضرورت مند و مسافر بلا روک ٹوک باغات میں داخل ہو کر پیداوار سے فائدہ اٹھا سکیں"۔ (حاکم)

تشریح:۔ انصار رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا جذبہ ایمانی بھی خوب تھا۔ ادھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ترغیب سنی اور ادھر عملاً باغات کے دروازوں اور رکاوٹوں کو توڑ کر سب کے لئے فائدہ اٹھانے کا راستہ اس اجر کی امید و شوق میں کھول دیا جس اجر و ثواب کی خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی تھی۔ "اللھم ارزقنا اتباعھم"۔

"حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا مانگا کرتے تھے: "**اللھم انی اعوذبک من البخل، والکسل وارذل العمر، و عذاب القبر و فتنة المحیا والممات**" ترجمہ: "اے اللہ! میں تیری پناہ لیتا ہوں بخل اور کاہلی سے اور نکمی عمر (سخت بڑھاپے) سے اور زندگی اور موت کے وقت کے فتنہ سے)"۔ (مسلم)

"حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم میں بیان فرمایا جس میں ارشاد فرمایا: تم ظلم سے بچتے رہنا بلاشبہ ظلم قیامت کے دن تاریکیوں کا باعث ہوگا۔ (یعنی آخرت میں تکالیف اور عذاب کا باعث ہوگا) اور تم بدزبانی اور فحش گوئی سے بچنا اور اپنے دل کے لالچ و بخل سے بچنا اس لئے کہ تم سے پہلے لوگ اسی کی وجہ سے ہلاک ہوئے اس حرص و لالچ نے قطع رحمی (یعنی حقوق قرابت کی پامالی کے لئے) آمادہ کیا۔ چنانچہ انہوں نے قطع رحمی اختیار کیا۔ اور اسی نے بخل پر آمادہ کیا۔ چنانچہ انہوں نے بخل کیا اور اسی نے گناہوں پر آمادہ کیا چنانچہ انہوں نے فسق و فجور کیا۔ پھر ایک شخص نے کھڑے ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ! کون سا عمل اسلام کا افضل ہے؟ ارشاد فرمایا یہ کہ مسلمان تمہارے ہاتھ اور زبان سے محفوظ رہیں۔ پھر اسی شخص نے یا کسی دوسرے شخص نے عرض کیا سب سے افضل کون سی ہجرت ہے؟ ارشاد فرمایا: تم اپنے رب کی ناپسند چیزوں کو چھوڑ دو۔ اور ارشاد فرمایا ہجرت کی دو قسمیں ہیں شہر میں رہنے والے کی ہجرت، دیہات میں رہنے والے کی ہجرت، دیہات میں رہنے والے کی ہجرت یہ ہے کہ جب اس کو (اپنی جگہ سے) بلایا جائے تو آ جائے اور جب اسے کوئی حکم دیا جائے تو اس کو مانے (اور شہری کی ہجرت بھی یہی ہے لیکن) شہری کی ہجرت آزمائش کے اعتبار سے بڑی ہے اور اجر ملنے کے اعتبار سے بھی افضل ہے"۔ (ابوداؤد، حاکم)

دُعا کیجئے

یا اللہ ہمیں اس دنیا کی زندگی میں اپنی آخرت کی فکر نصیب فرما اور ہمیں اپنی حقیقی منزل کی تیاری اور فکر نصیب فرما۔

یا اللہ ہمیں حقوق اللہ و حقوق العباد کی ادائیگی کی توفیق نصیب فرما اور ہمارے لئے اپنی شریعت مطہرہ پر چلنا آسان فرما دے۔

یا اللہ اس پرفتن دور میں ہمارے اور ہمارے بچوں کے ایمان کی حفاظت فرمائیے۔ اور ہمیں دنیا و آخرت کی تمام منزلوں میں محض اپنے کرم سے کامیاب فرمائیے۔ آمین یا رب العالمین

بخل، حرص اور بزدلی کی مذمت

و عن ابی هريرة رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلی الله عليه وسلم : (شر ما فی الرجل شح هالع، و جبن خالع). رواه ابو داؤد و ابن حبان فی صحيحه.

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: انسان میں سب سے بری بات کڑھا دینے والی حرص اور گھبرا دینے والی بزدلی ہے''۔ (ابوداؤد، صحیح ابن حبان)

تشریح: یہ حقیقت ہے کہ حریص اور لالچی آدمی ہر وقت اس غم میں گھلتا اور کڑھتا رہتا ہے کہ یہ نہیں ملا وہ نہیں ملا۔ فلاں کے پاس یہ ہے۔ اور میرے پاس یہ نہیں ہے اسی طرح زیادہ بزدل آدمی خواہ مخواہ موہوم خطرات سے بھی ہر وقت گھبراتا رہتا ہے اور اس کو اطمینان کے سانس لینے نصیب نہیں ہوتے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انسان کے دل کی دونوں کیفیتوں کو بدترین کیفیت بتلایا اور فی الحقیقت یہ بدترین اور ذلیل ترین خصلتیں ہیں۔

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: اللہ کے راستہ کا گرد و غبار اور جہنم کا دھواں ایک شخص کے پیٹ میں کبھی بھی جمع نہیں ہوسکتا اور حرص و بخل اور ایمان کبھی بھی ایک دل میں جمع نہیں ہو سکتے۔ (یعنی بخیلی و کنجوسی اور ایمان کا کوئی جوڑ نہیں)''۔ (نسائی، صحیح ابن حبان، حاکم)

تشریح: مطلب یہ ہے کہ بخل کی عادت اور ایمان کی حقیقت میں ایسی منافات ہے کہ جس دل کو حقیقی ایمان نصیب ہوگا اس میں بخل نہیں ہوسکتا اور جس میں بخل دیکھا جائے تو سمجھ لیا جائے کہ اس میں ایمان کا نور نہیں ہے۔ ذرا سا غور کرنے کے بعد ہر ایک کی سمجھ میں یہ بات آسکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات پر کامل ایمان ویقین کے بعد دل میں بخل اور کنجوسی جیسی خصلت کے لئے کوئی گنجائش ہی نہیں رہ سکتی۔ (از معارف الحدیث)

ترجمہ: ''حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: جنت میں دھوکہ باز اور احسان جتلانے والا اور بخیل داخل نہ ہو سکے گا''۔ (ترمذی)

تشریح: دھوکہ بازی کنجوسی، احسان کر کے جتانا۔ ان تباہ کن عادات میں سے ہیں جو جنت کے راستہ میں رکاوٹ بنتی ہیں۔

''حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: حق تعالیٰ شانہ نے جنت عدن اپنے ہاتھ سے بنائی ہے۔ اور اس میں پھلوں کو لٹکایا اور نہروں کو چلایا پھر اس کی طرف دیکھ کر فرمایا بول! اس نے کہا کہ یقیناً ایمان والے کامیاب ہوگئے حق تعالیٰ نے فرمایا میری عزت اور جلال کی قسم! بخیل شخص تیرے اندر میرا ہمنشین بن کر نہیں رہ سکتا''۔ (طبرانی، کبیر، اوسط، ابن ابی الدنیا)

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: سخی شخص حق تعالیٰ سے قریب ہے (یعنی اس کو قرب خداوندی حاصل ہے) اور جنت سے قریب ہے اور اللہ کے بندوں سے قریب ہے۔ (یعنی اللہ کے بندے اس کی سخاوت کی صفت کی وجہ سے اس سے تعلق اور محبت رکھتے ہیں اور اس کے ساتھ لگے رہتے ہیں) اور دوزخ سے دور ہے۔ اور بخیل اور کنجوس آدمی اللہ تعالیٰ سے دور (یعنی قرب خداوندی کی نعمت سے محروم ہے) جنت سے بھی دور اور لوگوں سے بھی دور ہے (کہ اس کی کنجوسی کی وجہ سے وہ اس سے الگ اور بے تعلق رہتے

ہیں) اور دوزخ سے قریب ہے اور بلاشبہ ایک بے علم سخی اللہ تعالیٰ کو عبادت گزار کنجوس سے زیادہ پیارا ہوتا ہے''۔(ترمذی)

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: مومن بڑا بھولا بھالا اور شریف ہوتا ہے جب کہ بدکار بڑا مکار اور بخیل اور کمینہ ہوتا ہے''۔(ابوداؤد ترمذی)

تشریح: مطلب یہ ہے کہ نیک آدمی نرم مزاج ہوتا ہے اور ہر ایک پر اعتماد کر لیتا ہے اس وجہ سے وہ ہر دھوکہ دینے والے سے دھوکہ کھا لیتا ہے یا اس کے دھوکہ کھانے کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ وہ ہر ایک کے ساتھ حسن ظن رکھتا ہے کوئی بھی اس کو کسی قسم کی بات کہہ دے وہ سچ مان لیتا ہے تیسری وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ اس کے سامنے ہمیشہ آخرت ہوتی ہے اس لئے کوئی آدمی اس سے کوئی بات کہہ دے تو وہ اس کو مان لیتا ہے اور آخرت میں معاف کرنے پر جن انعامات کی خوشخبریاں ہیں ان کی امید میں یہ سب کو معاف کر دیتا ہے لوگ اس وجہ سے اس کو بھولا بھالا سمجھتے ہیں۔ جب کہ فاسق و فاجر دھوکہ باز اور مکار ہوتا ہے۔

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: جب تمہارے امیر بھلے ہوں اور تمہارے مال دار سخی ہوں اور تمہارے امور باہمی مشورہ سے طے ہوں تو زمین کی پشت تمہارے لئے زمین کے پیٹ سے بہتر ہے (یعنی زندگی موت سے بہتر ہے) اور جب تمہارے امیر برے ہوں اور تمہارے مال دار بخیل ہوں اور تمہارے معاملات عورتوں کے حوالہ ہو جائیں (کہ مرد عورتوں کی تابعداری کریں) تو زمین کا پیٹ اس کی پشت سے بہتر ہے (یعنی ایسی زندگی سے مرنا بہتر ہے''۔(ترمذی)

''حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب حق تعالیٰ شانہ کسی قوم کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتے ہیں تو ان کے امور کا ذمہ دار حکماء اور عقل مندوں کو بنا دیتے ہیں اور مال سخیوں کو دیتے ہیں (تاکہ لوگوں کی ضرورتیں پوری کریں) اور جب حق تعالیٰ شانہ کسی قوم کے ساتھ برائی کا ارادہ فرماتے ہیں تو ان کے معاملات کا بے وقوف لوگوں کو ذمہ دار بنا دیتے ہیں اور مال بخیلوں کو دے دیتے ہیں۔ (کہ وہ حاجت مندوں کی حاجات کو پورا نہیں کرتے)۔'' (ابوداؤد)

''حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جنت میں ایک محل ہے اس کا نام بیت السخاء یعنی سخاوت کا گھر ہے اور ایک روایت میں ہے کہ جنت سخیوں کا گھر ہے''۔(طبرانی، کتاب الثواب)

دُعا کیجئے

یا اللہ ان احادیث میں آج ہم نے جو کچھ سنا اور سمجھا محض اپنے فضل و کرم سے اس پر عمل کرنا ہمارے لئے آسان فرما دیجئے۔

یا اللہ آج کے اس پرفتن دور میں ہمارے لئے دین پر چلنا آسان فرما۔ اور ہمیں حقیقی فکر آخرت نصیب فرما۔

یا اللہ ہمیں اپنی ایسی محبت عطا فرما کہ ہمارے لئے نیکیاں کرنا آسان ہو جائے اور اپنی ذات کا اتنا خوف وخشیت نصیب فرما کہ ہمارے لئے تمام گناہوں کو چھوڑنا آسان ہو جائے۔

یا اللہ ہمیں ہر روز موت کو یاد رکھنے اور آپ سے ملاقات کیلئے خود کو تیار کرنے کی توفیق نصیب فرما۔ آمین یارب العالمین

چند اخلاق ذمیمہ

عن ابن عباس رضی الله عنهما ان النبی صلی الله علیه وسلم قال: (الذی یرجع فی هبته کالکلب یرجع فی قیئه) و فی روایة: (مثل الذی یعود فی هبته کمثل الکلب یقی ثم یعود فی قیئه فیاکله) رواه البخاری و مسلم و ابوداؤد والترمذی والنسائی و ابن ماجه

ترجمہ: ''حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: جو شخص ہدیہ دے کر واپس لے لے وہ اس کتے کی طرح ہے جو منہ سے نکلی ہوئی قے کو دوبارہ منہ میں لے لے۔ ایک روایت میں ہے کہ اس شخص کی مثال جو ہدیہ دے کر واپس لے لے اس کتے کی سی ہے جو قے کرے پھر اپنی قے کو واپس منہ میں لے کر کھا جائے''۔ (بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ)

تشریح: اس مثال سے مقصود اس فعل کی شناعت کا بیان ہے کہ ہدیہ دے کر واپس لینا انتہائی کمینگی کی علامت ہے۔

''حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے ایک گھوڑا اللہ کی راہ میں دیا۔ پھر میں نے چاہا کہ اس گھوڑے کو خرید لوں میرا گمان تھا کہ وہ شخص جس کو گھوڑا راہ خدا میں دیا تھا مجھے سستا بیچ دے گا میں نے اس کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ اس کو مت خریدو اور اپنے اس صدقہ کو واپس نہ لو خواہ وہ شخص جس کو ثواب کی غرض سے دیا تھا ایک درہم ہی میں تمہیں فروخت کرے کیونکہ صدقہ دے کر لینے والے ایسا ہے جیسے اپنی قے کو دوبارہ کھانے والا''۔ (بخاری، مسلم)

''حضرت ابن عمر اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: کسی شخص کے لئے جائز نہیں کہ کسی کو کوئی عطیہ یا ہدیہ دے کر واپس لے۔ سوائے والد کے کہ وہ اپنے لڑکے کو دے کر واپس لے سکتا ہے اور اس شخص کی مثال جو عطیہ دے کر واپس لے اس کتے کی سی ہے جو خوب پیٹ بھر کر کھا کر قے کر دے اور پھر قے کو دوبارہ کھالے''۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے اس پر کوئی ظلم وزیادتی نہ کرے (اور جب وہ اس کی مدد واعانت کا محتاج ہو تو اس کی مدد کرے) اور اس کو بے مدد کے نہ چھوڑے اور جو کوئی شخص اپنے بھائی کی ضرورت پوری کرتا ہے حق تعالیٰ اس کی ضرورت پوری کرتا ہے اور جو کسی مسلمان سے ذرا سی تکلیف دور کرتا ہے حق تعالیٰ شانہ قیامت کی بڑی مصیبتوں میں سے کسی مصیبت کو دور کرے گا اور جو کسی مسلمان کے عیب پر پردہ ڈالتا ہے حق تعالیٰ قیامت کے دن اس کے عیب پر پردہ ڈالے گا۔ (بخاری، مسلم، ابوداؤد)

''حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: جس شخص پر اللہ تعالیٰ کوئی نعمت تمام کرے پھر لوگوں کا رجوع ضرورتوں میں اس کی طرف کر دے پھر وہ تنگ ہو جائے (ضرورت مند لوگوں کے بار بار آنے سے پریشان ہو جائے) تو اس نے نعمت کو زائل کرنے کا سامان کر لیا''۔ (طبرانی)

''حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم

صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: جو شخص اپنے کسی بھائی کے کام کے لئے چل کر جاتا ہے تو اس کا یہ عمل دس سال کے اعتکاف سے افضل ہے جو شخص ایک دن کا اعتکاف بھی اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے اور جہنم کے درمیان تین خندقیں آڑ فرما دیتے ہیں ہر خندق زمین و آسمان کی مسافت سے زیادہ چوڑی ہے۔ (طبرانی، حاکم) ایک روایت میں یہ ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے بھائی کے ساتھ ضرورت پوری کرنے کے لئے چلے پھرے آپ نے اپنی مسجد نبوی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ میری اس مسجد میں دو ماہ اعتکاف کرنے سے افضل ہے"۔

''حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مسلمان کو چاہئے کہ صدقہ دیا کرے دریافت کیا گیا اگر اس کے پاس صدقہ دینے کے لئے کچھ نہ ہو تو کیا کرے؟ ارشاد فرمایا اپنے ہاتھوں سے محنت مزدوری کر کے اپنے آپ کو بھی فائدہ پہنچائے اور صدقہ بھی دے۔ دریافت کیا اگر یہ بھی نہ کر سکے ارشاد فرمایا: کسی غمزدہ محتاج کی مدد کرے عرض کیا گیا اگر یہ بھی نہ کر سکے؟ ارشاد فرمایا تو کسی کو بھلی بات بتا دے عرض کیا اگر یہ بھی نہ کرے؟ ارشاد فرمایا تو (کم از کم) کسی کو نقصان پہنچانے سے ہی باز رہے کیونکہ یہ بھی اس کے لئے صدقہ ہے"۔ (بخاری، مسلم)

''حضرت ابو قلابہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بعض صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے آ کر ایک شخص کی خوب تعریف کرتے ہوئے کہا کہ ہم نے فلاں شخص کی طرح کبھی کسی کو نہ دیکھا کہ سفر میں چلتے ہوئے تلاوت میں رہتے اور جب ہم کسی جگہ پڑاؤ ڈالتے تو وہ نماز میں مشغول رہتے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ ان کے کام کون کرتا تھا یہاں تک کہ آپ نے دریافت فرمایا ان کے اونٹ یا جانور کے چارہ کا کون انتظام کرتا تھا؟ انہوں نے عرض کیا ہم کرتے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تم سب اس سے بہتر ہو (کہ خدمت کا ثواب زیادہ ہے)"۔ (ابوداؤد)

''حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: جو شخص اپنے مسلمان بھائی تک خبر پہنچانے یا اس کی مشکل کو آسان کرنے کے لئے حاکم (عہدہ دار) کے پاس واسطہ و سفارشی بن جائے حق تعالیٰ شانہ قیامت کے دن قدموں کے پھسلنے کے وقت پل صراط سے پار ہونے میں مدد فرمائیں گے۔ (طبرانی، فی الصغیر والاوسط، صحیح ابن حبان)

دوسری روایت میں ہے کہ حاکم (عہدہ دار) کے پاس اپنے بھائی کو خبر پہنچانے یا خوش کرنے کے لئے واسطہ اور سفارشی بن جائے اللہ تعالیٰ جنت میں اس کے درجات کو بلند کرے گا"۔ (طبرانی، صغیر، اوسط)

دُعا کیجئے

☆ یا اللہ ہمارے تمام معاملات اپنی رضا کے مطابق فرما دیجئے اور ہمیں ہر وقت اپنا معاملہ اپنے ساتھ اور بندوں کے ساتھ صحیح رکھنے کی توفیق عطا فرمائیے۔ ☆ یا اللہ ہم سے راضی ہو جائیے اور ہمیں اپنی رضا والے اعمال صالحہ کرنے کی اور اپنی ناراضگی والے کاموں سے بچنے کی توفیق عطا فرمائیے۔ ☆ یا اللہ ہمیں ایمان کامل نصیب فرما دیجئے۔ اور اپنی ذات عالی پر یقین کامل نصیب فرمائیے۔ ☆ یا اللہ اس پرفتن دور میں ہمارے اور ہمارے بچوں کے ایمان کی حفاظت فرمائیے۔ اور ہمیں دنیا و آخرت کی تمام منزلوں میں محض اپنے کرم سے کامیاب فرمائیے۔ آمین یارب العالمین

درس انسانیت

وعن انس رضی الله عنه قال: قال رسول صلی الله علیه وسلم : (من لقی اخاه المسلم بما یحب لیسره بذلک سره الله عزوجل یوم القیامة) رواه الطبرانی فی الصغیر باسناد حسن' و ابو الشیخ فی کتاب الثواب.

ترجمہ: ''حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: جو شخص اپنے مسلمان بھائی کو خوش کرنے کے لئے اس طرح ملتا ہے جس طرح اللہ تعالیٰ پسند فرماتے ہیں (مثلاً خندہ پیشانی کے ساتھ) تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسے خوش کردیں گے''۔ (طبرانی' کتاب الثواب)

''حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: جو کسی شخص کے لئے سفارش کرے پھر سفارش کرنے والے کو اس سفارش پر کوئی ہدیہ دے اور سفارش کرنے والا اس ہدیہ کو قبول کرلے تو یقیناً اس نے کبیرہ گناہوں میں سے ایک بڑے گناہ کا ارتکاب کیا''۔ (ابوداؤد)

تشریح:۔ کسی کی سفارش محض رضاء الٰہی کے لئے ہونا ضروری ہے جیسا کہ ایک حدیث میں وارد ہے سفارش کرو اجر حاصل کرو اور سفارش پر جو فوائد حاصل ہوتے ہیں وہ یہ ہیں۔

(۱) سفارش کرنیوالے کیلئے اللہ تعالیٰ خیر و برکت کے دروازے کھول دیتے ہیں۔ (۲) دنیوی مصائب سے نجات ملتی ہے۔

(۳) آخرت کے مصائب سے چھٹکارا حاصل ہوتا ہے۔

(۴) قیامت کی ہولناکیوں میں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے حفاظت ہوتی ہے۔

(۵) قیامت کے دن جس کی سفارش دنیا میں کی تھی کبھی اس کے سفارش کرنے سے جہنم سے بچاؤ اور جنت کا داخلہ نصیب ہوتا ہے۔

(۶) گناہ معاف ہوتے ہیں۔

(۷) مسلمان کی ضرورت پوری کرنا مستقل عبادت ہے۔

(۸) پل صراط سے پار ہونے میں مدد ملتی ہے۔

قرآن پاک میں بھی حق تعالیٰ شانہ نے سفارش کرنے کی ترغیب دی ہے چنانچہ ارشاد باری ہے:

''جو کوئی سفارش کرے نیک بات میں اس کو بھی ملے گا اس میں سے ایک حصہ اور جو کوئی سفارش کرے بری بات میں اس پر بھی ہے ایک بوجھ اس میں سے اور اللہ ہے ہر چیز پر قدرت رکھنے والا (تو نیکی اور بدی کے حصہ دینے میں اس کو کوئی دشواری نہیں)''۔

''حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر انصار میں سے ایک شخص پر ہوا اور وہ اس وقت اپنے بھائی کو حیا کے بارے میں کچھ نصیحت و ملامت کررہا تھا تو آپ نے اس سے فرمایا کہ اس کو اس کے حال پر چھوڑ دو کیونکہ حیاء تو ایمان کا جز (یا ایمان کا پھل) ہے''۔ (بخاری' مسلم' ابوداؤد' ترمذی' نسائی' ابن ماجہ)

تشریح: حدیث کا مطلب یہ ہے کہ انصار میں سے کوئی شخص تھے جن کو اللہ تعالیٰ نے شرم وحیاء کا وصف خاص طور سے عطا فرمایا تھا جس کا قدرتی نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ اپنے معاملات میں نرم ہوں گے سخت گیری کے ساتھ لوگوں سے اپنے حقوق کا مطالبہ بھی نہ کرتے ہوں گے اور بہت سے موقعوں پر اسی شرم وحیاء کی وجہ سے کھل کر باتیں بھی نہ کرپاتے ہوں گے جیسا کہ اہل حیاء کا عموماً حال ہوتا ہے اور ان کے کوئی بھائی تھے جو ان کی اس حالت اور

روش کو پسند نہیں کرتے تھے ایک دن یہ بھائی ان صاحب حیاء بھائی کو اس پر ملامت اور سرزنش کر رہے تھے کہ تم اس قدر شرم و حیاء کیوں کرتے ہو۔ اسی حالت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ان دونوں بھائیوں پر گزر ہوا اور آپ نے ان کی باتیں سن کر ملامت و نصیحت کرنے والے بھائی سے ارشاد فرمایا کہ اپنے بھائی کو ان کے حال پر چھوڑ دو ان کا یہ حال تو بڑا مبارک حال ہے شرم و حیاء تو ایمان کی ایک شاخ یا ایمان کا پھل ہے۔ اگر اس کی وجہ سے بالفرض دنیا کے مفادات کچھ فوت بھی ہوتے ہوں تو آخرت کے درجے بے انتہا بڑھتے ہیں۔ (از معارف الحدیث)

''حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: حیاء صرف خیر ہی کو لاتی ہے'' بخاری، مسلم)

تشریح: بعض اوقات شرم و حیاء کی وجہ سے دنیوی نقصان بھی ہو جاتا ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد باری کا مطلب یہ ہے کہ شرم و حیاء کے نتیجہ میں کبھی کوئی نقصان نہیں ہوتا بلکہ ہمیشہ نفع ہی ہوتا ہے عامیانہ نقطہ نظر سے جن مواقع میں نقصان کا شبہ ہوتا ہے وہاں بھی اگر ایمانی وسیع نقطہ نظر سے دیکھا جائے تو بجائے نقصان کے نفع ہی نظر آئیگا۔

ہاں البتہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر میں شرم و حیاء کی وجہ سے اگر کوتاہی ہو رہی ہے تو وہ درحقیقت اس آدمی کی ایک فطری اور طبعی کمزوری ہوتی ہے لوگ ناواقفی سے اس میں اور حیاء میں فرق نہیں کر پاتے۔ (از معارف الحدیث بتغییر یسیر)

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حیاء سراسر خیر ہی ہے''۔

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ایمان کی ستر یا ساٹھ سے زیادہ شاخیں ہیں ان میں سب سے افضل شاخ لا الٰہ الا اللہ کا کہنا ہے اور ادنیٰ شاخ تکلیف دینے والی چیزوں کا راستہ سے ہٹانا ہے اور حیاء ایمان کی ایک (اہم) شاخ ہے''۔ (بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ)

تشریح: اس حدیث میں ایمان کے شعبوں کے لئے ''ستر سے کچھ اوپر'' کا جو عدد استعمال کیا گیا ہے اس کے متعلق بعض شارحین نے لکھا ہے کہ ''اس سے غالباً صرف کثرت مراد ہے اور اہل عرب صرف مبالغہ اور کثرت کے لئے بھی ستر کا لفظ عام طور پر بولتے ہیں اور ''ستر پر جو کچھ اور'' کا اضافہ اس حدیث میں کیا گیا ہے یہ غالباً اور زیادہ مبالغہ پیدا کرنے کے لئے ہے۔

حدیث شریف کے اخیر میں حیاء جو ایمان کا اہم شعبہ قرار دیا ہے اس کی دو وجہ ہو سکتی ہیں پہلی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ جس موقع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا اس وقت حیا کے متعلق لوگوں میں کوتاہی ظاہر ہوئی ہوگی جس کی اصلاح آپ نے اس ارشاد سے فرمائی جیسا کہ صاحب حکمت معلمین و مصلحین کا طریقہ ہوتا ہے۔ دوسری وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ حیاء کا مقام واقعۃً نہایت بلند ہے کہ اسی کی وجہ سے انسان تمام برائیوں اور گناہوں سے بچتا ہے اگر حیاء کی صفت پوری طرح آدمی میں بیدار اور کارفرما ہو تو نہ صرف یہ کہ اس کے ہم جنسوں کی نظروں میں اس کی زندگی پاکیزہ اور ستھری ہوگی بلکہ اس سے اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں کا صدور بھی کم سے کم ہوگا۔

دُعا کیجئے

یا اللہ! ہمارے پاس اور کوئی سرمایہ نہیں، کوئی وسیلہ نہیں اقرار جرم کرتے ہیں آپ کے نبی الرحمۃ صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ پیش کر کے آپ کی رحمت کے طلب گار ہیں۔

ایمان کے شعبے

وعن ابی هریرة رضی الله عنه ایضا قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم : (الحیاء من الایمان والایمان فی الجنة والبذاء من الجفاء والجفاء فی النار) رواه احمد، و رجاله رجال الصحیح، والترمذی و ابن حبان فی صحیحه، وقال الترمذی، حدیث حسن صحیح.

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: حیاء ایمان کا حصہ ہے اور ایمان جنت میں (لے جانے کا ذریعہ) ہے۔ اور بے حیائی و بے شرمی بداخلاقی وبدکاری کا حصہ ہے اور بداخلاقی وبدکاری جہنم میں (لے جانے کا ذریعہ) ہے''۔ (احمد، صحیح ابن حبان، ترمذی)

''حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: حیاء اور کم گوئی دونوں ایمان کے شعبے اور شاخیں ہیں اور بدکلامی اور چرب زبانی (بے جا زیادہ باتیں) دونوں نفاق کے شعبے اور شاخیں ہیں۔ (ترمذی) ایک روایت میں یوں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: حیاء اور کم گوئی ایمان کا حصہ ہیں۔ (کہ خوف خدا اور فکر آخرت کی وجہ سے باتیں کم ہو جاتی ہیں) اور جنت سے قریب اور جہنم سے دور کرتی ہے اور بدزبانی ناشائستہ اور بری حرکت شیطان کی طرف سے ہے اور وہ جہنم سے قریب اور جنت سے دور کرتی ہے۔ ایک دیہاتی نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ حدیث پاک سن کر کہا ہم تو شعر میں یہ کہتے ہیں کہ کم گوئی حماقت اور بے وقوفی کا حصہ ہے (جب کہ حدیث پاک میں اس کو ایمان کا حصہ بتایا ہے یہ سن کر ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ناراض ہو گئے) اور فرمایا میں کہتا ہوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں ارشاد فرمایا یعنی حدیث سناتا ہوں۔ اور تم میرے سامنے اپنا بدبودار گندا شعر پیش کرتے ہو (کیا نسبت ہے تمہارے شعر کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث مبارک کے ساتھ)''۔

''حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے عائشہ! اگر حیاء کوئی مرد (کی شکل میں) ہوتی تو یقیناً وہ ایک مرد صالح ہوتا۔ اور بے حیائی اگر کوئی آدمی (کی شکل میں) ہوتی تو یقیناً وہ ایک برا مرد ہوتا''۔ (طبرانی، صغیر، اوسط)

''حضرت زید بن طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہر دین کا کوئی امتیازی وصف ہوتا ہے اور دین اسلام کا امتیازی وصف حیا ہے''۔ (مالک، ابن ماجہ)

تشریح: مطلب یہ ہے کہ ہر دین اور شریعت میں اخلاق انسانی کے کسی خاص پہلو پر نسبتاً زیادہ زور دیا جاتا ہے اور انسانی زندگی میں اسی کو نمایاں اور غالب کرنے کی کوشش کی جاتی ہے جیسا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیم میں رحمدلی اور عفو ودرگزر پر بہت زیادہ زور دیا گیا ہے (یہاں تک کہ مسیحی تعلیمات کا مطالعہ کرنے والے کو صاف محسوس ہوتا ہے کہ رحمدلی اور عفوودرگزر ہی گویا ان کی شریعت کا مرکزی نقطہ نظر اور ان کی تعلیم کی روح ہے) اسی طرح شریعت اسلامیہ کی تعلیم میں ''حیاء'' پر خاص زور دیا گیا ہے۔ (از معارف)

''حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: بے حیائی جس چیز میں بھی آئے گی اسے عیب دار کر کے رہے گی۔ اور ''حیا'' جس چیز میں بھی ہوگی اسے مزین اور خوبصورت ہی بنائے گی۔'' (ابن ماجہ' ترمذی)

''حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: حیاء اور ایمان یہ دونوں ہمیشہ ساتھ اکٹھے ہی رہتے ہیں جب ان میں سے کوئی ایک اٹھالیا جائے تو دوسرا بھی اٹھالیا جاتا ہے''۔ (حاکم' طبرانی)

تشریح: یعنی حیا اور ایمان میں بڑا گہرا تعلق ہے کسی شخص یا قوم میں حیا اور ایمان یا تو دونوں ہوں گے یا دونوں میں سے ایک بھی نہ ہوگا۔

''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ سے ایسی حیا کرو جیسی اس سے کرنی چاہیے۔ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا اے اللہ کے نبی! الحمدللہ ہم اللہ تعالیٰ سے حیا کرتے ہیں آپ نے فرمایا یہ نہیں (یعنی حیا کا مفہوم اتنا محدود نہیں ہے جتنا کہ سمجھ رہے ہو) بلکہ اللہ تعالیٰ سے حیا کرنے کا حق یہ ہے کہ سر اور سر میں جو افکار و خیالات ہیں ان سب کی نگہداشت کرو۔ اور پیٹ کی اور جو کچھ اس میں بھرا ہے ان سب کی نگرانی کرو۔ (یعنی برے خیالات سے دماغ کی اور حرام و ناجائز غذا سے پیٹ کی حفاظت کرو) اور موت اور موت کے بعد قبر میں جو حالت ہوتی ہے اس کو یاد کرو اور جو شخص آخرت کو اپنا مقصد بنائے وہ دنیا کی آرائش و عشرت سے دستبردار ہو جائے گا جس نے یہ سب کچھ کیا سمجھو کہ اللہ سے حیا کرنے کا حق اس نے ادا کیا''۔ (ترمذی)

تشریح: حدیث بالا سے حیا کے معنی کی وسعت معلوم ہوئی اور حدیث بالا کے آخری حصہ سے ایک اصولی بات یہ بھی معلوم ہوئی کہ اللہ تعالیٰ سے حیا کرنے کا حق وہی بندے ادا کر سکتے ہیں جن کی نظر میں اس دنیا اور اس کے عیش و عشرت کی کوئی قیمت نہ ہو اور دنیا کو ٹھکرا کر آخرت کو انہوں نے مطمع نظر بنالیا ہو اور موت اور موت کے بعد کی منزلیں ان کو ہر وقت یاد رہتی ہوں۔ (از معارف)

''حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نیکی اور گناہ کے بارے میں دریافت کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: نیکی اچھے اخلاق کا نام ہے اور گناہ وہ ہے جو تمہارے دل میں کھٹکے اور تمہیں یہ بات ناپسند ہو کہ لوگوں کو اس کی خبر ہو''۔ (مسلم' ترمذی)

دُعا کیجئے

یا اللہ! اس ماہ کا ایک ایک لمحہ' ایک ایک سانس ہمارے لئے باعث رحمت بنا دیجئے۔

یا اللہ! ہمیں ہر خطا و عصیان سے محفوظ رکھئے ہر تقصیر و کوتاہی سے محفوظ رکھئے۔

یا اللہ! تمام ممالک اسلامیہ میں پھر اسلام کی حیات طیبہ عطا فرما دیجئے۔ ان کی اعانت و نصرت فرمائیے۔

یا اللہ! یہ ملک پاکستان جو اسلام کے نام پر قائم ہوا تھا اس کو گمراہیوں سے بچائیے۔ ہر قسم کے فواحش و منکرات سے جو رائج الوقت ہو رہے ہیں۔ ان سے محفوظ رکھئے۔

اخلاق حسنہ کی فضیلت واہمیت

و عن عبدالله بن عمرو بن العاص رضی الله عنهما قال: لم یکن رسول الله صلی الله علیه وسلم: فاحشا ولامتفحشا وکان یقول: (ان من خیارکم احسنکم اخلاقاً) رواه البخاری و مسلم والترمذی.

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نہ طبعی طور پر شرم کی اور بے ہودہ بات کرتے اور نہ قصداً کرتے اور خود بھی ارشاد فرمایا کرتے تھے تم میں سب سے اچھے لوگ وہ ہیں جن کے اخلاق اچھے ہیں''۔ (بخاری، مسلم، ترمذی)

''حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قیامت کے دن مومن کے میزان عمل میں اچھے اخلاق سے زیادہ وزنی اور بھاری چیز کوئی نہ ہوگی اور حق تعالیٰ بدگو بدخلق کو ناپسند کرتا ہے۔ (ترمذی، صحیح ابن حبان)

اور ایک روایت میں یہ بھی اضافہ ہے کہ اچھے اخلاق والا اپنے حسن اخلاق کی وجہ سے روزہ رکھنے والے اور نماز پڑھنے والے کے درجہ تک پہنچ جاتا ہے''۔

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ سب سے زیادہ کس وجہ سے لوگ جنت میں داخل ہوں گے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اور اچھے اخلاق اور دریافت کیا گیا کہ سب سے زیادہ کس وجہ سے لوگ دوزخ میں داخل ہوں گے۔ ارشاد فرمایا منہ (یعنی حرام مال کھانا اور زبان سے غیبت وغیرہ کرنا) اور شرم گاہ (اس کے غلط استعمال کی وجہ سے)''۔ (ترمذی، صحیح ابن حبان، بیہقی)

''حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کامل ترین ایمان والوں میں سے وہ ہے جس کے اخلاق سب سے اچھے ہوں اور جس کا برتاؤ اپنے گھر والوں کے ساتھ سب سے اچھا ہو''۔ (ترمذی، حاکم)

''حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا مومن اپنے اچھے اخلاق کے ذریعے روزہ رکھنے والے اور رات بھر عبادت کرنے والے کے درجہ کو حاصل کر لیتا ہے''۔ (ابوداؤد، صحیح ابن حبان، حاکم)

''حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بلاشبہ بندہ اپنے اچھے اخلاق کے ذریعے آخرت کے درجات اور اونچے مقامات کو حاصل کر لیتا ہے جب کہ عبادت میں کمزور ہوتا ہے اور اپنے برے اخلاق کی وجہ سے جہنم کے نچلے طبقے تک پہنچ جاتا ہے۔'' (طبرانی)

''حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے سنا: وہ مسلمان جو شریعت پر عمل کرنے والا ہو اپنی طبیعت کی شرافت اور اچھے اخلاق کی وجہ سے اس شخص کے درجے کو پا لیتا ہے جو رات کو بہت زیادہ قرآن پاک کو نماز میں پڑھنے والا اور بہت روزے رکھنے والا ہو''۔ (احمد، طبرانی، کبیر)

''حضرت صفوان بن سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا میں تمہیں ایسی عبادت نہ بتلاؤں جو آسان اور بدن پر ہلکی ہو ایک خاموشی اور دوسرے اچھے اخلاق"۔ (کتاب الصمت)

"حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مومن کی عزت اس کا دین ہے اور اس کی مروت اس کی عقل ہے اور اس کی شرافت اس کے اخلاق ہیں"۔ (صحیح ابن حبان، حاکم، بیہقی)

"حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ان کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے ابوذر! تدبیر کی طرح کوئی عقل نہیں اور گناہوں سے بچنے کی طرح کوئی پرہیزگاری نہیں اور اچھے اخلاق کی طرح کوئی شرافت نہیں"۔ (صحیح ابن حبان)

"حضرت علاء بن شخیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں چہرہ مبارک کی جانب سے آ کر عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کون سا عمل سب سے افضل ہے، ارشاد فرمایا اچھے اخلاق پھر دائیں طرف سے آ کر دریافت کیا کون سا عمل سب سے افضل ہے؟ ارشاد فرمایا اچھے اخلاق پھر بائیں طرف سے آ کر دریافت کیا یا رسول اللہ! سب سے افضل عمل کیا ہے؟ ارشاد فرمایا اچھے اخلاق پھر پیچھے کی طرف سے آ کر عرض کیا کون سا عمل سب سے افضل ہے؟ چنانچہ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کی طرف متوجہ ہوئے اور ارشاد فرمایا کیا تم سمجھتے نہیں، اچھے اخلاق یہ ہیں کہ جتنا تم سے ہو سکے غصہ نہ کیا کر"۔ (کتاب الصلوۃ)

"حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں اس شخص کے لئے جنت کے اطراف میں ایک گھر (دلانے) کی ذمہ داری لیتا ہوں جو حق پر ہونے کے باوجود بھی جھگڑا چھوڑ دے اور اس شخص کے لئے جنت کے درمیان میں ایک گھر (دلانے) کی ذمہ داری لیتا ہوں جو مذاق میں بھی جھوٹ چھوڑ دے اور اس شخص کے لئے جنت کے بلند ترین درجہ میں ایک گھر (دلانے) کی ذمہ داری لیتا ہوں جو اپنے اخلاق اچھے بنالے"۔ (ابوداؤد، ابن ماجہ، ترمذی)

"حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم سب میں سے مجھے زیادہ محبوب اور قیامت کے دن سب سے قریب وہ لوگ ہوں گے جن کے اخلاق زیادہ اچھے ہوں گے"۔ (ترمذی)

دُعا کیجئے

یا اللہ! ہمیں ظاہری و باطنی ہلاکت سے بچا لیجئے اور اپنی مغفرت و رحمت کا مورد بنا دیجئے اور عذاب نار سے بچا لیجئے۔

یا اللہ! تمام ممالک اسلامیہ میں پھر اسلام کی حیات طیبہ عطا فرما دیجئے۔ ان کی اعانت و نصرت فرمائیے۔

یا اللہ! ہمارے پاس اور کوئی سرمایہ نہیں، کوئی وسیلہ نہیں اقرار جرم کرتے ہیں آپ کے نبی الرحمۃ صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ پیش کر کے آپ کی رحمت کے طلب گار ہیں۔

یا اللہ! اس ماہ کا ایک ایک لمحہ، ایک ایک سانس ہمارے لئے باعث رحمت بنا دیجئے۔

یا اللہ! ہمیں ہر خطا و عصیان سے محفوظ رکھئے ہر تقصیر و کوتاہی سے محفوظ رکھئے۔

میزان عمل میں وزنی ترین نیکی

وعن عبدالله بن عمرو رضی الله عنهما انه سمع رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول: (الااخبرکم باحبکم الی و اقربکم منی مجلسا یوم القیامة)؟ فاعادها مرتین او ثلاثاً . قالوا :نعم یا رسول الله ' قال: (احسنکم خلقاً) رواه احمد و ابن حبان فی صحیحه.

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے سنا میں تم کو وہ لوگ نہ بتلاؤں جو مجھے سب سے زیادہ محبوب اور قیامت کے دن میرے سب سے زیادہ قریب ہوں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو بار یا تین بار یہ سوال دہرایا۔ حاضرین مجلس نے عرض کیا یا رسول اللہ! جی ہاں ارشاد فرمائیے ارشاد فرمایا وہ لوگ جن کے تم میں سب سے زیادہ اچھے اخلاق ہوں''۔ (احمد' صحیح ابن حبان)

''حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ (ایک مرتبہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہوئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اے ابوذر! کیا تم کو دو ایسی خصلتیں نہ بتاؤں جو بدن پر ہلکی ہوں اور اعمال کے ترازو میں دوسرے اعمال سے زیادہ بھاری ہوں۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ضرور ارشاد فرمائیے۔ آپ نے ارشاد فرمایا اچھے اخلاق اور زیادہ خاموش رہنے کی عادت کو لازم پکڑ لو قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے مخلوقات کے اعمال میں یہ دونوں چیزیں بے مثل ہیں''۔ (ابن ابی الدنیا' طبرانی' ابویعلی' ابوالشیخ)

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا میں تم کو تم میں بہتر اور بھلے لوگ نہ بتاؤں؟ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ضرور ارشاد فرمائیے فرمایا تم میں جو عمر کے زیادہ ہوں اور اخلاق کے اچھے ہوں۔ (کہ عموماً بڑھاپے میں چڑ چڑاپن آجاتا ہے لیکن عمر زیادہ ہونے کے باوجود بھی اخلاق کو اچھا رکھا)۔'' (بزار' صحیح ابن حبان)

''حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ میں اور حضرت سمرہ اور ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس مبارک میں تھے کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ بدزبانی اور فحش گوئی کا اسلام سے ذرہ برابر بھی تعلق نہیں اور اسلام کے اچھے وہ ہیں جو اخلاق کے اچھے ہوں''۔ (احمد' طبرانی)

''حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سفر کا ارادہ کیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہو سلم سے عرض کیا اے اللہ کے نبی! مجھے وصیت فرمائیے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک ذرہ برابر بھی نہ ٹھہراؤ انہوں نے عرض کیا مزید وصیت فرمائیے ارشاد فرمایا جب تم سے کوئی گناہ ہو جائے تو اس کے بعد کوئی نیکی کر لو (کہ نیکی گناہ کو مٹا دیتی ہے) انہوں نے عرض کیا اے اللہ کے نبی! مزید وصیت فرمائیے ارشاد فرمائیے فرمایا جے رہنا اور اخلاق کے اچھے رہنا''۔ (صحیح ابن حبان' حاکم)

''حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آخری وصیت جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمائی جس وقت میں نے اپنا پاؤں رکاب میں رکھ لیا تھا وہ یہ تھی معاذ! اپنے اخلاق کو لوگوں کے لئے اچھا بناؤ''۔ (موطا امام مالک)

تشریح:۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیات طیبہ کے آخری دور میں حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یمن کا گورنر بنا کر بھیجا تھا مدینہ طیبہ سے ان کو رخصت کرتے وقت خاص اہتمام سے آپ نے ان کو بہت سی نصیحتیں فرمائی تھیں جو حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مختلف ابواب میں مروی ہیں حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اشارہ اس حدیث پاک میں اس موقع کی طرف ہے اور ان کا مطلب یہ ہے کہ جب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے اپنی سواری پر سوار ہونے لگا اور اس کی رکاب میں میں نے پاؤں رکھا تو اس وقت آخری نصیحت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے یہ فرمائی تھی کہ: اللہ تعالیٰ کے بندوں کے ساتھ خوش اخلاقی سے پیش آنا۔

واضح رہے کہ خوش اخلاقی کا یہ تقاضا نہیں کہ جو مجرم اور ظلم پیشہ بدمعاش سختی کے مستحق ہوں اور سختی کے بغیر ان کا علاج نہ ہوسکتا ہو ان کے ساتھ بھی نرمی کی جائے یہ تو اپنے فرائض کی ادائیگی میں کوتاہی اور مداہنت ہوگی۔ بہرحال عدل و انصاف اور اللہ کی مقرر کی ہوئی حدود کی پابندیوں کے ساتھ مجرموں کی تادیب و تعزیر کے سلسلہ میں ان پر سختی کرنا کسی اخلاقی قانون میں بھی حسن اخلاق کے خلاف نہیں ہے۔ (از معارف الحدیث)

''حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنا جہاں کہیں جس حال میں بھی تم ہو اور گناہ ہو جانے پر اس کے بعد نیکی کرنا کہ وہ نیکی گناہ کو مٹا دے گی اور لوگوں کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آنا''۔ (ترمذی)

''حضرت عمیر بن قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ! کون سی نماز سب سے افضل ہے ارشاد فرمایا جس میں قیام لمبا ہو پھر عرض کیا کون سا صدقہ افضل ہے؟ ارشاد فرمایا ناداری کے باوجود محنت و مزدوری سے کما کر صدقہ کرنا۔

عرض کیا ایمان والوں میں کمال ایمان والے کون ہیں؟ ارشاد فرمایا جو اخلاق کے اچھے ہوں''۔ (طبرانی فی الاوسط)

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا کیا کرتے تھے ''**اللھم کما احسنت خلقی فاحسن خلقی**'' یا اللہ! جیسے آپ نے میرے جسم کی ظاہری بناوٹ اچھی بنائی ہے میرے اخلاق بھی اچھے کر دیجئے''۔ (احمد)

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ایمان والوں میں زیادہ کامل ایمان والے وہ لوگ ہیں جو اخلاق میں زیادہ اچھے ہیں اور تم میں بہتر وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے ساتھ بہتر سلوک کرے۔ (ابوداؤد، ترمذی، بیہقی)

ایک روایت میں یہ بھی اضافہ ہے کہ آدمی مومن ہوتا ہے لیکن اس کے اخلاق میں کوئی بری بات ہوتی ہے جو اس کے ایمان کو کم کر دیتی ہے''۔

تشریح: معلوم ہوا کہ حسن اخلاق کمال ایمان کا ذریعہ ہے اور بداخلاقی ایمان کو کم کرتی ہے۔

دُعا کیجئے

یا اللہ! ہمارے پاس اور کوئی سرمایہ نہیں، کوئی وسیلہ نہیں اقرار جرم کرتے ہیں آپ کے نبی الرحمۃ صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ پیش کر کے آپ کی رحمت کے طلب گار ہیں۔

اخلاق حسنہ کی برکات

وعن ابی هريرة رضی الله عنه ايضا قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :(انكم لن تسعوا الناس باموالكم ولكن يسعهم منكم بسط الوجه و حسن الخلق) رواه ابو يعلى والبزار من طريق احدهما حسن جيد

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم ہرگز اپنے مالوں کے ذریعے لوگوں کو خوش نہیں کر سکتے بلکہ جو چیز تمہاری انہیں خوش کرے گی وہ چہرہ کی بشاشت اور اچھے اخلاق ہیں''۔(ابویعلیٰ' بزار)

''قبیلہ مزینہ کے ایک شخص سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا یا رسول اللہ! سب سے بہتر چیز جو مسلمان شخص کو دی گئی کیا ہے؟ ارشاد فرمایا اچھے اخلاق عرض کیا سب سے بری چیز جو مسلمان کو دی گئی ہو وہ کیا ہے؟ ارشاد فرمایا جب تم کو یہ بات ناگوار ہو کہ لوگوں کے سامنے تمہیں کسی نامناسب کام کو کرتے دیکھا جائے تو تنہائی میں بھی اسے نہ کرنا (گویا مسلمان کی سب سے بری چیز یہ ہے کہ جس کام کو لوگوں کے سامنے کرنا اچھا معلوم نہیں ہوتا ہو اسے تنہائی میں کرے)''۔(عبدالرزاق)

''حضرت ابوثعلبہ خشنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: آخرت میں میرا سب سے زیادہ محبوب اور سب میں مجھ سے زیادہ قریب وہ ہوگا جس کے اخلاق زیادہ اچھے ہوں گے اور میرا سب سے زیادہ مبغوض اور سب میں زیادہ مجھ سے دور وہ ہوں گے جو زیادہ باتونی اور حلق پھاڑنے والے اور بڑا بول بولنے والے تکبر والے ہوں گے''۔(احمد' طبرانی' صحیح ابن حبان' ترمذی)

''حضرت رافع بن مکیث رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو صلح حدیبیہ میں شریک تھے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اچھے اخلاق خیر اور بھلائی میں بڑھنے کا ذریعہ ہیں اور برے اخلاق نحوست ہے اور نیکی عمر میں اضافہ اور برکت کا ذریعہ ہے اور صدقہ بھی بری موت سے بچاتا ہے''۔(احمد' داؤد)

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا مانگا کرتے تھے ''اللهم انی اعوذبک من الشاق والنفاق و سوء الاخلاق'' اے اللہ! میں تجھ سے ضد اضدی سے اور نفاق سے اور برے اخلاق سے پناہ مانگتا ہوں۔

''حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ (خود) نرم ومہربان ہے (نرمی ومہربانی کرنا اس کی ذاتی صفت ہے) اور تمام امور میں نرمی و مہربانی کرنا اس کو محبوب ہے۔ (یعنی اس کو یہ بات پسند ہے کہ اس کے بندے بھی آپس میں نرمی ومہربانی کا برتاؤ کریں)''۔(بخاری ومسلم)

''مسلم کی روایت میں ہے نرمی پر اللہ تعالیٰ جو کچھ (اجر وثواب اور مقاصد میں کامیابی) عطا فرماتا ہے وہ درشتی اور سختی پر عطا نہیں فرماتا اور نرمی کے علاوہ کسی چیز پر بھی عطا نہیں فرماتا''۔(مسلم)

ترجمہ:''حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس چیز میں نرمی ہوتی ہے اس کو زینت بخشتی ہے اور جس چیز میں سے نکال لی جاتی ہے وہ عیب دار ہو جاتی ہے''۔(مسلم)

''حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ عزوجل نرمی پر وہ عطا کرتا

ہے جوسختی پر، عطانہیں کرتا اور اللہ تعالیٰ جب کسی بندے کو پسند کرتا ہے تو اس کو نرمی عطا کرتا ہے جو کوئی گھر والے نرمی سے محروم کردئے گئے وہ بڑی خیر سے محروم ہو گئے اور ایک روایت میں ہے جو شخص نرمی کی صفت سے محروم رہا وہ (ساری) بھلائی سے محروم رہا"۔ (ابوداؤد)

"حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص کو (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) نرمی میں سے حصہ دیا گیا اس کو دنیا و آخرت کی بھلائیوں میں سے حصہ دیا گیا اور جو شخص نرمی کے حصہ سے محروم رہا وہ دنیا و آخرت میں خیر کے حصہ سے محروم رہا"۔ (ترمذی)

"حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بیشک اللہ عزوجل نرمی کو پسند کرتا ہے اور اس سے خوش ہوتا ہے اور نرمی پر وہ مدد کرتا ہے جو درشتی اور سختی پر نہیں کرتا"۔ (طبرانی)

"حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ارشاد فرمایا: اے عائشہ! نرمی کیا کرو۔ اللہ تعالیٰ جب کسی گھر والوں کے لئے خیر اور بھلائی کا ارادہ کرتا ہے تو ان کو نرمی کی صفت عطا کر دیتا ہے"۔ (احمد بزار)

"حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے رایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس کسی گھر والوں کو بھی نرمی کی صفت دی گئی اس نے ان کو ضرور نفع پہنچایا"۔ (طبرانی)

"حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں (ایک مرتبہ) ایک اعرابی نے (مسجد کے آداب سے ناواقفیت کی بناء پر مسجد میں پیشاب کر دیا لوگ اس کی طرف کھڑے ہوئے تا کہ اسے برا بھلا کہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس کو رہنے دو (کچھ نہ کہو) اور پیشاب پر پانی بھرا ڈول بہادو کیونکہ تم کو آسانی کرنے والا بنا کر بھیجا گیا ہے اور تنگی اور سختی کرنے والا بنا کر نہیں بھیجا گیا"۔ (بخاری)

"حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: آسانیاں کرو تنگی نہ کرو اور خوشخبریاں سناؤ نفرتیں نہ دلاؤ"۔ (بخاری، مسلم)

"حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کبھی بھی دو کاموں میں اختیار دیا گیا آپ نے ان میں آسان کو اختیار فرمایا جب تک کہ وہ گناہ اور نافرمانی کی حد تک نہ پہنچے ہاں اگر وہ گناہ ہوتا تو آپ سب سے زیادہ اس سے دور رہنے والے ہوتے۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے لئے کسی بھی چیز کے بارے میں کسی سے بدلہ اور انتقام نہیں لیا ہاں البتہ اگر اللہ تعالیٰ کے حکم کی بے حرمتی کی جاتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم بدلہ اور انتقام لیتے"۔ (بخاری، مسلم)

تشریح:۔ اس سے معلوم ہوا کہ ہر کام میں آسان اور نرم پہلو اختیار کرنا مستحب ہے جب تک کہ وہ حرام یا مکروہ نہ ہو۔

"حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا میں تم کو ایسے شخص کی خبر نہ دوں جو دوزخ کے لئے حرام ہے یا دوزخ کی آگ اس پر حرام ہے؟ (سنو! میں بتاتا ہوں) دوزخ کی آگ ہر ایسے شخص پر حرام ہے جو مزاج کا تیز نہ ہو، نرم ہو نرم خو ہو ایک روایت میں ایک اور صفت کا اضافہ ہے اور وہ لوگوں سے قریب ہونیوالا ہے"۔ (ترمذی، صحیح ابن حبان)

تشریح: حدیث بالا میں یہ ساری صفات قریب المعنی ہیں اور نرم مزاجی کے مختلف پہلوؤں کی یہ ترجمانی کرتے ہیں مطلب یہ ہے کہ جو آدمی اپنے مزاج اور رویہ میں نرم ہو اور اپنی نرم خوئی کی وجہ سے لوگوں سے خوب ملتا جلتا ہو اور دور اور الگ الگ نہ رہتا ہو اور لوگ بھی اس کی اچھی اور شیریں خصلت کی وجہ سے اس سے بے تکلف اور محبت سے ملتے ہوں جس سے بات اور معاملہ کرتا ہو نرمی اور مہربانی سے کرتا ہو ایسا شخص جنتی ہے اور دوزخ کی آگ اس پر حرام ہے لیکن یہ بات ملحوظ رہے کہ اس قسم کی بشارتوں کا تعلق صرف انہی لوگوں سے ہے جو ایمان رکھتے ہوں کہ ایمان کے بغیر اللہ تعالیٰ کے یہاں اعمال اور اخلاق کی کوئی قیمت نہیں۔ (از معارف)

حلم کے فضائل

وعن انس بن مالک رضی الله عنه عن النبی صلی الله علیه وسلم قال: (التانی من الله' والعجلة من الشیطان' وما احداکثرمعاذیر من الله' و ما من شئ احب الی الله من الحمد) رواه ابو یعلیٰ و رواته رواة الصحیح.

ترجمہ: ''حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جلدی نہ کرنے اور کاموں کو متانت اور اطمینان سے انجام دینے کی صفت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور جلد بازی کرنا شیطان کے اثر سے ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے زیادہ کوئی عذر قبول کرنے والا (توبہ قبول کرنے والا) معافی دینے والا نہیں ہے اللہ تعالیٰ کو اس کی تعریف سے زیادہ کوئی پسند نہیں ہے (سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کو یہ پسند ہے کہ اس کی تعریف وحمد کی جائے''۔ (ابویعلی)

''حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (قبیلہ عبدالقیس کے سردار) اشج سے فرمایا: تم میں دو خصلتیں ایسی ہیں جو اللہ تعالیٰ کو محبوب اور پیاری ہیں ایک بردباری (غصہ سے مغلوب نہ ہونا) اور دوسرے جلدی نہ کرنا''۔ (مسلم)

تشریح: اس حدیث پاک کا پس منظر ایک واقعہ ہے اور وہ یہ کہ قبیلہ عبدالقیس کا ایک وفد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لئے مدینہ منورہ آیا۔ اس وفد کے سارے لوگ اپنی سواریوں سے کود کود کر جلدی جلدی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں انتہائی محبت وشوق کے ساتھ پہنچ گئے لیکن اس وفد کے امیر جن کا نام منذر اور عرف اشج تھا انہوں نے جلد بازی نہ کی۔ بلکہ اتر کر پہلے سارے سامان کو یکجا اور محفوظ کیا پھر غسل کیا اور کپڑے تبدیل کئے اور اس کے بعد قناعت اور وقار کے ساتھ خدمت نبوی میں حاضر ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی اس عادت وطرز کو انتہائی پسند فرمایا اور اس موقع پر مذکور ارشاد فرمایا۔ (از معارف باختصار)

''حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ کہتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جا رہا تھا اور آپ کے جسم مبارک پر نجرانی موٹی چادر تھی (جس کو آپ اوڑھے ہوئے تھے) کہ اتنے میں ایک اعرابی نے آ کر آپ کی چادر مبارک کو زور سے پکڑ کر آپ کو اپنی طرف کھینچا میں نے جو آپ کی گردن مبارک کی طرف نگاہ کی تو دیکھا کہ آپ کی چادر کو زور سے کھینچنے کی وجہ سے گردن پر نشان پڑ گیا پھر اس نے کہا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ تعالیٰ نے جو مال دیا ہے اس میں سے مجھے بھی دو چنانچہ آپ اس کی طرف متوجہ ہو کر ہنس پڑے پھر آپ نے اس کو کچھ دینے کے لئے فرمایا''۔ (بخاری' مسلم)

تشریح: اس اعرابی کی سختی کا جواب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نرمی اور بردباری کے ساتھ دیا۔ اللہ نے حق اور سچ فرمایا ''انک لعلی خلق عظیم'' بے شک آپ بڑے اونچے اخلاق والے تھے اور آپ کو اپنی امت پر بڑی شفقت تھی۔ اور حق تعالیٰ نے آپ کی صفت بیان فرمائی۔ ''بالمومنین روف رحیم''۔

''حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ گویا

میں اس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دیکھ رہا ہوں جب کہ آپ انبیاء علیہم السلام میں سے ایک نبی کا واقعہ بیان فرما رہے تھے کہ ان کی قوم نے ان کو مار کر خون آلود کر دیا۔ اور وہ خون کو اپنے چہرہ سے پونچھتے ہوئے یہ کہہ رہے تھے۔ اے اللہ! میری قوم کو معاف کر دے وہ جانتے نہیں ہیں''۔ (بخاری، مسلم)

تشریح: ایسا واقعہ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ طائف میں پیش آیا جو کتب سیرت میں تفصیل سے موجود ہے۔

''حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا: اللہ تعالیٰ کی محبت اس پر واجب ہے جس کو غصہ دلایا گیا پھر اس نے حلم و بردباری سے کام لیا اور غصہ سے مغلوب نہ ہوا''۔ (اصبہانی)

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: طاقتور وہ نہیں جو (اپنے مدمقابل کو) پچھاڑ دے بلکہ طاقتور وہ ہے جو غصہ کی حالت میں اپنے آپ پر قابو پالے''۔ (بخاری، مسلم)

تشریح: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اللہ اور اس کے رسول کا مطالبہ یہ نہیں ہے کہ بندہ کے دل میں وہ کیفیت ہی پیدا نہ ہو جس کو غیظ، غضب اور غصہ کے لفظوں سے تعبیر کیا جاتا ہے (کیونکہ کسی سخت ناگوار بات پر دل میں اس کیفیت کا پیدا ہو جانا تو بالکل فطری امر ہے اور اس سے انبیاء علیہم السلام بھی مستثنیٰ نہیں ہیں) البتہ مطالبہ یہ ہے کہ اس کیفیت کے وقت بھی نفس پر پورا قابو رہے ایسا نہ ہو کہ اس سے مغلوب ہو کر آدمی وہ حرکتیں کرنے لگے جو شان بندگی کے خلاف ہوں۔ (از معارف)

''حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کسی معمولی سی نیکی کو بھی معمولی نہ سمجھنا خواہ یہ نیکی ہی ہو کہ تم اپنے بھائی کے ساتھ خندہ پیشانی سے مل لیا کرو''۔ (مسلم)

''حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہر نیکی صدقہ ہے۔ اور یہ بھی نیکی ہے کہ اپنے بھائی کے ساتھ خندہ پیشانی سے ملو اور اپنے ڈول سے (کنوئیں سے پانی نکال کر) اپنے بھائی کے برتن میں ڈال دو''۔ (احمد، ترمذی)

''حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تمہارا اپنے بھائی کے چہرہ کو دیکھ کر مسکرانا صدقہ ہے۔ اور تمہارا کسی کو نیکی کا حکم دینا صدقہ ہے اور تمہارا کسی کو برائی سے روکنا بھی صدقہ ہے اور کسی بھٹکے ہوئے شخص کو راستہ بتانا (بھی) صدقہ (کا ثواب) رکھتا ہے اور تمہارا راستہ سے تکلیف دہ چیز کو کانٹے کو اور ہڈی کو ہٹانا بھی صدقہ (کا ثواب) رکھتا ہے۔ (ترمذی، صحیح ابن حبان) اور ایک روایت میں اس کا بھی اضافہ ہے کہ کمزور نگاہ والے کو راستہ وغیرہ دکھانا بھی صدقہ ہے''۔

دُعا کیجئے

یا اللہ! ہم کو اپنے نبی الرحمۃ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے شرمندگی سے بچا لیجئے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو خوش کرنے کے لئے ہم پر اور تمام امت مسلمہ پر رحم فرمایئے۔

یا اللہ! آپ کے محبوب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی اس وقت جہاں جہاں بھی ہیں اور دشمنوں کی زد میں ہیں، سازشوں میں ہیں۔ ان کی حفاظت فرمایئے ان کو ہدایت دیجئے اور ان کو دشمنوں سے آزاد کر دیجئے۔ اعدائے دین کی سازشوں سے ان کو بچا لیجئے۔

معمولی نیکی کی قدر و قیمت

وعن ابی جری الهجیمی رضی الله عنه قال: اتیت رسول الله صلی الله علیه وسلم فقلت: یا رسول الله انا قوم من اهل البادیة فعلمنا شیئا ینفعنا الله به؟ فقال: (لاتحقرن من المعروف شیئا ولو ان تفرغ من دلوک فی اناء المستسقی ولوان تکلم اخاک ووجهک الیه منبسط' و ایاک و اسبال الا زار فانه من المخیلة ولایحبهاالله' و ان امروشتمک بما یعلم فیک فلا تشتمه بما تعلم فیه' فان اجره لک ووباله علی من قاله). رواه ابوداؤد والترمذی' وقال: حدیث حسن صحیح ' والنسائی مفرقا' و ابن حبان فی صحیحه واللفظ له.

ترجمہ: ''حضرت ابوجری الہجیمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ایک بار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم دیہات کے رہنے والے ہیں (زیادہ آپ کی صحبت میں رہنے کا موقع نہیں ملتا) لہٰذا کوئی ایسی چیز سکھا دیں کہ حق تعالیٰ شانہٗ ہمیں اس سے فائدہ اور نفع پہنچائے آپ نے ارشاد فرمایا: کسی معمولی سی نیکی کو بھی معمولی نہ سمجھنا خواہ یہ نیکی ہی ہو کہ پانی مانگنے والے کے برتن میں تم اپنے ڈول سے پانی ڈال دو اور خواہ اتنا ہی ہو کہ تمہارا چہرہ اپنے مسلمان بھائی سے بات کرتے وقت کھلا ہوا اور خوش ہو' اور تہبند (یا شلوار وغیرہ) کو ٹخنوں سے نیچے نہ لٹکانا کیونکہ یہ تکبر کی علامت ہے اور حق تعالیٰ اس کو پسند نہیں کرتے اور اگر کوئی شخص تمہیں کسی ایسے عیب کے بارے میں برا بھلا کہے جو وہ تم میں جانتا ہو تم اس کو کسی ایسے عیب کے بارے میں برا بھلا نہ کہنا جو تمہارے علم میں ہو۔ ایسا کرنے سے (تمہیں اس کا عیب چھپانے کا) اجر ملے گا اور اس پر (تمہارے عیب اچھالنے کا) گناہ اور وبال ہوگا''۔ (ابوداؤد' ترمذی' نسائی' صحیح ابن حبان)

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اور اچھی بات کرنا صدقہ ہے''۔ (بخاری' مسلم)

''حضرت مقدام بن شریح اپنے والد سے اور اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے ایسی چیز بتلا دیں جو میرے لئے جنت کو واجب کر دے۔ آپ نے ارشاد فرمایا: جنت کو واجب کرنے والی چیزوں میں ایک کھانا کھلانا' دوسرے سلام پھیلانا اور تیسرے اچھی بات کرنا ایک روایت میں ہے کہ ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا مجھے ایسا عمل بتلا دیں جو مجھے جنت میں داخل کرا دے ارشاد فرمایا: کھانا کھلاؤ اور سلام پھیلاؤ اور اچھی بات کرو اور رات کو نماز پڑھو جب کہ لوگ سو رہے ہوں جنت میں سلامتی کے ساتھ داخل ہو جاؤ گے''۔ (طبرانی' ابن ابی الدنیا' حاکم' بزار)

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر پانچ حق ہیں (۱) سلام کا جواب دینا' (۲) بیمار کی عیادت کرنا' (۳) جنازے کے ساتھ جنا' (۴) دعوت قبول کرنا' (۵) اور چھینکنے والے کے جواب میں "یرحمک اللہ" کہنا اور ایک روایت میں ہے کہ ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر چھ حق ہیں عرض کیا یا رسول اللہ! وہ کیا ہیں۔ ارشاد فرمایا جب ملاقات ہو اس کو سلام کرو' جب دعوت دے اس کو قبول کرو' جب نصیحت چاہے اس کو نصیحت کرو اور جب اسے چھینک آئے اور وہ الحمد للہ کہے اس کو جواب میں "یرحمک اللہ" کہو اور جب بیمار ہو اس کی عیادت کرو اور جب انتقال کر جائے تو اس کے جنازے کے ساتھ جاؤ" (ترمذی' نسائی)

ترجمہ: "حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سلام پھیلاؤ تاکہ تم (اخلاق میں اور الفت ومحبت میں) بلند ہو جاؤ"۔ (طبرانی)

"حضرت اغر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم فرمایا کہ فلاں انصاری آدمی سے کھجوروں کی اتنی مقدار لے لو انہوں نے دینے میں ٹال مٹول کی۔ چنانچہ اس بارے میں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بات کی۔ آپ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرمایا اے ابوبکر! جاؤ اور اس کی کھجوریں اس کو دلواؤ' چنانچہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صبح کی نماز کے بعد مسجد میں ملنے کا وعدہ فرمایا۔ میں نے وعدہ کے مطابق ان کو پا لیا پھر ہم دونوں چلے (راستہ میں) کوئی شخص بھی دور سے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھتا تو سلام کرتا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے (مجھ سے) فرمایا دیکھتے نہیں کہ لوگ کیسے ثواب کما رہے ہیں (سلام میں پہل کرنے کی وجہ سے) (پھر مجھے نصیحت کی) سلام کرنے میں (کوشش کرنا کہ) تم سے کوئی سبقت نہ لے جائے۔ (تم سے پہلے سلام نہ کرے) کیونکہ ہم (نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کی یہ عادت ہے کہ) کوئی شخص دور سے آتا نظر آتا ہے تو اس کے سلام کرنے سے پہلے ہم اسے سلام کرنے میں پہل کرتے ہیں"۔ (طبرانی فی الکبیر والاوسط)

"حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: لوگوں میں اللہ تعالیٰ کے قرب کا زیادہ مستحق وہ ہے جو سلام کرنے میں پہل کرے۔ ایک روایت میں ہے دریافت کیا گیا۔ یا رسول اللہ (ﷺ) دو شخص آپس میں ملاقات کریں سلام میں پہل کون کرے گا؟ ارشاد فرمایا جو دونوں میں اللہ تعالیٰ کی رحمت اور قرب کا زیادہ مستحق ہو"۔ (ابوداؤد' ترمذی)

"حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سوار پیدل چلنے والے کو سلام کرے اور چلنے والا بیٹھنے والے کو سلام کرے اور دو چلنے والوں میں جو دوسرے کو سلام کرنے میں پہل کرے وہ افضل ہے"۔ (بزار' صحیح ابن حبان)

دُعا کیجئے: **یا اللہ!** ہم سے زیادہ محتاج اور کون ہے' ہم آپ کے فضل وکرم کے بہت محتاج ہیں' ہمیں اپنا فرمانبردار بنا لیجئے' اپنے نبی الرحمۃ صلی اللہ علیہ وسلم کا وفادار' سچا اُمتی بنا دیجئے۔

سلامتی کا راستہ

و عن عبدالله ' يعنى ابن مسعود رضى الله عنه عن النبى صلى الله عليه وسلم قال: (السلام اسم من اسماء الله تعالىٰ وضعه فى الارض فافشوه بينكم فان الرجل المسلم اذا مربقوم فسلم عليهم' فردواعليه كان له عليهم فضل درجة بتذكيره اياهم السلام' فان لم يردواعليه رد عليه من هو خير منهم). رواه البزار والطبرانى' واحد اسنادى البزار جيد قوى.

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا :سلام اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ایک نام ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے زمین پر اتارا ہے لہذا اس کو آپس میں خوب پھیلاؤ۔ کیونکہ مسلمان جب کسی قوم پر گزرتا ہے اوران کو سلام کرتا ہے اوروہ اس کو سلام کا جواب دیتے ہیں توان کو سلام یاددلانے کی وجہ سے سلام کرنے والے کو اس قوم پر ایک درجہ فضیلت حاصل ہوتی ہے اوراگروہ جواب نہیں دیتے ہیں تو فرشتے جو انسانوں سے بہتر ہیں اس کے سلام کا جواب دیتے ہیں''۔ (بزار'طبرانی)

''حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ جب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہوئے اور راستہ میں چلتے ہوئے ہمارے درمیان کوئی درخت حائل ہو جاتا (اور تھوڑی دیر کے لئے ایک دوسرے سے غائب ہو جاتے) اوراس کے بعد آمنا سامنا ہوتا تو پھر ایک دوسرے کو سلام کرتے''۔ (طبرانی)

تشریح: معلوم ہوا کہ اگر ملاقات اور سلام کے بعد دو چار لمحہ کے لئے بھی ایک دوسرے سے علیحدہ ہو جائیں اوراس کے بعد پھر ملیں تو دوبارہ سلام کیا جائے اور دوسرا اس کا جواب دے۔ اس سے خود اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ سلام کی شریعت اسلامیہ میں کتنی اہمیت ہے۔

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: جب تم میں سے کوئی کسی مجلس میں جائے تو سلام کرے (اس کے بعد بیٹھنا چاہے تو بیٹھ جائے جیسا کہ دوسری روایت میں اس کی صراحت بھی ہے) پھر جب مجلس سے اٹھ کر جانے لگے تو پھر سلام کرے کیونکہ پہلا سلام دوسرے سلام سے بڑھا ہوا نہیں ہے (یعنی جس طرح ملاقات کے وقت سلام کرنا سنت ہے ایسے ہی رخصت ہوتے وقت بھی سلام کرنا سنت ہے) اورایک روایت میں یہ بھی اضافہ ہے کہ جو شخص مجلس سے اٹھ کر جاتے وقت سلام کر کے جائے تو اس کے جانے کے بعد مجلس کے لوگ جس خیر میں مشغول ہوں گے یہ بھی (اجر وثواب کے اعتبار سے) ان کا شریک رہے گا''۔ (ابوداؤد'ترمذی'نسائی)

''حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا جو کسی مجمع میں آکر شریک ہوا اس کے ذمہ ہے کہ وہ مجمع کو سلام کرے اور جو کسی مجلس سے اٹھ کر جائے اس کے ذمہ ہے کہ سلام کر کے جائے کچھ ہی دیر بعد ایک شخص بغیر سلام کئے مجلس سے اٹھ کر چل دیا اور نبی کریم صلی اللہ

علیہ وسلم بات فرمارہے تھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (اس پر) ارشاد فرمایا کتنی جلدی یہ شخص (وہ بات جو ابھی بتائی تھی کہ مجلس سے جاتے وقت سلام کرنا چاہئے) بھول گیا''۔(احمد)

''حضرت معاویہ بن قرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: اے بیٹے! اگر تم کسی ایسی مجلس میں ہو جس کی خیر کی تمہیں امید ہو پھر تمہیں کوئی ضرورت پیش آئی جس کی وجہ سے جلدی جانا پڑ گیا تو السلام علیکم کہہ کر جاؤ۔ کہ اس کی وجہ سے تم مجلس والوں کے ساتھ اس خیر میں شریک ہو جاؤ گے''۔(طبرانی)

''حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور اس نے کہا ''السلام علیکم'' آپ نے اس کے سلام کا جواب دیا پھر وہ مجلس میں بیٹھ گیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا دس (یعنی اس شخص کے لئے اس کے سلام کی وجہ سے دس نیکیاں لکھی گئیں) پھر ایک شخص آیا اس نے کہا: ''السلام علیکم ورحمۃ اللہ'' آپ نے اس کے سلام کا جواب دیا پھر وہ بیٹھ گیا تو آپ نے ارشاد فرمایا بیس (یعنی اس کے لئے بیس نیکیاں لکھی گئیں) پھر ایک تیسرا شخص آیا اس نے کہا۔ ''السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'' آپ نے اس کے سلام کا جواب دیا اور وہ مجلس میں بیٹھ گیا تو آپ نے فرمایا تیس (یعنی اس کے لئے تیس نیکیاں ثابت ہو گئیں)۔(ابوداؤد، ترمذی، نسائی، بیہقی)

اور ابوداؤد کی روایت میں جو حضرت سہل بن معاذ اپنے والد معاذ بن انس سے نقل کرتے ہیں یہ ہے پھر ایک چوتھا شخص آیا اس نے کہا السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ومغفرتہ آپ نے (اس کے سلام کا جواب دیا) اور فرمایا اس کے لئے چالیس نیکیاں لکھی گئی ہیں۔ نیز فرمایا کہ اسی طرح ثواب میں اضافہ ہوتا رہتا ہے (یعنی سلام کرنے والا جس قدر الفاظ بڑھاتا جائے گا اسی قدر اس کے ثواب میں اضافہ ہوتا جائے گا) البتہ دلائل کی وجہ سے زیادہ صحیح بات یہ ہے کہ ومغفرتہ سے اضافہ نہ کیا جائے''۔

''حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ چالیس اعمال ہیں جن میں سب سے اعلیٰ یہ کہ کسی کو جانور دودھ کے استعمال کے لئے دیا جائے (اور جب وہ دودھ ختم ہو جائے تو جانور واپس کر دیا جائے) جو کوئی ان میں سے کسی عمل کو ثواب کی امید اور اس پر وعدہ کی تصدیق کے ساتھ کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں ضرور داخل کرے گا' حسان کہتے ہیں کہ ہم نے ان چالیس اعمال کو شمار کیا اعلیٰ عمل سے کم درجے کے اعمال جن میں سلام کا جواب چھینکنے والے کی چھینک کا جواب ''یرحمک اللہ'' سے اور راستہ سے تکلیف دہ چیز کو ہٹانا وغیرہ ہم پندرہ تک بھی شمار نہ کر سکے''۔(بخاری وغیرہ)

تشریح: حدیث بالا سے معلوم ہوا ان چالیس اعمال میں سے جن پر جنت کے داخلہ کی خوشخبری ہے ''سلام کا جواب'' دینا بھی ہے۔

دُعا کیجئے

اے اللہ! ہمارے دل کو نفاق سے عمل کو ریا سے زبان کو جھوٹ سے اور آنکھ کو خیانت سے پاک فرما دیجئے کیونکہ آپ آنکھوں کی چوری اور جو کچھ دل چھپاتے ہیں جانتے ہیں۔

اے اللہ! علم سے ہماری مدد فرما اور حلم سے ہمیں آراستہ فرما اور پرہیزگاری سے بزرگی عطا فرما اور امن سے ہمیں جمال عطا فرمائیے۔

اخلاق حسنہ کے تقاضے

وعن ابی هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : (اعجز الناس من عجز في الدعاء وابخل الناس من بخل بالسلام) رواه الطبرانی فی الاوسط' وقال: لایروی عن النبی صلی الله علیه وسلم الا بهذا الاسناد.

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: لوگوں میں سب سے زیادہ عاجز وہ ہے جو دعا میں عاجز ہو (یعنی حق تعالیٰ سے دعا ہی نہ مانگے) اور لوگوں میں سب سے بڑا بخیل وہ ہے جو سلام میں بخل کرے''۔ (طبرانی' اوسط)

''حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوکر عرض کیا کہ میرے باغ میں فلاں شخص کا کھجور کا درخت ہے اور صورت حال یہ ہے کہ وہاں اس درخت کے ہونے سے مجھے تکلیف پہنچتی ہے (کیونکہ وہ شخص اپنے اس درخت کی وجہ سے بے وقت میرے باغ میں آتا جاتا ہے) چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کو اس شخص کے پاس بھیجا (تاکہ اس کو بلالائے جب وہ آیا تو) آپ نے فرمایا تم اپنا کھجور کا درخت میرے ہاتھ فروخت کردو جو فلاں کے باغ میں ہے۔ اس نے کہا کہ میں فروخت نہیں کرتا آپ نے فرمایا کہ اگر اس درخت کو بیچنے میں تمہیں عار محسوس ہوتا ہے تو) اس کو میرے نام ہبہ کردو اس نے کہا میں ہبہ بھی نہیں کرتا۔ آپ نے فرمایا کہ ''اچھا اس درخت کو تم میرے ہاتھ کھجور کے ایسے درخت کے عوض فروخت کردو جو تمہیں جنت میں ملے'' اس نے کہا میں اس طرح بھی فروخت نہیں کرتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے تم سے بڑا بخیل کسی شخص کو نہیں دیکھا اس شخص کے علاوہ جو سلام کرنے میں بخل کرتا ہے (یعنی سلام میں کوتاہی کرنے والا شخص تم سے بھی بڑا بخیل ہے کہ وہ اتنا ذرا سا کام کرکے بھی زیادہ ثواب حاصل کرنا نہیں چاہتا''۔ (احمد' بزار)

تشریح: علماء نے لکھا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص سے جو کچھ فرمایا وہ سفارش کے طور پر تھا حکم کے طور پر نہیں تھا اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو حکم کے طور پر فرماتے تو وہ ہرگز انکار کرنے کی جرات نہ کرتا کیونکہ بہرحال وہ مسلمان تھا اور مسلمان ہونے کی حیثیت سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی حکم سے برملا انکار کسی صورت میں نہیں کرسکتا تھا ہاں اگر وہ مسلمان نہ ہوتا تو حکم نبوی سے اس کا انکار کرنا کوئی تعجب خیز امر نہ ہوتا لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ تم اس درخت کو جنت کے کھجور کے درخت کے بدلے میں میرے ہاتھ فروخت کردو اس بات کی دلیل ہے کہ وہ یقیناً مسلمان تھا البتہ طبیعت کی سختی سے خالی نہ تھا۔ (از مظاہر حق)

''حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس آدمی کو اس بات سے خوشی ہو کہ لوگ اس کی تعظیم میں کھڑے رہیں اسے چاہئے کہ وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے''۔ (ابوداؤد' ترمذی)

تشریح: ظاہر ہے کہ اس وعید کا تعلق اس صورت سے ہے جب کہ کوئی آدمی خود یہ چاہے اور اس سے خوش ہو کہ اللہ کے بندے اس کی تعظیم کے لئے کھڑے ہوں' اور یہ تکبر کی نشانی ہے اور تکبر والوں کی جگہ جہنم ہے جس کے حق میں فرمایا گیا ہے ''فبئس مثوی

المتکبرین '' (وہ دوزخ متکبرین کا برا ٹھکانا ہے لیکن اگر کوئی خود بالکل نہ چاہے مگر دوسرے لوگ اکرام اور محبت کے جذبہ میں اس کے لئے کھڑے ہوجائیں تو یہ بالکل دوسری بات ہے اگر چہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے لئے اس کو بھی پسند نہیں فرماتے تھے۔ (از معارف)

'' حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عصا کا سہارا لیتے ہوئے باہر تشریف لائے تو ہم کھڑے ہو گئے آپ نے ارشاد فرمایا تم اس طرح مت کھڑے ہو جس طرح عجمی لوگ ایک دوسرے کی تعظیم کے لئے کھڑے ہوجاتے ہیں''۔ (ابوداؤد، ابن ماجہ)

تشریح: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد یہ تھی کہ یہ عجمی لوگوں کا دستور ہے کہ جب ان کا کوئی سردار یا بڑا آدمی ان کی مجلس میں آتا ہے تو صرف اس کو دیکھتے ہی بڑبڑا کر کھڑے ہو جاتے ہیں اور پھر اس کے سامنے باادب دست بستہ کھڑے رہتے ہیں چنانچہ حدیث بالا کے الفاظ سے اسی طرف اشارہ فرمایا کہ ان میں کے چھوٹے اور کمتر لوگ اپنے بڑے اور اونچی حیثیت کے لوگوں کو صرف دیکھ کر اس طرح کھڑے ہوجاتے ہیں کہ اگر وہ کھڑے نہ ہوئے تو وہ بڑے لوگ ان سے ناراض ہوجائیں گے اور پھر تعظیماً ان کے سامنے کھڑے رہتے ہیں اس توجیہ سے یہ بات واضح ہوگئی کہ یہاں حدیث میں اصل کھڑے ہونے کے ممنوع ہونا ثابت نہیں ہوتا جس کا جواز دوسری احادیث سے ثابت ہے جیسا کہ جب حضرت سعدؓ بنوقریظہ کا فیصلہ کرنے کے لئے بطور ثالث آئے اور مسجد کے قریب پہنچے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ان کو دیکھ کر) فرمایا اے انصار! تم اپنے سردار کے لئے کھڑے ہوجاؤ لہذا اس سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی آدمی خود بالکل نہ چاہے مگر دوسرے لوگ اکرام و عقیدت و محبت کے جذبے میں اس کے لئے کھڑے ہوجائیں تو یہ بالکل دوسری بات ہے اگر چہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے لئے اس کو بھی پسند نہیں فرماتے تھے۔ (از مظاہر، معارف)

'' حضرت براء رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو دو مسلمان آپس میں ملتے ہیں اور مصافحہ کرتے ہیں تو جدا ہونے سے پہلے دونوں کے گناہ معاف کردیئے جاتے ہیں''۔ (ابوداؤد، ترمذی)

'' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب دو مسلمان ملاقات کریں اور مصافحہ کریں اور اسکے ساتھ) اللہ تعالیٰ کی حمد اور اپنے لئے مغفرت طلب کریں تو انکی مغفرت ہوہی جائیگی''۔ (ابوداؤد)

'' ابوداؤد اعمی سے روایت ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ میری ملاقات حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے ہوئی۔ انہوں نے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھ سے مصافحہ فرمایا اور میری طرف دیکھ کر ہنسے۔ پھر فرمایا معلوم ہے کہ میں نے تمہارا ہاتھ کیوں پکڑا؟ میں نے کہا اس کی وجہ تو مجھے معلوم نہیں البتہ میرا گمان یہی تھا کہ آپ نے کسی خیر اور بھلائی ہی کی وجہ سے یہ کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے ملے تھے اور میرے ساتھ بھی آپ نے یہی کیا تھا۔ پھر فرمایا تھا معلوم ہے میں نے ایسا کیوں کیا؟ میں نے کہا مجھے تو معلوم نہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا دو مسلمان جب ایک دوسرے سے ملتے ہیں اور مصافحہ کرتے ہیں اور ہر ایک دوسرے کے سامنے (بشاشت اور خوشی سے) ہنستا ہے اور یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ ہی کی رضامندی کیلئے کرتے ہیں تو ان کی مغفرت کردی جاتی ہے''۔ (طبرانی)

دُعا کیجئے: یااللہ! موجودہ دور میں ہمیں دین اسلام پر مضبوطی سے کاربند فرما اور غیر اسلامی تہذیب کے اثرات سے ہمیں اور ہماری نسلوں کی حفاظت فرما۔ آمین

ملاقات کے آداب

و عن انس رضی الله عنه عن نبی الله صلی الله علیه وسلم قال: (مامن مسلمین التقیا' فاخذ احدهما بید صاحبه الا کان حقا علی الله عزوجل یحضر دعاء هما ولایفرق بینا ایدیهما حتی یغفرلهما) . واللفظ له والبزار وابویعلی' و رواة احمد کلهم ثقات الامیمون المرادی' و هذا الحدیث مما انکر علیه.

ترجمہ: ''حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جوکوئی دومسلمان آپس میں ملاقات کریں پھران میں سے ایک اپنے ساتھی کا ہاتھ (مصافحہ کے لئے) پکڑے تو اللہ تعالی پر حق ہے کہ ان کی دعا کو قبول کرے اور دونوں کے جدا ہونے سے پہلے ان دونوں کی مغفرت کردے''۔(احمد'بزار'ابویعلی)

''حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ جب ایک دوسرے سے ملاقات کرتے تو مصافحہ کرتے اور جب سفر سے واپس آتے تو ایک دوسرے سے معانقہ کرتے''۔(طبرانی)

''حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مؤمن جب مومن سے ملتا ہے اس کو سلام کرتا ہے اور اس کا ہاتھ پکڑ کر مصافحہ کرتا ہے تو دونوں کے گناہ اس طرح جھڑتے ہیں جیسے درخت کے پتے جھڑتے ہیں''۔(طبرانی فی الاوسط)

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے ہوئی آپ نے ان سے مصافحہ کرنا چاہا تو حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ ایک طرف کو ہٹ گئے اور کہنے لگے میں تو حالت جنابت میں ہوں (یعنی اس حالت میں مصافحہ کیسے کروں؟) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مسلمان جب اپنے بھائی سے مصافحہ کرتا ہے تو دونوں کے گناہ ایسے گرجاتے ہیں جیسے درخت سے پتے گرتے ہیں''۔(بزار)

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب دو مسلمان آپس میں مل کر مصافحہ کرتے ہیں اور ایک دوسرے کی خیریت اور حال دریافت کرتے ہیں حق تعالی شانہ ان پر سو رحمتیں نازل کرتا ہے ننانوے رحمتیں اس پر جو دونوں میں زیادہ بشاشت اور تازہ روئی وخندہ پیشانی سے ملنے والا اور اپنے بھائی کا حال اور خیریت زیادہ اچھی طرح دریافت کرنے والا ہو''۔(طبرانی)

''حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مسلمان جب اپنے مسلمان بھائی سے ملتا ہے اس کا ہاتھ پکڑتا ہے یعنی مصافحہ کرتا ہے تو دونوں کے گناہ ایسے گرجاتے ہیں جیسے تیز ہوا چلنے کے دن سوکھے درخت سے پتے گرتے ہیں اور ان دونوں کے گناہ معاف کردئے جاتے ہیں اگرچہ ان کے گناہ سمندر کے جھاگ کے برابر ہوں''۔(طبرانی)

''حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سلام کی تکمیل مصافحہ ہے''۔(ترمذی)

تشریح: ملاقات کے وقت محبت ومسرت اور جذبہ اکرام و احترام کے اظہار کا ایک ذریعہ سلام کے علاوہ اور اس سے بالاتر

مصافحہ بھی ہے عموماً سلام کے ساتھ اور اس کے بعد ہوتا ہے اور اس سے سلام کے ان مقاصد کی گویا تکمیل ہوتی ہے۔ (از معارف)

"حضرت قتادہ (تابعی رحمۃ اللہ تعالی) کہتے ہیں کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ کیا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ (باہمی ملاقات کے وقت سلام کے بعد) مصافحہ کرتے تھے؟ انہوں نے فرمایا کہ جی ہاں!"۔ (بخاری، ترمذی)

"حضرت ابو ایوب ابن بشیر بنو عنزہ کے ایک شخص سے روایت کرتے ہیں کہ اس نے بیان کیا کہ میں نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے کہا جب ان کو شام کی طرف بھیجا گیا کہ میں آپ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث میں سے ایک حدیث کے متعلق دریافت کرنا چاہتا ہوں انہوں نے فرمایا میں تمہیں بتاؤں گا البتہ اگر (مصلحت نہ ہوئی) تمہیں بتانا مناسب نہ ہوا تو نہیں بتاؤں گا۔ میں نے کہا اس میں کوئی ایسی بات نہیں جو نامناسب ہو۔ آپ لوگ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کیا کرتے تھے تو کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آپ لوگوں سے مصافحہ بھی کیا کرتے تھے؟ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے جب بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی تو آپ نے مجھ سے مصافحہ فرمایا اور ایک دن کا واقعہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بلانے کے لئے میرے پاس ایک شخص کو بھیجا اس وقت میں اپنے گھر میں موجود نہیں تھا جب میں گھر آیا تو مجھے اس کی اطلاع کی گئی کہ آپ نے مجھے بلانے کے لئے کسی کو بھیجا تھا۔ چنانچہ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اس وقت آپ ایک تخت پر تشریف فرما تھے آپ نے مجھے گلے لگایا اور گلے لگانا (حصول لطف و سرور اور برکت کے اعتبار سے مصافحہ کی بہ نسبت) بہتر تھا کہیں زیادہ بہتر!" (ابوداؤد)

تشریح: اس سے معلوم ہوا کہ سفر سے آنے کے علاوہ دوسری حالتوں میں بھی اظہار محبت و عافیت کے پیش نظر معانقہ کرنا ثابت ہے۔" (از مظاہر حق)

"حضرت خراسانی تابعی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم باہم مصافحہ کیا کرو اس سے کینہ کی صفائی ہوتی ہے اور آپس میں ایک دوسرے کو ہدیہ کرو اس سے تم میں باہمی محبت پیدا ہوگی اور دلوں سے دشمنی دور ہوگی"۔ (مالک)

تشریح: یہاں اس بات کو یاد کر لیا جائے کہ ہر عمل کی تاثیر اور برکت اسی شرط کے ساتھ مشروط ہے کہ اس کا یقین ہو اور عمل کے وقت اس کا استحضار اور دھیان ہو یہی اس کی روح ہے جو دانہ بے جان ہو چکا اس سے پودا نہیں اگتا۔

دُعا کیجئے

یا اللہ! ہم کو اپنی عبادات وطاعات خاصہ کی توفیق، اپنے نبی الرحمۃ صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع کی توفیق فرمائیے۔

یا اللہ! یا اللہ لغزشوں سے نفس و شیطان کے مکائد سے ہم کو محفوظ فرمائیے۔

یا اللہ! مجبوراً معاشرہ کے غلبہ سے اور نفس و شیطان کے غلبہ سے ہم سے جو فسق و فجور کے کام ہوئے ہیں ہم ان سے نفرت کرتے ہیں اور چھوڑ دینے کا عزم کرتے ہیں۔ مگر ڈرتے ہیں کہ پھر ہم سے ان کا ارتکاب ہو جائے گا۔ یا اللہ آپ ہی محافظ حقیقی ہیں۔ رحم کرنے والے ہیں، ہم پر رحم فرمائیے، ہمیں محفوظ رکھئے اور اپنا مورد رحمت بنا لیجئے۔

سلام کے احکام

وعن جابر رضی الله عنه قال : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :(تسليم الرجل باصبع واحدة يشيربها فعل اليهود) رواه ابو يعلى' و رواته رواة الصحيح' والطبرانی واللفظ له.

ترجمہ: ''حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: آدمی کا ایک انگلی کے اشارہ سے سلام کرنا یہ یہود کا فعل ہے''۔(ابویعلی)

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہودیوں اور عیسائیوں کو سلام کرنے میں پہل نہ کرو اور جب تم راستے میں ان میں سے کسی سے ملو تو ان کو تنگ ترین راستہ پر چلے جانے پر مجبور کرو''۔(مسلم ابوداؤد ترمذی)

تشریح:''سلام کرنے میں ابتداء نہ کرو'' کا مطلب یہ ہے کہ پہلے تو ان کو''السلام علیکم'' نہ کہو۔ کیونکہ سلام میں پہل کرنا درحقیقت اسلامی تہذیب کا بخشا ہوا ایک اعزاز ہے جس کے مستحق وہی لوگ ہو سکتے ہیں جو اسلامی تہذیب کے پیرو ہوں اور مسلمان ہوں اس اعزاز کا استحقاق ان لوگوں کو حاصل نہیں ہوسکتا جو دین کے دشمن اور اللہ تعالیٰ کے باغی ہیں اسی طرح ان باغیوں اور دشمنوں کے ساتھ سلام اور اس جیسی دوسری چیزوں کے ذریعے الفت ومحبت کے مراسم قائم کرنا بھی جائز نہیں ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''آپ ایسی کوئی قوم نہ پائیں گے جو اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتی ہو اور ان لوگوں سے بھی دوستی رکھتے ہوں جو اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں''۔

ہاں اگر وہ لوگ سلام میں پہل کریں اور السلام علیک یا السلام علیکم کہیں تو اس کے جواب میں صرف علیک یا علیکم کہہ دیا جائے اور علماء نے لکھا ہے کہ زیادہ بہتر یہ ہے کہ غیر مسلم کے جواب میں''ھداک اللہ'' کہا جائے۔ نیز بعض علماء نے لکھا ہے کہ کسی مجبوری وضرورت کی بنا پر یہود ونصاریٰ کے ساتھ سلام میں پہل کرنی جائز ہے اور یہی حکم ان مسلمانوں کا بھی ہے جو بدعت اور فسق میں مبتلا ہوں۔

اسلامی سلطنت میں رہنے والے کسی مسلمان نے کسی اجنبی کو سلام کیا اور پھر معلوم ہوا کہ وہ ذمی ہے تو اس صورت میں مستحب یہ ہے کہ اپنے سلام کو واپس کرنے کا مطالبہ کرے یعنی کہے کہ''استرجعت سلامی''(میں اپنے سلام کو واپس لینے کا مطالبہ کرتا ہوں)۔

حدیث بالا کے آخری الفاظ کا مطلب یہ ہے کہ یہود ونصاریٰ: جو دین کے دشمن ہیں اور اپنے مکروفریب کی طاقتوں کے ذریعے اللہ تعالیٰ: کے جھنڈے کے سرنگوں کرنا چاہتے ہیں اس سلوک کے مستحق ہیں کہ جب وہ راستہ میں ملیں تو ان پر اتنا دباؤ ڈالا جائے کہ وہ یکسو ہو کر گزرنے پر مجبور ہو جائیں اور ان پر راستہ تنگ ہو جائے تاکہ اسلام کی عظمت وشوکت اور مسلمانوں کا دبدبہ ظاہر ہو۔ مشکوۃ کے بعض حواشی میں یہ مطلب لکھا ہے کہ ان کو یہ حکم دو کہ وہ ایک طرف ہو جائیں اور کنارے پر چلیں تاکہ راستہ کا درمیانی حصہ مسلمانوں کی آمدورفت کے لئے مخصوص رہے۔(از مظاہر حق جدید)

''حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب اہل کتاب یعنی یہود ونصاریٰ تمہیں سلام کریں تو ان کے جواب میں کہو''وعلیکم''(بخاری، مسلم)

تشریح: نووی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اہل کتاب کے سلام کا جواب دیا جائے لیکن''وعلیکم

السلام" نہ کہا جائے یعنی جواب دینے والا نہ علیکم السلام کہے اور نہ علیک السلام بلکہ صرف وعلیکم یا وعلیک کہے (کہ تجھ پر وہ برائی پڑے کہ جس کا تو مستحق ہے) بلکہ وہ علیکم بھی اس صورت میں کہے جب کہ وہ ایک سے زائد ہوں۔ اور اگر ایک ہی ہو تو علیکم نہ کہے کیونکہ اس طرح اس کی تعظیم وتوقیر لازم آئے گی۔ (از مظاہر حق)

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے کسی کے گھر میں ان کی اجازت کے بغیر جھانکا تو گھر والوں کے لئے جائز ہے کہ وہ جھانکنے والے کی آنکھ پھوڑ دیں اور ایک روایت میں ہے اگر جھانکنے والے کی آنکھ پھوڑ دی تو ہدر ہوئی (اس پر کوئی قصاص یا دیت واجب نہیں جیسا کہ نسائی کی روایت میں اس کی صراحت ہے)''۔ (بخاری، مسلم، ابوداؤد)

''حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے (کسی کے گھر کے دروازے کے) پردہ کو اجازت لینے سے پہلے اٹھا کر اپنی نگاہ اندر ڈال دی تو اس نے ایسے کام کا ارتکاب کیا جو اس کے لئے جائز نہیں تھا۔ اور اگر کوئی شخص اس کی آنکھ پھوڑ دیتا تو ہدر جاتی۔ اور اگر کوئی شخص کسی کے دروازے پر سے گزرا جس پر کوئی پردہ نہیں تھا اور گھر والوں کے ستر کو دیکھ لیا تو اس پر کوئی گناہ نہیں بلکہ گھر والوں پر گناہ ہے۔ (کہ پردہ کیوں نہیں ڈالا)''۔ (احمد، ترمذی)

''حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے گھروں میں داخل ہونے کی اجازت لینے کے متعلق دریافت کیا گیا؟ آپ نے ارشاد فرمایا جس نے کسی کے گھر میں اجازت لینے اور سلام کرنے سے پہلے اپنی نگاہ ڈال دی یہ کوئی اجازت نہ ہوئی اور یقیناً اس نے اپنے رب کی نافرمانی کی (گناہ کا ارتکاب کیا)''۔ (الطمرانی)

''حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض حجروں میں جھانکا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تیر لے کر اس کی طرف کھڑے ہوئے گویا کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس شخص کی طرف آہستہ سے چھپ کر اٹھے تاکہ اس کو تیر ماریں اور ایک روایت میں ہے کہ ایک اعرابی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازے پر آیا اور اپنی آنکھ دروازے کے سوراخ کے سامنے کر دی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو دیکھ لیا چنانچہ آپ نے کوئی لوہا یا لکڑی کو لینا چاہا تاکہ اس کی آنکھ پھوڑ دیں جب اس اعرابی نے آپ کو دیکھا تو پیچھے کو ہٹ گیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو فرمایا اگر تم یہیں کھڑے رہتے تو میں تمہاری آنکھ پھوڑ دیتا''۔ (بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی)

دُعا کیجئے

یا اللہ! ہم سے زیادہ محتاج اور کون ہے، ہم آپ کے فضل وکرم کے بہت محتاج ہیں، ہمیں اپنا فرمانبردار بنا لیجئے، اپنے نبی الرحمۃ صلی اللہ علیہ وسلم کا وفادار، سچا اُمتی بنا دیجئے۔

یا اللہ! تمام لعنت زدہ کاموں سے ہمیں بچا لیجئے کہ ہم جن سے آپ ناراض ہوتے ہیں۔ یا اللہ ہم آپ کے مواخذہ کو برداشت نہیں کر سکتے نہ دنیا میں نہ آخرت میں۔

یا اللہ! ہمیں اپنی اتنی محبت عطا فرما کہ آپ کے احکامات اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک سنتوں پر چلنا ہمارے لئے نہایت سہل ہو جائے۔

اسلامی آداب معاشرت

و عن سهل بن سعد الساعدی رضی الله عنه ان رجلا اطلع علی رسول الله صلی الله علیه وسلم من جحر فی حجرة النبی صلی الله علیه وسلم و مع النبی مدراة یحک بها راسه 'فقال النبی صلی الله علیه وسلم: (لوعلمت انک تنظر لطعنت بها فی عینک انما جعل الاستئذان من اجل البصر) رواه البخاری و مسلم والترمذی والنسائی

ترجمہ: ''حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی حجرے میں جھانکا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک کنگھی تھی جس سے آپ اپنے سر مبارک کو کھجا رہے تھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اگر مجھے معلوم ہوتا کہ تم دیکھ رہے ہو تو میں تمہاری آنکھ میں یہ کنگھی مارتا۔ اجازت لینا گھر کے اندر دیکھنے ہی کے لئے تو ہے۔ (یعنی اگر اجازت لینے سے پہلے اندر دیکھ لو تو گویا اجازت کے بغیر گھر کے اندر داخل ہو گئے)''۔ (بخاری' مسلم' ترمذی' نسائی)

''حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تین چیزیں ایسی ہیں جس کا کرنا کسی کے لئے جائز نہیں ہے۔ (۱) کوئی شخص لوگوں کی امامت کرائے اور دعا صرف اپنے لئے کرے مقتدیوں کے لئے نہ کرے اگر ایسا کیا تو اس نے مقتدیوں کے ساتھ خیانت کی (کہ مقتدیوں کے لئے دعا کرنا یہ امام پر ان کا حق ہے)۔ (۲) اجازت لینے سے پہلے کسی کے گھر کے اندر نہ دیکھے اگر ایسا کیا تو وہ (اجازت کے بغیر) اندر داخل ہو گیا۔ (۳) پیشاب کو روک کر نماز نہ پڑھے جب تک کہ قضا حاجت نہ کرے لے (کہ اس صورت میں نماز میں خشوع نہیں رہتا اور نماز جلدی جلدی پڑھی جاتی ہے)''۔ (ابوداؤد' ترمذی' ابن ماجہ)

''حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے سنا گھروں کے دروازوں کے بالکل سامنے آ کر کھڑے نہ ہو بلکہ دروازے سے دائیں بائیں کھڑے ہو کر پہلے اندر آنے کی اجازت مانگو (کہ دروازے کے سامنے کھڑے ہونے سے کہیں اچانک دروازہ کھلنے کی صورت میں بے پردگی نہ ہو جائے) اگر اجازت مل جائے تو اندر داخل ہو ورنہ واپس لوٹ جاؤ''۔ (طبرانی' کبیر)

تشریح:۔ جیسا کہ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول مبارک تھا کہ آپ جب کسی کے گھر جانے کے لئے اس کے دروازے پر پہنچتے تو دروازہ کی طرف منہ کر کے کھڑے نہ ہوتے بلکہ دائیں بائیں جانب کھڑے ہوتے اور پھر اجازت مانگنے کے لئے فرماتے السلام علیکم۔ السلام علیک۔ (ابوداؤد)

سبحان اللہ! ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کیسی پیاری معاشرت امت کو دے گئے جس میں حیاء وشرم عصمت وعفت اور پاکی وپاکدامنی ہے کاش! امت اس کو سیکھے اور عمل کرے۔

''حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے کوئی ایسا

خواب دیکھنا بیان کیا جو حقیقت میں اس نے نہ دیکھا ہو اس پر یہ لازم کیا جائے گا کہ دو جو کے درمیان گرہ لگائے اور ہرگز وہ ایسا نہ کر سکے گا اور اس نے ان لوگوں کی بات سنی جس کا سننا ان کو گوارا تھا قیامت کے دن اس کے کانوں میں پگھلا ہوا سیسہ ڈالا جائے گا اور جس نے کوئی (جاندار کی) تصویر بنائی اس کو عذاب دیا جائے گا یا اس پر لازم کیا جائے گا کہ اس میں روح ڈالے جب کہ وہ روح ڈال نہ سکے گا''۔ (بخاری وغیرہ)

''عامر بن سعد سے روایت ہے کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے گھر میں تھے کہ ان کے پاس ان کا بیٹا عمر آیا۔ جب حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے ان کو دیکھا تو فرمایا میں اس سوار کے شر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں چنانچہ وہ سواری سے اتر کر آئے اور حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے کہنے لگے آپ (اطمینان سے) اپنے اونٹوں اور بکریوں میں آ گئے اور لوگوں کو اس حال میں چھوڑ دیا کہ وہ آپس میں ملک وسلطنت کے بارے میں جھگڑتے رہیں۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر ان کے سینہ میں مارا اور فرمایا خاموش رہو! میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس بندۂ کو پسند فرماتے ہیں جو تقویٰ والا ہو دل کا غنی ہو اور چھپا یا ہوا ہو''۔ (مسلم)

''حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے دریافت کیا یا رسول اللہ ! سب سے افضل کون شخص ہے؟ ارشاد فرمایا وہ مومن جو اللہ کی راہ میں اپنی جان اور مال سے جہاد کرے اس نے دریافت کیا پھر کون؟ ارشاد فرمایا پھر وہ شخص جو کسی گھاٹی میں لوگوں سے الگ تھلگ رہ کر اپنے رب کی عبادت کرتا رہے''۔ (بخاری، مسلم)

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: انسانی زندگی میں بہترین زندگی اس شخص کی ہے جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں گھوڑے کی باگ پکڑ لے اور جب کسی کی خوفزدہ آواز یا کسی کی فریاد کرنے کی آواز سنے تو عجلت کے ساتھ گھوڑے کی پشت پر سوار ہو جائے اور اس خوفزدہ یا فریاد رس کی آواز کی طرف دوڑتا ہوا چلا جائے اور اپنی موت کو یا اس جگہ کو تلاش کرتا پھرے جہاں موت کا گمان ہو (یعنی موت سے نہ ڈرے) یا بہترین زندگی اس شخص کی ہے جو کچھ بکریوں کے ساتھ ان پہاڑوں میں سے کسی ایک پہاڑی کی چوٹی پر یا ان وادیوں میں سے کسی ایک وادی میں اقامت گزین ہے اور نماز پڑھتا ہے۔ (اور اگر وہ بکریاں حد نصاب کو پہنچتی ہیں) تو ان کی زکوٰۃ ادا کرتا ہے اور اپنے پروردگار کی عبادت و بندگی میں مشغول رہتا ہے یہاں تک کہ اس کو موت آ جائے لوگوں سے اس کو سوائے بھلائی کے کوئی واسطہ نہیں''۔ (مسلم)

فائدہ: جمہور علماء فرماتے ہیں کہ:

(۱) یہ حدیث یا تو فتنوں سے بھر پور زمانہ پر محمول ہے۔

(۲) یا اس کے علاوہ اس کا تعلق اس شخص سے ہے جو لوگوں کو ایذاء پر صبر نہ کر سکتا ہو۔

(۳) یا لوگ خود اس کی وجہ سے سلامت نہ رہتے ہوں۔

پھر ان حضرات کی سب سے بڑی دلیل وہ ہے کہ انبیاء کرام صلوات اللہ علیہم اکثر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم تابعین عظام علماء ومشائخ اور زاہدان طریقت کا معمول یہی رہا ہے کہ انہوں نے دنیا سے کنارہ کشی اور گوشہ نشینی سے احتراز کر کے اسی دنیا میں اور اسی دنیا والوں کے درمیان رہن سہن کو اختیار کیا اور اس کے ذریعے وہ بہت سارے دینی فوائد حاصل کرتے رہے جو گوشہ گزینی کی صورت میں ناممکن تھے جیسے نماز جمعہ جماعت، نماز جنازہ اور بیمار پرسی وغیرہ وغیرہ۔ (از مظاہر حق)

نجات کے راستے

وعن عقبة بن عامر رضى الله عنه قال: يا رسول الله (صلى الله عليه وسلم) مالنجاة ؟قال: (امسک عليک لسانک، و ليسعک بيتک ، و ابک على خطيئتک) رواه الترمذى و ابن ابى الدنيا و البيهقى ، كلهم من طريق عبيدالله بن زحر عن على بن يزيد، وقال الترمذى: حديث حسن.

ترجمہ: ''حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! نجات حاصل کرنے کا طریقہ کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اپنی زبان کو قابو میں رکھو اپنے گھر میں رہو (فضول باہر نہ پھرو) اور اپنے گناہوں پر رویا کرو''۔ (ترمذی، ابن ابی الدنیا، بیہقی)

''حضرت مکحول رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے دریافت کیا یا رسول اللہ! قیامت کب آئے گی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس سے پوچھا جارہا ہے وہ پوچھنے والے سے زیادہ جاننے والا نہیں ہے لیکن اس کی کچھ علامات ہیں اور بازاروں کا تقارب ہے؟ عرض کیا یا رسول اللہ! بازاروں کا تقارب کیا ہے؟ ارشاد فرمایا تجارت مندی پڑ جانا یا بند ہو جانا اور بارش کا ہونا اور پھر بھی نباتات کا نہ اگنا اور غیبت کا عام ہونا اور زنا کی اولاد کا کثرت سے ہونا اور مال والوں کی عزت (ان کے مال کی وجہ سے باوجود ان کے ناحق ہونے کے) ہونا اور فساق وفجار کی آوازوں کا مساجد میں بلند ہونا اور منکرات وباطل والوں کا اہل حق پر غالب ہونا، ایک شخص نے عرض کیا (ایسے حالات میں) آپ کیا حکم فرماتے ہیں؟ ارشاد فرمایا اپنے دین کو سنبھالتے پھرنا (کہ کہیں ضائع نہ ہو جائے) اور اپنے گھر کے ٹاٹ بن جانا''۔ (ابن ابی الدنیا)

تشریح: حدیث بالا کے آخری جملہ ''اور اپنے گھر کے ٹاٹ بن جاؤ'' کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح کسی آدھے فرش جیسے قالین وغیرہ کے نیچے جو ٹاٹ بچھا ہوتا ہے وہ ہمیشہ اور ہر وقت اپنی جگہ پڑا رہتا ہے اسی طرح تم بھی اپنے گھروں میں پڑے رہنا اور مکان کی چار دیواری سے نکل کر ادھر ادھر نہ جانا تاکہ تم اس فتنے میں مبتلا نہ ہو جاؤ اور اس کے اثرات تمہارے دین کو تباہ نہ کردیں حاصل یہ کہ فتنہ انگیزی کی جگہ سے دور رہنا لوگوں کے معاملات وکاروبار سے بے تعلقی و یکسوئی اختیار کرنا اور گوشہ عافیت میں پڑے رہ کر اپنے دین کی حفاظت کرنا اس وقت نجات کی بہترین راہ ہوگی۔ (از مظاہر حق)

''حضرت ابوموسی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تمہارے آگے آگے ایسے (بڑے اور سخت) فتنے ہوں گے جیسے اندھیری رات کے ٹکڑے (کہ ان کی گہری ظلمت میں امرحق مشتبہ ہو کر راہ صواب نظر آنا مشکل ہو جائے گا اور اس لئے مخلوق کے ایمان میں تزلزل کا یہ عالم ہوگا کہ) ایک شخص صبح کو مومن ہوگا اور شام کو کافر اور شام کو مومن ہوگا اور صبح کو کافر۔ ایسے وقت میں بیٹھنے والا شخص بہتر ہوگا کھڑے ہوئے سے اور کھڑے ہونے والا بہتر ہوگا چلنے والے سے اور اس میں چلنے والا بہتر ہوگا دوڑنے والے سے (کہ جتنا فتنہ سے دور اور اس میں پڑنے سے معذور ہوگا اتنا ہی خطرہ جان وایمان سے محفوظ و مامون رہے گا) صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے

عرض کیا ایسے وقت میں آپ ہمیں کیا حکم فرماتے ہیں؟ (کہ ہم وہی کریں) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اپنے گھروں کے ٹاٹ بن جانا (کہ گھر سے باہر ہی نہ نکلنا)'' (ابوداؤد)

''حضرت مقداد بن الاسود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں اللہ کی قسم! یقیناً میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے سنا ہے بڑا خوش نصیب ہے جو فتنوں سے علیحدہ رہا۔ بڑا خوش نصیب ہے جو فتنوں سے یکسو رہا۔ بڑا خوش نصیب ہے جو فتنوں سے کنارہ کش رہا اور جو اس میں مبتلا ہوا اور صابر بنا رہا تو واہ واہ (کہ بڑی ہمت کی)'' (ابوداؤد)

''حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اردگرد بیٹھے تھے کہ آپ نے ایک فتنہ کا ذکر فرمایا ارشاد فرمایا: جب تم لوگوں کو دیکھو کہ ان کے عہد و پیمان خلط ملط اور گڑ بڑ ہوں اور ان کی امانتیں کم ہو جائیں اور وہ لوگ اس طرح کے ہو جائیں گے یہ فرما کر آپ نے اپنے دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کو ایک دوسرے میں داخل فرمایا (جس میں اشارہ تھا کہ ان میں باہم اختلاف ہو جائے گا) میں آپ کی طرف اٹھا اور میں نے عرض کیا اللہ مجھے آپ پر قربان کرے ایسے حالات میں کیا کروں؟ ارشاد فرمایا اپنے گھر کو لازم پکڑ لو اور اپنے حال پر روتے رہنا اور اپنی زبان کو قابو میں رکھنا اور (ہمت اور احتیاط کو کام میں لاکر) جس بات کو اچھا سمجھو اس کو لے لینا اور جسے برا سمجھو اسے چھوڑ دینا اور اپنے خاص لوگوں پر (اصلاح و نصیحت میں) توجہ رکھنا (یا معنی یہ ہے کہ صرف اپنے کام اور اپنی بھلائی سے مطلب رکھنا) اور عوام سے یکسو ہو بیٹھنا''۔ (ابوداؤد، نسائی)

تشریح:۔ اس حدیث پاک کے ذیل میں حضرت مولانا عاشق الٰہی میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ رحمۃ واسعۃً درر فرائد میں لکھتے ہیں وعدہ کا لحاظ اور امانت کی پاسداری دین کا جزو اعظم ہیں کہ روز الست کا وعدۂ توحید اور امانت محبت خدا اور رسول جس کے تحمل سے پہاڑوں کو بھی لرزہ آیا وہی پورا کر سکے گا جسے اس کی قدر و منزلت ہو گی اور جب اسی سے رخ پھر گیا تو دنیا کی اتنی رغبت ہو گی جتنی صحابہ کو دین پر جاں نثاری اور دنیا سے وحشت و زہد کا حال سامنے رکھ کر ہر شخص اندازہ کر سکتا ہے کہ میں کس طبقہ میں ہوں اور زمانہ کیسا ہے۔ نور نبوت ہی کا کام ہے کہ بجلی کی بہترین روشنی چلنے کے زمانہ میں گھری گھٹا چھائی ہوئی شب دیجور کی اندھیری کا بھی ادراک ہوا اور اس میں چلنے والے مسافر کو ٹھوکر کھانے سے بچانے کی تعلیم کی جائے ورنہ شاہی گود کے ناز پروردہ کو فاقہ کی تکلیف کا شعور ہی نہیں ہو سکتا لہٰذا ایسے وقت میں چونکہ دینی نصیحت کا بھی مذاق اڑتا ہے اور اندیشہ ہے کہ جس میں کسی لحاظ سے ذرا سی دینداری نہ ہو مذاق اڑتا دیکھ کر وہ بھی کھل کھیلیں اس لئے عوام سے کنارہ کشی میں نجات ہے اپنے خواص یعنی گھر والے بیوی بچے ہی بد دینی سے بچے رہے تو غنیمت ہے اور جب ان پر بھی اس طاغوتی ہوا کا اثر ہو چلے تو وہ وقت ہو گا جس میں صرف اپنے نفس کا تحفظ مامور ہے اور تجرد و عزلت میں بلکہ پہاڑ کی چوٹی پر جہاں خاص الخاص کا پہنچنا بھی دشوار ہو پر مرنا سبب امن و نجات ہے۔ (از درر فرائد)

''حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو اللہ تعالیٰ کا ہو جاتا ہے (یعنی اس کی عبادت اور تعمیل حکم میں لگا رہتا ہے) اللہ تعالیٰ اسکی ہر ضرورت و پریشانی میں اس کیلئے کافی ہو جاتے ہیں اور اسکو ایسی جگہ سے روزی دیتے ہیں جہاں سے اسکا وہم و گمان بھی نہ ہو۔ اور جو دنیا کا ہو رہتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو دنیا ہی کے حوالہ کر دیتے ہیں۔ (یعنی اسکی مدد نہیں فرماتے)'' (طبرانی، ابوالشیخ، ابن الحبان)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نصیحتیں

و عن ابی هريرة رضی الله عنه: ان رجلا قال للنبی صلی الله عليه وسلم: او صنی ' قال: (لا تغضب) فردد مراراً قال :(لاتغضب) رواه البخاری)

ترجمہ: ''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا' کہ: مجھے کوئی وصیت فرمائیے' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: غصہ مت کیا کرو اس شخص نے پھر وہی اپنی درخواست کئی بار دہرائی کہ مجھے اور وصیت فرمائیے مگر آپ نے ہر دفعہ یہی فرمایا کہ: غصہ مت کیا کرو''۔ (بخاری)

تشریح: معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے وصیت کی درخواست کرنے والے یہ صاحب کچھ غیر معمولی قسم کے تیز مزاج اور مغلوب الغضب تھے اور اس وجہ سے ان کے لئے مناسب ترین اور مفید ترین وصیت اور نصیحت یہی ہو سکتی تھی کہ ''غصہ نہ کیا کرو'' اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بار بار ان کو یہی نصیحت فرمائی اور یہ بھی واقعہ ہے کہ بری عادتوں میں غصہ نہایت ہی خطرناک اور بہت ہی بدانجام عادت ہے غصہ کی حالت میں آدمی کو نہ اللہ تعالیٰ کی حدود کا خیال رہتا ہے نہ اپنے نفع ونقصان کا۔ اور انسان پر شیطان کا قابو جیسا غصہ کی حالت میں چلتا ہے ایسا شائد کسی دوسری حالت میں نہیں چلتا گویا اس وقت انسان اپنے بس میں نہیں ہوتا بلکہ شیطان کی مٹھی میں ہوتا ہے اور حد یہ ہے کہ غصہ کی حالت میں آدمی کبھی کبھی کفریہ کلمات بھی بکنے لگتا ہے۔

لیکن واضح رہے کہ شریعت میں جس غصہ کی ممانعت اور سخت مذمت کی گئی ہے اس سے مراد وہی غصہ ہے جو نفسانیت کی وجہ سے ہو اور جس سے مغلوب ہو کر آدمی اللہ تعالیٰ کی حدود اور شریعت کے احکام کا پابند نہ رہے لیکن جو غصہ اللہ تعالیٰ کے لئے اور حق کی بنیاد پر ہو اور اس میں حدود سے تجاوز نہ ہو بلکہ بندہ اس میں حدود اللہ کا پورا پابند رہے تو وہ کمال ایمان کی نشانی اور جلال خداوندی کا عکس ہے۔ (از معارف الحدیث' مظاہر حق جدید)

''حمید بن عبدالرحمٰن ایک صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے وصیت فرمائیے آپ نے ارشاد فرمایا غصہ نہ ہونا صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد میں جب غور کیا تو نتیجہ یہی نکلا کہ درحقیقت غصہ (ایسی بری عادت ہے کہ) ساری برائیوں کو جمع کرتا ہے (کہ ساری برائیاں اسی سے پیدا ہوتی ہیں مثلاً غصہ میں حدود اللہ کی پامالی' کلمات کفر کا زبان سے نکال دینا وغیرہ وغیرہ)۔'' (احمد)

''حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا مجھے اللہ تعالیٰ کے غضب اور غصہ سے کیا چیز دور کرے گی؟ ارشاد فرمایا: غصہ نہ کرنا''۔ (احمد)

''حضرت جاریہ بن قدامہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے کوئی مختصر سی نصیحت فرمادیں تاکہ میں اس کو (ہمیشہ) یاد رکھ سکوں؟ ارشاد فرمایا غصہ نہ ہونا اس نے بار بار یہی درخواست کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر مرتبہ یہی فرماتے رہے کہ غصہ نہ ہونا (احمد' صحیح ابن حبان) اور ایک روایت میں ہے کہ اس نے عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) مجھے کوئی ایسی بات فرمادیں جس سے حق تعالیٰ شانہ مجھے نفع پہنچائیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم

نے وہی غصہ نہ کرنے کی نصیحت فرمائی''۔ (طبرانی فی الکبیر والاوسط)

''حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آ کر عرض کیا مجھے ایسا عمل بتادیں جو مجھے جنت میں داخل کردے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا غصہ نہ کرنا بس تمہارے لئے جنت ہے''۔ (طبرانی کبیر)

''حضرت ابن مسیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے اور آپ کے ساتھ آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی تھے ایک شخص نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہہ کر تکلیف پہنچائی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ خاموش رہے پھر دوسری مرتبہ تکلیف پہنچائی۔ حضرت ابوبکر خاموش رہے پھر تیسری مرتبہ جب برا بھلا کہہ کر تکلیف دی تو حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی اس کی بات کا جواب دے دیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اٹھ کر تشریف لے گئے۔ (حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پیچھے پیچھے گئے) اور عرض کیا یا رسول اللہ! کیا آپ مجھ پر ناراض ہوگئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا بات یہ ہے کہ آسمان سے ایک فرشتہ اترا تھا جو اس شخص کی بات کی تکذیب کررہا تھا جو وہ آپ کے متعلق کہہ رہا تھا جب تم نے جواب دے کر بدلہ لے لیا تو فرشتہ چلا گیا اور شیطان آ کر بیٹھ گیا میرے لئے اس صورت میں مناسب نہ تھا کہ میں شیطان کے ساتھ بیٹھتا''۔ (ابوداؤد)

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: پہلوان اور طاقت ور وہ نہیں ہے جو مدمقابل کو پچھاڑ دے بلکہ پہلوان وہ ہے جو غصہ کے وقت اپنے نفس کو قابو رکھے''۔ (بخاری، مسلم، وغیرہما)

''پہلوان وہ نہیں جو لوگوں پر غالب آجائے بلکہ پہلوان وہ ہے جو اپنے نفس پر غالب آجائے''۔ (صحیح ابن حبان)

''ایک صحابی جن کا نام امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر نہیں کیا جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خطبہ میں شریک ہوئے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ایک خطبہ میں ارشاد فرمایا: پورا طاقت ور پہلوان تین مرتبہ فرمایا وہ شخص ہے جس کو غصہ آئے اور سخت غصہ آئے اور اس کا چہرہ سرخ ہوجائے اور بدن کے رونگٹے کھڑے ہوجائیں پھر وہ اپنے غصہ پر قابو پالے''۔ (احمد)

دُعا کیجئے

اے اللہ! ہمارے دل کو نفاق سے عمل کو ریا سے زبان کو جھوٹ سے اور آنکھ کو خیانت سے پاک فرما دیجئے کیونکہ آپ آنکھوں کی چوری اور جو کچھ دل چھپاتے ہیں جانتے ہیں۔ اے اللہ! علم سے ہماری مدد فرما اور حلم سے ہمیں آراستہ فرما اور پرہیزگاری سے بزرگی عطا فرما اور امن سے ہمیں جمال عطا فرمائیے۔ اے اللہ! ہمارے دلوں کے تالے کھول دے اپنے ذکر کے ساتھ اور ہم پر اپنی نعمت کو پورا فرما۔ اور ہم پر اپنا فضل کامل کر اور ہمیں اپنے نیک بندوں میں سے فرما دیجئے۔ آمین

آخرت کے حالات

وعن ابی سعید الخدری رضی الله عنه قال: صلی بنا رسول الله صلی الله علیه وسلم یوما صلاة العصر ثم قام خطیبا فلم یدع شیئا یکون الی قیام الساعة الا اخبرنا به، حفظه من حفظه و نسیه من نسیه وکان فیما قال: (ان الدنیا خضرة حلوة و ان الله مستخلفکم فیها فناظر کیف تعملون الا فاتقوا الدنیا واتقوا النساء)

ترجمہ: ''حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں عصر کی نماز پڑھائی پھر آپ بیان کرنے کھڑے ہو گئے اس میں قیامت ہونے تک پیش آنے والی ہر اہم دینی چیز کو ذکر فرمادیا جس نے ان تمام چیزوں کو یاد رکھنے کی کوشش کی اسے تو یاد رہیں اور جس نے اسے بھلا دیا اسے بھول گئیں اس بیان میں آپ نے یہ بھی ارشاد فرمایا' دنیا سرسبز اور میٹھی ہے (اور بڑی مزیدار اور اچھی لگتی ہے بہت خوش نما نظر آتی ہے) اللہ تعالی تمہیں اپنا خلیفہ بنا کر اور دنیا دے کر دیکھنا چاہتے تھے کہ تم کیسے عمل کرتے ہو اس لئے دنیا کے فتنے سے بچو بقدر ضرورت حاصل کرو اور ضرورت سے زائد آ جائے تو اسے دوسروں پر خرچ کر دو) اور عورتوں کے فتنہ سے بچو (ان باتوں میں آ کر محبت سے مغلوب ہو کر اللہ تعالی کے کسی حکم کی خلاف ورزی نہ کرو) اور اس خطبہ میں آپ نے یہ بھی ارشاد فرمایا خبردار! لوگوں کی ہیبت کسی شخص کو حق بات کہنے سے نہ روکے جس حق بات کو جانتا ہو اور یہ بھی ارشاد فرمایا توجہ سے سنو! ہر بدعہدی اور خیانت کرنے والے کو اس کی خیانت اور بدعہدی کے بقدر قیامت کے دن جھنڈا ملے گا (جس سے اس کے اس برے کام کی لوگوں میں شہرت ہوگی) اور سب سے بڑی بدعہدی اور خیانت اس شخص کی ہے جو حاکم وقت ہو کر بدعہدی کرے اس کی خیانت کا جھنڈا اس کے سرین پر گاڑ دیا جائے گا اور جو آپ کے ارشادات میں سے ہمیں یاد رہ گیا اس میں یہ بھی تھا کہ غور سے سنو! آدم کی اولاد کو مختلف قسم کا بنا کر پیدا کیا گیا ہے ان میں بعض وہ ہیں جنہیں غصہ دیر سے آتا ہے اور دیر سے چلا جاتا ہے اور کچھ ایسے ہیں جلدی غصہ آتا ہے اور جلد ہی چلا جاتا ہے۔ یہ برابر سرابر ہو گیا۔ توجہ سے سنو! ان میں بعض وہ ہیں جن کو جلدی غصہ آتا ہے اور دیر سے جاتا ہے توجہ سے سنو ان میں بہتر وہ ہے جس کو دیر سے غصہ آئے اور جلدی چلا جائے اور ان میں برا وہ شخص ہے جس کو جلدی غصہ آئے اور دیر سے جائے توجہ سے سنو غصہ ایک انگارہ ہے جو ابن آدم کے پیٹ میں دہکتا رہتا ہے کیا تم دیکھتے نہیں کہ غصہ میں انسان کی آنکھیں سرخ ہو جاتی ہیں اور اس کے گلے کی رگیں پھول جاتی ہیں لہذا جب تم میں سے کسی کو غصہ آئے تو اسے زمین سے چمٹ جانا چاہئے۔ (کھڑا ہو تو بیٹھ جائے بیٹھا ہو تو لیٹ جائے زمین کی طرح عاجز اور مسکین بن جائے)''۔ (ترمذی)

"حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے حق تعالیٰ: کے اس ارشاد"ادفع بالتی ھی احسن "(کے جواب میں وہ کہہ جواس سے بہتر ہو) (یعنی برائی کو بھلائی سے دفع کرو) کی تفسیر کے متعلق فرمایا: غصہ کے وقت صبر کرنا اور کسی کے براسلوک کرنے پر معاف کرنا۔ جب وہ ایسا کریں اللہ تعالیٰ نفس کی اور مخلوقات کی آفتوں سے حفاظت فرمائے گا اور انکے دشمن کو انکا تابع اور پست بنادیگا"۔(بخاری)

"حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص میں تین باتیں ہوں گی حق تعالیٰ شانہ اسے اپنے سایہ عاطفت میں ٹھکانہ دے گا اور اپنی رحمت سے ڈھانپ دے گا اور اپنا محبوب بنالے گا: (۱) جب اس کو دیا جائے شکر کرے۔ (۲) اور جب بدلہ لینے پر قدرت ہو تو معاف کردے۔ (۳) جب غصہ آئے تو نرم پڑ جائے"۔(حاکم)

"حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کوئی گھونٹ حق تعالیٰ شانہ کے یہاں غصہ کا گھونٹ پینے سے زیادہ (اجر وثواب میں) بڑا نہیں ہے جس کو بندہ محض اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کیلئے پی جائے"۔(ابن ماجہ)

تشریح: مطلب یہ ہے کہ پینے کی بہت سی چیزیں ایسی ہیں جن کا پینا اللہ تعالیٰ کی رضا کا باعث ہوسکتا ہے لیکن ان سب میں افضل ترین اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کی خاطر غصہ کو پی جانا ہے۔(از معارف)

"حضرت معاذ بن انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص غصہ کو اس حال میں پی جائے کہ اس میں اتنی طاقت اور قوت ہے کہ اپنے غصہ کے تقاضے کو وہ نافذ اور پورا کرسکتا ہے (لیکن اس کے باوجود محض اللہ تعالیٰ کے لئے اپنے غصہ کو پی جاتا ہے اور جس پر اس کو غصہ ہے اس کو کوئی سزا نہیں دیتا) تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ساری مخلوق کے سامنے اس کو بلائیں گے اور اس کو اختیار دیں گے کہ جنت کی حوروں میں سے جس حور کو چاہے اپنے لئے انتخاب کرلے"۔(ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ)

"حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کسی کو غصہ آئے اور وہ کھڑا ہو تو اس کو چاہئے کہ بیٹھ جائے اگر بیٹھنے سے غصہ چلا جائے (تو ٹھیک ہے) ورنہ اس کو چاہئے کہ لیٹ جائے"۔(ابوداؤد)

تشریح: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غصہ کے فرو کرنے کی یہ ایک نفسیاتی تدبیر بتلائی ہے جو بلاشبہ نہایت کارگر ہے۔ جس میں ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ غصہ میں آدمی سے جو بے جا حرکتیں اور جو لغویات سرزد ہوسکتی ہیں کسی جگہ جم کر بیٹھ جانے سے ان کا امکان بہت کم ہوجاتا ہے اور پھر لیٹ جانے سے ان کا امکان اور کم سے کم کمتر ہوجاتا ہے۔(از معارف)

"حضرت سلیمان بن صرد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ (ایک مرتبہ) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میں دوشخصوں کے درمیان کچھ سخت کلامی ہوگئی ان میں سے ایک غصہ ہونا شروع ہوا اور اس کا چہرہ سرخ ہونے لگا اور رگیں پھولنے لگیں چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہوسلم نے اس کی طرف دیکھ کر ارشاد فرمایا میں ایک کلمہ جانتا ہوں اگر یہ اس کو پڑھ لے تو اس کی یہ ساری کیفیت غصہ کی چلی جائے (اور وہ کلمہ یہ ہے) "اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم" اس کے بعد ایک صحابی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ ارشاد سنا اس غصہ کرنے والے شخص کے پاس اٹھ کر گئے اور اس سے کہا: کیا تمہیں معلوم ہے کہ ابھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ارشاد فرمایا اس نے کہا نہیں انہوں نے کہا یہ ارشاد فرمایا ہے کہ میں ایسا کلمہ جانتا ہوں کہ اگر غصہ والا شخص وہ کہہ دے تو غصہ چلا جائے گا (اور وہ کلمہ) "اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم" ہے اس شخص نے کہا کیا تم مجھے مجنون خیال کرتے ہو"۔(بخاری، مسلم)

شیطان سے پناہ کی ضرورت

وعن معاذ بن جبل رضی الله عنه قال: استب رجلان عندالنبی صلی الله علیه وسلم فغضب احدهما غضبا شدیداً حتی خیل الی ان انفه یتمزع من شدة غضبه فقال النبی صلی الله علیه وسلم : (انی لاعلم کلمة لوقالها لذهب عنه مایجد من الغضب) فقال: ما هی یا رسول الله ؟ قال: (تقول : اللهم انی اعوذبک من الشیطان الرجیم) قال: فجعل معاذ یامره' فانی و ضحک و جعل یزداد غضباً. رواه ابوداؤد والترمذی والنسائی' کلهم من روایة عبدالرحمن بن ابی لیلی عنه وقال الترمذی: هذا حدیث مرسل عبدالرحمن بن ابی لیلی ایسمع من معاذ بن جبل

ترجمہ: ''حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں دو آدمیوں کے درمیان کچھ سخت کلامی ہوگئی ان میں سے ایک شخص اتنا سخت غصہ ہوا کہ مجھے خیال ہونے لگا کہ غصہ کی شدت سے اس کی ناک ٹوٹ کرالگ ہو جائے گی (غصہ میں کانپنے لگا) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں ایک دعائیہ کلمہ جانتا ہوں اگر یہ آدمی اس وقت کہہ لے تو اس کا غصہ ٹھنڈا پڑ جائے گا۔ عرض کیا یا رسول اللہ! وہ کلمہ کیا ہے؟ ارشاد فرمایا یہ کہو''اللهم انی اعوذبک من الشیطان الرجیم'' یہ سن کر حضرت معاذ رضی اللہ عنہ اس شخص کو یہ کلمہ پڑھنے کو کہتے رہے۔ اس نے انکار کیا اور ہنسا اور غصہ میں بڑھتا رہا''۔ (ابوداؤد' ترمذی' نسائی)

''ابووائل القاص کہتے ہیں کہ ہم عروہ بن محمد سعدی کے پاس گئے۔ ایک شخص نے ان سے کوئی ایسی بات کی۔ کہ ان کو ناراض کر دیا وہ اٹھے اور وضو فرمایا اور فرمایا کہ میرے والد نے میرے دادا حضرت عطیہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: غصہ شیطان (کے اثر) سے ہوتا ہے۔ شیطان کی پیدائش آگ سے ہوئی ہے اور آگ پانی سے بجھائی جاتی ہے لہذا جب تم میں سے کسی کو غصہ آئے تو اس کو چاہئے کہ وضو کر لے''۔ (ابوداؤد)

''حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ایک دوسرے سے نہ قطع تعلق کیا کرو نہ پشت پھیر کر چلو نہ باہم بغض رکھو نہ ایک دوسرے پر حسد کرو اور سب ایک اللہ کے بندے آپس میں بھائی بھائی بنو اور کسی مسلمان کو حلال نہیں کہ (قطع تعلق کر کے) اپنے بھائی کو تین دن سے زیادہ چھوڑے رکھے (مالک' بخاری' مسلم' ابوداؤد' ترمذی' نسائی) اور ایک روایت میں یہ اضافہ ہے کہ (چھوڑنے سے مراد یہ ہے کہ ایسے چھوڑے رکھے کہ جب وہ کہیں ایک دوسرے کے سامنے آئیں تو) یہ اپنا منہ ادھر کو پھیر لے اور وہ اپنا منہ دوسری طرف پھیر لے (یعنی دونوں ہی ایک دوسرے سے سلام و کلام اور ملاقات سے احتراز کریں) اور ان دونوں میں بہتر شخص وہ ہے جو (ناراضگی کو دور کرنے اور تعلقات کو بحال کرنے کے لئے) سلام میں پہل کرے اور جو سلام میں پہل کرے گا وہ جنت میں بھی پہلے جائے گا''۔

تشریح: ''تین دن سے زیادہ'' کی قید جو حدیث بالا میں مذکور ہے اس سے یہ سمجھا گیا ہے کہ اگر کسی وجہ سے ناراضگی کے اظہار کی خاطر تین دن تک ملنا جلنا چھوڑے رکھا جائے تو یہ حرام نہیں ہے کیونکہ انسان کی طبیعت میں غیظ وغضب، غیرت وحمیت اور بے صبری کا جو مادہ ہے وہ بہر حال اپنا اثر ظاہر کرتا ہے اس لئے اس قدر مدت معاف کر دی گئی ہے تا کہ انسان کے ان جذبات کی بھی کچھ تسکین ہو جایا کرے اور اس تین دن کے عرصہ میں خفگی وناراضگی اور بغض ونفرت کے جذبات بھی ختم ہو جائیں یا کم سے کم ہلکے پڑ جائیں اور صلح وصفائی ہو جائے۔ (از مظاہر حق)

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مسلمان کے لئے جائز نہیں کہ تین دن سے زیادہ اپنے مسلمان بھائی سے بے تعلق رہے جس نے تین دن سے زیادہ قطع تعلق رکھا اور مر گیا تو جہنم میں جائے گا''۔ (ابوداؤد، نسائی)

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مومن کے لئے جائز نہیں کہ اپنے مومن بھائی کو (قطع تعلق کر کے) تین دن سے زیادہ چھوڑے رکھے اگر تین دن گزریں تو اس کو چاہئے کہ (اپنے بھائی سے) ملے اور اس کو سلام کرے پھر اگر اس نے سلام کا جواب دے دیا تو اجر میں دونوں برابر شریک ہوئے اور اگر جواب نہ دیا تو اس کا بھی گناہ اس پر رہا اور سلام کرنے والا قطع تعلق (کے گناہ) سے نکل گیا''۔ (ابوداؤد)

''حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کسی مسلمان کے لئے درست نہیں کہ اپنے مسلمان بھائی (سے قطع تعلق کر کے) اسے تین دن سے زیادہ چھوڑے رکھے لہذا جب اس سے ملاقات ہو تو تین مرتبہ اس کو سلام کرے اگر وہ ایک مرتبہ بھی سلام کا جواب نہ دے تو سلام کرنے والے کا (تین دن قطع تعلق کا) گناہ بھی سلام کا جواب نہ دینے والے کے ذمہ ہو گیا''۔ (ابوداؤد)

''حضرت ہشام بن عامر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کسی مسلمان کے لئے جائز نہیں کہ اپنے مسلمان بھائی سے تین دنوں سے زیادہ قطع تعلق رکھے اور جب تک وہ اس قطع تعلق پر قائم رہیں گے حق سے ہٹے رہیں گے اور ان دونوں میں سے جو (صلح کرنے میں) پہل کرے گا اس کا پہل کرنا اس کے قطع تعلقی کے گناہ کا کفارہ ہو جائے پھر اگر اس پہل کرنے والے نے سلام کیا اور دوسرے نے سلام قبول نہ کیا اور اس کا جواب نہ دیا تو سلام کرنے والے کو فرشتے جواب دیں گے اور دوسرے کو شیطان جواب دے گا اگر اسی (پہلی) قطع تعلقی کی حالت میں دونوں مر گئے تو نہ جنت میں داخل ہوں گے نہ جنت میں اکٹھے ہوں گے''۔ (احمد، ابو یعلیٰ، طبرانی، صحیح ابن حبان، ابن ابی شیبہ)

دُعا کیجئے

یا اللہ! ہمیں ظاہری و باطنی ہلاکت سے بچا لیجئے اور اپنی مغفرت ورحمت کا مورد بنا دیجئے اور عذاب نار سے بچا لیجئے۔

یا اللہ! اپنے محبوب شفیع المذنبین رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی ہونے کی حیثیت سے حشر میں ہم پر اپنی رحمتیں نازل فرمائیے۔ ہم کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کبریٰ نصیب فرمائیے ہمارے ظاہر کو بھی پاک کر دیجئے اور باطن کو بھی پاک کر دیجئے۔

قطع تعلقی کی مذمت

وعن ابی ایوب رضی الله عنه ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال: (لاتدابروا ولاتقاطعوا وكونوا عبادالله اخوانا هجر المومنين ثلاثاً فان تكلما و الا اعرض الله عزوجل عنهما حتى يتكلما) رواه الطبرانی ' و راوته ثقات الا عبدالله بن عبدالعزيز الليثی.

ترجمہ: ''حضرت ایوب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ ایک دوسرے سے قطع تعلقی کرو نہ پشت پھیر کر چلو اور سب اللہ کے بندے آپس میں بھائی بھائی بنو۔ تین دن تک قطع تعلقی کر کے اگر بات کر لی تو گناہ نہیں ورنہ اللہ تعالیٰ ان دونوں سے اعراض فرماتے رہیں گے جب تک دونوں بات نہ کریں''۔ (طبرانی)

''حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص اپنے مسلمان بھائی سے تین دن سے زیادہ قطع تعلقی رکھے (اگر اس حالت میں مر گیا) تو جہنم میں جائے گا مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے اس کی مدد فرمائیں (تو دوزخ سے بچ جائے گا)''۔ (طبرانی)

''حضرت ابوحراش حدرد اسلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے سنا جس شخص نے (ناراضگی کی وجہ سے) اپنے مسلمان بھائی سے ایک سال تک ملنا جلنا چھوڑ دے اس نے گویا اس کا خون کیا یعنی سال بھر قطع کا گناہ اور ناحق قتل کرنے کا گناہ قریب قریب ہے''۔ (ابوداؤد بیہقی)

''حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے سنا: شیطان اس سے تو مایوس ہو گیا ہے کہ جزیرہ عرب میں مسلمان اس کی پرستش کریں یعنی کفر و شرک کریں لیکن ان کے درمیان فتنہ و فساد پھیلانے اور ان کو آپس میں بھڑکانے سے مایوس نہیں ہوا''۔ (مسلم)

''حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر دو شخص اسلام میں داخل ہو کر ایک دوسرے سے قطع تعلقی کریں تو یقیناً ان میں سے ایک اسلام (کامل) سے نکلا رہے گا جب تک تعلق بحال نہ کرے اور اسلام کامل سے نکلا رہنے والا وہ ہوگا جو ان دونوں میں سے ظلم کرنے والا ہوگا''۔ (بزار)

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہر پیر اور جمعرات کے دن اللہ تعالیٰ کے سامنے بندوں کے اعمال پیش کئے جاتے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ اس دن ہر اس شخص کی جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراتا ہو مغفرت فرما دیتے ہیں البتہ وہ شخص اس مغفرت سے محروم رہتا ہے کہ جس کی اپنے کسی (مسلمان) بھائی سے دشمنی ہو (اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرشتوں) کو کہا جائے گا ان دونوں کو رہنے دو جب تک آپس میں صلح و صفائی نہ کر لیں ایک روایت میں دوسری بار بھی آپ نے ارشاد فرمایا کہ فرشتوں سے کہا جائے گا)''۔ (مالک' مسلم' ابوداؤد' ترمذی' ابن ماجہ)

''حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: پندرہ شعبان کی رات اللہ تعالیٰ ساری مخلوق کی طرف توجہ فرماتے ہیں اور تمام

مخلوق کی مغفرت فرماتے ہیں مگر دو شخصوں کی مغفرت نہیں ہوتی، ایک شرک کرنے والا یا وہ شخص جو کسی سے کینہ رکھے"۔ (طبرانی)

"حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تین چیزیں ایسی ہیں کہ جس میں ان میں سے ایک بھی نہ ہو اللہ تعالیٰ جس کی چاہے گا مغفرت کر دے گا (یعنی اگر ان تین میں سے ایک بھی ہوئی تو مغفرت نہ ہوگی) پہلی چیز جو اس حال میں مرا کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک نہ کرتا ہو دوسری چیز جادوگر نہ ہو جادوگروں کے پیچھے چلتا ہو تیسری چیز اپنے بھائی سے کینہ نہ رکھتا ہو"۔ (طبرانی، کبیر، اوسط)

"حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک رات اٹھ کر نماز شروع کی۔ اس میں اتنا طویل سجدہ فرمایا کہ مجھے گمان ہونے لگا کہ آپ کی روح مبارک پرواز کر گئی۔ جب میں نے یہ دیکھا تو اٹھ کر آپ کے انگوٹھے مبارک کو حرکت دی تو اس میں حرکت ہوئی۔ پھر جب آپ نے سجدہ سے اپنا سر مبارک اٹھایا اور نماز سے فارغ ہوئے ارشاد فرمایا: اے عائشہ! یا فرمایا اے حمیرا! کیا تمہارا گمان تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہارے ساتھ بے وفائی کی۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! اللہ کی قسم! ایسی بات نہیں! بلکہ میرا گمان آپ کے طویل سجدہ کی وجہ سے یہ ہوا تھا کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے اپنے پاس بلا لیا۔ (آپ نے دنیا سے پردہ فرما لیا) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جانتی ہو یہ کون سی رات ہے؟ میں نے عرض کیا اللہ اور اس کے رسول ہی زیادہ جانتے ہیں ارشاد فرمایا: یہ پندرہ شعبان کی رات ہے اللہ عزوجل پندرہ شعبان کی رات اپنے بندوں کی طرف متوجہ ہوتا ہے استغفار کرنے والوں کو معاف کرتا ہے اور رحم طلب کرنے والوں پر رحم کرتا ہے اور کینہ رکھنے والوں کو ان کے حال پر چھوڑ رکھتا ہے۔ (ان کی مغفرت نہیں ہوتی)"۔ (بیہقی)

دُعا کیجئے

یا اللہ! ہمارے پاس اور کوئی سرمایہ نہیں، کوئی وسیلہ نہیں اقرار جرم کرتے ہیں آپ کے نبی الرحمۃ صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ پیش کر کے آپ کی رحمت کے طلب گار ہیں۔

یا اللہ! ہمیں ہر خطا و عصیان سے محفوظ رکھئے ہر تقصیر و کوتاہی سے محفوظ رکھئے۔

یا اللہ! ہم کو اپنے نبی الرحمۃ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے شرمندگی سے بچا لیجئے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو خوش کرنے کے لئے ہم پر اور تمام امت مسلمہ پر رحم فرمائیے۔

یا اللہ! آپ کے محبوب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی اس وقت جہاں جہاں بھی ہیں اور دشمنوں کی زد میں ہیں، سازشوں میں ہیں۔ ان کی حفاظت فرمائیے ان کو ہدایت دیجئے اور ان کو دشمنوں سے آزاد کر دیجئے۔ اعدائے دین کی سازشوں سے ان کو بچا لیجئے۔

اصول معاشرت

وعن ابن عباس رضی الله عنهما عن رسول الله صلی الله علیه وسلم قال: (ثلاثة لاترفع صلاتهم فوق رؤوسهم شبرا: رجل ام قوما وهم له کارهون و امراة باتت و زوجها علیها ساخط و اخوان متصارمان) رواه ابن ماجه واللفظ له' و ابن حبان فی صحیحه الا انه قال: (ثلاثه لایقبل الله لهم صلاة) فذکر نحوه

ترجمہ: ''حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تین شخص ایسے ہیں کہ ان کی نماز ان کے سروں سے بالشت بھر بھی اوپر کو نہیں جاتی (قبول نہیں ہوتی) ایک وہ شخص جو ایسے لوگوں کو امامت کرائے جو اس کو (شرعی وجہ سے) ناپسند کرتے ہوں۔ دوسرے وہ عورت جو اس حال میں رات گزارے کہ اس کا شوہر اس پر ناراض ہو تیسرے وہ دو مسلمان بھائی جو ایک دوسرے سے قطع تعلقی کئے ہوئے ہوں''۔ (ابن ماجہ)

تشریح: جن احادیث مبارکہ میں تین دن سے زیادہ قطع تعلقی پر وعیدوں کا ذکر ہے ان سے مراد یہ ہے کہ اگر اجتماعی طور پر ایک جگہ رہنے سہنے اور روزمرہ کے باہمی معاملات کی وجہ سے آپس میں نزاع ہو جایا کرتا ہے اور ایک دوسرے سے کوئی شکایت پیدا ہونے کی وجہ سے خفگی و ناراضگی کی صورت پیش آ جاتی ہے مثلاً ایک شخص کی غیبت کر دی اس کو برا بھلا کہہ دیا اور یا اس کو اس شخص سے خیر خواہی کی امید تھی مگر اس نے خیر خواہی نہ کی تو اس طرح کی صورتوں میں اگر آپس میں ناراضگی و خفگی ہو جائے اور ترک ملاقات کی نوبت آ جائے تو اس خفگی اور ترک ملاقات کو تین دن سے زیادہ نہیں رہنے دینا چاہئے' ہاں اگر تعلق کو ختم کرنا کسی دینی معاملہ کی وجہ سے ہو جیسے کوئی شخص خواہشات نفسانی کا غلام بن گیا ہو یا کوئی شخص بدعتی ہو تو اس سے ملاقات چھوڑنا اس وقت تک جائز ہے جب تک وہ توبہ کر کے راہ راست اختیار نہ کرے۔ اور حق کی طرف رجوع نہ کرے۔

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے موطا کے حاشیہ میں ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا کہ علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ کسی شخص کو یہ خوف ہو کہ اگر میں فلاں آدمی سے سلام کروں اور اس سے ملنا جلنا رکھوں تو اس کی وجہ سے مجھے دینی یا دنیوی نقصان برداشت کرنا پڑے گا اور میرا قیمتی وقت لایعنی امور میں ضائع ہوگا تو وہ اس شخص سے کنارہ کشی اختیار کرے اور اس سے دور رہنے کی کوشش کرے لیکن یہ کنارہ کشی اور دوری اختیار کرنا اچھے انداز میں ہونا چاہئے۔ یہ نہیں کہ اس کی غیبت کی جائے اس پر عیب لگائے جائیں اور اس کے کینہ عداوت کو ظاہر کیا جائے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے زمانہ میں ایسے بہت سے واقعات ملتے ہیں جن میں مسلمانوں کا دینی مصالح کے پیش نظر ایک دوسرے سے تین دن سے بھی زیادہ ملاقات چھوڑنے رکھنا ثابت ہے۔

(۱) چنانچہ احیاء العلوم میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وغیرہ کی ایک جماعت کے بارے میں منقول ہے کہ ان میں سے بعض مرتے دم تک ملاقات چھوڑے رکھنے پر قائم رہے۔

(۲) ان میں تین صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا واقعہ تو بہت مشہور ہے جو غزوۂ تبوک میں نہیں گئے تھے اور نبی کریم صلی اللہ

علیہ وسلم نے ان کو تمام مسلمانوں سے الگ تھلگ کر دیا تھا یہاں تک کہ ان کے اعزہ واقارب اوران کی بیویوں تک سے سلام، ملاقات، بات چیت چھوڑنے کا حکم فرمایا تھا یہ حکم اور اس پر عمل پچاس دنوں تک جاری رہا۔

(۳) خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں منقول ہے کہ آپ نے ایک ماہ تک اپنی ازواج مطہرات سے ملنا جلنا چھوڑے رکھا تھا۔

(۴) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ایک مدت تک حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے ملاقات چھوڑ رکھی تھی۔

(۵) اسی طرح حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہما کے بارے میں منقول ہے کہ وہ اپنے بیٹے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے ایک دینی معاملہ میں اس درجہ ناراض ہوئے کہ ان سے بات چیت چھوڑ دی تھی اوران سب واقعات میں ملاقات چھوڑنا دینی مصلحت سے تھا غرضیکہ ایسے بہت سے واقعات منقول ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ دینی معاملات میں خفگی وناراضگی تین دن سے زیادہ بھی جاری رکھی جاسکتی ہے۔لیکن شرط یہ ہے کہ نیت صادق اور سچی رکھی جائے اوراس میں کسی نفسانی خواہش اور دنیٰ غرض کا دخل نہ ہو۔(از مظاہر حق حاشیہ ترغیب)

''حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب کوئی شخص اپنے بھائی کو ''اے کافر'' کہے تو ان دونوں میں سے ایک کی طرف ضرور لوٹے گا۔اگر وہ شخص کافر ہوگیا تھا جیسا کہ اس نے کہا تو ٹھیک ہے ورنہ کفر خود کہنے والے کی طرف لوٹے گا''۔(مالک، بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی)

''حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا: جس نے کسی شخص کو کافر یا ''اللہ کا دشمن'' کہہ کر پکارا حالانکہ وہ ایسا نہیں ہے تو اس کا کہا ہوا خود اس پر لوٹ آتا ہے''۔(بخاری، مسلم)

''حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب کسی شخص نے اپنے بھائی کو''اے کافر'' کہا تو یہ اس کو قتل کرنے کی طرح ہے''۔(بزار)

دُعا کیجئے

یا اللہ! موجودہ دور میں ہمیں دین اسلام پر مضبوطی سے کاربند فرما اور غیر اسلامی تہذیب کے اثرات سے ہمیں اور ہماری نسلوں کی حفاظت فرما۔

یا اللہ! ہمیں اپنی اتنی محبت عطا فرما کہ آپ کے احکامات اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک سنتوں پر چلنا ہمارے لئے نہایت سہل ہو جائے۔

یا اللہ! ہم کو اپنی عبادات وطاعات خاصہ کی توفیق، اپنے نبی الرحمۃ صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع کی توفیق فرمایئے۔

یا اللہ! یا اللہ لغزشوں سے نفس وشیطان کے مکائد سے ہم کو محفوظ فرمایئے۔

یا اللہ! مجبوراً معاشرہ کے غلبہ سے اور نفس وشیطان کے غلبہ سے ہم سے جو فسق وفجور کے کام ہوئے ہیں ہم ان سے نفرت کرتے ہیں اور چھوڑ دینے کا عزم کرتے ہیں۔ مگر ڈرتے ہیں کہ پھر ہم سے ان کا ارتکاب ہو جائے گا۔

یا اللہ آپ ہی محافظ حقیقی ہیں۔ رحم کرنے والے ہیں ہم پر رحم فرمایئے، ہمیں محفوظ رکھئے اور اپنا مورد رحمت بنا لیجئے۔

تہذیب اخلاق

وعن ابی هريرة رضی الله عنه ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: (المستبان ماقالا' فعلی البادی منهما حتى يتعدى المظلوم. رواه مسلم و ابوداؤد والترمذی.

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: گالم گلوچ کرنے والے دو شخص جو کچھ بھی بکتے ہیں اس کا گناہ اس پر ہوتا ہے جس نے ابتداء کی (کہ وہی دوسرے کی گالیاں بکنے کا بھی سبب ہوا) جب تک کہ یہ مظلوم زیادتی نہ کرے''۔ (مسلم' ابوداؤد' ترمذی)

تشریح: یعنی انتقام کی حد سے آگے بڑھ کر دو کی جگہ چار سنائے اس لئے کہ اضافہ میں یہ شخص ظالم اور ابتداء کرنے والا بن گیا لہٰذا گناہ میں دونوں برابر کے شریک ہو گئے۔

''حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مسلمان کو گالی دینا بد دینی ہے اور قتل کرنا کفر ہے''۔ (بخاری' مسلم' ترمذی' نسائی' ابن ماجہ)

تشریح: بعض چیزیں زہر نہیں ہوتیں مگر زہر کا کام دے جاتی ہیں کہ ان کی عادت موت کا سبب بن جاتی ہے۔ لہٰذا اگر مسلمان کو کسی نے اس کے اسلام کی وجہ سے قتل کیا تب تو کفر حقیقی ہے اور اگر دنیوی قصہ میں یا شرعی غلط تاویل پر قتل کیا تو کفران نعمت ہے کہ اپنے قوت بازو اور اس کے وجود کی قدر نہ سمجھی جو زندہ رہ کر نہ معلوم کتنی عبادتیں کرتا حق تعالیٰ نے تو مٹی میں جان ڈال کر پتلہ بنایا اور ایمان دے کر اپنا محبوب قرار دیا اور اس نے اس کو خاک میں ملا دیا اور جلتے چراغ کو پھونک مار کر بجھا دیا۔ گویا موت و حیات اپنے قبضہ میں سمجھی اور خالق اجسام و ارواح کا مقابلہ کیا۔ اس لئے ہر پہلو سے سنگین جرم ہے جو عجب نہیں کفر پر مرنے کا سبب بن جائے''۔ (از درفوائد)

''حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مسلمان کو گالی دینا اس شخص کی طرح ہے جو اپنے آپ کو ہلاکت پر پیش کرے۔ (کہ اس کی وجہ سے وہ عذاب کا مستحق ہوگا)''۔ (بزار)

''حضرت عیاض بن جمان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے عرض کیا اے اللہ کے نبی! ایک شخص باوجودیکہ مجھ سے کم درجہ ہے مجھے برا بھلا کہتا ہے کیا اگر میں اس سے بدلہ لوں مجھ پر کوئی گناہ ہوگا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ دو شخص آپس میں گالم گلوچ کرنے والے دو شیطان ہیں جو ایک دوسرے پر جھوٹا دعویٰ کرتے ہیں اور ایک دوسرے کے خلاف جھوٹ بناتے ہیں''۔ (صحیح ابن حبان)

تشریح: مطلب یہ ہے کہ کسی کو گالی کے جواب میں گالی نہ دی جائے کہ عموماً گالی گلوچ میں حد سے تجاوز ہو جاتا ہے اور ایک دوسرے پر جھوٹے دعوے اور غلط باتیں منسوب کر دی جاتی ہیں۔

''حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہر دو مسلمانوں کے درمیان اللہ عزوجل کی طرف سے پردہ ہوتا ہے جب ان میں سے کوئی اپنے ساتھی کے ساتھ فحش گوئی کرتا ہے تو اس نے اللہ تعالیٰ کے پردہ کو اپنے سے ہٹا دیا (یعنی اللہ تعالیٰ اس کو رسوا کریں گے)''۔ (بیہقی)

''حضرت جابر بن سلیم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے ایک شخص کو دیکھا کہ لوگ اس کی رائے کو مانتے ہیں اور وہ جو کچھ ان کو بتاتا ہے اس کو قبول کرتے ہیں۔ میں نے پوچھا یہ کون ہیں؟ لوگوں نے بتایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں میں نے کہا علیک السلام یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا ''علیک السلام'' نہ کہو۔ یہ میت کا سلام ہے السلام علیک کہو۔ میں نے کہا آپ اللہ کے رسول ہیں! ارشاد فرمایا میں اللہ کا رسول ہوں وہ اللہ کہ جب تم کو کوئی نقصان پہنچے اور تم اس کو پکارو تو وہ تمہارے نقصان کو دور کرے اور جب تم پر قحط سالی آئے اور پھر تم اس کو پکارو تو وہ تمہارے لئے غلہ اگا دے اور جب تم چٹیل میدان میں ہو اور تمہاری سواری گم ہو جائے اور تم اس کو پکارو تو وہ تمہاری سواری تمہیں واپس کردے۔ میں نے عرض کیا مجھے نصیحت فرمایئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کسی کو بھی گالی نہ دینا چنانچہ میں نے اس نصیحت کے بعد نہ کسی آزاد شخص کو نہ کسی غلام کو نہ کسی اونٹ کو نہ کسی بکری کو گالی دی آپ نے دوسری وصیت فرمائی کسی نیکی کو بھی معمولی سمجھ کر نہ چھوڑنا یہاں تک کہ اپنے مسلمان بھائی سے بشاشت اور خندہ پیشانی سے بات کرنا یہ بھی نیکی ہے اور اپنا ازار (تہبند شلوار وغیرہ) آدھی پنڈلی تک اونچا رکھنا۔ اگر ایسا نہ کیا تو (کم از کم) ٹخنوں تک اونچا رکھنا۔ (ٹخنوں سے نیچے) لٹکانے سے بچنا۔ کیونکہ یہ تکبر کی علامت ہے اور حق تعالیٰ شانہ تکبر کو پسند نہیں کرتے۔ اگر کوئی شخص تمہیں گالی دے اور تمہیں اس عیب اور برائی پر عار دلائے جو وہ تم میں جانتا ہو تو تم اس عیب اور برائی پر اسے عار نہ دلانا جو تم اس میں جانتے ہو اس صورت میں اس عار دلانے کا وبال اور نقصان و گناہ اسی پر ہوگا۔ (اور تمہارے صبر کرنے کا ثواب تمہیں ملے گا۔ جیسا کہ دوسری روایت میں ہے)''۔ (ابوداؤد، ترمذی، صحیح ابن حبان، نسائی)

دُعا کیجئے

یا اللہ! ہم سے زیادہ محتاج اور کون ہے، ہم آپ کے فضل و کرم کے بہت محتاج ہیں، ہمیں اپنا فرمانبردار بنا لیجئے، اپنے نبی الرحمۃ صلی اللہ علیہ وسلم کا وفادار، سچا اُمتی بنا دیجئے۔

یا اللہ! ہم سب کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت عطا فرمایئے اور ہمیں اپنے بچوں کو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور اس کے تقاضے سکھانے کی توفیق عطا فرمایئے۔

یا اللہ! ہم سب کو اپنے عقائد، عبادات، معاملات، معاشرت اور اخلاق میں علماء حق کی تعلیمات کے مطابق درست کرنے کی فکر نصیب فرمایئے۔

یا اللہ! ہم نے آج احادیث مبارکہ سے دین کا جو علم حاصل کیا ہے اُس کو صحیح انداز میں محبت و حکمت سے دوسروں تک اور خاص طور پر اپنے گھروں میں پہنچانے کی توفیق عطا فرمایئے۔ آمین

اسلامی معاشرت کی تعلیم

وعن عبدالله بن عمرو رضى الله عنهما قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: (ان من اكبر الكبائر ان يلعن الرجل والديه) قيل: يارسول الله و كيف يلعن الرجل والديه؟ قال: (يسب ابا الرجل فيسب اباه و يسب امه فيسب امه). رواه البخاري وغيره.

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بڑے گناہوں میں سے بڑا گناہ یہ ہے کہ آدمی اپنے والدین پر لعنت کرے۔ عرض کیا گیا یا رسول اللہ! آدمی اپنے والدین پر کیسے لعنت کرسکتا ہے ارشاد فرمایا: (اس کی صورت یہ ہے کہ) آدمی کسی کے والد کو گالی دے وہ (جواباً) اس کے والد کو گالی دے۔ اور آدمی کسی کی ماں کو گالی دے وہ (جواباً) اس کی ماں کو گالی دے (یعنی یہ شخص اپنے والدین کو گالی دیئے جانے کا سبب بنے)''۔ (بخاری وغیرہ)

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: صدیق کے لئے یہ مناسب نہیں ہے کہ وہ بہت زیادہ لعنت ملامت کرنے والا ہو۔ (مسلم وغیرہ) ایک روایت میں ہے کہ یہ دونوں باتیں جمع نہیں ہوسکتیں کہ صدیق بھی ہو اور لعنت کرنے والا بھی ہو''۔ (حاکم؟)

تشریح: ''صدیق'' کے معنی بہت زیادہ سچا بعض حضرات نے کہا ہے کہ ''صدیق'' اس شخص کو کہتے ہیں کہ جس کے قول و فعل کے درمیان کوئی تضاد نہ ہو۔ بلکہ پوری یکسانیت و مطابقت ہو۔ بعض نے کہا: صدیقیت ایک مقام ہے جس کا درجہ مقام نبوت کے بعد سب سے اعلیٰ ہے۔ جیسا کہ قرآن کریم کی آیت "فاولئک مع الذين انعم الله عليهم من النبيين والصديقين والشهداء والصالحين" سے مفہوم ہوتا ہے۔

حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص سچائی کی صفت سے مزین ہو اور ایسے اونچے مقام پر پہنچ چکا ہو جو مقام نبوت کے بعد سب سے اعلیٰ ہے اور اس اعتبار سے اس کے مرتبہ کو مرتبہ نبوت سے سب سے قریبی نسبت حاصل ہے تو اس کی نشانی یہ نہیں ہونی چاہئے کہ وہ دوسروں پر لعنت کرتا رہے کیونکہ کسی کو لعنت کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اس کو رحمت خداوندی اور بارگاہ الوہیت سے محروم اور بعید قرار دے دیا جائے جب کہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام کا مقصد ہی یہ رہا ہے کہ وہ مخلوق خدا کو رحمت خداوندی سے بہرہ یاب کریں اور جو بارگاہ الوہیت سے دور ہو چکے ہیں ان کو قریب تر لائیں اسی وجہ سے اہل سنت والجماعت کا پسندیدہ شیوہ یہ ہے کہ لعن طعن ترک کیا جائے اور کسی بھی شخص کو لعنت نہ کی جائے اگرچہ وہ اس لعنت کا مستحق ہی کیوں نہ ہو۔ کیونکہ جو شخص اپنے قول و فعل کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک خود ملعون قرار دیا جا چکا ہے اس پر لعنت کرنے کی ضرورت ہی کیا باقی رہ جاتی ہے لہذا ایسے شخص پر لعنت کرنا اپنی زبان کو خواہ مخواہ آلودہ کرنا اس کی لعنت میں اپنا وقت صرف کرنا اپنے وقت کو ضائع کرنا ہے۔ البتہ اس کافر پر لعنت کرنے میں حرج بھی نہیں ہے جس کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہو کہ وہ کفر ہی کی حالت میں مرا ہے۔

لفظ ''لعان'' حدیث مذکور میں مبالغہ کا صیغہ ہے۔ جس کے معنی بہت زیادہ لعنت کرنے والا۔ چنانچہ ابن مالک رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا

ہے کہ اس ارشاد گرامی میں اس لفظ کا بصیغہ مبالغہ ذکر ہونا اس امر کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ لعنت کرنے کی جو برائی اس حدیث سے واضح ہوتی ہے کہ وہ اس شخص کے حق میں نہیں ہے جس سے کبھی کبھار یعنی ایک مرتبہ یا دو مرتبہ لعنت کا صدور ہو چکا ہو۔ (از مظاہر حق تغییر یسیر)

''حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: زیادہ لعنت کرنے والے قیامت کے دن نہ (گناہگاروں کے) سفارشی بن سکیں گے اور نہ (انبیاء علیہم السلام کی تبلیغ کے) گواہ بن سکیں گے''۔ (مسلم، ابوداؤد)

تشریح: یعنی جو دوسروں پر بہت زیادہ لعنت کرنے والے ہوں گے قیامت کے دن انبیاء علیہم السلام کی تبلیغ پر گواہی دینے کے اعزاز و اکرام سے محروم کئے جائیں گے اگر وہ چاہیں گے بھی کہ دوسرے لوگوں کی شفاعت کریں تو بھی نہ کرسکیں گے۔ (از مظاہر حق)

''حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مومن کے لئے مناسب نہیں کہ وہ لعنت ملامت کرنے والا ہو''۔ (ترمذی)

''حضرت جرموز جہنی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے وصیت فرمایئے ارشاد فرمایا میں تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ تم لعنت ملامت کرنے والے نہ بننا''۔ (طبرانی، احمد)

''حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ایک دوسرے کو نہ اللہ کی پھٹکار سے لعنت کیا کرو نہ اللہ کے غصہ سے اور نہ آگ سے'' (ابوداؤد، ترمذی)

تشریح: تو ملعون ہے یا تجھ پر اللہ کی پھٹکار ہے یا تجھ پر اللہ کا غضب ٹوٹے یا اللہ کی آگ برسے یا اللہ تجھے دوزخ میں لے جائے یہ سب کوسے لعن میں داخل ہیں اور ممنوع ہیں۔ (از درر فوائد)

دُعا کیجئے

یا اللہ! ہم کو اپنی عبادات و طاعات خاصہ کی توفیق، اپنے نبی الرحمۃ صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع کی توفیق فرمایئے۔

یا اللہ! یا اللہ لغزشوں سے نفس و شیطان کے مکائد سے ہم کو محفوظ فرمایئے۔

یا اللہ! مجبوراً معاشرہ کے غلبہ سے اور نفس و شیطان کے غلبہ سے ہم سے جو فسق و فجور کے کام ہوئے ہیں ہم ان سے نفرت کرتے ہیں اور چھوڑ دینے کا عزم کرتے ہیں۔ مگر ڈرتے ہیں کہ پھر ہم سے ان کا ارتکاب ہو جائے گا۔ یا اللہ آپ ہی محافظ حقیقی ہیں۔ رحم کرنے والے ہیں ہم پر رحم فرمایئے، ہمیں محفوظ رکھئے اور اپنا مورد رحمت بنا لیجئے۔

اے اللہ! جو علم آپ نے ہمیں دیا اس سے نفع عطا فرمائے اور ہمیں وہ علم دیجئے جو ہمیں نفع دے۔

اے اللہ! تمام کاموں میں ہمارا انجام بہتر فرما اور دنیا کی رسوائی اور آخرت کے عذاب سے ہمیں محفوظ فرما۔

اے اللہ! ہم آپ سے اپنے دین میں، دنیا میں اور اہل و عیال میں معافی اور امن کا سوال کرتے ہیں۔

اے اللہ! ہم ناپسندیدہ اخلاق اور اعمال نفسانی خواہشوں اور بیماریوں سے آپ کی پناہ مانگتے ہیں۔

لعنت کی مذمت

و عن سلمة بن الاکوع رضی الله عنه قال: کنا اذا راینا الرجل یلعن اخاه راینا ان قد اتی بابا من الکبائر رواه الطبرانی باسناد جید.

ترجمہ: ''حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ جب ہم کسی شخص کو دیکھتے ہیں کہ وہ اپنے بھائی پر لعنت کر رہا ہے تو ہم یہ سمجھتے ہیں کہ اس نے ایک بڑے کبیرہ گناہ کا ارتکاب کیا ہے''۔(طبرانی)

''حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب بندہ کسی چیز پر لعنت کرتا ہے تو لعنت آسمان کی طرف چڑھتی ہے آسمان کے دروازے اس سے پرے ہی بند کردئے جاتے ہیں تب وہ زمین پر اترتی ہے تو اس کے دروازے بھی اس سے ورے ہی بند کردئے جاتے ہیں پھر وہ دائیں بائیں جاتی ہے پھر جب وہ کہیں گنجائش نہیں پاتی تو اس کی طرف لوٹتی ہے جس کو ملعون کہا گیا پھر اگر اس کو اس قابل پاتی ہے تو خیر ورنہ کہنے والے کی طرف پلٹتی ہے''۔(ابوداؤد)

تشریح: حضرت مولانا عاشق الٰہی میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کے ذیل میں تحریر فرماتے ہیں گنبد کے نیچے کھڑے ہوکر کسی کا گالی دو۔ اگر چھت میں کوئی سوراخ یا دائیں بائیں کوئی دریچی کھلی پائے گی تو اس کے راستہ نکل کر یا فنا ہو جائے گی یا جس کو گالی دی اس کے کان میں پہنچے گی اور کہیں جگہ نہ پائے گی تو قائل کے کان سے ٹکرائے گی اور وہ خود سنے گا کہ جو لفظ زبان سے نکالے تھے وہ اپنے اوپر پڑ رہے ہیں۔

لعنت کے معنی ہیں اللہ کی رحمت سے دور ہونا۔ جب کوئی شخص کسی کو ملعون کہتا ہے تو اس کے دو معنی ہیں۔

(۱) یا خبر ہے کہ اطلاع دیتا ہے تجھے اللہ نے اپنی رحمت سے دور پھینک دیا ہے اور یہ غیب دانی کا دعویٰ ہے اور اللہ پر حکم لگانا۔

(۲) یا انشاء ہے یعنی بددعا دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تجھے راندہ درگاہ بنائے۔

اور یہ شفقت کے خلاف ہے کیونکہ مسلمان کی خواہش تو یہ ہونی چاہئے کہ ساری دنیا رحمت الٰہیہ میں داخل ہو جائے نہ یہ کہ داخل شدہ کو باہر کرے اس بناء پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کافر پر بھی کبھی لعنت نہیں کی کہ آپ جنت اور دائرہ رحمت الٰہیہ کی وسعت سے واقف تھے اور آپ کی عین تمنا بلکہ کوشش یہ تھی کہ تمام ملعون تائب ہو کر مرحوم و مغفور بن جائیں۔

مگر اس کے ساتھ ہی ایک درجہ معصیت اور اظہار حقیقت کا ہے کہ معصیت پر اللہ تعالیٰ کی ناراضگی مرتب ہوتی ہے اور اس کا مرتکب بے شک اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور ہے لہٰذا شخصیت پر تو لعنت کا حکم لگانا ممنوع ہے مگر معصیت کے ساتھ متصف پر لعنت کرنا جائز بلکہ مامور ہے مثلاً ''جھوٹے پر لعنت'' یا ''سود خور پر پھٹکار'' کہ یہ لعنت اصل میں جھوٹ اور سود خوری پر ہے اور تبعاً اس کے فاعل و متصف پر (یعنی جھوٹ بولنے والے اور سود کھانے والے پر ہے) چنانچہ ایسی لعنتیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں۔ اب کسی کو ملعون کہنے کا ایک درجہ یہ بھی نکل سکتا ہے کہ دعویٰ کرتا ہے اس میں ایسی معصیت کا کہ مثلاً کذب موجود ہے جس نے اس کو مستحق لعنت بنا دیا ہے تو اب دیکھنا یہ ہے کہ اس دعویٰ میں سچا ہے یا جھوٹا۔ اگر سچا ہے تو کچھ گناہ نہیں

مگر ثواب بھی نہیں۔ اور اگر جھوٹا ہے تو خود مستحق لعنت ہو گیا۔ اور حشر کے دن شفاعت اور شہادت دونوں کے قابل نہ رہا۔ چونکہ اس کے اکثر پہلو پر خطر ہیں اس لئے معین شے یا شخص پر لعنت کرنا مطلقاً ممنوع ہے۔ اور ارشاد ہے کہ لعنت کرنا مومن کی شان ہی نہیں۔ (از درر)

''حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی سفر میں تھے کہ انصار کی ایک عورت نے جو کہ اونٹنی پر سوار تھی (اس کی ست رفتاری سے) تنگ ہو کر اس کو لعنت کی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو سن لیا اور فرمایا جو کچھ اس پر لدا ہوا ہے اسے اتار لو۔ اور اونٹنی کو چھوڑ دو کیونکہ یہ ملعونہ ہے۔ عمران رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ گویا میں اسے دیکھ رہا ہوں کہ آدمیوں میں چلتی پھرتی ہے اور اس سے کوئی تعرض نہیں کرتا''۔ (مسلم وغیرہ)

تشریح: یہ تنبیہ تھی کہ جب تیرے لئے ملعون ہے تو اس سے نفع کیوں اٹھاتی ہے۔ لہٰذا یہ سزا خود مالک کے لئے اور دوسروں کے لئے کافی عبرت ہوگئی کہ آئندہ بے زبان جانور کے لئے لعنت کا لفظ استعمال نہ کریں۔ (از درر)

''حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ایک دوسرے کو نہ اللہ کی پھٹکار سے لعنت کیا کرو نہ اللہ کے غصہ سے اور نہ آگ سے'' (ابوداؤد، ترمذی)

تشریح: تو ملعون ہے یا تجھ پر اللہ کی پھٹکار ہے یا تجھ پر اللہ کا غضب ٹوٹے یا اللہ کی آگ برسے یا اللہ تجھے دوزخ میں لے جائے یہ سب کو سے لعن میں داخل ہیں اور ممنوع ہیں۔ (از درر فوائد)

''حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ جب ہم کسی شخص کو دیکھتے ہیں کہ وہ اپنے بھائی پر لعنت کر رہا ہے تو ہم یہ سمجھتے ہیں کہ اس نے ایک بڑے کبیرہ گناہ کا ارتکاب کیا ہے''۔ (طبرانی)

دُعا کیجئے

اے اللہ! تمام کاموں میں ہمارا انجام بہتر فرما اور دنیا کی رسوائی اور آخرت کے عذاب سے ہمیں محفوظ فرما۔

اے اللہ! ہم آپ سے اپنے دین میں، دنیا میں اور اہل وعیال میں معافی اور امن کا سوال کرتے ہیں۔

اے اللہ! ہمارے دل کو نفاق سے عمل کو ریا سے زبان کو جھوٹ سے اور آنکھ کو خیانت سے پاک فرما دیجئے کیونکہ آپ آنکھوں کی چوری اور جو کچھ دل چھپاتے ہیں جانتے ہیں۔

اے اللہ! ہمارے دلوں کے تالے کھول دے اپنے ذکر کے ساتھ اور ہم پر اپنی نعمت کو پورا فرما۔ اور ہم پر اپنا فضل کامل کر اور ہمیں اپنے نیک بندوں میں سے فرما دیجے۔ آمین

لعنت کرنا ایک گناہ کبیرہ

وعن ابی الدرداء رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم : (ان العبد اذا لعن شیئا صعدت اللعنة الی السماء فتغلق ابواب السماء دونها ثم تهبط الی الارض فتغلق ابوابها دونها ثم تاخذیمینا و شمالا فان لم تجدمساغاً رجعت الی الذی لعن فان کان اهلاً والارجعت الی قائلها). رواه ابوداؤد

ترجمہ: ”حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب بندہ کسی چیز پر لعنت کرتا ہے تو لعنت آسمان کی طرف چڑھتی ہے آسمان کے دروازے اس سے پرے ہی بند کر دیئے جاتے ہیں تب وہ زمین پر اترتی ہے تو اس کے دروازے بھی اس سے ورے ہی بند کر دیئے جاتے ہیں پھر وہ دائیں بائیں جاتی ہے پھر جب وہ کہیں گنجائش نہیں پاتی تو اس کی طرف لوٹتی ہے جس کو ملعون کہا گیا پھر اگر اس کو اس قابل پاتی ہے تو خیر ورنہ کہنے والے کی طرف پلٹتی ہے“۔(ابوداؤد)

تشریح: حضرت مولانا عاشق الٰہی میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کے ذیل میں تحریر فرماتے ہیں گنبد کے نیچے کھڑے ہو کر کسی کا گالی دو۔ اگر چھت میں کوئی سوراخ یا دائیں بائیں کوئی دریچی کھلی پائے گی تو اس کے راستہ نکل کر یا فنا ہو جائے گی یا جس کو گالی دی اس کے کان میں پہنچے گی اور کہیں جگہ نہ پائے گی تو قائل کے کان سے ٹکرائے گی اور وہ خود سنے گا کہ جو لفظ زبان سے نکالے تھے وہ اپنے اوپر پڑ رہے ہیں۔

لعنت کے معنی ہیں اللہ کی رحمت سے دور ہونا۔ جب کوئی شخص کسی کو ملعون کہتا ہے تو اس کے دو معنی ہیں۔

(۱) یا خبر ہے کہ اطلاع دیتا ہے تجھے اللہ نے اپنی رحمت سے دور پھینک دیا ہے اور یہ غیب دانی کا دعویٰ ہے اور اللہ پر حکم لگانا۔

(۲) یا انشاء ہے یعنی بددعا دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تجھے راندہ درگاہ بنائے۔

اور یہ شفقت کے خلاف ہے کیونکہ مسلمان کی خواہش تو یہ ہونی چاہئے کہ ساری دنیا رحمت الٰہیہ میں داخل ہو جائے نہ یہ کہ داخل شدہ کو باہر کرے اس بناء پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کافر پر بھی کبھی لعنت نہیں کی کہ آپ جنت اور دائرہ رحمت الٰہیہ کی وسعت سے واقف تھے اور آپ کی عین تمنا بلکہ کوشش یہ تھی کہ تمام ملعون تائب ہو کر مرحوم و مغفور بن جائیں۔

مگر اس کے ساتھ ہی ایک درجہ معصیت اور اظہار حقیقت کا ہے کہ معصیت پر اللہ تعالیٰ کی ناراضگی مرتب ہوتی ہے اور اس کا مرتکب بے شک اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور ہے لہٰذا شخصیت پر تو لعنت کا حکم لگانا ممنوع ہے مگر معصیت کے ساتھ متصف پر لعنت کرنا جائز بلکہ مامور ہے مثلاً ”جھوٹے پر لعنت“ یا ”سود خور پر پھٹکار“ کہ یہ لعنت اصل میں جھوٹ اور سود خوری پر ہے اور تبعاً اس کے فاعل و متصف پر (یعنی جھوٹ بولنے والے اور سود کھانے والے پر ہے) چنانچہ ایسی لعنتیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں۔ اب کسی کو ملعون کہنے کا ایک درجہ یہ بھی نکل سکتا ہے کہ دعویٰ کرتا ہے اس میں ایسی معصیت کا کہ مثلاً کذب موجود ہے

جس نے اس کو مستحق لعنت بنا دیا ہے تو اب دیکھنا یہ ہے کہ اس دعوی: میں سچا ہے یا جھوٹا۔ اگر سچا ہے تو کچھ گناہ نہیں مگر ثواب بھی نہیں۔ اور اگر جھوٹا ہے تو خود مستحق لعنت ہو گیا۔ اور حشر کے دن شفاعت اور شہادت دونوں کے قابل نہ رہا۔ چونکہ اس کے اکثر پہلو پر خطر ہیں اس لئے معین شے یا شخص پر لعنت کرنا مطلقاً ممنوع ہے۔ اور ارشاد ہے کہ لعنت کرنا مومن کی شان ہی نہیں۔ (از درر)

''حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی سفر میں تھے کہ انصار کی ایک عورت نے جو کہ اونٹنی پر سوار تھی (اس کی سست رفتاری سے) تنگ ہو کر اس کو لعنت کی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو سن لیا اور فرمایا جو کچھ اس پر لدا ہوا ہے اسے اتار لو۔ اور اونٹنی کو چھوڑ دو کیونکہ یہ ملعونہ ہے۔ عمران رضی اللہ تعالی: عنہ فرماتے ہیں کہ گویا میں اسے دیکھ رہا ہوں کہ آدمیوں میں چلتی پھرتی ہے اور اس سے کوئی تعرض نہیں کرتا''۔ (مسلم وغیرہ)

تشریح: یہ تنبیہ تھی کہ جب تیرے لئے ملعون ہے تو اس سے نفع کیوں اٹھاتی ہے۔ لہذا یہ سزا خود مالک کے لئے اور دوسروں کے لئے کافی عبرت ہو گئی کہ آئندہ بے زبان جانور کے لئے لعنت کا لفظ استعمال نہ کریں۔ (از درر)

''حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جا رہا تھا اس نے اپنے اونٹ کو لعنت کی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اے اللہ کے بندے! ہمارے ساتھ ایسے اونٹ پر نہ چل جو ملعون ہے''۔ (ابویعلی، ابن ابی الدنیا)

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی چھوٹے سفر میں تھے ایک شخص نے ایک اونٹنی کو لعنت کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کا مالک کہاں ہے؟ اس شخص نے کہا میں ہی ہوں۔ فرمایا: اس کو پیچھے کر دو (اس کو ساتھ نہ لو) کہ تیری بددعا اس کے بارہ میں قبول ہو چکی ہے''۔ (احمد)

تشریح: وہ اونٹنی رحمت خداوندی سے اس معنی میں دور ہو گئی کہ جس کی سواری میں رہے گی فلاح و مسرت کا سبب نہ بنے گی۔ یا یہ مطلب ہے کہ انسان کسی کو بددعا دیتا ہے تو یہی خواہش رکھتا ہے کہ قبول ہو۔ لہذا سمجھ لے کہ قبول ہو گئی۔ لہذا وہ برتاؤ کر جو ملعون کے ساتھ ہونا چاہئے کیونکہ شریف کا کام ہے کہ جو زبان سے کہے اس کو پورا کر کے دکھائے۔ (از درر باختصار)

دُعا کیجئے

یا اللہ! ہم کو اپنی عبادات وطاعات خاصہ کی توفیق، اپنے نبی الرحمۃ صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع کی توفیق فرمایئے۔

یا اللہ! یا اللہ لغزشوں سے نفس وشیطان کے مکائد سے ہم کو محفوظ فرمایئے۔

یا اللہ! مجبوراً معاشرہ کے غلبہ سے اور نفس وشیطان کے غلبہ سے، ہم سے جو فسق وفجور کے کام ہوئے ہیں ہم ان سے نفرت کرتے ہیں اور چھوڑ دینے کا عزم کرتے ہیں۔ مگر ڈرتے ہیں کہ پھر ہم سے ان کا ارتکاب ہو جائے گا۔ یا اللہ آپ ہی محافظ حقیقی ہیں۔ رحم کرنے والے ہیں، ہم پر رحم فرمایئے، ہمیں محفوظ رکھئے اور اپنا مورد رحمت بنا لیجئے۔

یا اللہ! ہم سے زیادہ محتاج اور کون ہے، ہم آپ کے فضل وکرم کے بہت محتاج ہیں، ہمیں اپنا فرمانبردار بنا لیجئے، اپنے نبی الرحمۃ صلی اللہ علیہ وسلم کا وفادار، سچا اُمتی بنا دیجئے،

ماتحتوں کے حقوق

وعن زید بن خالد الجهنی رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: (لاتسبوا الدیک فانه یوقظ للصلاة) رواه ابوداؤد و ابن حبان فی صحیحه الا انه قال: (فانه یدعو للصلاة) رواه النسائی مسنداً و مرسلاً.

ترجمہ: ''حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مرغ کو برا نہ کہو کہ وہ نماز کے لئے جگاتا ہے۔ایک روایت میں ہے وہ نماز کی دعوت دیتا ہے''۔(ابوداؤد' نسائی)

تشریح: جانوروں کو بھی سخت لفظ نکالنا برا ہے کہ اللہ کی بے زبان مخلوق ہے اور معذور ہے لہذا جو جانور کسی وجہ میں اطاعت کا سبب بنے اس کو گندے لفظ سے یاد کرنا تو کفران نعمت بھی ہے بعید نہیں کہ طاعت کی توفیق سلب ہو جائے۔(از درر)

''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ (ایک مرتبہ) ایک مرغ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چیخا۔اس کو ایک شخص نے برا کہا۔آپ نے مرغ کو برا کہنے سے منع فرمایا۔اور ایک روایت میں آپ نے فرمایا کہ اس کو لعنت نہ کرو نہ برا کہو کیونکہ وہ نماز کے لئے بلاتا ہے''۔(بزار' طبرانی)

''حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے کہ ایک شخص کو پسو نے کاٹ لیا۔اس نے اس کو لعنت کی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اس کو لعنت نہ کرو اس نے انبیاء علیہم السلام میں سے ایک نبی کو نماز کے لئے جگایا تھا۔اور ایک روایت میں ہے کہ اس نے ایک نبی کو نماز فجر کے لئے جگایا تھا۔ایک روایت میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پسوؤں کا ذکر آیا آپ نے ارشاد فرمایا یہ نماز کے لئے جگاتے ہیں''۔(ابویعلی' بزار' طبرانی)

''حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے ہوا پر لعنت کی۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہوا پر لعنت نہ کرو۔کہ وہ (بے چاری تو) مامور ہے۔(کہ اللہ تعالیٰ کا اسے جیسے حکم ہوتا ہے ویسے ست یا تیز چلتی ہے) اور جو ایسی چیز پر لعنت کرتا ہے جو اس کی اہل نہیں تو لعنت اسی (کہنے والے پر) پلٹتی ہے''۔(ابوداؤد' ترمذی' صحیح ابن حبان)

''حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص کسی کو بدنام کرنے کے لئے اس میں ایسی برائی بیان کرے جو اس میں نہ ہوتی ہو تو اللہ تعالیٰ اسے دوزخ کی آگ میں قید رکھے گا یہاں تک کہ وہ اس برائی کو ثابت کردے (اور کیسے ثابت کر سکے گا)''۔(طبرانی)

''حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ اپنی پھوپھی سے ملنے گئے ان کی پھوپھی نے ان کے لئے کھانا منگوایا۔خادمہ نے کھانا لانے میں دیر کی انہوں نے خادمہ سے (غصہ میں) کہہ دیا اے زانیہ: جلدی کیوں نہیں لے آئی۔عمرو رضی اللہ عنہ نے کہا سبحان اللہ! تم نے اس خادمہ پر بڑی بات کہہ دی کیا تم اس کے زنا پر مطلع ہو۔انہوں نے کہا اللہ کی قسم! نہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے سنا ہے جس نے اپنی باندی کو اے زانیہ! کہا۔حالانکہ وہ اس کے زنا پر مطلع نہ ہو۔قیامت کے دن اس کی

باندی الزام دینے والے کو کوڑے لگائے گی۔ کیونکہ باندیوں پر زنا کی تہمت لگانے پر دنیا میں کوئی حد نہیں ہے۔'' (حاکم)

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: آدمی زمانہ کو برا بھلا کہتا ہے حالانکہ زمانہ میں ہوں کہ میرے ہی ہاتھ میں رات اور دن ہے اور ایک روایت میں ہے کہ میں اس کی رات اور دن کو گردش دیتا ہوں۔ اور جب چاہوں دن رات کو سمیٹ لوں گا''۔ (مسلم)

''ایک روایت میں ہے تم میں سے کوئی زمانہ کو برا نہ کہے کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی زمانہ ہے (یعنی وہی زمانہ میں جو چاہتا ہے کرتا ہے)۔'' (مسلم)

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ابن آدم مجھے ایذا دیتا ہے کہ کہتا ہے ہائے زمانہ بڑا خراب تم میں سے کوئی یوں نہ کہے کہ ہائے زمانہ خراب کیونکہ زمانہ میں ہوں کہ گردش دیتا ہوں اس کی رات اور دن کو''۔ (ابوداؤد' حاکم)

تشریح: عوام الناس بالخصوص شعراء حوادث اور پریشانیوں کو زمانہ کی طرف منسوب کر کے اس کو برا بھلا کہتے ہیں کہ ہائے گردش زمانہ نے مار لیا۔ ہائے زمانہ نے پیس دیا حالانکہ زمانہ نام ہے گردش لیل ونہار کا اور وہ خود بے حس اور محکوم ہے کہ اس کی گردش اللہ کے ہاتھ میں ہے اور وہی حوادث کا خالق اور حالات کے بدلنے میں تصرف کرنے والا ہے لہٰذا زمانہ کو برا کہنا درحقیقت اللہ موجد زمانہ کو برا کہنا ہے جیسے کوئی سست رفتار ریل کو کہے کمبخت چھکڑا ہے تو یہ الزام درحقیقت ڈرائیور کو ہے جو اس کو کم رفتار پر چلا رہا ہے ورنہ بے چاری ریل کا اس میں کیا دخل۔ (از درر)

''حضرت عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہمیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ نے یہ قصہ سنایا کہ وہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جا رہے تھے کہ ان میں سے ایک صحابی کو نیند آ گئی دوسرے آدمی نے جا کر (مذاق میں) اس کی رسی لے لی۔ (جب سونے والے کی آنکھ کھلی اور اسے اپنی رسی نظر نہ آئی) تو وہ پریشان ہو گیا اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کسی مسلمان کے لئے یہ حلال نہیں ہے کہ وہ کسی مسلمان کو ڈرائے''۔ (ابوداؤد)

تشریح: مطلب یہ ہے کہ مذاق میں بھی کسی مسلمان کو ڈرانا جائز نہیں۔

دُعا کیجئے

یا اللہ! ہمارے پاس اور کوئی سرمایہ نہیں' کوئی وسیلہ نہیں اقرار جرم کرتے ہیں آپ کے نبی الرحمۃ صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ پیش کر کے آپ کی رحمت کے طلب گار ہیں۔

یا اللہ! اس ماہ کا ایک ایک لمحہ' ایک ایک سانس ہمارے لئے باعث رحمت بنا دیجئے۔

یا اللہ! ہمیں ہر خطا وعصیان سے محفوظ رکھئے ہر تقصیر وکوتاہی سے محفوظ رکھئے۔

مسلمان کے حقوق

وعن النعمان بن بشير رضى الله عنهما قال: كنا مع رسول الله صلى الله عليه وسلم في مسير فخفق رجل على راحلته فاخذ رجل سهما من كنانته، فانتبه الرجل ففزع، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم :(لايحل لرجل ان يروع مسلماً) رواه الطبرانى فى الكبير و رواته ثقات و رواه البزار من حديث ابن عمر مختصراً (لايحل لمسلم او مومن ان يروع مسلماً)

ترجمہ: ''حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے ہیں کہ ہم ایک سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے کہ ایک شخص کو اپنی سواری پر اونگھ آ گئی دوسرے کسی شخص نے (اسی دوران) اس کے ترکش میں سے تیر لے لیا۔ جب وہ اچانک بیدار ہوا تو (تیر نہ پا کر) پریشان ہو گیا اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کسی شخص کے لئے جائز نہیں کہ کسی مسلمان کو ڈرائے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ کسی مسلمان یا مومن کے لئے حلال نہیں کہ کسی مسلمان کو ڈرائے''۔ (طبرانی، بزار)

''حضرت یزید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا: تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی کے سامان کو نہ مذاق میں لے اور نہ حقیقت میں (بغیر اجازت کے) لے''۔ (ترمذی)

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم میں سے کوئی شخص اپنے مسلمان بھائی کی طرف ہتھیار سے اشارہ نہ کرے اس لئے کہ اس کو معلوم نہیں کہ کہیں شیطان اس کے ہاتھ سے ہتھیار کھینچ لے (ہتھیار اشارے اشارے میں مسلمان بھائی کے جا لگے اور اس کی سزا میں وہ اشارہ کرنے والا) جہنم میں جا گرے''۔ (بخاری، مسلم)

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ابوالقاسم محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص اپنے مسلمان بھائی کی طرف لوہے یعنی ہتھیار وغیرہ سے اشارہ کرتا ہے اس پر فرشتے اس وقت تک لعنت کرتے رہتے ہیں جب تک کہ وہ اس (لوہے سے اشارہ کرنے) کو چھوڑ نہیں دیتا اگرچہ وہ اس کا حقیقی بھائی ہی کیوں نہ ہو''۔ (مسلم)

''حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا جب دو مسلمان اپنی تلواریں لے کر ایک دوسرے کے سامنے آئیں (اور ان میں سے ایک دوسرے کو قتل کر دے) تو قاتل و مقتول دونوں (دوزخ کی) آگ میں ہوں گے''۔

''اور ایک روایت میں ہے کہ جب دو مسلمانوں میں سے ایک دوسرے پر ہتھیار اٹھائے تو دونوں جہنم کے کنارے پر ہوں گے جب ایک دوسرے کو قتل کر دے تو دونوں جہنم میں داخل ہوں گے ہم نے عرض کیا یا عرض کیا گیا۔ یا رسول اللہ! قاتل کا دوزخ میں جانا تو ظاہر ہے لیکن مقتول (دوزخ میں) کیوں جائے گا؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اس لئے کہ اس نے بھی تو اپنے ساتھی کو قتل کرنے کا ارادہ کیا تھا"۔ (بخاری، مسلم)

"حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا میں تمہیں ایک ایسا عمل نہ بتا دوں جس کے ثواب کا درجہ روزے، نماز، اور صدقہ کے ثواب سے زیادہ ہے۔ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا ضرور ارشاد فرمایئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: (آپس میں دشمنی رکھنے والے) دو شخصوں کے درمیان صلح کرانا۔ (اس کے بعد فرمایا کہ) اور دو آدمیوں کے درمیان فساد بگاڑ پیدا کرنا ایک ایسی خصلت ہے جو مونڈنے والی ہے۔ (یعنی اس خصلت کی وجہ سے مسلمانوں کے معاملات اور دین میں نقصان و خلل پیدا ہوتا ہے)"۔ (ابوداؤد، ترمذی، صحیح ابن حبان)

تشریح: ملاعلی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے بعض حضرات کا یہ قول نقل کیا ہے کہ حدیث پاک میں صلح کرانے کو جو روزہ، صدقہ اور نماز سے افضل کہا گیا ہے یہاں فرض نماز، فرض روزہ، فرض صدقہ مراد نہیں بلکہ نوافل مراد ہیں اس کے بعد ملاعلی قاری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ میرا کہنا یہ ہے کہ ویسے تو یہ اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ حقیقی مراد کیا ہے لیکن اگر دو فریقوں کے درمیان پائی جانے والی دشمنی و عداوت و دشمنی کو ختم کرانا اور دونوں فریقوں کے درمیان صلح صفائی کرانا مذکورہ فرض عبادات سے بھی افضل ہو کیونکہ اول تو وہ عبادات ایسا عمل ہے جو کسی وقت چھوٹ جائیں تو ان کی قضا ہو سکتی ہے جب کہ اس عداوت و دشمنی کے نتیجہ میں ہلاک ہونے والی جانیں تباہ و برباد ہونے والے مال و اسباب اور بے حرمت ہونے والی عزت و ناموس کی مکافات ممکن نہیں۔ دوسرے یہ کہ ان عبادات کا تعلق حقوق اللہ سے ہے اور مذکورہ ہلاکت و تباہی کا تعلق حقوق اللہ سے زیادہ حقوق العباد کی اہمیت ہے۔ لہٰذا اس حقیقت کی بنا پر یہ کہنا زیادہ صحیح ہو سکتا ہے کہ جنس عمل کو ان عبادات پر جزوی فضیلت بہر حال حاصل ہے اور حدیث پاک کے آخری جملہ "دو آدمیوں کے درمیان فساد و بگاڑ پیدا کرنا ایک ایسی خصلت ہے جو مونڈنے والی ہے" کا مطلب یہ ہے کہ لوگوں کے درمیان افتراق و انتشار کے فتنہ کا بیج بونا ایک ایسی خصلت ہے جو دین کو تباہ و برباد کر دیتی ہے اور ثواب کے حصول کو بالکل ختم کر دیتی ہے۔ جیسا کہ استرا بالوں کو جڑ سے صاف کر دیتا ہے۔ (از مظاہر حق باختصار)

اور مولانا عاشق الٰہی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ ہر قسم کی قومی اور ملکی بہبودی جو کہ متعدی نفع ہے چونکہ باہمی اتفاق پر موقوف ہے لہٰذا عبادات کے لازمی نفع سے مقدم ہے۔ (از درر)

دُعا کیجئے

یا اللہ! ہمارے پاس اور کوئی سرمایہ نہیں، کوئی وسیلہ نہیں اقرار جرم کرتے ہیں آپ کے نبی الرحمۃ صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ پیش کر کے آپ کی رحمت کے طلب گار ہیں۔

یا اللہ! آپ کے محبوب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی اس وقت جہاں جہاں بھی ہیں اور دشمنوں کی رد میں ہیں، سازشوں میں ہیں۔ ان کی حفاظت فرمایئے ان کو ہدایت دیجئے اور ان کو دشمنوں سے آزاد کر دیجئے۔ اعدائے دین کی سازشوں سے ان کو بچا لیجئے۔

آپس میں صلح کی اہمیت

وعن ام کلثوم بنت عقبة بن ابی معیط رضی الله عنها: ان النبی صلی الله علیه وسلم قال: (لم یکذب من نمی بین اثنین لیصلح)

ترجمہ: ''حضرت ام کلثوم (بنت عقبہ بن ابی معیط) سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا وہ آدمی جھوٹا نہیں ہے جو باہم لڑنے والے آدمیوں کے درمیان صلح کرانے کی کوشش کرے اور اس سلسلہ میں (ایک فریق کی طرف سے دوسرے فریق کو) خیر اور بھلائی کی باتیں پہنچائے اور (اچھا اثر ڈالنے والی) اچھی باتیں کرے''۔(ابوداؤد)

''حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سب سے افضل صدقہ آپس میں صلح کرانا ہے''۔(طبرانی، بزار)

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ تم لوگوں کی عورتوں سے عفت و پاکدامنی اختیار کرو (یعنی تم دوسری عورتوں پر بری نظر نہ رکھو) تمہاری عورتیں (دوسرے لوگوں سے) عفیفت اور پاکدامن رہیں گی۔ تم اپنے والد کے ساتھ اچھا سلوک کرو نیکی کرو تمہارے بیٹے تمہارے ساتھ اچھا سلوک کریں گے اور جس کا کوئی (مسلمان بھائی عذر لے کر آئے تو وہ اس کے عذر کو قبول کرے خواہ وہ عذر خواہی صحیح ہو یا غلط اگر وہ عذر قبول نہیں کرے گا تو اسے میرے حوض پر آنا نصیب نہ ہوگا''۔(حاکم)

''حضرت جودان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص اپنے کسی مسلمان بھائی سے (اپنے کسی قصور پر) عذر خواہی کرے اور وہ مسلمان شخص (اس کو معذور نہ قرار دے کر) اس کے عذر کو قبول نہ کرے (مثلاً یوں کہے کہ تمہیں کوئی عذر نہ تھا بلکہ تم عذر کے نام پر جھوٹ بولتے ہو یا یوں کہے کہ تم عذر تو رکھتے ہو مگر میں تمہارا عذر قبول نہیں کرتا) تو وہ اسی درجہ کا گنہگار ہوگا جس درجہ کا محصول لینے والا اعشر لینے والا گنہگار ہوتا ہے''۔(ابوداؤد)

تشریح: ناحق محصول لینے والا، اور خلاف شرع محصولات لگانے والا بہت سخت گنہگار رہتا ہے۔ ایک حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ وہ جنت میں نہ جائے گا۔ عذر خواہی کو قبول نہ کرنے اور محصول لینے والے میں مشابہت کی وجہ شاید یہ ہے کہ عذر قبول نہ کرنے والا بھی محصول لینے والے کی طرح عذر قبول نہیں کرتا کوئی تاجر لاکھ کہے کہ مجھ پر اس قدر محصول نہیں آتا یا میرے پاس تجارت کا مال نہیں بلکہ امانت کا ہے اور یا یہ کہ میں قرض دار ہوں۔ یہ محصول ادا نہیں کر سکتا وغیرہ وغیرہ مگر وہ اس کی کسی بات کو تسلیم نہیں کرتا اور اس سے زبردستی محصول وصول کرتا ہے۔

''حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: چغل خور آدمی جنت میں داخل نہ ہو سکے گا''۔(بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی)

تشریح: مطلب یہ ہے کہ چغل خوری کی عادت ان سنگین گناہوں میں سے ہے جو جنت کے داخلہ میں رکاوٹ بننے والے ہیں اور کوئی آدمی اس گندی اور شیطانی عادت کے ساتھ جنت میں نہ جا سکے گا۔ ہاں اگر اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے کسی کو معاف کر کے یا اس جرم کی سزا دے کر اس کو پاک کر دے تو

اس کے بعد داخلہ ہو سکے گا۔

''چغل خوری'' کے معنی ہیں کسی کی خطا کو ایسے شخص تک پہنچانا جو سزا پر قدرت رکھتا ہو اور یہ سنگدلی کا اثر ہے کہ اپنے بھائی کو دکھ میں دیکھے بلکہ اپنے ہاتھوں ڈالنے سے خوش ہوتا ہے۔ ایسی گندی طبیعت عقلاً بھی جنت کے شایان شان نہیں کہ وہاں ہر شخص کو اس کی خواہش کے موافق عطا کرنے کا وعدہ ہے لہذا اگر چغل خور جنت میں بھی گیا تو اہل جنت کی راحت دیکھ کر چاہے گا کہ ان کو عذاب میں مبتلا دیکھے اس کی خواہش پوری کی جائے تو ان کی عزت چھنی جائے اور ان کو خوش رکھا جائے تو اس کی خواہش پوری نہ ہو اس لئے یہ جنت میں جانے کے قابل نہیں۔

البتہ چغل خوری یا غیبت اگر خود غرضی کے لئے نہیں بلکہ خود مجرم کی یا دوسروں کی اصلاح کے لئے ہو تو ایسا ہے جیسا کہ کسی کے مرض کا طبیب سے کہنا یہ اس کے نشتر لگوانا یا اس نیت سے اس کے ہاتھ کٹوانا کہ جان اور باقی جسم بچ جائے۔ لہذا جہاں شریعت میں اس کی اجازت یا صحابہ رضی اللہ عنہم سے ارتکاب اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی سماع ثابت ہو وہ ایسے ہی مواقع ہیں کہ صورت ہے غیبت یا چغل خوری کی مگر جرائم کا سد باب اور امن عام کا نظم اسی پر موقوف ہے۔ معلوم ہوا مدار نیت پر ہے کہ وہی فعل کی محرک ہوتی ہے اگر وہ خود غرضی و سنگدلی ہے تو حرام ہے اور اصلاح خلق و رفاہ عام ہے تو جائز بلکہ مامور ہے۔ (از معارف، درر)

''حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دو قبروں کے پاس سے گزرے تو آپ نے ارشاد فرمایا: ان دونوں قبر والوں کو عذاب ہو رہا ہے اور عذاب بھی کسی بھی بڑی چیز پر نہیں ہو رہا (کہ جس سے بچنا مشکل ہو) ان میں ایک تو چغل خوری کرتا تھا اور دوسرا پیشاب کی چھینٹوں سے نہیں بچتا تھا''۔ (بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، صحیح ابن خزیمہ)

دُعا کیجئے

یا اللہ! ہم کو اپنے نبی الرحمۃ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے شرمندگی سے بچا لیجئے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو خوش کرنے کے لئے ہم پر اور تمام امت مسلمہ پر رحم فرمایئے۔

اے اللہ! ہمارے دل کو نفاق سے عمل کو ریا سے زبان کو جھوٹ سے اور آنکھ کو خیانت سے پاک فرما دیجئے کیونکہ آپ آنکھوں کی چوری اور جو کچھ دل چھپاتے ہیں جانتے ہیں۔

اے اللہ! علم سے ہماری مدد فرما اور حلم سے ہمیں آراستہ فرما اور پرہیز گاری سے بزرگی عطا فرما اور امن سے ہمیں جمال عطا فرمایئے۔

یا اللہ! موجودہ دور میں ہمیں دین اسلام پر مضبوطی سے کاربند فرما اور غیر اسلامی تہذیب کے اثرات سے ہمیں اور ہماری نسلوں کی حفاظت فرما۔

یا اللہ! ہمیں اپنی اتنی محبت عطا فرما کہ آپ کے احکامات اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک سنتوں پر چلنا ہمارے لئے نہایت سہل ہو جائے۔

مسلمان کی عزت وحرمت

وعن عبدالرحمن بن غنم يبلغ به النبی صلی الله عليه وسلم: (خيار عبادالله الذی اذا رؤوا ذكر الله، و شرار عبادالله المشاؤون بالنميمة المفرقون بين الاحبة الباغون للبرآء العنت . رواه احمد.

ترجمہ: ''حضرت عبدالرحمٰن بن غنم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ کے سب سے بہتر بندے وہ ہیں کہ ان کو دیکھ کر اللہ یاد آئے اور سب سے برے وہ ہیں جو چغل خور ہوں دوستوں میں جدائی ڈالنے والے ہوں اور اللہ تعالیٰ کے پاک دامن بندوں کو کسی گناہ یا کسی پریشانی میں مبتلا کرنے کی کوشش میں لگے رہنے والے ہوں''۔(احمد)

''حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے خطبہ میں ارشاد فرمایا: بے شک تمہاری جانیں، تمہارے مال، تمہاری آبروئیں، ایک دوسرے کے لئے ایسی قابل احترام ہیں جیسا کہ تمہارا آج کا دن، تمہارے اسی مہینہ اور اس شہر میں توجہ سے سنو! میں نے تم تک پیغام الٰہی پہنچادیا''۔(بخاری، مسلم وغیرہما)

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بدترین سود اپنے مسلمان بھائی کی آبروریزی کرنا (یعنی اس کی عزت کو نقصان پہنچانا ہے چاہے کسی طریقے سے ہو مثلاً غیبت کرنا، حقیر سمجھنا، رسوا کرنا وغیرہ وغیرہ)''۔(بزار)

''حضرت سعید بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بدترین سود کسی مسلمان کی عزت پر ناحق حملہ کرنا ہے۔''(ابوداؤد)

''حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے (ایک دفعہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا بس آپ کو تو صفیہ کا پستہ قد ہونا کافی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم نے (طعن وتحقیر کے ساتھ) ایسا کلمہ کہا کہ اگر اس میں سمندر کو ملا دیا جائے تو اس پر بھی غالب آ جائے اور میں نے آپ کے سامنے ایک شخص کی نقل اتاری تو آپ نے فرمایا مجھے اتنا اور اتنا (مال بھی) ملے تب بھی پسند نہیں کہ تم کسی کی نقل میرے سامنے اتارو''۔(ابوداؤد، ترمذی، بیہقی)

''حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں، حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا اونٹ بیمار ہوگیا۔ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس زائد اونٹ تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کہا تم صفیہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کو ایک اونٹ دے دو حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا میں اور اس یہودی عورت کو اونٹ دوں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ سن کر ان سے ناراض ہوگئے۔ اور ذوالحجہ محرم اور صفر کے چند دن تک حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے چھوڑے رکھا (ان کے ہاں نہ جاتے تھے)''۔(ابوداؤد)

''حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لوگوں نے ایک آدمی کا تذکرہ کیا اور کہا کوئی دوسرا اس کے کھانے کا انتظام کرے تو یہ

کھاتا ہے اور کوئی دوسرا اس کو سواری پر کجاوہ کس کر دے دے تو یہ پھر اس پر سوار ہوتا ہے (یہ بہت سست ہے اپنے کام خود نہیں کر سکتا) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تم نے اس کی غیبت کی۔ ان لوگوں نے کہا یا رسول اللہ! ہم نے وہی بات کہی ہے جو اس میں موجود ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا غیبت ہونے کے لئے یہی کافی ہے کہ تم اپنے بھائی کا وہ عیب بیان کرو جو اس میں موجود ہے"۔ (اصبہانی)

"حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے ایک آدمی اٹھ کر چلا گیا اس کے جانے کے بعد ایک آدمی اس کے عیب بیان کرنے لگ گیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حلال کرو (اس گوشت کو جو تم نے غیبت کر کے کھایا ہے مراد ہے کہ توبہ کرو) اس نے عرض کیا میں کس چیز سے حلال کروں میں نے تو کوئی (حرام) گوشت نہیں کھایا۔ آپ نے ارشاد فرمایا (غیبت کر کے) تم نے اپنے بھائی کا گوشت کھایا ہے"۔ (ابوبکر بن ابی شیبہ)

"حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے دنیا میں اپنے بھائی کا گوشت کھایا (یعنی اس کی غیبت کی) قیامت کے دن اس کے قریب کیا جائے گا۔ اور اس سے کہا جائے گا اس کو جیسا کہ تم نے زندہ کھایا تھا اب مردار کھاؤ۔ وہ کھائے گا اور تیوری چڑھائے گا اور چیخ چلائے گا"۔ (ابویعلیٰ طبرانی ابوالشیخ)

"حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے رویت ہے کہ ان کا گزر کسی مرے ہوئے خچر پر ہوا انہوں نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ آدمی اس مرے ہوئے خچر کا گوشت پیٹ بھر کر کھائے یہ مسلمان کے گوشت کھانے (یعنی اس کی غیبت کرنے) سے بہتر ہے"۔ (ابوالشیخ ابن حبان وغیرہ)

دُعا کیجئے

اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو فرقہ پرستی سے بچائے اور اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اسوہ وطریقہ پر رکھے۔ آمین

اللہ تعالیٰ چھوٹے بڑے خواتین ومرد سب کو اپنی حفاظت وامان میں رکھے شیطان اور اس کے کارندوں کے شر سے بچائے آمین

اللہ ہم سب کو قبر کی تکلیف سے بچائے۔ ہمارے والدین اساتذہ مشائخ اور محسنین وعزیز واقارب میں سے جو لوگ فوت ہو چکے ہیں ان کی قبروں کو جنت کا باغ بنائے۔ آمین

اللہ تعالیٰ ہم سب کو نیک وصالح اعمال کرنے والا بنائے ہر مصیبت وآفت سے محفوظ رکھے۔ آمین

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ سب کو رمضان کے روزے اور دیگر ایام کے روزے جو مسنون ہیں رکھنے کی توفیق عطا فرمائے اور ان کی برکات واجر سے معمور فرمائے۔ آمین

مسلمان کا مقام

وعن ابی هریرة رضی الله عنه قال: جاء الاسلمی الی رسول الله صلی الله علیه وسلم ' فشهد علی نفسه بالزنا اربع شهادات یقول: اتیت امراة حراماً و فی کل ذلک یعرض عنه رسول الله صلی الله علیه وسلم ' فذکرت الحدیث الی ان قال: (فما ترید بهذا القول)؟ قال: ارید ان تطهرنی' فامربه رسول الله صلی الله علیه وسلم ان یرجم' فرجم ... رواه ابن حبان فی صحیحه.

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت (ماعز بن مالک) اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور انہوں نے چار مرتبہ اپنے بارے میں اس بات کا اقرار کیا کہ میں نے ایک عورت سے حرام کا ارتکاب کیا ہے۔ ہر مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دوسری طرف منہ پھیر لیتے تھے۔ پھر آگے حدیث کا مضمون اور بھی ہے جس میں یہ بھی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تم اس بات سے کیا چاہتے ہو؟ انہوں نے کہا میں چاہتا ہوں کہ آپ مجھے پاک فرمادیں چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو رجم کرنے کا حکم فرمایا۔ اس پر ان کو رجم کیا گیا۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دو انصاری صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو سنا ان میں سے ایک دوسرے سے کہہ رہا تھا اس آدمی کو دیکھو اللہ تعالیٰ نے تو اس پر پردہ ڈالا تھا لیکن یہ خود اپنے پیچھے پڑ گیا جس کی وجہ سے اسے کتے کی طرح پتھر مارے گئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یہ سن کر خاموش ہو گئے پھر تھوڑی دیر چلنے کے بعد آپ کا گزر ایک مردار گدھے کے پاس سے ہوا جس کا پاؤں (پھولنے کی وجہ سے) اوپر اٹھا ہوا تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا فلاں اور فلاں آدمی دونوں کہاں ہیں؟ ان دونوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم دونوں یہ ہیں آپ نے فرمایا تم دونوں اس مردار گدھے کا گوشت کھاؤ' ان دونوں نے کہا یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ آپ کی مغفرت فرمائے اس کو کون کھا سکتا ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ابھی تم دونوں نے اپنے بھائی کی (پیٹھ پیچھے) بے عزتی کی ہے وہ مردار کھانے سے زیادہ سخت ہے اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ میں میری جان ہے وہ اس وقت جنت کی نہروں میں غوطے لگا رہا ہے''۔ (صحیح ابن حبان)

''حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ جس رات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج پر لے جایا گیا تو آپ نے دوزخ میں ایسے لوگوں کو دیکھا جو مردار کھا رہے ہیں آپ نے دریافت فرمایا اے جبرئیل! یہ کون ہیں؟ انہوں نے بتایا یہ وہ لوگ ہیں جو لوگوں کے گوشت کھاتے تھے (یعنی ان کی غیبت کرتے تھے) اور آپ نے ایک شخص کو دیکھا جو سرخ اور گہرے نیلے رنگ کا تھا۔ دریافت فرمایا اے جبرئیل! یہ کون ہے؟ انہوں نے بتایا وہ ہے جس نے (حضرت صالح علیہ السلام) کی اونٹنی کے کونچے کاٹے تھے''۔ (احمد)

''حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب میرے رب نے مجھے معراج نصیب فرمائی تو میرا گزر ایک قوم پر ہوا جن کے ناخن تانبے کے

تھے اور ان سے اپنے منہ اور سینے کھرچ رہے تھے۔ میں نے پوچھا اے جبرئیل! یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے بتایا یہ وہ لوگ ہیں (جو غیبتیں کر کے گویا) لوگوں کے گوشت کھاتے اور ان کی آبرو کے پیچھے پڑتے ہیں''۔(ابوداؤد)

تشریح: اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے عیوب کو چھپا رکھا ہے کون انسان ہے جو عیوب سے خالی ہو۔ جیسے ہر پیٹ میں پاخانہ کی الابلا بھری پڑی ہے مگر گوشت نے پردہ ڈال رکھا ہے ورنہ کوئی کسی کے پاس بیٹھ نہ سکتا جو شخص کسی کی پیٹھ پیچھے کسی کی غیبت کرتا ہے اور اپنی عزت بڑھانے کے لئے اس کے عیوب کا پردہ چاک کرتا ہے وہ گویا مردار کا گوشت کھاتا ہے اور اپنا مٹاپا بڑھانے کے لئے اس کو چھپی ڈھکی گھناؤنی چیزوں کو کھولتا ہے کہ اس بے چارے کو خبر بھی نہیں کہ اس کا بھائی اس کے ساتھ کیا سلوک کر رہا ہے' شیر باوجود جانور اور درندہ ہونے کے مردار گوشت کھانے سے نفرت کرتا ہے تو مسلمان جس کو انسانیت کے ساتھ اللہ والوں کی ہمدردی کا دعویٰ ہے زیادہ مستحق ہے کہ کراہت کرے کیونکہ یہ بدمذاقی زنا وغیرہ سے بھی زیادہ گندی ہے کہ وہ صرف اپنے نفس کے ساتھ بے دردی ہے۔(از درر بتغیر واختصار)

''حضرت راشد بن سعد مقرائی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب مجھے معراج نصیب ہوئی میرا ایسے لوگوں سے پر گزر ہوا جن کی کھالوں کو آگ کی قینچیوں سے کاٹا جا رہا تھا۔ میں نے دریافت کیا اے جبرئیل؟ یہ کون لوگ ہیں انہوں نے بتایا یہ وہ ہیں جو بدکاری کی (طرف بلانے کیلئے) زینت کرتے تھے پھر میں ایسے کنوئیں پر سے گزرا جو بڑا بدبودار تھا؟ اس میں میں نے سخت خطرناک آوازیں سنیں۔ میں نے کہا اے جبرئیل! یہ کون ہیں انہوں نے بتایا یہ وہ عورتیں ہیں جو زنا و بدکاری کے لئے زینت کرتی تھیں اور حرام کا ارتکاب کرتی تھیں پھر میں ایسے مردوں اور عورتوں پر سے گزرا جو اپنے پستانوں کے ساتھ لٹکے پڑے تھے میں نے دریافت کیا اے جبرئیل! یہ کون ہیں! انہوں نے بتایا یہ عیب چننے والے طعنہ دینے والے ہیں اور اس پر اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:''ویل لکل همزة لمزة'' جس کا ترجمہ یہ ہے ''خرابی ہے ہر طعنہ دینے والے عیب چننے والے کی)''۔(بیہقی)

''حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر تھے کہ ایک گندی بو اٹھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جانتے بھی ہو کہ یہ بو کس چیز کی ہے؟ یہ ان کی بدبو ہے جو مسلمانوں کی غیبت کرتے ہیں''۔(احمد' ابن ابی الدنیا)

دُعا کیجئے

اللہ تعالیٰ سب کو دین پر استقامت عطا فرمائے اور اسلام کو پوری طرح زندہ رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو دین کے تمام کاموں میں آگے بڑھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

اللہ تعالیٰ سب کو اپنے نظام پر کامل یقین نصیب فرمائے ہر برائی سے محفوظ رکھے۔ آمین

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی خلافت و نیابت کے منصب کے مطابق عمل کرنے اور اس ذمہ داری پر پورا اترنے کی توفیق عطا فرمائے آمین

چغل خوری پر عذاب

وعن ابی بکرة رضی الله عنه قال: بینا انا اماشی رسول الله صلی الله علیه وسلم وهو آخذ بیدی و رجل علی: یساره فاذا نحن بقبرین امامنا' فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم: (انهما لیعذبان و ما یعذبان فی کبیر و بلی: فایکم یاتینی و بجریدة) فاستبقنا فسبقته فاتیته بجریدة فکسرها نصفین فالقی علی: ذاالقبر قطعة و علی ذاالقبر قطعة' قال: (انه یهون علیهما ماکانتارطبتین وما یعذبان الا فی الغیبة والبول) رواه احمد وغیره باسناد رواته ثقات.

ترجمہ: ''حضرت ابی بکرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ (ایک دفعہ) میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چل رہا تھا اور آپ میرے ہاتھ کو پکڑے ہوئے تھے اور ایک صاحب آپ کے بائیں طرف چل رہے تھے کہ ہمارے سامنے دو قبریں آئیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ان دونوں کو عذاب ہورہا ہے اور عذاب بھی کسی بڑی چیز پر نہیں ہورہا (کہ جس سے بچنا مشکل ہو) اور بے شک وہ بڑے گناہوں میں سے ہے تم میں سے کون ایک ٹہنی لائے گا؟ ہم دونوں لینے کو دوڑے میں ان صاحب سے آگے بڑھ کر لے آیا۔ چنانچہ آپ نے اس کے آدھے دو ٹکڑے کئے اس قبر پر ایک ٹکڑا ڈالا۔ اور دوسری قبر پر ایک ٹکڑا ڈالا۔ ارشاد فرمایا جب تک یہ تازہ رہیں گی ان پر سے عذاب ہلکا کر دیا جائے گا اور ان کو عذاب غیبت کرنے اور پیشاب کی چھینٹوں سے نہ بچنے پر ہورہا ہے''۔ (احمد)

تشریح: پہلے اسی قسم کی ایک روایت گزری ہے جس میں چغل خوری کی وجہ سے عذاب کا ذکر تھا۔ حافظ منذری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ممکن ہے دومرتبہ ایسا واقعہ پیش آیا ہو ایک مرتبہ آپ نے چغل خوری کی وجہ سے عذاب کا ذکر فرمایا اور دوسری مرتبہ غیبت کا۔

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جانتے بھی ہو کہ غیبت کس کو کہتے ہیں؟ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا اللہ اور اس کے رسول زیادہ جانتے ہیں فرمایا: اپنے بھائی کا اس طرح ذکر کرنا جو اسے ناگوار گزرے۔ عرض کیا گیا بھلا اگر بھائی میں وہ (عیب) موجود ہو جس کا میں تذکرہ کرتا ہوں؟ ارشاد فرمایا: اگر وہ عیب موجود ہے تب تو غیبت ہوئی۔ اور اگر وہ عیب اس میں موجود نہیں ہے تو تو نے اس پر بہتان بندھا۔

''حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے سنا: جو کسی مسلمان کے بارے میں ایسی برائی کرے گا جو اس میں نہ ہو اللہ تعالیٰ اس کو ''ردغۃ الخبال'' (جہاں دوزخیوں کی پیپ اور خون کی کیچڑ ہوتی ہے) اس وقت تک رکھے گا جب تک (سزا پا کر) اس سے صاف نہ ہو جائے جو اس نے کہا تھا۔ اور ایک روایت میں ہے اس سے صاف نہ ہو سکے گا''۔ (حاکم)

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: پانچ گناہ ایسے ہیں کہ جن کا کوئی کفارہ نہیں ہے (کہ آدمی اس کے بدلہ کچھ دے دلا کر چھٹکارا حاصل کر لے) (۱) اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرانا' (۲) ناحق قتل' (۳) مسلمان پر بہتان باندھنا' (۴) عین جہاد کے وقت میدان سے بھاگنا' (۵) ایسی (جھوٹی) پکی قسم کھانا کہ ناحق اس سے کسی کا مال ہتھیا لے''۔(احمد)

''حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہا روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص اپنے مسلمان بھائی سے پیٹھ پیچھے اس کی آبرو کی حفاظت کے لئے مدافعت کرتا ہے (مثلاً غیبت کرنے والے کو روکتا ہے) تو اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ لیا ہے کہ اس کو دوزخ کی آگ سے آزاد کردے''۔(احمد)

''حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص اپنے مسلمان بھائی کی آبرو کی حفاظت کرتا ہے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس سے دوزخ کی آگ ہٹا دیں گے۔ (ترمذی) اور ایک روایت میں ہے۔ اس سے اللہ تعالیٰ: دوزخ کے عذاب کو ہٹا دیں گے اور آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی جس کا ترجمہ ہے: ''اور ہمارے ذمہ ہے ایمان والوں کی مدد کرنا''۔

''حضرت معاذ بن انس جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے کسی منافق (یعنی دوست نما دشمن) سے کسی مسلمان کی (عزت وآبرو کی) حمایت کی (کہ اس کی غیبت کی تردید کردی) تو حق تعالیٰ شانہ ایک فرشتہ بھیجے گا جو قیامت کے دن اس کے گوشت کو دوزخ کی آگ سے بچائے رکھے گا اور جس نے کسی مسلمان کو (لفظ یا اشارہ کیا) تیر مارا کہ اس سے مقصود اس کو دھبہ لگانا تھا اللہ تعالیٰ اس کو دوزخ کے ایک پل پر قید رکھے گا جب تک (سزا پاکر) اپنے الزام (کے گناہ کی گندگی) سے پاک صاف نہ ہو جائے''۔(ابوداؤد،ابن ابی الدنیا)

''حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں جس نے اپنے مسلمان بھائی کی پیٹھ پیچھے مدد کی (مثلاً اس کی غیبت کی تردید کی اس کی طرف سے مدافعت کی) اللہ تعالیٰ دنیا وآخرت میں اس کی مدد کرے گا''۔(ابن ابی الدنیا)

دُعا کیجئے

اللہ تعالیٰ سب کے گھر شاد وآباد رکھے' لڑائی جھگڑے اور نا چاقی سے حفاظت فرمائے۔ آمین

اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل محبت واطاعت نصیب کرے۔ نافرمانی ومحرومی سے بچائے۔ آمین

اللہ تعالیٰ سب کو سچا بنائے' سچوں کی رفاقت عطا کرے اور سچوں ہی کے ساتھ ہمارا انجام ہو۔ آمین

اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو اپنی دنیا وآخرت کی بھلائی عطا فرمائے' اور اپنی رضا کا مقام جنت عطا فرمائے۔ آمین

تکمیل ایمان کے نسخے

وعن جابر بن ابی طلحة الانصاری رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم : (مامن امری مسلم یخذل امرا مسلما فی موضع تنتهک فیه حرمته' و ینتقص فیه من عرضه الا خذله الله فی موطن یحب فیه نصرته و ما من امری مسلم ینصر مسلما فی موضع ینتقص فیه من عرضه و ینتهک فیه من حرمته الا نصره الله فی موطن یحب فیه نصرته')رواه ابو داؤد و ابن ابی الدنیا و غیرهما' و اختلف فی اسناده.

ترجمہ : ''حضرت جابر بن ابی طلحہ انصاری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص کسی مسلمان کی مدد سے ایسے موقع پر ہاتھ کھینچ لیتا ہے جب کہ اس کی عزت پر حملہ کیا جارہا ہو اور اس کی آبرو کو نقصان پہنچایا جارہا ہو تو اللہ تعالیٰ اس کو ایسے موقع پر اپنی مدد سے محروم رکھیں گے۔ جب وہ اللہ تعالیٰ کی مدد کا خواہش مند (اور طلب گار) ہوگا اور جو شخص کسی مسلمان کی ایسے موقع پر مدد اور حمایت کرتا ہے جب کہ اس کی عزت پر حملہ کیا جارہا ہو اور آبرو کو نقصان پہنچایا جارہا ہو تو اللہ تعالیٰ ایسے موقع پر اس کی مدد فرمائیں گے جب وہ اس کی نصرت کو خواہش مند (اور طلب گار) ہوگا''۔(ابوداؤد)

''حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے دریافت کیا یا رسول اللہ! مسلمانوں میں سب سے افضل کون ہے؟ ارشاد فرمایا مسلمان جس کی زبان اور ہاتھ سے محفوظ رہیں''۔(بخاری' مسلم' نسائی)

''حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں اور مہاجر وہ ہے جو اللہ کی منع کی ہوئی چیزوں کو چھوڑ دے''۔(بخاری' مسلم)

''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا یا رسول اللہ! سب سے افضل کون سا عمل ہے؟ ارشاد فرمایا نماز اپنے وقت پر پڑھنا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! پھر کون سا عمل ہے؟ ارشاد فرمایا تمہاری زبان سے لوگ محفوظ رہیں''۔(طبرانی)

''حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مبارک ہو اس شخص کے لئے جو اپنی زبان کو قابو میں رکھے اور اپنے گھر میں رہے اور اپنے گناہوں پر روئے''۔(طبرانی فی الاوسط والصغیر)

''حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص مجھے اپنے جبڑوں اور دونوں ٹانگوں کے درمیان والے اعضاء کی ذمہ داری دے دے (کہ وہ زبان اور شرم گاہ کو غلط استعمال نہیں کرے گا) تو میں اس کے لئے جنت کی ذمہ داری دیتا ہے''۔(بخاری' ترمذی)

''جس کو اللہ تعالیٰ نے ان اعضاء کی برائیوں سے بچالیا جو دونوں جبڑوں اور ٹانگوں کے درمیان ہیں یعنی زبان اور شرم گاہ تو وہ جنت میں داخل ہوگا''۔(ترمذی' صحیح ابن حبان)

تشریح: یہاں یہ بات ملحوظ رکھنی چاہئے کہ اس قسم کے

وعدوں کا تعلق صرف ان لوگوں سے ہے جو صاحب ایمان ہوں۔

''حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے پوچھا: اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے پسندیدہ عمل کون سا ہے؟ سب خاموش رہے کسی نے جواب نہ دیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ سب سے زیادہ پسندیدہ عمل زبان کی حفاظت کرنا ہے''۔ (ابوالشیخ ابن حبان، بیہقی)

''حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بندہ جب تک اپنی زبان کی حفاظت نہ کرلے ایمان کی حقیقت کو حاصل نہیں کر سکتا''۔ (طبرانی، فی الصغیر، والاوسط)

''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں قسم ہے اس ذات کی جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں، زمین کی پشت پر کسی چیز کو زبان سے زیادہ طویل قید کی حاجت نہیں''۔ (طبرانی)

تشریح: مطلب یہ ہے کہ سب سے زیادہ زبان کو روکے رکھنے اور بے جا استعمال کرنے سے بچانے کی ضرورت ہے۔

''حضرت عطا بن یسار سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص کو اللہ تعالیٰ دو چیزوں کے شر اور برائی سے بچالے وہ جنت میں داخل ہوگا۔ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ ہمیں کیوں نہیں بتاتے (کہ وہ چیزیں کیا ہیں؟) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سکوت فرمایا (کچھ دیر کے بعد) پھر وہی ارشاد دہرایا۔ دوبارہ وہ شخص وہی سوال کرتا ہوا گیا اس کو اس کے برابر والے شخص نے خاموش کرایا (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اس ارشاد کو بار بار دہرانا اور سائل کے سوال کے جواب میں سکوت فرمانا اہمیت کے پیش نظر تھا تاکہ سامنے والوں میں کامل طلب پیدا کر کے بتایا جائے تو یاد بھی رہے اور عمل بھی ہو) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس کو اللہ تعالیٰ دو چیزوں کے شر سے بچالے وہ جنت میں داخل ہوگا۔ دو چیزوں میں ایک تو دو جبڑوں کے درمیان ہے (یعنی زبان) اور دوسری دو ٹانگوں کے درمیان ہے (یعنی شرم گاہ)''۔ (مالک)

دُعا کیجئے

اللہ تعالیٰ سب کو صالح اعمال، صالح نیت کے ساتھ کرنے کی توفیق مرحمت فرمائے اور وہ نیک اعمال جن کی ہم استطاعت نہیں رکھتے اپنے فضل سے ان کا اجر بھی ہمارے حصہ میں کردے۔ آمین

اللہ تعالیٰ سب کو دین وایمان میں اخلاص پر قائم رکھے اور ایسے کاموں سے بچائے جو ایمان کے منافی ہیں۔ آمین

اللہ تعالیٰ ہمیں حرام سے اور مشتبہات سے بچائے۔ آمین

اللہ تعالیٰ ہمیں حسد سے بچائے، اور علم وسخاوت کی دولت سے مالا مال فرمائے۔ آمین

اللہ تعالیٰ ہمیں نیکی کے کام کرنے والا بنائے، علم دین سے نوازے اور ہر قسم کی بدکاری سے بچائے۔ آمین

اللہ تعالیٰ ہمیں ایمان پر استقامت عطا کئے رکھے اور ایمان پر ہی ہمیں موت آئے۔ آمین

چند اعمال صالحہ

وعن رکب المصری رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: (طوبی لمن عمل بعلمه و انفق الفضل من ماله و امسک الفضل من قوله). رواه الطبرانی.

ترجمہ: ''حضرت رکب مصری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مبارک ہو خوشخبری ہو اس شخص کے لئے جو اپنے علم پر عمل کرے اور ضرورت سے زائد مال خرچ کردے اور ضرورت سے زائد فضول بات سے درکار ہے''۔ (طبرانی)

''حضرت سفین بن عبداللہ ثقفی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے ایسی بات بتادیں جس کے ساتھ میں چمٹ جاؤں (اس کو لازم کرلوں) ارشاد فرمایا کہو میرا رب اللہ ہے پھر اسی پر قائم رہو۔ میں نے دریافت کیا یا رسول اللہ! آپ کو مجھ پر سب سے زیادہ کس کا خطرہ و خوف ہے؟ آپ نے اپنی زبان مبارک کو پکڑ کر فرمایا۔ پھر ارشاد فرمایا اس کا (کہ زبان غلط استعمال نہ ہو)''۔ (ترمذی، ابن ماجہ، صحیح ابن حبان، حاکم)

''حضرت حارث بن ہشام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا مجھے ایسی چیز بتادیں جسے میں مضبوطی سے پکڑا رہوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبان مبارک کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا اس کو اپنے قابو میں رکھو''۔ (طبرانی)

''حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کسی بندہ کا ایمان درست نہیں رہ سکتا جب تک اس کا دل درست نہ ہو اور دل درست نہیں رہ سکتا جب تک اس کی زبان درست اور سیدھی نہ ہو۔ اور وہ شخص جنت میں نہ جائے گا جس کے پڑوسی اس کی شرارتوں اور آفتوں سے بے خوف نہ ہوں''۔ (احمد، ابن ابی الدنیا)

''حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا جو بات بھی ہم کرتے ہیں کیا یہ سب ہمارے اعمال نامہ میں لکھی جاتی ہیں (اور کیا ان پر بھی پکڑ ہوگی) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تجھ کو تیری ماں روئے! (اچھی طرح جان لو کہ) لوگوں کو ناک کے بل دوزخ میں گرانے والی ان کی زبان ہی کی بری باتیں ہوں گی اور جب تک تم خاموش رہو گے (زبان کی آفت سے) بچے رہو گے اور جب کوئی بات کرو گے تو تمہارے لئے اجر یا گناہ لکھا جائے گا''۔ (طبرانی)

تشریح: ''تجھ کو تیری ماں روئے'' عربی محاورہ کے مطابق یہ پیار کا کلمہ ہے بددعا نہیں ہے۔

''حضرت اسود بن اصرم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے وصیت فرمایئے ارشاد فرمایا: اپنے ہاتھ کو قابو میں رکھو۔ (کہ اس سے کسی کو تکلیف نہ پہنچے) میں نے عرض کیا اگر میرا ہاتھ میرے قابو میں نہ رہے تو پھر اور کیا چیز قابو میں رہ سکتی ہے؟ یعنی ہاتھ تو میرے قابو میں رہ سکتا ہے ارشاد فرمایا اپنی زبان کو قابو میں رکھو میں نے عرض کیا: اگر میری زبان ہی میرے قابو میں نہ رہے تو پھر اور کیا چیز قابو میں رہ سکتی ہے؟ یعنی زبان تو میرے قابو میں رہ سکتی ہے۔ ارشاد فرمایا: تو پھر تم اپنے ہاتھ کو بھلے کام کے لئے ہی بڑھاؤ اور اپنی

زبان سے بھلی بات ہی کہو"۔ (طبرانی، ابن ابی الدنیا، بیہقی)

"عقل مند کو چاہئے کہ اپنے زمانہ اور وقت کو غور سے دیکھے (کہ اس کو بہت کم سمجھ کر اہم امور میں خرچ کرے وقت کو ضائع نہ کرے) اپنی حالت کی اصلاح کی طرف متوجہ رہے اپنی زبان کی حفاظت کرے اور جس نے اپنے کلام کو عمل میں شمار کر کے اس کا محاسبہ کیا تو اس کا کلام کم ہو کر صرف مفید اور مقصود میں ہی خرچ ہوگا (یہ حدیث پاک کا ایک جز ہے)

"حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے وصیت فرما دیجئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ کے تقویٰ کو لازم پکڑ لو۔ یہ تمام خیروں کے لئے جامع ہے اور اللہ کے راستہ کے جہاد کو لازم پکڑ لو یہ مسلمانوں کی رہبانیت ہے اور اللہ تعالیٰ کے ذکر کو اور قرآن کی تلاوت کو لازم پکڑو کہ یہ تمہارے لئے زمین میں نور ہے۔ (کہ اس کے ذریعہ سیدھی راہ دیکھ سکو گے) اور آسمان میں تمہارے تذکرہ کا ذریعہ ہے اور اپنی زبان کو سوائے خیر کے ہر قسم کی بات سے محفوظ رکھو اس سے تم شیطان پر قابو پالو گے"۔ (طبرانی فی الصغیر ابوالشیخ فی الثواب)

"حضرت معاذ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے وصیت فرمائیے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کی عبادت ایسی کرو گویا کہ تم اس کو دیکھ رہے ہو اور اپنے آپ کو مردوں میں شمار کرو کہ لمبی امیدیں نہ کرو) اگر تم چاہو تو تم کو وہ چیز بتا دوں جو ان تمام چیزوں سے زیادہ تم پر غالب ہو۔ اپنی زبان مبارک کی طرف اشارہ کر کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا یہ ہے"۔ (ابن ابی الدنیا)

دُعا کیجئے

اللہ تعالیٰ سب کو فتنوں سے بچائے جب تک زندگی ہے تو اپنی اطاعت کی زندگی عطا فرمائے۔ اور خاتمہ بالایمان نصیب فرمائے۔ آمین

اللہ تعالیٰ ہمارے نوجوانوں کو صالح بنائے۔ بے راہ روی سے بچائے۔ آمین

اللہ تعالیٰ ہمیں شادی بیاہ کے معاملات کو شریعت کے مطابق کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین

اللہ تعالیٰ ہمیں تمام احکام شریعت پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

اللہ تعالیٰ سب کو شرعی احکام کا صحیح علم اور اس پر پورے پورے عمل کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین

اللہ تعالیٰ ہماری مستورات کو شریعت کے احکام کا صحیح علم اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

اللہ تعالیٰ ہمیں شرک سے، اپنی نافرمانی سے، جھوٹی قسموں سے محفوظ رکھے۔ آمین

اللہ تعالیٰ سب کو جھوٹی و غلط قسموں سے بچائے۔ آمین

بات چیت میں احتیاط

و عن ابی سعید الخدری رضی الله عنه رفعه قال: اذا اصبح ابن آدم فان الاعضاء كلها تفكر اللسان فتقول: اتق الله فينا فانما نحن بک فان استقمت استقمنا و ان اعوججت اعوججنا. رواه الترمذی و ابن ابی الدنیا و غیر هما وقال الترمذی: رواه غیر واحد عن حماد بن زید و لم یرفعوه قال: و هو اصح.

ترجمہ: ''حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: انسان جب صبح کرتا ہے تو اس کے جسم کے سارے اعضاء زبان سے نہایت عاجزی کے ساتھ کہتے ہیں کہ تو ہمارے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈر' کیونکہ ہمارا معاملہ تیرے ہی ساتھ (جڑا ہوا) ہے۔ اگر تو سیدھی رہے گی تو ہم بھی سیدھے رہیں گے۔ اور اگر تو ٹیڑھی ہوگئی تو ہم بھی ٹیڑھے ہوجائیں گے (اور پھر اس کی سزا بھگتنی پڑے گی)۔'' (ترمذی)

''حضرت ابووائل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ (ایک دن) صفا پہاڑی پر چڑھے اور اپنی زبان کو پکڑ کر فرمایا اے زبان! صرف خیر کی بات کہا کر دنیا و آخرت میں اس کا فائدہ اٹھائے گی اور برائی سے خاموش رہا کر اس سے پہلے کہ تجھے ندامت اور پشیمانی اٹھانی پڑے۔ برائی میں پڑنے سے محفوظ رہے گی۔ پھر فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا: اکثر و بیشتر انسان کی خطائیں اور غلطیاں اس کی زبان سے ہوتی ہیں (کہ زبان کو غلط استعمال کرتا ہے)''۔ (طبرانی' ابوالشیخ فی الثواب' بیہقی)

''حضرت اسلم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے تو دیکھا کہ وہ اپنی زبان کو کھینچ رہے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا آپ چھوڑیں (کیا کر رہے ہیں) اللہ تعالیٰ آپ کو معاف کرے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہی زبان مجھے بری جگہوں میں (ہلاکت کی جگہوں میں) لے آئی ہے''۔ (مالک' ابن ابی الدنیا' بیہقی)

''حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے (زبان کے متعلق) فرمایا۔ یہی زبان مجھے بری جگہوں میں لے آئی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا کہ جسم کا کوئی حصہ ایسا نہیں ہے جو زبان کی بدگوئی اور تیزی کی شکایت نہ کرتا ہو'' (بیہقی)

''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو چپ رہا وہ نجات پا گیا''۔ (ترمذی)

تشریح: مطلب یہ ہے کہ جس شخص نے بری اور فضول باتوں سے زبان کو روکے رکھا اسے دنیا و آخرت کی بہت سی آفتوں' مصیبتوں اور نقصانات سے نجات مل گئی کیونکہ عام طور پر انسان جن آفتوں میں مبتلا ہوتا ہے ان میں سے اکثر کا ذریعہ زبان ہی ہوتی ہے۔ (مرقاۃ)

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے سنا: بندہ کبھی بے سوچے سمجھے ایسی بات کہہ دیتا ہے جس کی وجہ سے مشرق و مغرب کے درمیانی فاصلہ سے بھی زیادہ دور دوزخ میں جا گرتا ہے۔ (بخاری)

ایک روایت میں ہے انسان کوئی بات کہہ دیتا ہے اور اس کے

کہنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتا لیکن اس کی وجہ سے جہنم میں ستر سال کی مسافت کے برابر (نیچے) گر جاتا ہے''۔ (ترمذی، ابن ماجہ)

''حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: آدمی صرف لوگوں کو ہنسانے کے لئے کوئی ایسی بات کہہ دیتا ہے جس میں کوئی برائی نہیں سمجھتا اس کی وجہ سے جہنم میں آسمان (زمین کے درمیانی فاصلہ) سے بھی زیادہ گہرائی میں پہنچ جاتا ہے۔ (ابوالشیخ) اس کو مسند احمد میں بھی روایت کیا ہے''۔

''حضرت بلال بن حارث مزنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: آدمی اللہ تعالیٰ کو خوش کرنے والی ایسی بات کہہ دیتا ہے جس کو وہ بہت زیادہ اہم نہیں سمجھتا لیکن اس بات کی وجہ سے اللہ تعالیٰ قیامت تک کے لئے اس سے راضی ہونے کا فیصلہ فرما دیتے ہیں اور آدمی اللہ تعالیٰ کو ناراض کرنے والی ایسی بات کہہ دیتا ہے جس کو وہ بہت زیادہ اہم نہیں سمجھتا لیکن اس بات کی وجہ سے اللہ تعالیٰ قیامت تک کے لئے اس سے ناراض ہونے کا فیصلہ فرما دیتے ہیں''۔ (مالک، ترمذی نسائی، ابن ماجہ، صحیح ابن حبان، حاکم)

''حضرت حکم کی صاحبزادی کی باندی رضی اللہ عنہا کہتی ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ایک شخص جنت کے اتنے قریب ہو جاتا ہے کہ اس کے اور جنت کے درمیان ایک نیزہ کا فاصلہ رہ جاتا ہے پھر کوئی ایسا بول بول دیتا ہے جس کی وجہ سے جنت سے اس سے بھی زیادہ دور ہو جاتا ہے جتنا مدینہ سے (یمن کا شہر) صنعاء دور ہے۔ (ابن ابی الدنیا اصبہانی) یہ روایت مسند احمد میں بھی ہے''۔ (مجمع الزوائد)

دُعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہمیں شریعت کے احکام کا علم حاصل کر کے ان پر خلوص نیت سے عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو گناہ سے بچائے، ہر غلط نذر و منت سے محفوظ رکھے۔

اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو فرقہ پرستی سے بچائے اور اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اسوہ و طریقہ پر رکھے۔

اللہ تعالیٰ چھوٹے، بڑے، خواتین و مرد سب کو اپنی حفاظت و امان میں رکھے، شیطان اور اس کے کارندوں کے شر سے بچائے۔

اللہ ہم سب کو قبر کی تکلیف سے بچائے۔ ہمارے والدین، اساتذہ، مشائخ اور محسنین و عزیز و اقارب میں سے جو لوگ فوت ہو چکے ہیں ان کی قبروں کو جنت کا باغ بنائے۔ آمین